5/6
98

قال صلی اللہ علیہ وسلم

اذا اٰخی الرجل الرجل فلیسألہ عن اسمہ واسم ابیہ وممن ھو فانہ اوصل للمودۃ

رواہ الترمذی

چوں حدیث موصوف دال است بر مدخلیت معرفت احوال مومن محبوب در استحکام
تعلقات قلوب و جماعتے از صلحاء وقت منصبغ بودند بہ محبت حضرت حکیم الامت مجدد الملت
قطب الارشاد شیخ المشائخ مرشد العالم مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی
حنفی چشتی صابری امدادی سلمہ اللہ علام الغیوب۔ بنا بر مصلحت مذکور رسالہ
ملقب بلقب تاریخی سیرت اشرف زمانہ
۱۳۵۴ھ

مسمّٰی بہ

اشرف السوانح

حصۂ اول

کہ مضاف ترکیبش مشیر ست بمضاف الیہ او

بقلم احقر عزیز الحسن و مولوی عبد الحق فرج اللہ عنہما الکروب و اماط عنہما العیوب و غفر لہما الذنوب

برعایت اختصار در ۱۳۵۴ھ نگاشتہ شد

حسب فرمائش
محمد عثمان مالک کتب خانہ اشرفیہ زیر جامع مسجد دہلی

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین اشرف السوانح حصّہ اول

نمبر	باب	عنوان	صفحہ
۱	باب اول	نام نامی ولقب گرامی	۰
۲	باب دوم	شرف نسب	۵
۳	باب سوم	وطن مالوف	۱۳
۴	باب چہارم	ولادت باسعادت	۱۶
۵	باب پنجم	طفولیت	۱۸
۶	باب ششم	تحصیل علوم	۲۳
۷	باب ہفتم	اساتذۂ کرام	۳۰
۸	باب ہشتم	درس و تدریس	[illegible]
۹	باب نہم	تلامذہ	[illegible]
۱۰	باب دہم	مواعظ [illegible]	[illegible]
۱۱	باب یازدہم	[illegible]	۹۳
۱۲	باب دوازدہم	[illegible]	۱۰۹
۱۳	باب سیزدہم	تصنیفات [illegible]	۱۶۲

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین اشرف السوانح حصہ دوم و حصہ سوم

نمبر	باب	نمبر	باب
۱۴	باب چہاردہم ارشاد وافاضۂ باطنی	۲۰	باب بستم انعامات الٰہیہ
۱۵	باب پانزدہم خلفائے مجازین	۲۱	باب بست ویکم بشارات منامیہ
۱۶	باب شانزدہم معمولات	۲۲	باب بست ودوم ازواج محترمات
۱۷	باب ہفتدہم اصلاح معاشرت	۲۳	باب بست وسوم وصایا
۱۸	باب ہیزدہم تصنیف وتالیف	۲۴	باب بست وچہارم فواضل
۱۹	باب نوزدہم تنقیح کشف وکرامات	۲۵	باب بست وپنجم متفرقات

فہرستہائے متعلقہ ہر سہ حصہ اشرف السوانح

۱	فہرست تلامذہ	(متعلق باب نہم)
۲	فہرست خلفائے مجازین	(متعلق باب پانزدھم)
۳	فہرست تالیفات	(متعلق باب ہیزدھم)
۰	حواشی	متعلقہ اشرف السوانح ہر سہ حصہ

نوٹ یہ امر بھی قابل اطلاع ہے کہ حصہ اول کے آخر کا مضمون "شرف بیعت و استفاضۂ باطنی یعنی کتاب کے باب سیزدہم کا مضمون اور حصہ دوم کے شروع کا مضمون" ارشاد وافاضۂ باطنی" یعنی کتاب کے باب چہاردہم کا مضمون خاص طور سے نہایت مہتم بالشان مضامین ہیں اور اس اطلاع کے عنوان تعبیری سے ان دونوں بابوں کا جو کہ باہم متناسب و متجاذب اور متناسق و متلاصق ہیں، اتصال بلا فصل بھی معلوم ہو گیا۔ فقط

احقر مؤلف

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کشفِ حقیقتِ اشرف السوانح

بعد حمد و صلوٰۃ احقر اشرف علی عفی عنہ عرض رسا ہے کہ اس سوانح پر میرا کچھ لکھنا اسلئے تو نازیبا ہے کہ وہ میری طرف منسوب ہے لیکن بعض تنبیہات ضروریہ کی مصلحت لکھنے کو مقتضی ہوئی اسلئے تکلف کو ترک کر کے اس کے متعلق امور ذیل معروض ہیں۔

نمبر۱- اس کی تحریر میں ایک تو بے احتیاطی ہے کہ زندہ شخص کے متعلق ہے جو اکثر اہل طریق کے معمول کے خلاف ہے جسکی حکمت اس حدیث میں مذکور ہے ابن مسعودؓ قال من کان مستناً فلیستن بمن قد مات فان الحی لا یومن علیہ الفتنۃ (جمع الفوائد عن رزین وجہ الاستدلال کون الاستنان ہو الغرض من ہذہ الکتابۃ فی غالب الاوقات) اور اکثر اسلئے کہا گیا کہ بعض اکابر نے خود بھی اپنے سوانح لکھے ہیں جیسے جلال الدین سیوطی وعبدالوہاب شعرانی رح کما بلغنی عن بعض الثقات۔

نمبر۲- اور ایک احتیاط ہے کہ روایات میں افراط و تفریط کا احتمال بہت کم ہو جاتا ہے جسکا وقوع اکثر [illegible] کے غلو سے ہو جاتا ہے (اور اسی بناء پر میں نے تتمہ سابعہ تنبیہات وصیت کے ضمیمہ [illegible] میں بتاکید منع کیا ہے کہ میری سوانح عمری نہ لکھی جائے) سو اس افراط و تفریط کا احتمال کم ہو جاتا ہے [illegible] اس کی تنقید کر سکتا ہے اور اس مصلحت کے اہم ہونے میں کوئی شبہ نہیں باقی [illegible] جملہ کے استحضار سے ہو سکتا ہے کہ یہ حالات اس وقت تک کے ہیں آیندہ کی [illegible] سے احتیاط [illegible] نہیں کما قال تعالیٰ [illegible]

والعبرۃ بالخواتیم حق تعالیٰ سے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

Marfat.com

میں اقتدار ہی کا قصد ہو تب بھی استنان باقی ہیں جو کہ منہی عنہ ہے دائم کی قید لگانے سے (جیسا کہ خود حدیث میں احتمال افتنان و تغیر سے اس نہی کا معلل ہونا اس تقیید کو مقتضی ہے) اور اس اقتدار مقصود میں قبل التغیر کی قید لگانے سے جس عزم ضابطہ اور ناظرین کا امر اختیاری ہے یہ مانع مرتفع ہو جائے گا۔ نیز اس کا معتد بہ حصہ لکھا ہوا دیکھنے پر ایک حکمت یہ بھی مشاہدہ میں آئی کہ واقعات خاصہ کے ضمن میں بہت سے مسائل فن کی تدوین ہوگئی جس سے یہ مجموعہ بہیئتہا مولانا کے اس شعر کا ایک خوشنما مصداق بن گیا ؎

خوشتر آں باشد کہ سرّ دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

اور ان کی تدوین گو مستقلاً و مقصوداً بھی ہو سکتی تھی اور ہوئی بھی ہے لیکن واقعات چونکہ ان کے لئے بمنزلہ شواہد کے ہو گئے۔ اسلئے اس طرز سے وہ اوضح واوقع فی النفس ہو گئے۔ آخر کوئی تو وجہ ہے کہ قرآن مجید میں عِبَر و حِکَم کے ساتھ قصے بھی ذکر فرمائے گئے ہیں۔

نمبر ۳۔ واقعات کے مضمون میں امید ہے کہ مبالغہ یا غلو نہیں کیونکہ مؤلف مجھ سے تحقیق بھی کرتے رہے اور لکھکر دکھلاتے بھی رہے البتہ عنوان میں کوئی ایہام مدح یا تزکیہ کا ہو جانا محبت سے بعید نہیں جو باوجودیکہ دل سے مجکو عقلاً بھی پسند نہیں اور جذباتِ حیا سے طبعاً بھی گوارا نہیں لیکن میں نے ان کی دلشکنی کے خیال سے بدلا نہیں مگر اسی کے ساتھ ہی اپنے عیوب کے استحضار سے مضمون کو تو ٹھیک اس شعر کا مصداق سمجھتا ہوں ؎

طاؤس را بنقش و نگارے کہ ہست خلق تحسیں کنند و او خجل از پائے زشت خویش

اور عنوان کو بدون احتیاج کسی استحضار کے اس شعر کا مصداق سمجھتا ہوں ؎

نقش کردہ ام رستم پہلواں ورنہ سیلے بود در سیستاں

نمبر ۴۔ بعض واقعات کے بعض اجزاء بوجہ تقادم عہد و عدم اہتمام استحضار و استحفاظ مجکو بھی تیقن کے درجہ میں محفوظ نہ تھے مگر غالب گمان پر حاصل اور اصل مقصود کو محفوظ رکھتے ہوئے تسامح کیا گیا۔

نمبر ۵۔ جس جگہ کسی کے نام کی تصریح مدحاً یا قدحاً بظن غالب صاحب واقعہ کی ناگواری کو محتمل تھی نام نہیں لکھا گیا البتہ خود خطاقی الظن سے بچنا مشکل تھا ایسے موقع پر صاحب واقعہ سے معافی کی درخواست ہے اسی طرح اگر اتفاقاً التزام میں کوتاہی ہوگئی ہو۔

مقام **تھانہ بھون** (ضلع مظفر نگر) خانقاہ امدادیہ۔ شہر محرم الحرام ۱۳۵۵ھ ہجری

Marfat.com
Marfat.com

اے اشرف زمانہ اے مرد خدا
مستعینا بالمخاطب قلتہ

زبان بستہ را بر کلید کرم گشا
مستشیرا فی التخاطب قلتہ

تمہید

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

امابعد۔ سلف و خلف کا ہمیشہ سے مقتداؤں کے سوانح کے ضبط کا معمول چلا آیا ہے اور اس میں ظاہری و باطنی فوائد بیان کئے گئے ہیں ان ہی فوائد کی مصلحت سے ایک کثیر جماعت احباب مخلصین کی تجویز تھی کہ حضرت اقدس حکیم الامۃ مجدد الملۃ محی السنۃ قطب الارشاد مرشد العالم امام الطریق شیخ المشائخ حجۃ اللہ فی الارض مولانا و مقتدانا شاہ **محمد اشرف علی** صاحب تھانوی حنفی چشتی صابری امدادی مدظلہم العالی کے سوانح بھی ضبط کئے جائیں لیکن ایک تو کسی کا اس مہتم بالشان کام کے لئے فارغ نہ ہونا دوسرے اس کام کا فی نفسہٖ صعوبت سے خالی نہ ہونا تیسرے خود حضرت صاحب سوانح کی ممانعت جس کو اپنی وصایا کے اندر دو مختلف عنوانوں سے قلمبند بھی فرمایا ہے جن کی نقل سوانح ہذا کے باب وصایا میں ملاحظہ سے گذرے گی یہ سب قوی موانع اس تجویز کی تنفیذ کے مجتمع تھے اس لئے اب تک اس کی نوبت نہ آئی تھی نہ کسی کی ہمت ہوئی تھی۔

اتفاق سے حضرت ممدوح کے ایک مخلص خادم مکرمی جناب مولوی حکیم عبد الحق صاحب [illegible] کے ذہن میں حضرت ممدوح کی تالیفات کی مفصل فہرست مرتب کرنے کا داعیہ پیدا ہوا جس کی تکمیل [illegible] و جانی ہر طرح کی مشقت برداشت فرمائی وہ فہرست بھی اس مجموعے میں اپنے موقع پر [illegible] علاوہ مؤلفات کے ساتھ مؤلف کا ضروری حال بھی بعنوان ترجمۃ المصنف [illegible] کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس خدمت کیلئے اس ناکارہ کو انتخاب فرمایا لیکن [illegible]

چونکہ خود ندیدم تن زدم [illegible]

مگر انھوں نے اس عذر کو قبول نہیں فرمایا اس لئے [illegible]

چونکہ قول آں ایار [illegible] [illegible] دل [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible]

اپنی خاص ضرورتوں سے ایک طویل رخصت لی تھی اسلئے کسی قدر فراغ کا زمانہ بے تکلف میسر ہو گیا دوسرے مانع کا حل یہ ہوا کہ مادہ تو ایک معتدبہ مقدار میں حضرت صاحب سوانح کی تحریرات و تقریرات سے جمع کر لیا گیا جس میں حکیم صاحب موصوف نے بھی بہت کچھ اعانت فرمائی اور صورت میں خود حضرت صاحب سوانح کے مشوروں سے مدد حاصل کرتا رہا۔ اور تیسرے مانع کا حل خود حضرت صاحب سوانح کی تحریر معنون بہ کشف حقیقت اشرف السوانح میں مذکور ہے جو قبل تمہید ہذا ہدیۂ ناظرین کیجا چکی ہے جس کا حاصل ممانعت کا خاص علل سے معلل ہونا اور ان علل کا مرتفع ہو جانا ہے چنانچہ خود ممانعت کی ان دونوں عبارتوں میں جنکا اوپر حوالہ دیا گیا ہے ادنیٰ تامل کرنے سے یہ معلل ہونا واضح ہوتا ہے اور اسی سے ایک عبارت میں علی الاطلاق ممانعت اور دوسری عبارت میں ایک قید کے ساتھ اجازت کے ظاہری تعارض کا توہم بھی دفع ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اطلاق ظاہری عدم احتیاط کی حالت میں ہے اور اجازت احتیاط کی حالت میں پس تعارض نہ رہا۔ غرض جب داعی قوی تھا اور موانع مرتفع ہو گئے پھر کیا عذر رہا۔ لہٰذا بنام خدا قلم لیکر کام شروع کر دیا ہر چند کہ توافق عادت اہل علم متعلق ضبط ترجمۂ مؤلف مع المولفات کی مصلحت اختصار ترجمہ سے حاصل ہو سکتی تھی اور یہی ارادہ بھی تھا لیکن ایک محب جب اپنے محبوب کا ذکر شروع کرے اہل محبت جانتے ہیں کہ وہ اختصار پر قادر نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی جس تطویل پر احقر مضطر تھا اس کا اس لئے وقوع نہیں ہوا کہ خود حضرت صاحب سوانح برابر عبارات و معانی کو حذف کراتے رہے اس لئے غالباً یہ مجموعہ معتدل ہو گیا۔ اس مجموعہ سوانح کا نام حضرت صاحب سوانح کے اسم شریف کی مناسبت سے **اشرف السوانح** اور لقب تاریخی **سیرت اشرف زمانہ** (۱۳۵۴ھ) تجویز کیا گیا ہے اور پچیس ۲۵ ابواب قائم کئے گئے ہیں۔

آخر میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ میں ایک عامی شخص ہوں و تصنیف کا سلیقہ نہیں رکھتا لہٰذا ناظرین اصل مقصود یعنی حضرت صاحب کے حالات طیبات پر نظر رکھیں میری عبارت کے حسن و قبح کو نہ دیکھیں اور اپنا نصب العین اس شعر کو بنائیں ؎

نہ بنقش بستہ مشوشم نہ بحرف ساختہ سرخوشم
نفسے بیاد تو میزنم چہ عبارت و چہ معانیم

میرا بھی مطمح نظر یہی تھا ورنہ مجھ جیسے نااہل کو ایسے مہتم بالشان موضوع پر قلم اٹھانے کی جرأت ہی نہ ہو سکتی تھی کیونکہ یہ منصب اہل علم کا تھا اسی لئے کوشش بلیغ بھی کرنی پڑی تعب بھی بہت اٹھانا پڑا اور پھر بھی ع حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ اب دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ احقر کی ظاہری و باطنی فرو گزاشتوں کو معاف فرما کر اس سوانح کو مقبول و نافع فرمائے اور حضرت صاحب سوانح کو بعافیت و خیر و برکت ہمیشہ سلامت با کرامت رکھے اور سب مسلمانوں کو آپ کی ذات بابرکات سے مستفیض و متمتع فرماتا رہے آمین ثم آمین یا رب العالمین۔

احقر الزمن **عزیز الحسن** غفا عنہ اللہ ذو المنن وحفظہ عن جمیع الشرور والفتن ما ظہر منہا وما بطن

۲۱۔ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نگنجد در بیاں وصف کمالش　　　　کنم طبع آزمائی باخیالش

باب اوّل

نامِ نامی ولقبِ گرامی

نامِ نامی **اشرف علی** ہے یہ نام حضرت حافظ غلام مرتضیٰ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس زمانہ کے مقبولِ عام اور مشہور انام اہلِ خدمت مجذوب تھے قبل ولادت حضرت والا بلکہ قبل استقرارِ حمل ہی بطور پیشین گوئی تجویز فرمادیا تھا جس کا مفصل واقعہ انشاء اللہ تعالیٰ ولادت باسعادت کے باب میں بیان کیا جائے گا۔ اس نام میں یہ بھی اتفاقی شرف پیدا ہو گیا کہ یہ نام ایک صحابی کا بھی تھا۔ [illegible] یہ نام تو ابتداءً نانہال کی طرف سے تجویز کیا گیا تھا کیونکہ حضرت حافظ غلام مرتضیٰ صاحب مجذوب نے نانہال ہی میں تشریف لا کر یہ نام تجویز فرمایا تھا۔ اور دادھیال سے **عبدالغنی** تجویز کیا گیا لیکن بقول [illegible]

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضرت حافظ صاحب ہی کا تجویز فرمایا ہوا نام مبارک مشہور ہوا۔ دادھیالی نام [illegible] البتہ اس کا بھی استعمال خود حضرت والا نے اپنے رسالہ الخطوب المذیبہ [illegible] فرضی نام سے کام لینا [illegible] حضرت والا کے چھوٹے بھائی صاحب کا نانہالی نام [illegible] غلام مرتضیٰ صاحب کا رکھا ہوا تو اکبر علی تھا اور دادھیالی نام مظفر

لقب گرامی **حکیم الامت** ہے جو ایک عرصہ دراز سے حق تعالیٰ نے قلوب [illegible]

جو بلاد وامصار میں عام طور پر شائع [illegible] ہے جہاں تک [illegible] دہلوی [illegible] مرزا احمد بیگ صاحب مرحوم مالک مطبع محبوب المطابع [illegible] والا کے [illegible] بعد خود بخود [illegible] طرح منجانب اللہ [illegible] عام ہو گیا [illegible] حضرت مولانا [illegible] رحمۃ اللہ علیہ کے [illegible] مولانا عبدالحلیم صاحب [illegible] لقب [illegible] استعمال فرمایا [illegible] اللہ تعالیٰ نے عام طور پر یہی لقب مشہور فرما دیا۔ واللہ یختص برحمتہ من یشاء [illegible]

Marfat.com

Marfat.com

سجع جناب مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مفتی دار العلوم دیوبند کا فرمودہ یہ ہے

از گروہِ اولیا اشرف علی

یہ سجع مفتی صاحب نے اسوقت تصنیف فرمایا تھا جب حضرت والا کو بزمانہ طالب علمی ہی استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز سابق مدرس اول دار العلوم دیوبند نے (جو حضرت والا کے استاد خاص تھے) فتویٰ نویسی کا کام جناب مفتی صاحب موصوف کے ابتدائی افتاء کے زمانہ میں سپرد فرمایا تھا اور مہر کندہ کرانے کیلئے سجع کی ضرورت واقع ہوئی تھی۔ یہ سجع بھی بفضلہ تعالیٰ ایک فال نیک ثابت ہوا کیونکہ سجع ذو معنیین ہوا کرتا ہے۔ جن میں سے ایک معنی تو مقصود ہوتے ہیں اور دوسرے معنی غیر مقصود مگر اس مقصود میں اشارہ ہوتا ہے غیر مقصود کی طرف چنانچہ حضرت والا کے مذکورہ بالا سجع کے معنی مقصود تو یہ ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ گروہ اولیا میں سب سے اشرف ہیں اور معنی مشار الیہ یہ ہیں کہ صاحب سجع یعنی حضرت مولانا اشرف علی صاحب ظلہم العالی گروہ اولیا میں سے ہیں۔

باب دوم

"شرف نسب"

حضرت والا کی ددھیال فاروقی اور ننھیال علوی ہے اگر کسی کو تاریخی تحقیق کا شوق ہو تو رسالہ ہذا کا باب وصایا ملاحظہ فرمایا جائے۔ والد ماجد کا اسم مبارک "عبد الحق" تھا آپ قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر کے ایک مقتدر رئیس ور صاحب نقد و جائداد تھے۔ فارسی میں بہت اعلیٰ قابلیت رکھتے تھے اور بہت اچھے انشاء پرداز تھے اور گو باقاعدہ قاری نہ تھے۔ لیکن مخارج بہت صحیح تھے اور گو حافظ نہ تھے لیکن ناظرہ ایسا رواں تھا کہ بعض اوقات حافظوں کو بھی لقمہ دیدیا کرتے تھے۔ میرٹھ کی ایک بڑی ریاست کے مختار عام تھے اور باجازت رئیس کمسریٹ کے ٹھیکے بھی لے لیا کرتے تھے۔ جن میں خدا تعالیٰ نے تنی برکت عطا فرمائی کہ ہزاروں روپے کی آمدنی ہوئی جس سے بہت سی نئی جائداد بھی خریدلی اور خرچ کے مواقع پر بہت حوصلگی کے ساتھ روپیہ بھی صرف فرماتے رہے۔

حضرت والا اپنے والد ماجد کے جو حالات بیان فرمایا کرتے ہیں کہ کس طرح بفراست خداداد بچپن ہی سے حضرت والا کو تعلیم عربی کیلئے اور حضرت والا کے چھوٹے بھائی جناب منشی اکبر علی صاحب مرحوم کو (جو بریلی میونسپلٹی کے سکریٹری کے معزز عہدہ پر بشاہرہ پانچسو روپیہ ملازم تھے) تعلیم انگریزی کے لئے منتخب فرمالیا اور کس حسن تدبیر سے تربیت فرمائی اور کس خوش اسلوبی سے امور دنیوی و کاروبار دنیاوی کو انجام دیتے رہے وہ سب ممدوح کے کمال عقل و دانش پر دال ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

نیز حضرت والا کے جد اعلیٰ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عقل و فراست تو مسلمات عالم میں سے ہے۔
غرض عقل کی دولت تو حضرت والا کو ددھیال سے ملی اور عشق کی دولت ننھیال سے پہونچی جو پیرزادوں کا ایک مشہور خاندان ہے جس کے مورث اعلیٰ حضرت شاہ شیخ عبد الرزاق صاحب جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ تھے جنکی ممتاز بزرگی اسی سے ظاہر ہے کہ حضرت مولانا شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مستند بزرگ نے اپنی کتاب "اخبار الاخیار" میں جس میں اکابر اولیاء اللہ کے حالات درج ہیں۔ بہت تعریف کے ساتھ ذکر فرمایا ہے
نیز حضرت والا کی والدہ صاحبہ محترمہ بھی ایک باخدا اور صاحب نسبت بی بی تھیں جیسا کہ حضرت والا نے اپنے خاندان کے معزز بزرگوں سے سنا ہے نیز ان کی عقل و فراست اور فہم و بصیرت کی تصدیق حضرت حافظ غلام مرتضیٰ صاحب مجذوب نے بھی فرمائی جسکا ذکر ولادت کے عنوان میں آئیگا اور حضرت والا کی ننھیال کے جد اعلیٰ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی (جن پر اکثر سلاسل طریقت منتہی ہوتے ہیں) شان علمی عشقی مسلم الثبوت ہے
غرض حضرت والا کی جامعیت عقل و عشق یا بالفاظ دیگر جامعیت شریعت و طریقت [illegible] طرح ظاہر و باہر اور مشہور روزگار ہے اور جس کی بنا پر حضرت والا پر بالکل یہ شعر صادق آتا ہے [illegible]

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق　　ہر ہوسناکے نداند جام و سندان [illegible]

درجہ استعداد فطری میں ددھیال اور ننھیال ہی سے مورث ہے جیسا [illegible] شعر [illegible]

زگیسوئے گل وز یک طرف پیغام یار　　من آں دیوانہ ام [illegible]

اس طرح حضرت والا ماشاء اللہ تعالیٰ اپنے خاندان کے خلف الصدق اور شان فاروقی و [illegible] جامع اور مظہر اتم ہیں۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم
[illegible]
[illegible] اسکو خاندانی اور شرافت نسبی سے بھی ممتاز پایا جاتا ہے [illegible]
[illegible]
نہیں بقولہ تعالیٰ
[illegible] خاندان میں پیدا ہونے [illegible]
ایسے شخص [illegible]
[illegible] چنانچہ حضرت والا [illegible]
[illegible]

ہے کہ بھی کبار ئیس ہیں ہم بھی خدا کے فضل سے گھر کے کھاتے پیتے ہیں۔ ہم بھی کوئی مفلس زادے نہیں چنانچہ الحمدللہ میں نے ہمیشہ نہایت فراغت کے ساتھ زندگی بسر کی ہے اور ہزاروں روپے اپنے ہاتھوں خرچ کئے ہیں اسلئے اب کوئی حسرت مال و متاع کے متعلق ایسی باقی نہیں رہی جسکی وجہ سے کسی مالدار کی طرف نظر احتیاج ہو کیونکہ جب سب چیزوں سے جی بھر جاتا ہے تو اس کا طبعی خاصہ ہے کہ حرص و طمع باقی نہیں رہتی۔ انتہیٰ کلامہ"

چنانچہ حضرت والا کی مشہور زمانہ اور یکتائے روزگار شان استغنا ر کا یہ بھی ایک سبب ظاہری ہے گو اس کا اصل منشا شدت تعلق مع اللہ ہے ورنہ محض مال و متاع والے تو بہت سے حرص و طمع ہی گرفتار دیکھے جاتے ہیں۔

غرض چونکہ حق تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ حضرت والا کو صلاح و ارشاد کا منصب عالی فرمائیں اس لئے ایک طرف تو عقل وافر و عشق کامل اور دوسری جانب شرافت نسبی اور جاہ و ثروت خاندانی دونوں قسم کی دولتوں اور امتیازات سے مشرف فرمایا ع یارما ایں دارد و آں نیز ہم۔

ننھیال کی شان عشقی کے ضمن میں حضرت والا کے نانا صاحب پیرجی نجابت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ذکر اس جگہ بے موقع نہ ہوگا آپ اعلیٰ فارسی دانی و شاعری و انشا پردازی و لطیفہ گوئی و حاضر جوابی و بذلہ سنجی کی صفت سے موصوف تھے اور ریاست کنجپورہ میں بعہدہ وکیل ریاست ممتاز تھے۔ آپ صاحب الاحوال والمواجید مولانا شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی کے ایک خلیفہ خاص سے بیعت تھے۔ اور حضرت حافظ غلام مرتضیٰ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سے جو اپنے زمانہ میں افضل المجاذیب تھے بہت عقیدت و محبت رکھتے تھے اور باہم بہت گہرے اور خصوصی تعلقات تھے حضرت حافظ صاحبؒ کی آپ پر باوجود مجذوب ہونے کے خاص نظر تربیت تھی چنانچہ ابتدائے سلوک میں جب پیرجی صاحب پر آثار ذکر و شغل کا غلبہ ہوا تو تعلقات اہل و عیال و اکتساب معاش سے لاپروائی برتنے لگے۔ نانی صاحبہ کی شکایت پر مجذوب صاحب ممدوح نے اس کیفیت کو اپنی توجہ سے بضرورت سلب فرمالیا جس سے پیرجی صاحب کو اسوقت اسدرجہ قلق ہوا کہ باوجود انتہائی عقیدت کے ان کی شان میں سخت سخت الفاظ مثلاً قزاق ڈاکو وغیرہ استعمال کرنے لگے لیکن حافظ صاحب نے کچھ پروانہ کی اور اپنا کام کر کے چل دیئے۔ پیرجی صاحب کو بھی بعد کو سکون ہو گیا اور کسب معاش میں مشغول ہو گئے۔

جب پیرجی صاحب کے انتقال کا وقت آیا تو حافظ صاحب دفعۃً پھر آموجود ہوئے اور سیدھے بستر مرگ کے پاس پہنچکر فرمایا نجابت علی میری طرف دیکھ انکا نظر اٹھا کر دیکھنا تھا کہ پھر وہی کیفیت مسلوبہ عود کر آئی اور پیرجی صاحب نہایت مشاش بشاش دنیا سے رخصت ہوئے۔

حضرت کے حقیقی ماموں پیرجی امداد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی بڑے زبردست صاحب حال و قال بزرگ تھے انکا سوز و گداز عشق حقیقی انتہا کو پہونچا ہوا تھا جس سے مغلوب ہو کر بعض ایسے امور کا صدور ہو جاتا

Marfat.com

تھا ۔ جو عوام کے مصالح کے مناسب نہ تھے ۔ خود حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ ان کے کلمات سے ایک آگ سی نکلتی ہوئی محسوس ہوتی تھی ۔ اور حضرت حافظ شیرازی رح کا یہ شعر ان پر صادق آتا تھا ؎

غلام آں کلماتم کہ آتش افروزد　　　　نہ آب سرد زند در سخن بر آتش تیز

اس کی تصدیق ان کی اس مناجات منظوم سے بخوبی ہوتی ہے جو حضرت والا نے اپنے رسالہ "امداد طلب" میں ملخصاً نقل فرمائی ہے ۔

ان پر بھی حضرت حافظ غلام مرتضیٰ صاحب مجذوب کی نظر توجہ ہوئی تھی ۔ شروع میں بالکل وارستہ مزاج تھے ۔ تلاش معاش سے تنگ آکر بر بنا ء ارادہ مزاجی ایک دن مجذوب صاحب سے عرض کیا کہ یا تو مجھے دنیا ہی کا بنا دیجئے یا دین ہی کا یہ بین بین حالت میں نہیں چاہتا ۔ مجذوب صاحب نے جوش میں آکر فرمایا جا جا حیدر آباد جا تجھے نواب بلا رہا ہے ۔ یہ سنکر پیر جی صاحب کو بڑا قلق ہوا کہ اسے معلوم ہوتا ہے مجھے دنیا ہی ملے گی "لاحول ولا قوۃ" یہ میں نے کیا حماقت کی ۔ مجھے دنیا کا نام ہی نہ لینا چاہئے تھا صرف دین ہی طلب کرتا ۔ مگر خیر اب تو جو ہونا تھا ہو چکا میری قسمت ۔

وہ اس قول کے یہ معنی سمجھے کہ نواب صاحب حیدر آباد کے علاقہ میں روزگار ملے گا ۔ چنانچہ وہاں تلاش ملازمت میں پہونچے اور کچھ دن بعد نوکری بھی مل گئی مگر چونکہ فطری طور پر عشق حقیقی کا سودا سر میں سمایا ہوا تھا اور ابتدا ہی سے قلب میں سوز و گداز تھا اس لئے بجائے ملازمت برابر تلاش شیخ میں رہے چنانچہ جتنے درویش حیدر آباد میں تھے سب سے ملے مگر ان میں اکثر تو اس لئے نا پسند آئے کہ وہ حضرت [illegible] اسمعیل صاحب شہید رحمتہ اللہ علیہ کو برا سمجھتے تھے ۔ اور پیر جی صاحب مولانا کے [illegible] بس اس [illegible] کے عاشق تھے کہ دیکھئے اپنی جان اور [illegible] سب خدا کی راہ میں فدا کر دی [illegible] ترک دنیا کی نشان نہ پائی جو پیر جی صاحب کا ناص [illegible] تھا ۔ بالآخر [illegible] میں پہونچے جو پہلے بڑے امراء میں سے تھے اور نواب مشہور تھے ۔ پھر ترک ریاست [illegible]

بڑے مجاہد اور بڑے تارک تھے ان کی جانب قلب کو بہت [illegible]

مجذوب کے [illegible] پیر [illegible] صاحب کو خط [illegible]

مجھے [illegible]

حافظ صاحب [illegible] پوچھا [illegible]

آنا [illegible]

[illegible]

بسلسلہ گفتگو فرمایا کہ جس طرح تعلیم قالی ہوتی ہے۔ حالی بھی ہوتی ہے۔ اور طوطی کا قصہ جو مثنوی شریف میں مذکور ہے بیان فرمایا کہ اس نے اپنے آپ کو مثل مردہ بنا لیا جس میں دوسری طوطی کو اشارہ تھا کہ اگر وہ بھی اسی طرح اپنے آپ کو مردہ بنالے تو رہا ہو جائے۔

مرزا صاحب سے اس قصہ کو سننا تھا کہ فوراً پیر جی صاحب کا ذہن مجذوب صاحب کے کمبل جلا دینے کی طرف منتقل ہو گیا اور اس کا یہ مطلب سمجھ میں آیا کہ یہ میرے لئے عملی تعلیم اس امر کی تھی کہ کسی ایسے بزرگ سے بیعت کرو۔ جو سب تعلقات کو سوختہ کر چکا ہو۔ اور اس شان کے بزرگ وہاں میرزا صاحب ہی تھے۔ پس یہ مطلب ذہن میں آتے ہی میرزا صاحب کے عشق کی آگ پیر جی صاحب کے دل میں بھڑک اٹھی اور بعد اصرار و انکار بسیار میرزا صاحب کے سلسلہ میں داخل ہو گئے۔

گو یہ مضمون طویل ہوتا چلا جا رہا ہے لیکن احقر کی رائے ناقص میں "شرف نسب" کے عنوان کے تحت میں اگر خاندان کے بعض خاص خاص بزرگوں کے مہتم بالشان حالات و واقعات بھی نہ نقل کئے جائیں تو شرف نسب کے متعلق کافی بصیرت حاصل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ حضرت والا کے پردادا محمد فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک خاص واقعہ اور حضرت والا کے جد اعلیٰ حضرت سلطان شہاب الدین علی معروف بہ فرخ شاہ کابلی کا مختصر حال لکھنا بھی مناسب سمجھتا ہوں۔

یہ دادا صاحب نوکیرانہ اور شاملی کے درمیان جہاں پختہ سڑک ہے شہید ہوئے اور وہیں پر پیر سمار الدین صاحب کے مزار کے پاس دفن کئے گئے۔ اور شروع میں بہت عرصہ تک ان کا عرس بھی ہوتا رہا۔ کسی بارات میں تشریف لیجا رہے تھے کہ ڈاکوؤں نے آکر بارات پر حملہ کیا۔ ان کے پاس کمان تھی اور تیر تھے۔ انہوں نے ان ڈاکوؤں پر دلیرانہ تیر برسانا شروع کئے۔ چونکہ ڈاکوؤں کی تعداد کثیر تھی اور ادھر بے سر و سامانی تھی یہ مقابلہ میں شہید ہو گئے اور اس حدیث شریف کے مصداق ہو گئے۔

من قتل دون مالہ فھو شھید ۔ ومن قتل دون دمہ فھو شھید ۔ ومن قتل دون اھلہ فھو شھید ومن قتل دون مظلمتہ فھو شھید (کلھا فی جمع الفوائد)

شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا شب کے وقت اپنے گھر مثل زندہ کے تشریف لائے۔ اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لا کر دی اور فرمایا کہ اگر تم کسی سے ظاہر نہ کرو گی تو اسی طرح روز آیا کریں گے۔ لیکن ان کے گھر کے لوگوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہہ کریں۔ اس لئے ظاہر کر دیا اور پھر آپ تشریف نہیں لائے۔ یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے ۱۲

حضرت والا کے جد اعلیٰ فرخ شاہ کابلی کا حال تمتات تنبیہات وصیت سے مع حوالہ نقل کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

نمبر ا منقول از ضمیمہ تتمہ سادسہ تنبیہات وصیت بابت منتصف اخیر ۱۳۳۶ھ مطبوعہ الامداد ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

مضمون ثالث (ط) شیوخ تھانہ بھون و حضرت شیخ مجدد الف ثانی رح و حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رح و حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رح یہ سب سلطان شہاب الدین الملقب بہ فرخ شاہ کابلی کی اولاد سے ہیں جن کی نسبت زبدۃ المقامات میں ہے۔

"مردے از اجلہ امرا و اعاظم وزرا سلاطین کابل بودہ نخستین نزیل ہندوستان اوست کہ از غزنین و کابل بدیار ہند آمد گویند وے باوصاف خجستہ موصوف بود۔ دنبر ترویج اسلام و توہین عبدۂ اصنام معروف۔

نمبر ۲۔ (منقول از تتمہ سابعہ تنبیہات وصیت بابت منتصف ۱۳۳۷ھ مندرجہ رسالہ النور جو غالباً ماہ جمادی الاخری یا رجب ۱۳۳۷ھ ہجری کا ہے)

مضمون ثالث بحوالہ رسالہ السلسلۃ الذہبیہ

یہ سلطان شہاب الدین علی منجملہ اولیاء کاملین سے ہیں ان کا لقب فرخ شاہ ہے [illegible] سلوک [illegible] سے پہلے والی کابل رہے ہیں اور سلطنت غزنویہ کے زوال کے بعد آپ ہی کابل سے [illegible] بار فوج کثیر کے ساتھ واسطے ترویج اسلام و جہاد کفار و توہین صنم کے ہندوستان میں تشریف لائے اور پھر بامراد بہت سامال غنیمت لیکر راجعت فرما ہوئے۔ آخر الامر عنایت الٰہی سے [illegible] سلوک طریقہ عالیہ چشتیہ کی طرف مصروف ہوئی اور اس طریقہ عالیہ کے بزرگوں سے [illegible] کے درجہ کو پہونچے۔ ایک عالم آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوا۔

ترک سلطنت او قبول [illegible] کے بعد [illegible] کابل میں آپ نے سکونت [illegible] ذکر فیض رسانی خلق میں مشغول رہے۔ اور وصال کے بعد وہیں دفن ہوئے [illegible] شاہ مشہور ہے اور قبر مبارک زیارت کاہ خاص و عام ہے [illegible]

حضرت والا کے [illegible] ددھیالی اور ننہالی [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

بصورت شان جلال و سیاست و تدبر و استغناء بدرجہ کمال نمایاں ہیں بمصداق اشعار حضرت حافظ رحمۃ اللہ علیہ

اے در رخ تو پیدا انوار پادشاہی ۔۔۔ در فکرت تو پنہاں صد حکمت الٰہی
کلک تو بارک اللہ در ملک و دیں کشادہ ۔۔۔ صد چشمۂ آب حیواں از قطرۂ سیاہی

اور حضرت والا کی اس جامعیت کو دیکھکر بے ساختہ یہ شعر یاد آتا ہے ۔

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں ۔۔۔ کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

غرض حضرت والا بفضلہ تعالیٰ علاوہ کمالات ذاتی کے شریف النسب اور عالی خاندان بھی ہیں ۔ فالحمد للہ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

انتباہ ضروری ۔ احقر نے جو اس عنوان کے ذیل میں یہ عرض کیا ہے کہ حضرت والا کو ددھیال سے دولت عقل اور ننہیال سے دولت عشق میراث میں ملی ہے اس سے مراد استعداد فطری بالقوۃ ہے جو محض درجہ استعداد میں کوئی چیز نہیں جب تک کہ درجہ فعلیت میں نہ آئے اور وہ درجہ فعلیت میں آتی ہے روحانی مربی کے فیض سے جس سے جمیع اقسام کی استعدادات صالحہ کا ظہور اور تعدیہ ہوتا ہے ۔ لیکن چونکہ استعداد فطری بھی ایک ایسی نعمت عظمیٰ اور موہبت خداوندی ہے ۔ جو آئندہ حاصل ہونے والے جمیع کمالات و فضائل کے لئے بمنزلہ اساس و بنیاد کے ہے اور جس کے بغیر روحانی مربی کی تعلیم و تربیت بھی چنداں مؤثر نہیں ہوتی بمصداق ؎

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست ۔۔۔ در باغ لالہ روید و در شورہ بوم و خس

اس لئے اس استعداد فطری کا بھی ذکر بضمن شرافت نسب ضروری تھا ۔

باب سوم

"وطن مالوف"

حضرت والا کا وطن مالوف قصبہ تھانہ بھون ہے جو ضلع مظفرنگر میں واقع ہے اس کا اصل نام "تھانہ بھیم" تھا کیونکہ وہ کسی زمانہ میں راجہ بھیم کا تھانہ تھا ۔ کثرت استعمال سے تھانہ بھون ہو گیا جب یہاں مسلمان آکر آباد ہوئے تو شرفائے قصبہ کے بعض اجداد نے اپنے ایک فرزند فتح محمد کے نام پر اسکا نام محمد پور رکھا جو کہ کاغذات شاہی میں بھی پایا جاتا ہے لیکن عدم رواج پر پرانا نام یعنی تھانہ بھون ہی مشہور رہا

Marfat.com

غدر سے بہت پہلے اس قصبہ کی آبادی اڑتالیس ہزار کی تھی پھر غدر کے قریب چھتیس ہزار کی رہ گئی اور اب تو صرف چھ سات ہزار ہی کی ہے محرم ۱۲۷۴ھ میں یہاں غدر کا اثر پہونچا تھا۔ جس کا حضرت والا نے مادہ تاریخ خوب نکالا یعنی **خرابی تھانہ**۔

یہ قصبہ ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کا ایک مشہور و معروف مردم خیز تاریخی قصبہ ہے جہاں ہمیشہ مسلمان شرفاء بالخصوص شیوخ فاروقی النسل صاحب اقتدار اور صاحب قوۃ و شوکت اور صاحب جائداد رہے ہیں اور گو اب افلاس غالب ہے لیکن ذی اقتدار ہستیاں بفضلہ تعالے اب بھی موجود ہیں نیز یہاں مختلف فنون کے اہل کمال بھی گذرے ہیں۔ جن کے کارناموں کے افسانے کتابوں میں اور زبانوں پر اب تک ہیں۔

زمانہ شاہی میں بڑے بڑے منصب دار اور جاگیر دار بھی تھے۔ یہاں کے عقلاء خاص طور سے مشہور رہے ہیں چنانچہ ایک انگریز نے جو افسر بندوبست تھا اپنی رپورٹ میں مختلف قصبات کے باشندگان کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے تھانہ بھون کے باشندوں کو عاقلان تھانہ کا لقب دیا تھا مجھے جہاں تک علم ہے جیسے اس گرد و نواح میں مسلمان شرفا کے بڑے بڑے قصبے ہیں۔ مثلاً دیوبند، گنگوہ کیرانہ جھنجھانہ کاندھلہ پانی پت وغیرہ ویسے ہندوستان میں [illegible] بڑے [illegible] حنفی دینداری و جتنا علم دین کا چرچا ان اطراف میں ہے اتنا اور کہیں نہیں دیکھا گیا جن [illegible] سے بڑے بڑے علماء و فضلاء و مشائخ اس حصہ ملک میں گذرے ہیں [illegible]

چنانچہ قنوج کے شیخ معشوق علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ایک دیندار [illegible] ناقل [illegible] شناس رئیس تھے انھوں نے حضرت والا سے ایک بار فرمایا تھا [illegible] کے لوگوں سے مربات میں بڑھے ہوئے ہیں چنانچہ یہاں کا عام [illegible] کا جاہل وہاں کے جاہل سے اچھا حتیٰ کہ یہاں کا کافر وہاں کے کافر سے اچھا [illegible] حافظ کا یہ شعر صادق آتا ہے

بازارچہ [illegible] [illegible]

حضرت والا کی ددھیال و ننھیال دونوں تھانہ بھون [illegible] تھے چنانچہ حضرت والا کے نانا صاحب [illegible]

[illegible]

[illegible] تھانہ [illegible]

لائے اور تھانیسر میں غزنین و کابل سے منتقل ہو کر آئے اور ان کا سلسلہ فرخ شاہ کابلی تک پہونچتا ہے جن کا حال باب سابق میں گذر چکا ہے۔

باب چہارم

"ولادت باسعادت"

حضرت والا کی ولادت باسعادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کو چہار شنبہ کے دن بوقت صبح صادق واقع ہوئی حسن اتفاق سے امسال دوران تحریر سوانح ہذا میں بھی ۵ ربیع الثانی چہار شنبہ ہی کے دن واقع ہوئی ہے اور تاریخ مذکور میں سن شریف کے ۳، سال بحمد اللہ پورے ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت صاحب سوانح کو غیر معمولی طویل عمر بائیمہ فیوض و برکات ظاہری و باطنی بصحت و عافیت دائمی عطا فرمائے اور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ پر سایۂ عافیت کو تا دیر بسلامت باکرامت رکھے! آمین ثم آمین۔

کسی نے مادۂ تاریخ کرم عظیم ۱۲۸۰ھ خوب نکالا ہے جو بالکل مطابق واقع کے ہے کیونکہ حضرت حکیم الامت کی ذات بابرکات کا امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے لئے اللہ تعالیٰ کا کرم عظیم ہونا اظہر من الشمس ہے۔ حضرت والا کی ولادت باسعادت ننہال کے اس مکان میں ہوئی جو محلہ خیل میں ہے اور جواب پیرجی شوکت علی صاحب مرحوم کی اولاد کے حصہ میں ہے۔ حضرت والا کی ولادت باسعادت کا واقعہ نہایت عجیب و غریب ہے جو خاندان میں اسی وقت سے مشہور چلا آرہا ہے۔ اور جس کو خود حضرت والا نے اپنے بزرگوں اور حاضرین واقعہ سے سن کر قلمبند بھی فرمالیا ہے (ملاحظہ ہو مقدمہ حسام عبرت) وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت والا کے والد ماجد کو مرض خارشت ہو گیا تھا اور اس قدر شدید ہو گیا تھا کہ کسی دوا سے فائدہ نہ ہوتا تھا۔ کسی ڈاکٹر نے کہا کہ اس مرض کی ایک دوا اکسیر ہے۔ مگر وہ قاطع النسل ہے چونکہ والد صاحب مرض سے بہت تنگ آگئے تھے۔ اس لئے انھوں نے اس دوا کا استعمال یہ کہکر کر لیا کہ بلا سے اولاد نہ ہو بقار نوعی سے بقاء شخصی مقدم ہے۔ والدہ صاحبہ کو جب یہ معلوم ہوا تو بہت پریشان ہوئیں کیونکہ اس وقت تک کوئی نرینہ اولاد زندہ نہیں رہتی تھی۔ شدہ شدہ یہ خبر نانی صاحبہ کو بھی پہونچگئی ان کو بھی بڑی پریشانی ہوئی انھوں نے حضرت حافظ غلام مرتضیٰ

Marfat.com

صاحب [illegible] پانی پتی [illegible] صاحب کے تعلقات [illegible]
لائے ہوئے تھے) نے حکایت [illegible] اس لڑکی کے لڑکے زندہ نہیں رہتے [illegible]
بطریق معما فرمایا کہ عمر علی کی [illegible] ہیں اب کی بار علی کے [illegible]
معما کو کوئی نہ سمجھا لیکن [illegible] صاحب نے [illegible]
کہ حافظ صاحب کا یہ مطلب ہے کہ [illegible]
رکھے گئے وہ باپ [illegible] رکھے گئے [illegible]
کے اصول کے مطابق رکھا جائے [illegible]
یہی مطلب ہے یہ لڑکی بڑی عقلمند معلوم ہوتی ہے پھر فرمایا انشاء اللہ [illegible]
اور زندہ رہینگے [illegible] اشرف علی خان رکھنا [illegible]
طرف سے جوش میں آکر عرض کیا [illegible] سے پوچھے حضرت کیا وہ [illegible]
علی اور اکبر علی نام رکھ [illegible]
[illegible]

حضرت والا کے عجیب و غریب واقعہ ولادت مذکورہ باب ہذا سے حضرت والا کا مصداق ارشاد خداوندی وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي کا نمونہ ہونا ظاہر و باہر ہے اور حضرت والا کے جو دیگر سوانح حیات ہیں وہ سب گویا اسی کی تفصیلات و تصدیقات ہیں۔

باب پنجم

"طفولیت"

چونکہ حضرت والا کے چھوٹے بھائی صاحب حضرت والا کے تولد کے تقریباً چودہ ماہ بعد ہی پیدا ہو گئے تھے اور دودھ دو بچوں کے لئے کافی نہ ہوتا تھا اس لئے حضرت والا کے لئے ایک انا یعنی دودھ پلائی مقرر کی گئی تھی۔ وہ ضلع میرٹھ کے کسی دیہات کی تھیں۔ اور قوم کی قصائی تھیں۔ چنانچہ حضرت والا مزاح میں اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے قصائی کا دودھ پیا ہے اس لئے میرے مزاج میں حدت ہے مگر الحمد للہ شدت نہیں میرا دل اس قدر نرم ہے کہ مجھ سے کسی کی ذرا سی بھی تکلیف نہیں دیکھی جاتی اگر کسی کو ادنیٰ تکلیف میں بھی دیکھ لیتا ہوں تو بس دل پگھل جاتا ہے اور پانی پانی ہو جاتا ہے۔ حضرت والا نے بہت چاہا کہ اپنی مرضعہ کی اولاد وغیرہ کا پتہ چلائیں تاکہ اُن کے ساتھ سلوک کیا جائے لیکن کچھ پتہ نہ چل سکا۔ اس خیال کا منشا طبعی تعلق اور اتباع سُنت دونوں ہیں۔ حضرت والا کی عمر ابھی غالباً پانچ سال ہی کی تھی کہ والدہ مشفقہ کا سایۂ عاطفت سر سے اُٹھ گیا۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے اپنی والدہ صاحبہ کی صورت شکل تو پورے طور سے یاد ہی نہیں۔ لیکن جب خیال کرتا ہوں تو اتنا یاد آتا ہے کہ ایک چارپائی پر پائنتی کی طرف بیٹھی ہیں بس یہ ہیئت ذہن میں باقی رہ گئی ہے اور کچھ یاد نہیں رہا کیونکہ میں بہت ہی چھوٹا تھا چار پانچ برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ والدہ صاحبہ کے انتقال کے بعد والد صاحب نے بڑی محبت اور شفقت سے ہم دونوں بھائیوں کو اپنے ہاتھوں پرورش کیا۔ ناشتہ میں روغنی روٹی کو خوب گھی سے چپڑ چپڑ کر اور نقمے بنا بنا کر اپنے ہاتھ سے کھلایا کرتے تھے۔ ایسی محبت سے پالا کہ والدہ صاحبہ کے رنج کو بھی بھلا دیا۔ والدہ سے بھی زیادہ محبت فرماتے تھے گو والد صاحب میں تیزی بہت تھی مگر ہم دونوں بھائیوں پر بہت کم خفا ہوتے تھے اور ہمیشہ ہم لوگوں کو بڑے ناز و نعم میں رکھا۔ بالخصوص میرے ساتھ تو بہت ہی نرمی کا برتاؤ کرتے

Marfat.com

تھے۔ حتیٰ کہ نانی صاحبہ نے اُن سے کہا بھی کہ یہ کیا بات ہے کہ تم شوخی پر چھوٹے ہی کو مارتے ہو۔ بڑے کو بہت کم مارتے دیکھا ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ بھابی صاحبہ اوّل تو یہ چھوٹا ہی بڑے کو شرارت کرتا ہے دوسرے بڑا اپنا سبق یاد کرلیتا ہے اس لئے مجھے اس سے زیادہ محبّت ہے اور چھوٹا نہیں یاد کرتا۔ غرض میں بہت کم پٹتا تھا اور استادوں کے ہاتھ سے بھی میں بہت کم پٹا ہوں قریب بالکل ہی نہ پٹنے کے کیونکہ سبق یاد کرلیتا تھا اور ادب کے ساتھ رہتا تھا۔ جب کبھی ہم والد صاحب کی خفگی وغیرہ پر روٹھ جاتے تو کھانا نہ کھاتے۔ والد صاحب سبب پوچھتے تو کہہ دیتے کہ بھوک نہیں ہے فوراً صندوقچہ منگوا کر ایک ایک روپیہ نکال کر دیتے اور فرماتے کہ لو اب بھوک لگ آگئی۔ چنانچہ ہم خوش ہوجاتے اور کھانے بیٹھ جاتے۔ تراویح میں ختم قرآن کی جو مٹھائی مسجدوں میں تقسیم ہوتی اُس میں کبھی شریک نہ ہونے دیتے بلکہ اُس روز خود بازار سے مٹھائی منگوا کر اس سے زیادہ دلوادیتے اور کہتے کہ مسجدوں میں مٹھائی لینے کے لئے جانا بے غیرتی کی بات ہے۔ اس خوبی کے ساتھ ہم لوگوں کو حرص سے بچاتے اور غیرت سکھاتے۔ ایک بار زمانہ طالب علمی میں میری زبان سے حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کے متعلق کسی سلسلہ گفتگو میں یہ نکل گیا کہ مولانا پڑھے ہوئے نہیں ہیں واقعی مولانا نے ظاہری علم نہیں پڑھا تھا گو بڑے صاحب باطن تھے۔ یہ سن کر والد صاحب کو غصہ آگیا اور بہت ڈانٹا کہ بزرگوں کی شان میں [illegible] اسقدر خفا ہوئے کہ مارنے لگے [illegible] اخلاق کی بہت ہی نگہداشت رکھتے تھے اس کے ساتھ ہی محبت و شفقت بھی بہت فرماتے تھے اور حضرت والا کی ذہانت [illegible] میں بھی نمایاں تھی نئی نئی باتیں سوجھتی تھیں۔

خود فرماتے تھے کہ ایک بار مجھے کیا شرارت سوجھی [illegible] کبھی کھل کیا [illegible] چارپائیاں [illegible] والدہ صاحبہ کا تو انتقال ہوچکا تھا [illegible] والد صاحب [illegible] تینوں کی چارپائیوں [illegible] سے [illegible] جب [illegible] صبح [illegible] تینوں چارپائیاں [illegible] جب [illegible] سے [illegible] کھل [illegible] چارپائیاں [illegible]

بڑے خفا ہوئے کہ یہ کیا نامعقول حرکت کی تھی اھ۔ یہ تو بالکل ہی بچپن کا واقعہ ہے۔ اور ایک واقعہ غالباً کلام مجید کے یاد کرنے کا یاد آیا۔ ایک نابینا حافظ تھے جنکو کلام مجید بہت پختہ یاد تھا اور اس واسطے ان کو ناز بھی تھا ان کو حضرت والا نفلوں میں کلام مجید سنایا کرتے تھے۔ ایک بار رمضان شریف میں دن کو ان سے کلام مجید سنا رہے تھے۔ حضرت والا نے دور کے وقت ان کو متنبہ کر دیا کہ حافظ جی میں آج تم کو دھوکہ دوں گا اور پہلے سے بتا دیتا ہوں کہ فلاں آیت میں دھوکہ دوں گا۔ حافظ جی نے کہا کہ میاں جاؤ تم کو [illegible] حافظ تو [illegible] سکے۔ حضرت والا جب [illegible] اور اس آیت پر پہنچے اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ تو [illegible] رکوع [illegible] حضرت والا کا معمول ہے۔ اس کے بعد اس سے آگے جب اَللّٰهُ يَعْلَمُ الخ پڑھنے لگے تو لفظ اللہ کو اس طرح بڑھا کر پڑھا کہ جیسے رکوع میں جا رہے ہوں اور تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنے والے ہوں بس حافظ جی یہ سمجھ کر کہ رکوع میں جا رہے ہیں فوراً رکوع میں چلے گئے ادھر حضرت والا نے آگے قرأت شروع کر دی يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ [illegible] حافظ جی تو رکوع میں پہنچ چکے اور ادھر قرأت شروع ہو گئی فوراً ہی حافظ جی سیدھے ہو کر کھڑے ہو گئے اس پر حضرت والا کو بے اختیار ہنسی آگئی اور قہقہہ مار کر ہنس پڑے اور ہنسی سے اس قدر مغلوب ہوئے کہ نماز توڑ کر الگ ہو گئے۔ حضرت والا کے والد ماجد بھی علیحدہ پلنگ پر بیٹھے قرآن شریف سن رہے تھے [illegible] پوچھا جب حضرت والا نے تمام حال بیان کیا تو باوجود متانت کے انہیں بھی ہنسی آگئی۔ حضرت والا کو یہ مسئلہ معلوم تھا کہ نماز میں قہقہہ سے نابالغ کا وضو نہیں ٹوٹتا صرف نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ لہذا پھر نماز کی نیت باندھنے لگے تو والد ماجد نے روکا کہ ابھی نہیں پہلے وضو کر لو [illegible] اور نماز [illegible] بڑے ہی دانشمند تھے۔ جب حضرت والا وضو کر چکے تب پھر نماز [illegible] اس روز قرآن سنانا ختم ہوا [illegible]۔

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچپن [illegible] اعزہ واقربا اپنے [illegible] سب کا محبوب رہا [illegible] بچپن میں بہت شوخیاں کیا کرتا تھا مگر آج کل کے لڑکوں کی سی گندی شرارتیں نہ ہوتی تھیں اس لئے سب کو بجائے ناگوار ہونے کے بھلی معلوم [illegible] ایک مرتبہ [illegible] دو رویہ چارپائیاں بچھا دیئے [illegible] دونوں طرف [illegible] ہم دونوں بھائی چلنا شروع کرتے اور [illegible] کو حرکت دیتے سب کو ایک طرف سے [illegible] پیچھے [illegible] ہم دونوں کو بھی ناگوار نہ ہوتا۔ حضرت والا نماز کا

Marfat.com

بچپن ہی سے اسقدر شوق تھا کہ بعض کھیلوں میں بھی نماز ہی کی نقل اتارتے مثلاً سب ساتھیوں کے جوتے
جمع کئے اور اُن کی صفیں بنائیں اور ایک جوتا صفوں کے آگے رکھدیا اور خوش ہوئے کہ جوتے بھی
نماز پڑھ رہے ہیں۔ وعظ کا بھی بچپن ہی سے شوق تھا۔ اور اس کی بھی نقل اتارا کرتے۔ چنانچہ جب کبھی بازار
کی طرف کسی چھوٹے موٹے سودے کے لئے بھیجے جاتے تو جو مسجد راستہ میں پڑتی اس میں چلے جاتے
اور سیدھے ممبر پر جا چڑھتے اور کھڑے ہو کر کچھ خطبہ کی طرح پڑھ پڑھا کر وہاں سے چلے آتے۔ چونکہ وہ نماز
کا وقت نہ ہوتا تھا اسلئے مسجد میں تنہائی بھی ہوتی تھی۔ اس صورت میں کوئی دیکھنے والا نہ ہوتا تھا جس سے
شرم آتی خوب آزادی کے ساتھ خطبہ پڑھنے کے شوق کو پورا کر لیتے۔ گویا وعظ گوئی اور خطیب ہونے کا
حضرت والا کو بچپن ہی سے شوق تھا۔ خدا کی شان ہونے والی بات۔ غرض حضرت والا کو دین کی باتوں کا
لڑکپن ہی سے شوق تھا یہاں تک کہ بہت چھوٹی عمر میں بھی جبکہ فارسی کی محض ابتدائی کتابیں پڑھتے تھے
اور صرف ۱۲-۱۳ برس ہی کی عمر تھی پچھلی رات تہجد کو اٹھتے اور نوافل و وظائف پڑھتے
تائی صاحبہ بڑی محبت فرماتی تھیں وہ منع بھی فرمائیں کہ بیٹا ابھی تیری عمر ہی کیا ہے [illegible]
خاص طور سے جب سردی کے زمانہ میں حضرت والا کو اس چھوٹی سی عمر میں پچھلی رات [illegible]
اور تہجد پڑھتے دیکھتیں تو ان کا بہت جی کڑھتا اور بیچاری محبت کے مارے جب [illegible]
تہجد اور وظیفے سے فارغ نہ ہو جاتے برابر بیٹھی رہا کرتیں۔ حضرت فرمایا [illegible]
شوق جس کی ایک فرع تہجد [illegible]
کے فیض صحبت سے پیدا ہوا تھا [illegible]
بزرگ تھے حضرت والا اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ [illegible]
حضرت والا کو علم تھا [illegible] مشہور [illegible]
[illegible]

اتنا اثر تو ابتک ہے کہ حضرت والا کی ذکاوت حس بے حد بڑھی ہوئی ہے ۔ اُس کمرہ میں نیند نہیں آتی جس میں کوئی تیز خوشبو کی چیز رکھی ہو مثلاً امرود وغیرہ اور بدبو کا تو ذکر ہی کیا ہے ۔ الٰہ آباد کے سفر میں میں نے خود دیکھا کہ جب تک امرودوں کا ٹوکرا کمرہ سے جدا نہ کرا دیا گیا حضرت والا کو نیند ہی نہ آئی اور وہاں یہ بھی ہوا کہ بہت فاصلہ پر خام تمباکوئے خوردنی کسی دوکان پر زیادہ مقدار میں رکھی ہوئی تھی اُس کی بُو کو دُور ہی سے محسوس فرما لیا ۔ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ وہاں سے فاصلہ پر واقعی تمباکو کی دوکان تھی ۔ حال ہی میں ایک صاحب نے حلوا بھیجا اُس کا برتن بدنما تھا اُس میں سے چکھا تو حلوا بدمزہ سا معلوم ہوا خیال ہوا کہ کسی کو دیدیں گے لیکن جب اُس کو ایک خوشنما شیشہ کے مرتبان میں رکھ لیا اور پھر کھایا تو معلوم ہوا کہ دراصل خوش ذائقہ تھا لیکن بدنما برتن میں بُری طرح رکھا ہوا دیکھ کر اُس وقت طبیعت نے قبول نہیں کیا تھا ۔

کسی کا جھوٹا کھانا یا پانی استعمال نہیں فرما سکتے گھن آتی ہے ۔ یہاں تک کہ کبھی اپنے بزرگوں کے سامنے کا بچا ہوا کھانا پانی بھی تبرکاً استعمال نہیں کر سکے ۔ البتہ اپنے ساتھ برتن میں کسی کو شریک کر لینا طبیعت کو ناگوار نہیں ہوتا ۔ شب کو اگر ڈاک وغیرہ کا کام باقی رہ جاتا ہے تو نیند نہیں آتی یہاں تک کہ سفر میں بارہا ایسا ہوا کہ آدھی رات تک وعظ فرما کر آئے ہیں اور پھر ڈاک لیکر بیٹھ گئے اور جب تک زیادہ حصّہ اُس کا ختم نہیں کر لیا سوئے نہیں اور فرمایا کہ اگر میں سونا بھی چاہوں تو سو نہیں سکتا جب تک کہ ڈاک کو اتنا نہ نمٹا دوں کہ وہ قابو میں آ جائے ۔ سفر میں کئی کئی دن کی ڈاک جمع ہو کر اکٹھی ملتی تھی اور اکثر رات کو دیر دیر تک کام کرتے رہتے تھے بعض اوقات عشا کے بعد سے صبح کی اذان تک ڈاک لکھنے میں مشغول رہے ۔ غرض حضرت والا کی لطافت و نزاکت مزاج کے واقعات روزمرہ کثرت سے ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور یہ تو بارہا ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اُلجھی ہوئی تقریر یا کوئی بے اصول کام کرے جس کا حضرت والا سے تعلق ہو تو اُسی وقت تنغیر ہو کر دردِ سر ہونے لگتا ہے حالانکہ ماشاء اللہ دماغ اس قدر قوی ہے کہ بلا تکان دن بھر اور سوتے وقت تک دماغی کاموں میں مشغول رہتے ہیں کسی وقت فارغ نہیں رہتے ۔ فرمایا کرتے ہیں کہ بچپن ہی سے میرا دماغ اس کا عادی ہے کہ اگر کوئی معمولی سے معمولی بات بھی ہو مگر ترتیب کے ساتھ نہ بیان کی جائے تو میری سمجھ ہی میں نہیں آتی نہ خود اُلجھی ہوئی تقریر کروں نہ دوسرے کی اُلجھی ہوئی تقریر سمجھوں کیونکہ بچپن ہی سے میرا دماغ ایک خاص ترتیب کا عادی ہو رہا ہے ۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت والا کی لطیف المزاجی بس ایک درجہ میں حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ کی لطیف المزاجی کے مشابہ ہے جیسا کہ روزمرہ مشاہدہ میں آتا رہتا ہے ۔ اس بارہ میں خود حضرت والا جناب بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا کا قول نقل فرما

13081

Marfat.com

کرتے ہیں کہ "آپ تو کسی بادشاہ کے یہاں پیدا ہوئے ہوتے"۔

حضرت والا نے ایک خواب بالکل اپنے بچپن کا کہ اُس سے پہلے کوئی خواب ہی دیکھنا یاد نہیں اس طرح بیان فرمایا کہ میرٹھ میں جس مکان میں ہم لوگ رہتے تھے اُس میں دو درجہ کی دہلیز ہے۔ بڑے درجہ میں ایک پنجرہ رکھا ہوا دیکھا جس میں دو خوبصورت کبوتر ہیں پھر یہ دیکھا کہ شام ہوگئی اور وہاں اندھیرا ہوگیا۔ اُن کبوتروں نے مجھ سے کہا کہ اندھیرا ہوگیا ہے ہمارے پنجرہ میں روشنی کردو۔ میں نے کہا تم خود ہی کرلو۔ چنانچہ اُنھوں نے اپنی چونچیں رگڑیں اور رگڑتے ہی خوب تیز روشنی ہوگئی اور تمام پنجرہ روشن ہوگیا۔ جب ایک مدت کے بعد ماموں واجد علی صاحب مرحوم سے میں نے یہ خواب بیان کیا تو اُنھوں نے یہ تعبیر دی کہ وہ دو کبوتر روح اور نفس تھے کیونکہ صوفیۂ کرام اپنی اصطلاح میں روح کو نر اور نفس کو مادہ کہتے ہیں۔ تو روح اور نفس نے تم سے یہ درخواست کی کہ تم ہی ہم کو نورانی کردو۔ تم نے جو یہ کہا کہ تم خود ہی روشنی کرلو اور اُنھوں نے اپنی اپنی چونچ رگڑ کر روشنی کرلی اسکا یہ مطلب تھا کہ تم ریاضت و مجاہدہ نہ کروگے انشاء اللہ تعالیٰ بلا ریاضت و مجاہدہ حق تعالےٰ تمہاری روح اور تمہارے نفس کو نورِ عرفان سے منور فرما دینگے۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ اس تعبیر کا صرف ایک جزو تو صحیح نکلا کہ ریاضت و مجاہدہ مجھ سے کچھ نہ ہوا لیکن ابھی نور تو پیدا ہوا نہیں اللہ تعالیٰ نور بھی پیدا فرما دے۔

حضرت مولانا شیخ محمد صاحب محدث تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت میاں جی نور محمد [illegible] قدس سرہ کے خاص خلفا میں سے تھے [illegible] حضرت [illegible] صاحب [illegible]

حضرت والا کے متعلق بچپن ہی میں جبکہ حضرت والا مکتب میں پڑھتے تھے [illegible]

[illegible] میری جگہ ہوگا۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ایسا ہی ظہور پذیر ہوا [illegible]

قصبہ میں اب حضرت والا ہی کی ذات گرامی علوم ظاہری و باطنی کی جامع ہے [illegible]

والا سے خاص تعلق تھا یہاں تک کہ [illegible] حضرت والا [illegible]

[illegible] طرف اب [illegible] بڑی حیرت ہوتی [illegible]

[illegible] تھے ایک [illegible] حضرت والا کے والد [illegible]

[illegible] بات ہو [illegible] حضرت والا [illegible]

[illegible] حضرت والا [illegible] قبول فرمائے۔

حضرت قدس [illegible] صاحب [illegible]

حضرت والا کے متعلق اپنے ایک خادم سے فرمایا تھا کہ مجھے تو ان سے اُس وقت سے محبت ہے جب وہ مجھ کو جانتے بھی نہ تھے۔ غرض حضرت والا بچپن ہی سے بزرگان دین کے محبوب اور منظور نظر تھے اور ابتدائے عمر ہی سے آثار سعادت و مقبولیت عند اللہ کا ظہور ہونے لگا تھا۔

آثار نیک میں سے ایک یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت والا کی نانی صاحبہ نے جن کے پاس بچپن میں رہتے تھے خود حضرت والا سے بیان کیا کہ لڑکپن میں اکثر دیکھا گیا کہ جب حضرت والا کو کہیں سفر کرنے کا اتفاق ہوا تو اُس روز ابر ضرور ہو گیا اور بہت راحت کے ساتھ سفر طے ہوا۔

باب ششم

"تحصیل علوم"

حضرت والا نے قرآن شریف زیادہ تر حافظ حسین علی صاحب مرحوم سے حفظ کیا جو دہلی کے باشندہ تھے مگر میرٹھ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ شروع کے چند پارے آخون جی صاحب سے پڑھے تھے جو کھتولی ضلع میرٹھ کے رہنے والے تھے پھر حافظ حسین علی صاحب سے تکمیل کی۔ بالکل ابتدائی فارسی میرٹھ میں مختلف اُستادوں سے پڑھی تھی لیکن وہاں کے اُستادوں کے اب نام بھی یاد نہیں رہے پھر تھانہ بھون میں فارسی کی متوسطات حضرت مولانا فتح محمد صاحب سے پڑھیں اور انتہائی کتب ابوالفضل وغیرہ اپنے ماموں واجد علی صاحب سے پڑھیں جو ادب فارسی کے اُستاد کامل تھے۔ پھر تحصیل عربی کے لئے دیوبند تشریف لے گئے وہاں بقیہ کتب فارسی مولانا منفعت علی صاحب دیوبندی سے پڑھیں یعنی پنج رقعہ، قصائد عرفی اور سکندر نامہ۔ حضرت والا کو فارسی میں دستگاہ کامل حاصل ہے۔ تحریر و تقریر نظم و نثر سب پر قدرت ہے۔ طالب علمی کے زمانہ میں جبکہ مرض بخار شدت کی وجہ سے مدرسہ سے چھٹی لیکر وطن تشریف لے آئے تھے تو مثنوی زیر و بم فارسی میں تصنیف فرمائی اور اُس وقت صرف اٹھارہ برس کی عمر تھی۔ چنانچہ اس کی تمہید اس طرح شروع فرماتے ہیں۔ ہمی گوید گرفتار درد و نالہ نادان ہشتدہ سالہ الخ۔ عربی کی پوری تکمیل دیوبند ہی میں فرمائی اور صرف ۱۹ یا ۲۰ سال ہی کی عمر میں بفضلہ تعالیٰ فارغ التحصیل ہو گئے تھے۔ مدرسہ دیوبند میں تقریباً پانچ سال سلسلہ طالب علمی رہا یعنی آخر ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ میں وہاں داخل ہوئے اور شروع ۱۳۰۱ھ میں فارغ التحصیل ہو گئے

Marfat.com

عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے وطن تھانہ بھون میں حضرت مولانا فتح محمد صاحب سے پڑھیں اور دیوبند پہونچکر مشکوٰۃ شریف مختصر معانی نور الانوار اور ملا حسن شروع کی تھیں۔ حضرت والا کے والد ماجد نے حضرت والا کو عربی پڑھانے کے لئے اسی وقت سے منتخب کر رکھا تھا جبکہ پانچا ہی عربی نہیں پہنتے تھے یعنی بچپن ہی سے اسی طرح چھوٹے بھائی صاحب مرحوم کو اسی وقت سے انگریزی کے لیے تجویز کر لیا تھا آثار سے دونوں کی مناسبت معلوم کر لی ہوگی۔ بڑے دانشمند تھے۔ اور گو دنیا میں مشغول تھے مگر نماز روزہ تلاوت وغیرہ کے بہت پابند تھے۔ انہوں نے نہایت شوق کے ساتھ حضرت والا کو عربی کی تعلیم دلائی۔ ایک بار تائی صاحبہ نے فرمایا کہ بھائی تم نے چھوٹے کو تو انگریزی پڑھائی ہے وہ تو خیر کما کھائے گا۔ بڑا عربی پڑھ رہا ہے وہ کہاں سے کھائیگا اس کی گذر اوقات کی کیا صورت ہوگی۔ کیونکہ جائداد وارثوں میں تقسیم ہو کر قابل گذارے کے نہ رہے گی۔ یہ بات والد صاحب کو بہت ناگوار ہوئی۔ اور باوجودیکہ تائی صاحبہ کا بہت ادب اور لحاظ فرماتے تھے لیکن [illegible] اور کہنے لگے کہ "بھابی صاحبہ تم کہتی ہو کہ یہ عربی پڑھکر کھائیگا کہاں سے [illegible] کی قسم [illegible] سمجھتی ہو ایسے ایسے اس کی جوتیوں سے لگے پھریں گے۔ [illegible] تم نے یہ کہہ کر مجھے سخت تکلیف دی اور سخت رنج پہونچا۔ اس کو نقل کر کے حضرت [illegible] ہیں کہ اگر یہ بات کوئی درویش کہتا تو اس کی بڑی کرامت [illegible] ایک دنیادار شخص سمجھے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اخلاص و یقین [illegible] کر دیا۔ میرے تو دل سے دعائیں نکلا کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی [illegible] احسان کیا۔ انہیں کی بدولت یہ چار حرف سیکھ لئے ہیں جو کام [illegible] میں ہوئے۔ اور گو مجھے کچھ آیا گیا نہیں [illegible] بھی مجھے [illegible] بھی والد صاحب نے عربی کیوں نہ پڑھائی۔ اور الحمد للہ مجھے [illegible] کیوں نہ پڑھائی۔ واقعہ مذکورہ سے اندازہ فرمایا جائے کہ حضرت والا [illegible] سے حضرت والا کو عربی کی تعلیم دلائی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ [illegible] کی برکت تھی کہ حق تعالیٰ نے ان کی پیشینگوئی [illegible]

اس جگہ [illegible] حضرت [illegible] مناسب معلوم ہوتا ہے [illegible] تفصیل [illegible] ملازمت [illegible]

Marfat.com

ایک بزرگ نے اور ایک دنیاوی حاکم نے دو متفرق تحریریں لکھکر دیں اور دونوں میں یہ لکھا تھا کہ ہم نے تم کو عزت دی۔ ایک پر تو چاروں طرف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی مُہر لگی ہوئی تھی اور وہ صاف پڑھی جاتی تھی دوسری مُہر کے حروف پڑھے نہ جاتے تھے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی یہ تعبیر دی تھی کہ "تمھیں انشاء اللہ تعالیٰ دین اور دنیا دونوں کی عزت نصیب ہوگی" دوسرا خواب یہ دیکھا کہ "ایک تالاب جس میں سے فوّارہ کی طرح چاندی اُبل رہی ہے حضرت والا کے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے" اس کی مولانا نے یہ تعبیر دی تھی کہ انشاء اللہ تعالیٰ دنیا تمھارے پیچھے پیچھے لگی پھرے گی اور تم اُس کی طرف رُخ بھی نہ کرو گے۔ حضرت والا کے والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ یہ لڑکا بہت خوش قسمت معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کی ہر تقریب کے موقع پر مجھے اللہ تعالیٰ نے اتنا دیا کہ میں نے خوب دل کھول کر خرچ کیا۔ چنانچہ حضرت والا کی شادی پر اُنھوں نے علاوہ پیسوں کے روپے بھی بکھیرے تھے جس کی بڑی شہرت ہوئی تھی اور بڑے پیمانہ پر اہل قصبہ کی دعوت کی تھی۔ نیز حضرت والا جتنا خرچ مانگتے وہ بیدریغ دیدیتے اور چھوٹے بھائی منشی اکبر علی صاحب مرحوم کو حساب سے دیتے اور پھر اُن سے حساب بھی لیتے۔ اس پر بھائی صاحب نے شکایت کی تو فرمایا کہ بھائی مجھے اُس پر رحم آتا ہے وہ جو کچھ مجھ سے لیتا ہے میری زندگی ہی تک ہے میرے بعد یاد رکھو وہ میرے مال ومتاع سے بالکل علیحدہ رہے گا۔ چنانچہ واقعی حضرت والا نے مشتبہ مال بالکل نہیں لیا اور بقیہ زمینداری کے بجائے کچھ نقد لے کر جس میں کچھ مکان بنانے میں خرچ ہوا کچھ حج ثانی میں خرچ ہوا۔ زمینداری سے بھی دست بردار ہو گئے۔ والد ماجد نے طالب علمی ہی کے زمانہ سے حضرت والا کا رنگ طبیعت پہچان گئے تھے۔ بڑے دانشمند اور صاحب فراست تھے۔ حضرت والا بہت سے مسائل جواز و عدم جواز اپنے والد صاحب سے کبھی باادب عرض کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک بار جائداد رہن رکھنے کے متعلق لکھا کہ یہ ناجائز ہے اس پر والد صاحب نے ایک ملنے والے ہندو سے کسی قدر شکایت کے لہجہ میں کہا کہ ہم نے اپنے ایک لڑکے کو عربی پڑھوائی ہے وہ ہمیں ہر بات پر ٹوکتا ہے کہ یہ بات خلاف شرع ہے۔ وہ بات ناجائز ہے ہمیں رائے دیتا ہے کہ رہن رکھنا چھوڑ دو۔ یہ سن کر اس ہندو نے کہا کہ منشی جی یہ تو بڑے خوش ہونے کی بات ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا بیٹا بڑا لائق ہے آپ کا بڑا خیرخواہ ہے۔ اگر آپ اس کو نجوم پڑھاتے تو وہ آپ کو مہورت کی باتیں بتاتا۔ قانون پڑھاتے تو قانون بتاتا۔ طب پڑھاتے تو نافع و مضر چیزیں بتلاتا۔ آپ نے اس کو دین پڑھایا ہے تو وہ لامحالہ دین ہی کی باتیں بتلائے گا۔ شکر کرو بڑا لائق ہے بڑا خیرخواہ ہے آخرت کے عذاب سے بچانا چاہتا ہے۔ آپ کو تو اس بات پر بہت خوش ہونا چاہیئے کہ جو کچھ

Marfat.com

میں اُس کے پڑھانے میں خرچ کر رہا ہوں وہ ٹھکانے لگ رہا ہے ۱۰ طالب علمی کے زمانہ میں حضرت والا کسی سے ملتے جلتے نہ تھے۔ یا تو پڑھنے میں لگے رہتے یا اگر کسی وقت فرصت ہوتی تو اپنے اُستاد خاص حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رح مدرس اول کی خدمت میں جا بیٹھتے۔ ایک دن مولانا تو کہیں تشریف لیگئے تھے اور حضرت والا کو فرصت تھی تو بجائے اس کے کہ فضولیات میں وقت صرف کرتے اپنے دوسرے اُستاد مولانا سید احمد صاحب رح کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ مولانا نے دریافت فرمایا کیسے آئے۔ حضرت والا نے غایت سادگی سے صحیح بات عرض کر دی کہ آج حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رح باہر تشریف لیگئے ہیں اسلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں۔ دیوبند میں بعض دور کے اعزہ بھی تھے مگر اُن سے بھی حضرت والا نہ ملتے تھے شروع شروع میں بعض اعزہ نے اصرار کیا کہ کبھی کبھی ہمارے گھر آکر کھا لیا کرو کیوں تکلیف اٹھا رہے ہو حضرت والا نے بلا والد صاحب کی [illegible] کرنا ہرگز گوارا نہ کیا لیکن جب والد صاحب کو لکھا تو انھوں نے [illegible] کیلئے گئے ہو یا طالب علمی کرنے؟ خبردار جو کسی عزیز کے پاس آئے گئے۔ چنانچہ [illegible] بھی چھوڑ دیا اور برابر اسی طرز سے طالب علمی کا پورا زمانہ گذار دیا۔ حضرت والا [illegible] وہاں جیسا بے داغ گیا تھا ویسا ہی پانچ برس رہکر بے داغ لوٹ آیا [illegible] آزادی کے ساتھ اپنے سب اعزہ سے بالکل [illegible] جول پیدا نہ کیا نہ اعزہ سے نہ طلبا سے نہ اہل قصبہ سے [illegible] بے رخی سے پیش آتا یہاں تک کہ لوگ عموماً دماغدار سمجھتے تھے [illegible] وقت فضول ضائع کرنے سے نفرت تھی اور حضرت والا [illegible] کہ وقت کو ضائع نہیں فرماتے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

راحت کے سب ضروری انتظامات کر کے جب تصنیف کا وقت آیا تو بہ ادب عرض کر دیا کہ حضرت میں اس وقت کچھ لکھا کرتا ہوں۔ اگر حضرت اجازت دیں تو کچھ دیر لکھ کر بعد کو حاضر ہو جاؤں۔ فرمایا ضرور لکھو۔ میری وجہ سے اپنا حرج نہ کرو گو اُس روز حضرت والا کا دل لکھنے میں لگا نہیں لیکن ناغہ نہ ہونے دیا تاکہ بے برکتی نہ ہو تھوڑا سا لکھ کر پھر حاضر خدمت ہو گئے۔ حضرت والا کی ذہانت و ذکاوت اور حافظہ سب طالب علموں میں مشہور تھا۔ طالب علمی کے زمانہ میں ایک دفعہ طلبہ کی آموں کی دعوت تھی جس میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ بھی شریک تھے۔ جب آم تھوڑے سے رہ گئے تو مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ نے انداز سے معلوم کر لیا کہ اب سب طلبہ آپس میں گٹھلی چھلکا چلانا چاہتے ہیں تو مولانا قصداً صحن سے اُٹھ کر درس گاہ میں تشریف لے گئے۔ پھر خوب گٹھلی چھلکا چلا جس میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ بھی ازراہ غایت تواضع و بے تکلفی شریک رہے۔ جب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب درس گاہ میں تشریف لے جانے لگے تو حضرت والا بھی موقع کو غنیمت سمجھ کر ساتھ ہو گئے پھر جب طالب علم زیادہ شرارتیں کرنے لگے تو حضرت مولانا دروازہ پر تشریف لائے آنا غضب تھا کہ پھر ایک بھی طالب علم نظر نہ آیا سب بھاگ گئے اور اِدھر اُدھر چھپ گئے پھر مولانا مکان تشریف لے آئے اور حضرت والا بھی مولانا کے ہمراہ لوٹ آئے اور اپنے حجرہ میں پہونچ گئے۔ بعد کو طلبہ نے بہت چاہا کہ حضرت والا پر بھی رس یا پانی ڈالیں مگر حضرت والا نے حجرہ کے کیواڑ بند کر لئے۔ اسی سے حضرت والا کے مذاق یکسوئی کا اندازہ فرمالیا جائے۔ غرض حضرت والا نے طالب علمی کے زمانہ میں بھی کبھی اپنا وقت فضولیات یا بُری صحبتوں میں ضائع نہیں کیا اور اپنے اصل مقصود یعنی تحصیل علوم ہی میں ہمہ تن مشغول رہے۔ حضرت والا کو تحصیل علم کا اس قدر شوق تھا کہ بعض اساتذہ سے بعض خاص کتابیں جن کے لئے مدرسہ میں وقت نہ تھا اس طرح پڑھیں کہ وہ حضرات تو نماز کے لئے وضو کر رہے ہیں اور حضرت والا ان سے سبق پڑھ رہے ہیں۔ حضرت والا کا سب اساتذہ خاص لحاظ فرماتے تھے اور بہت اچھی رائے رکھتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز طلبہ کا امتحان لینے اور دستار بندی کرنے تشریف لائے تو حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والا کی ذہانت اور ذکاوت کی خاص طور سے تعریف فرمائی۔ تعریف سُن کر مولانا نے حضرت والا سے بہت مشکل سوالات کئے جن کے جوابوں سے مولانا بہت خوش ہوئے

مولانا سید احمد صاحب نے سکندر نامہ میں امتحان لیا اور ایک شعر کا مطلب پوچھا تو چونکہ اُستاد کا بتایا ہوا مطلب یاد نہ تھا حضرت والا نے اپنی طرف سے مطلب بیان کیا۔ مولانا نے دریافت فرمایا کہ کوئی اور بھی مطلب ہو سکتا ہے؟ حضرت والا نے دوسرا مطلب بیان کر دیا پھر دریافت فرمایا کہ اور کوئی مطلب بھی ہو سکتا ہے؟ حضرت والا نے تیسرا مطلب بیان کر دیا۔ مولانا نے فرمایا کہ ان میں سے ایک بھی مطلب صحیح نہیں لیکن تمھاری ذہانت پر نمبر دیتا ہوں۔ حالانکہ مولانا سید احمد صاحب خود اس قدر ذہین تھے کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رح جو ان کے استاد تھے فرمایا کرتے تھے کہ خود اقلیدس بھی اگر ذہین ہو گا تو بس اتنا ہی ہو گا ان سے زیادہ نہ ہو گا۔ ریاضیات میں بدرجۂ کمال ماہر تھے باوجود اس کے کہ کسی اُستاد سے ریاضی پڑھی نہ تھی بلکہ بطور خود ہی مطالعہ کر کے اس فن کو حاصل کیا تھا۔ غرض حضرت والا کی ذہانت کے متعلق ایسے ذہین و ذکی کی شہادت [illegible] رکھتی ہے۔ ان سب معروضات کا خلاصہ یہ ہے کہ بحیثیت طالب علمی بھی حضرت والا اپنے ہم سبقوں میں سب سے زیادہ ممتاز تھے۔ اُس زمانہ میں بھی حاضر جوابی و طلاقت [illegible] وظرافت اور منطق میں کمال مہارت کا وہ عالم تھا کہ دیوبند میں جہاں کوئی مذہب [illegible] آتا۔ حضرت والا فوراً پہونچ جاتے اور اُس کو مغلوب کر دیتے۔ ایک انگریز پادری سے [illegible] پہونچ گئے جب حضرت مولانا محمود حسن صاحب کو معلوم ہوا تو حضرت والا [illegible] کہ ابھی لڑکے ہیں کہیں مرعوب نہ ہو جائیں مولانا خود بھی حضرت والا کی اعانت [illegible] اور باتوں باتوں میں اُس کو دو منٹ ہی کے اندر بند کر دیا عاجز ہو کر [illegible] کہ تم چلے آؤ چنانچہ وہ یہ کہکر کہ میم صاحب بلاتی ہیں اُسی وقت چلا گیا [illegible]

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ جتنا مجھے اُس زمانہ میں [illegible]

اُتنی ہی اس سے نفرت ہے۔ عیسائیوں، آریوں، شیعوں [illegible]

مناظرہ فرما چکے ہیں۔ اور اب بھی حضرت والا کی منطقی تقریر [illegible]

[illegible] صاحب [illegible] آ جاتے ہیں

[illegible] مناظرہ [illegible] سے

اب بھی آئے [illegible]

زبان اور مناظرہ آ کر گفتگو کرتے ہیں لیکن حضرت والا [illegible]

بند فرما دیتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ اصول مناظرہ سے [illegible]

کر لینے میں کسی موقع پر ذرا تامل فرماتے ہیں۔ باوجود مناظرہ سے اس درجہ مناسبت ہونے کے پھر بھی جو ایسی مجالس سے ہمیشہ اعراض فرماتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر اس زمانہ میں مناظرین کی اغراض فاسد ہوتی ہیں اسی لئے کوئی نفع مرتب نہیں ہوتا بلکہ ضرر ہوتا ہے بمفواے ؎

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

کج بحثی اور ہٹ دھرمی کی عادت پڑ جاتی ہے حقیقت شناسی کی استعداد برباد ہو جاتی ہے حضرت والا آج کل کے مناظروں کی ان خرابیوں کو اکثر نہایت شرح وبسط کے ساتھ فرمایا کرتے ہیں اور پرانے بزرگوں کے مناظروں اور اُن کی حق پسندی کے دلچسپ اور سبق آموز واقعات سے موازنہ فرمایا کرتے ہیں۔ حضرت والا کو باوجود معقولات سے اس قدر مناسبت ہونے کے منقولات کے مقابلہ میں ہمیشہ ان فنون سے نفرت ہی رہی۔ چنانچہ فلسفہ کا جب سبق شروع کرتے تو بجائے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھتے۔ اس موقع پر حضرت والا کا ایک ملفوظ یاد آیا فرمایا کہ الحمد للہ میں کبھی طبیعت کو عقل پر غالب نہیں آنے دیتا اور کبھی عقل کو شریعت پر غالب نہیں آنے دیتا اھ حضرت والا کو معقولات سے اسقدر مناسبت تھی کہ صدرا اور شمس بازغہ جیسی مشکل کتابوں کا اکثر حصہ بے ترجمہ پڑھتے چلے جاتے اور بڑے بڑے مشکل مسائل بھی پانی نظر آتے تھے گو عموماً معقولات سے اس قدر مناسبت اور دلچسپی رکھنے والے بس معقولات ہی کے ہو رہتے ہیں لیکن باوجود اس کے الحمد للہ حضرت والا کی طبیعت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی سلامتی اور اسقدر اعتدال کی کیفیت رکھی ہے کہ ہر شے کو اس کے مرتبہ پر رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت والا نے باوجود خاص مناسبت ہونے کے معقولات کو ہمیشہ دینیات کے لئے بطور علوم آلیہ ہی کے سمجھا۔ حضرت والا کے افعال و اقوال و تصانیف کو نظر غور و انصاف سے دیکھنے والا حضرت والا میں اس وصف اعتدال و حفظ مراتب کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کرتا ہے یہ دوسری بات ہے کہ کوئی آنکھوں پر عناد یا جہالت یا رسم و رواج کی پٹی باندھے ہوئے ہو تو اس پر یہ شعر صادق آئے گا ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اور یہ وصف اعتدال ایک ایسا امتیازی وصف ہے جو صدیوں کے بعد کسی خاص ہی مجدد کو عطا ہوتا ہے اور یک حکیم الامت اور محی السنت ہی اس سے مشرف فرمایا جاتا ہے۔ اور یہی وصف باعث ہو جاتا ہے عام طور پر ایسے حضرات سے مخالفت کا اور اُن کی بدنامی کا

Marfat.com

کیونکہ افراط و تفریط کا مٹانے والا رسوم و بدعات کا قلع قمع کرنے والا اور مسلمانوں کو طریق غیر معتدل سے ہٹا کر اعتدال حقیقی یا بالفاظ دیگر صراط مستقیم پر لانے والا کیونکر مخالفت اور بدنامی سے محفوظ رہ سکتا ہے مگر وہ تو ان سے بھی زیادہ فوت منافع کے لئے آمادہ رہتا ہے بدنامی کی تو کیا پروا کرتا بمصداق ؂

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلاں ما نمی خواہیم ننگ و نام را

مہارت فی المنطق کے متعلق خود حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ الحمد للہ مجھے منطق میں مہارت حاصل ہے اور میں یہ بات کیوں نہ کہوں کیونکہ نہ میں متواضع ہوں نہ متکبر جو چیز اللہ تعالے نے عطا فرمائی ہے اس کا کیوں انکار کروں۔ اللہ کی دین ہے میرا کوئی کمال نہیں اصطلاحاً اس کو درحقیقت کوئی کمال بھی نہیں سمجھتا کیونکہ بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کرنے کی برکت سے یہ بات ذہن نشین ہو گیا ہے کہ ؂

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے ہیں کہ اکثر میرا طریق اصلاح یہ ہے کہ جس شخص کو جس فن میں کمال کا دعوی ہوتا ہے پہلے میں اس کو اس فن میں مغلوب کر کے دکھلا دیتا ہوں [illegible] پھر تو مجھے حق حاصل ہو جاتا ہے کہ اصلاحی امور میں بھی اس کو اپنا تابع بناؤں [illegible] بھی ایسے شخص کے تابع بن جانے میں عار نہیں آتی اور اس کو منازعت کا حق [illegible] تعلیم پر تنبیہ ہوتا ہے۔ اس سے حضرت والا کی شان جامعیت علوم و فنون [illegible] جو موافق و مخالف سب کے نزدیک مسلم ہے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ یہ تقریر [illegible] میں چہ مقصود کی طرف عود کرتا ہوں۔

حضرت والا کو طالب علمی کے زمانہ میں تصوف اور کتب تصوف [illegible]

چند واقعات باب [illegible] [illegible]

حضرت والا کی [illegible] حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ [illegible]

[illegible] اس سال [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ورنہ اگر ایسا کیا گیا تو مدرسہ کی بڑی بدنامی ہوگی کہ ایسے نالائقوں کو سند دی گئی۔ یہ سُن کر مولانا کو جوش آ گیا اور فرمایا کہ تمھارا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ یہاں چونکہ تمھارے اساتذہ موجود ہیں اس لئے اُن کے سامنے تمھیں اپنی ہستی کچھ نظر نہیں آتی اور ایسا ہی ہونا چاہئے۔ باہر جاؤ گے تب تمھیں اپنی قدر معلوم ہوگی۔ جہاں جاؤ گے بس تمھیں تم ہو گے۔ باقی سارا میدان صاف ہے اطمینان رکھو اھ حضرت والا یہ قول نقل کر کے فرمایا کرتے ہیں کہ واقعی حضرت مولانا کی پیشینگوئی کی یہ برکت ہوئی کہ الحمد للہ جہاں رہنا ہوا بڑے بڑے علماء بھی وقعت ہی کی نگاہ سے دیکھتے رہے اور عوام و خواص سب مجھ ہی کو اکثر کے مقابلہ میں ترجیح دیتے رہے اھ۔ وذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

اسی سلسلہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی ایک اور پیشینگوئی بھی یاد آ گئی۔ مولانا نے فتویٰ نویسی کا کام بھی حضرت والا کو طالب علمی ہی کے زمانہ میں سپرد فرما رکھا تھا۔ ایک بار ایک طویل استفتاء کا ویسا ہی طویل اور مفصّل و مدلّل جواب لکھ کر مولاناؒ کی خدمت میں پیش کیا مولانا نے اُس کو پورا دیکھ کر اُس پر دستخط تو فرما دئے لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے تم کو فرصت بہت ہے اور ہم تو اُس وقت دیکھینگے جب خطوں کا ڈھیر کا ڈھیر تمھارے سامنے رکھا ہوگا اور پھر بھی تم اتنے لمبے لمبے جواب لکھو گے اھ۔ چنانچہ فی الواقع ایسا ہی ہوا کہ اب خطوں کے ڈھیر کے ڈھیر ہی حضرت والا کے سامنے روزانہ ہوتے ہیں اور حضرت والا بہت مختصر جوابات تحریر فرماتے ہیں مگر نہایت جامع مانع اور بالکل کافی شافی اور سب پہلوؤں کو حاوی اور العاقل تکفیہ الاشارہ کے پورے مصداق۔ مثلاً کوئی تنبیہی سوال فرما دیا جس سے خود بخود جواب سمجھ میں آ گیا اور حضرت والا کا یہ طرز جواب طالب کے لئے نہایت نافع اور اوقع فی الذہن ثابت ہوتا ہے۔ بڑے بڑے اُلجھے ہوئے اور طویل طویل مضامین کے جوابات نہایت سہولت اور جامعیت کے ساتھ چند لفظوں میں تحریر فرماتے ہیں اور روز کی ڈاک روز ختم فرما دیتے ہیں جس کا بہت ہی زیادہ اہتمام ہے اور اس میں بفضلہ کبھی تخلف نہیں ہوتا۔ حالانکہ ڈاک لکھنے کے لئے بہت کم وقت ملتا ہے بالخصوص آج کل کہ بوجہ تبدیلی اوقات ریل ڈاک بہت دیر میں موصول ہوتی ہے۔ حالات و واقعات مذکورہ باب ہذا کا خلاصہ یہ نکلا کہ جس طرح آج حضرت والا بفضلہ تعالےٰ اشرف العلماء ہیں اپنے زمانۂ طالب علمی میں بھی بفضلہ تعالےٰ اشرف الطلبہ تھے۔

Marfat.com

باب ہفتم

"اساتذۂ کرام"

حضرت والا کو اللہ تعالیٰ نے اساتذۂ کرام بھی ایسے عطا فرمائے تھے کہ [illegible] اپنی جگہ غزالی اور رازی وقت تھا ان میں سب سے زیادہ مقتدر ہستی حضرت مولانا [illegible] صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تھی جو علاوہ ہر فن میں ماہر ہونے کے بہت بڑے صاحب باطن [illegible] شیخ کامل بھی تھے۔ حضرت والا نے مولانا ممدوح سے بڑے بڑے فیوض و برکات [illegible] ہیں اور زیادہ تر علوم عجیبہ وغریبہ انہیں سے حاصل فرمائے ہیں اور مولانا [illegible] کے اکثر اقوال [illegible] احوال وحقائق و معارف نہایت لطف سے بیان فرمایا کرتے ہیں [illegible] ساتھ درس کیا ہوتا تھا حلقہ توجہ ہوتا تھا۔ یہ حال تھا کہ تفسیر کا سبق ہو رہا ہے آیات [illegible] فرما رہے ہیں اور آنکھوں سے زار و قطار آنسو [illegible] مولانا [illegible] صاحب [illegible] صاحب جناب مولانا [illegible] صاحب حضرت مولانا محمود [illegible] آپ [illegible] کے اساتذۂ کرام کے اسمائے گرامی باب سابق میں مذکور ہو چکے ہیں [illegible] حضرت والا [illegible] [illegible] جناب قاری محمد عبداللہ صاحب مہاجر مکی [illegible] نہایت جید اور مسلم ماہر فن قاری تھے [illegible] زمانہ [illegible] [illegible] مشابہت پیدا ہو گئی تھی [illegible]

[illegible]

کتنی کسر ہے پھر اس کسر کو نکال دیجیئے گا۔ حالانکہ یہ مطلب نہ تھا بلکہ نفس کی استادی تھی چنانچہ قاری صاحب نے رکوع سنا۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا اندازہ ہوا چونکہ بہت ہی شفیق تھے فرمایا کہ بس تھوڑی سی کسر ہے انشاء اللہ بہت جلد نکل جائے گی۔ حالانکہ مشق شروع کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ (لا حول وَلَا قُوَّةَ) ہمیں کچھ بھی نہیں آتا تھا۔ پھر سوچ سوچ کر بڑی شرمندگی ہوتی کہ ناحق ہی سنایا حضرت والا قاری صاحب کا فرمایا ہوا ایک نہایت کام کا اصول بھی نقل فرمایا کرتے ہیں کہ لہجہ کی طرف مطلق التفات نہ کیا جائے بس ساری توجہ مخارج کی تصحیح ہی میں صرف کی جائے کیونکہ تصحیح مخارج کے بعد جو لہجہ بھی پیدا ہوگا مستحسن ہی ہوگا۔ چنانچہ گو قاری صاحب سے مشق کیے ایک زمانہ گذر گیا اور وہ طرز بھی فراموش ہو گیا لیکن حضرت والا کا لہجہ باوجود بھی کیسا کبھی کیسے ہو جانے کے اب بھی اسقدر دلکش ہے کہ اس سے اہل دل بیحد متاثر اور محظوظ ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک زندہ دل اور سلیم الفطرت فلسفی فاضل نے متاثر ہو کر یہ خواہش ظاہر کی کہ حضرت والا کی قرأت کو اگر گراموفون میں بھر لیا جائے مگر چونکہ شرعاً جائز نہ تھا۔ اس لئے ان کو منع فرما دیا گیا جب حضرت والا پانی پت تشریف لے گئے تو وہاں کے قرا نے بھی جن کو بجا طور پر اپنے مخارج کی صحت پر ناز ہے حضرت والا کی صحت مخارج کی بہت تحسین فرمائی۔ لکھنؤ میں مولانا عین القضاۃ صاحب رح نے جنھوں نے بہت اعلیٰ پیانہ پر قرأت کا مدرسہ قائم فرمایا تھا اور جو اب تک موجود ہے اتفاق سے فجر کی نماز میں حضرت والا کا قرآن شریف سنا اور سن کر بہت اشتیاق کے ساتھ حضرت والا سے مستقلاً کچھ قرآن شریف سننے کی خواہش ظاہر فرمائی چنانچہ حضرت والا نے خود ہی مولانا کی خدمت میں تشریف لیجا کر پورے تین رکوع سنائے تاکہ ان کا جی بھر جائے۔ مولانا سن کر بہت محظوظ ہوئے۔ ایک صاحب درد کا قول یاد آیا خود احقر سے فرمایا کہ مولانا قرآن شریف کیا پڑھتے ہیں ذبح کرتے ہیں اور واقعی بعض مخصوص اوقات میں تو اکثر یہی کیفیت ہوتی ہے۔ مثلاً نماز فجر کی طویل قرأت میں یہاں تک کہ بعض رقیق القلب مقتدیوں پر شدت کے ساتھ نماز میں گریہ بھی طاری ہو ہو جاتا ہے غرض اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو ہر فن کے لئے ایسے اساتذۂ کاملین عطا فرمائے تھے جو اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے اور حضرت والا پر ان کی اسقدر توجہات و عنایات تھیں کہ کسی دوسرے شاگرد پر اتنی نہ تھیں اور حضرت والا کو بھی اپنے اساتذہ سے اتنا شدید تعلق تھا کہ دوسروں کو نہ تھا بس یوں کہا جائے کہ عشق تھا چنانچہ فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے پڑھنے میں کبھی محنت نہیں کی جو کچھ اللہ تعالےٰ نے عطا فرمایا

اساتذہ اور بزرگوں کے ساتھ ادب ومحبت کا تعلق رکھنے کی بدولت عطا فرمایا اور الحمد للہ میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اپنے کسی بزرگ کو ایک منٹ کے لئے بھی ناراض نہیں کیا اور جتنا میرے قلب میں بزرگان دین کا ادب ہے آجکل شاید ہی کسی کے دل میں اتنا ہو۔ حضرت والا کی خدمت میں بیٹھنے والے اور ملفوظات سننے والے بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت والا سراپا ادب بلکہ ادب ہی ادب ہیں بمصداق ع طرق العشق کلہ آداب۔ اور اس ادب بزرگان ہی کی بدولت حضرت والا کو یہ کمالات ظاہری وباطنی نصیب ہوئے ہیں۔ حسب الارشاد مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ

از ادب پر نور است این فلک — وز ادب معصوم و پاک آمد ملک

ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء ط حضرت والا کے سامنے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب خاص طور پر بہت ہی زیادہ علوم ومعارف بیان فرمایا کرتے تھے کیونکہ مولانا کو معلوم تھا کہ حضرت والا کو علوم سے دلچسپی بھی ہے حقائق سے مناسبت بھی ہے اور غوامض کو سمجھتے بھی ہیں اور قدر بھی کرتے ہیں غرض مثنوی شریف کا یہ شعر صادق آتا تھا۔

بالب دمساز خود گر جفتمے — ہمچو نے من گفتنیہا گفتمے

چنانچہ ایک کم فہم شخص نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حیض کے زمانہ میں نمازوں کی تو قضا نہیں لیکن روزوں کی قضا ہے اس کی کیا وجہ۔ فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ اگر اس پر عمل [illegible] جوتیاں لگیں گی کہ سر پر ایک کبل بھی نہ ملے گی اس کو تو یہ جواب دیا اور پھر جب حضرت مولانا سے [illegible] والا نے یہی پوچھا تو وجہ کی نہایت لطیف تقریر فرمائی۔ وہ شخص چونکہ اس تقریر کا اہل نہ تھا اس کو وہ جواب دیا کیونکہ

فہم تخن [illegible] مستمع — قوت [illegible]

حسب ارشاد حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ

ہر کہ [illegible] — [illegible]

حضرت والا اکثر اپنے اساتذہ کرام کے علوم واحوال [illegible]

فرماتے رہتے ہیں اور اس لطف کے ساتھ بیان [illegible]

[illegible] ہوجاتی ہے [illegible]

[illegible] شعر [illegible]

[illegible]

اور ان فضائل کو سننے کے وقت بس ساتھ کے ساتھ یہ مشاہدہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ ان سب حضرات کی شانیں حضرت والا کی ذات کے اندر بین طور پر مجتمع ہیں بمصداق ؎

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

اس سے بھی حضرت والا کی قوت آخذہ کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے نیز حضرات اہل مدرسہ دیوبند کو دیکھ کر حضرت والا نے اپنا قدیم وضع کا غرارہ دار پاجامہ چھوڑ کر تنگ مہری کا پاجامہ پہننا اختیار کر لیا تھا۔ طالب علمی کے زمانہ میں ہی حضرت والا کی نہایت سادہ وضع اور نہایت سادہ معاشرت تھی چنانچہ ایک بار رجب کی تعطیل میں والد صاحب کی خدمت میں آئے ہوئے تھے تو ایسی سادگی کے ساتھ رضائی لپیٹ رکھی تھی باقاعدہ اوڑھے ہوئے نہ تھے کہ دونوں پلے برابر جھول لٹکے ہوئے نہ ہوں والد صاحب نے اس ہیئت کو دیکھ کر تنبیہ کی کہ میاں تم کو رضائی اوڑھنا بھی نہیں آتا گو حضرت والا اپنے والد ماجد کا بہت ہی ادب فرماتے تھے اور ڈرتے بھی بہت تھے لیکن اس وقت ایسا اثر ہوا کہ بیساختہ منہ سے یہ نکلا کہ حضرت اگر آپ کو رضائی اوڑھنا ہی سکھانا تھا تو ہمکو مدرسہ دیوبند نہ بھیجئے وہاں تو کسی کو بھی رضائی اوڑھنا نہیں آتا سب ایسے ہی الول جلول ہیں اللہ گو حضرت والا کے والد ماجد بہت تیز مزاج تھے لیکن یہ سن کر خاموش رہے کچھ بولے نہیں اور اس کے بعد پھر حضرت والا کو کبھی ایسی باتوں پر نہیں ٹوکا ماشاء اللہ بہت ہی دانشمند اور فہیم تھے حقیقت سمجھ گئے۔ حضرت والا آجکل کے طالب علموں کی خوش لباسی اور بناؤ سنگار پر بہت ہی افسوس فرمایا کرتے ہیں۔ اور فرمایا کرتے ہیں کہ یہ دلیل اس کی ہے کہ ان کی نظر عالی نہیں اور ان کو علم کا چسکا لگا نہیں ورنہ ایسی ادنیٰ باتوں اور ایسی فضول چیزوں کی طرف ہرگز التفات نہ ہوتا۔ طالب علمی کے زمانہ میں ایک بار جناب شیخ الٰہی بخش صاحب مرحوم رئیس میرٹھ کے جن کے یہاں حضرت والا کے والد ماجد مختار ریاست تھے بھائی صاحب جناب حافظ شیخ عبدالکریم صاحب جو بزرگوں کے بہت معتقد تھے اور خود بھی حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ سے بیعت تھے بغرض زیارت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند تشریف لائے تو حضرت والا کی وضع قطع اور طالب علمانہ رنگ دیکھ کر حیرت ہو گئی اور مہتمم صاحب سے عرض کیا کہ حضرت آپ نے تو لڑکے کو بالکل فنا فی الشیخ کر دیا۔ غرض حضرت والا کو [illegible] کا بہت ہی شوق تھا اور ہر وقت یہی دھن رہتی تھی جس کا نتیجہ ہوا [illegible] کہ حضرت والا کی ذات میں وہ صفات آ گئیں بحمد اللہ تو بہت حضرات اکابر [illegible]

Marfat.com

کرامت کا مجموعہ ہے۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

باب ہشتم

"درس و تدریس"

بعد فراغ درسیات حضرت والا چودہ سال تک مقام کانپور درس و تدریس میں مشغول رہے اور اس درمیان میں اپنے مواعظ حسنہ اور تصانیف مفیدہ سے بھی وہاں کے مسلمانوں کو مستفیض فرماتے رہے۔ علاوہ بریں افتاء کا کام بھی اپنے ذمہ لے رکھا تھا اور فتووں کی نقل بھی مدرسہ میں محفوظ رکھی جاتی تھی جن کا ایک بڑا مجموعہ ہوگیا تھا۔

کانپور تشریف لانے کی صورت یہ ہوئی کہ مدرسہ فیض عام جو کانپور کا سب سے قدیم مدرسہ دینیہ تھا اس کے صدر مدرس جناب مولانا احمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ایک [illegible] بالخصوص ماہر معقولات عام تھے کسی وجہ سے ناراض ہو کر مدرسہ سے علیحدہ ہو [illegible] نے ایک دوسرا مدرسہ دار العلوم [illegible] قائم کر لیا چونکہ طلبہ میں ان کا بہت شہرہ تھا [illegible] کی جگہ بیٹھ کر درس دینے کی کسی کو ہمت نہ ہوتی تھی [illegible] نہ ہوتا تھا لیکن چونکہ حضرت [illegible] صورت [illegible] [illegible]

[illegible]

عام طور پر ہر دلعزیز ہو گئے حتیٰ کہ مولانا احمد حسن صاحب بھی بہت محبت اور وقعت سے پیش آنے لگے جب حضرت والا کو فارغ التحصیل ہونے کے بعد ہی مدرسہ فیض عام میں بڑی بڑی کتابیں پڑھانے کو ملیں تو چونکہ اس سے قبل کبھی مدرسی کی ہی نہ تھی اور تحصیل علم بھی زیادہ اہتمام کے ساتھ نہ کی تھی اس لئے بہت گھبرائے کہ یا اللہ میں ان کتابوں کو کیونکر پڑھا سکوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور دعا کے بعد جو پڑھانے بیٹھے تو بفضلہ تعالیٰ کوئی دقت واقع نہ ہوئی اور بہت آسانی کے ساتھ پڑھاتے چلے گئے۔ اسی طرح وقتاً فوقتاً غیب سے حضرت والا کی تسلی اور ہمت افزائی ہوتی رہی چنانچہ دو خواب خود حضرت والا کے الفاظ میں اصدق الرؤیا سے نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) احقر نے جب حدیث کا درس شروع کیا تو استاذی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے اسطرح مشرف ہوا کہ میرے روبرو ایک جماعت صحیح بخاری پڑھنے والوں کی موجود ہے اور ایک نسخہ بخاری کا میرے سامنے ہے جس میں دیکھکر درس دیتا ہوں اور میرے برابر میں حضرت استاذی الممدوح تشریف رکھتے ہیں اور غالباً آپ کے پاس بھی ایک نسخہ بخاری شریف کا ہے اور میں جو بیان کرتا ہوں مولانا اس کی تقریر فرماتے ہیں۔ انتہی

(۲) ایک مقام ہے جیسے کانپور میں جناب عبدالرحمٰن خاں صاحب بانی مدرسہ جامع العلوم کانپور کا چھوٹا مطبع وہاں کوئیں کے پاس حضرت ابن عباسؓ کھڑے ہیں اور میں قریب ہوں۔ اس کے بعد سے مجھ کو مناسبت تفسیر کا ظن غالب ہو گیا اھ

اس مناسبت تفسیر کی بشارت حضرت والا کے پیر و مرشد نے بھی قیام مکۂ معظمہ کے زمانہ میں بالتصریح دی تھی جس کا ذکر باب شرف بیعت و استفاضۂ باطنی میں آئے گا۔

مدرسہ فیض عام میں تین چار ماہ کام کرنے کے بعد حضرت والا کا اس مدرسہ سے دل برداشتہ ہو گیا جس کا بڑا سبب یہ ہوا کہ حضرت والا اپنے وعظوں میں چندہ کی تحریک نہ فرماتے تھے کیونکہ حضرت والا کو تحریک چندہ سے اس زمانہ میں بھی بوجہ غیرت کے سخت طبعی نفرت تھی جو ابتک موجود ہے بلکہ اس کو غیرت دینی کے بھی خلاف سمجھتے ہیں اور تحریک خاص کو تو بوجہ دباؤ کے جائز بھی نہیں سمجھتے غرض حضرت والا کا اسوقت بھی وہی رنگ طبیعت اور وہی طرز عمل تھا جو اب ہے اراکین مدرسہ نے اس عدم تحریک چندہ کی آپس میں بیٹھکر کچھ شکایت کی۔ کسی نے اس کی اطلاع حضرت والا کو کر دی حضرت والا کو نہایت ناگوار ہوا اور جواب میں فرمایا کہ اگر مجھے چندہ کی

Marfat.com

کے لئے وعظ کہنا ہے تو میں چندہ اپنے ہی لئے کیوں نہ جمع کروں ۔ اور فرمایا کہ یہ کام میرا نہیں ہے بلکہ خود اراکین مدرسہ کا ہے میرا کام تو پڑھانا ہے۔ اور اس پر یہ حکایت بیان فرمائی کہ اگر علماء سے پڑھانے کا بھی کام لیا جائے اور چندہ جمع کرنے کا بھی تو اس کی ایسی مثال ہوگی جیسے اکبر بادشاہ نے خوش ہو کر کسی بھانڈ کو شاہی ہاتھی انعام میں دیدیا تھا۔ اب وہ اس کو کھلائے کہاں سے۔ بالآخر اس نے یہ ترکیب کی کہ اس کے گلے میں ایک ڈھول لٹکا کر شاہی سڑک پر چھوڑ دیا جہاں سے شاہی سواری نکلتی تھی۔ بادشاہ نے جو دیکھا کہ شاہی ہاتھی اس طرح مارا مارا پھر رہا ہے تو بھانڈ کو بلا کر اس سے اس کا سبب پوچھا اس نے عرض کیا کہ حضور میں یہ نہ کرتا تو اور کیا کرتا۔ اگر اپنے گھر باندھ رکھتا تو پھر اس کو کھلاتا کہاں سے میرے پاس بھلا کیا رکھا ہے روز کماتا روز کھاتا جب میں نے کوئی صورت نہ دیکھی تو گلے میں ڈھول ڈال کر اس کو چھوڑ دیا۔ اور کہہ دیا کہ جا بھائی تو بھی میری طرح بس گا اور بجا مانگ اور کھا۔ تو آپ لوگ بھی بس یہی چاہتے ہیں کہ ہم ہی پڑھائیں بھی اور ہم ہی چندہ مانگ مانگ کر اپنی تنخواہیں بھی وصول کریں۔ گو یہ بات [illegible] معقول بات تھی لیکن اراکین مدرسہ نے اس کا آپس میں چرچا کیا جو حضرت والا کو ناگوار ہوا اور استعفاء دیدیا۔ انہوں نے بعد کو بہت معذرت بھی کی لیکن حضرت والا نے اس بناء پر کہ [illegible] لوگ معلوم ہوتے ہیں ان سے میرا نباہ مشکل ہوگا رہنا منظور نہ فرمایا۔

اس کے متعلق حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ وہ زمانہ ذرا جوانی کے جوش وخروش کا بھی تھا اور اصل وجہ تو یہ تھی کہ نوکری ہی میرے مزاج کے خلاف تھی جب میں نے [illegible] یہاں کی شکایت لکھی تو انہوں نے ان لوگوں کی سب باتوں کی توجیہات لکھکر بھیں [illegible] رہو علیحدگی اختیار کرنے میں عجلت مناسب نہیں کیونکہ میں تو نوکری مقصود نہیں [illegible] سب کچھ دے رکھا ہے۔ میں نے تو محض اس لئے تم کو اجازت دیدی تھی [illegible] میں پڑھانے سے پختہ ہو جائیں گی۔ اگر تم نے نوکری چھوڑ دی تو پھر پڑھانے کا [illegible] اور سب پڑھا لکھا نسیا منسیا ہو جائے گا لیونکہ بدون پابندی کے [illegible] مدرسہ میں رہو گے تو پھر پابندی کرنی پڑے گی [illegible] تھا لہذا مدرسہ فیض عام کا تعلق چھوڑ تو دیا اور [illegible] کہیں سے حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب [illegible] ورنہ پھر نہ جانے اس طرف کبھی آنا ہوتا یا نہ ہوتا۔

چنانچہ حضرت والا گنج مراد آباد تشریف لے گئے [illegible]

Marfat.com

جناب عبدالرحمن خانصاحب مرحوم ومغفور اور حاجی کفایت اللہ صاحب مرحوم ومغفور نے جن کو حضرت والا کے ساتھ بہت ہی محبت اور عقیدت ہوگئی تھی آپس میں مشورہ کیا کہ ایسے مولوی کہاں ملتے ہیں ان کو یہاں سے جانے نہ دیا جائے اور ان کے لئے ایک الگ مدرسہ کھولا جائے کیونکہ ہمارے شہر میں جتنے مدرسے ہیں ان میں زیادہ تر معقولات ہی پڑھائی جاتی ہیں۔ ایک ایسے مدرسہ کی بھی سخت ضرورت ہے جس میں دینیات کا پورا نصاب ہو۔ لہذا ان دونوں صاحبوں نے حضرت والا کی تنخواہ پچیس روپیہ ماہوار کا اس طرح انتظام کیا کہ بیس روپیہ ماہوار تو خانصاحب اور پانچ روپیہ ماہوار حاجی جی نے اپنے اپنے ذمہ رکھے پھر بعد کو چندہ بھی جمع کیا جانے لگا لیکن حضرت والا نے کبھی اپنی طرف سے چندہ کی تحریک نہیں کی۔ وہی دونوں صاحب اپنے طور پر تحریک کرتے رہے۔ غرض جب حضرت والا گنج مرادآباد سے واپس تشریف لائے تو ان دونوں صاحبوں نے اصرار کر کے روک لیا۔ اور حضرت والا جامع مسجد محلہ ٹپکاپور میں درس دینے لگے اور ایک نیا مدرسہ قائم ہو گیا اس مدرسہ کا نام جامع معقولات و دینیات ہونے کی بنا پر نیز جامع مسجد کی مناسبت سے حضرت والا نے "جامع العلوم" رکھا جو ابتک بفضلہ تعالیٰ اسی نام سے قائم ہے۔ شروع شروع میں طلبہ کو حضرت والا سے پڑھتے ہوئے شرم آتی تھی کیونکہ حضرت والا بالکل نوعمر اور سبزہ آغاز تھے۔ چنانچہ کئی سال تک طالب علم کم تعداد میں رہے پھر جب ڈاڑھی بڑی ہو گئی تو کثرت سے طلبہ آنے لگے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جب میں کانپور گیا ہوں تو گو اس وقت میری عمر بہت کم تھی مگر الحمدللہ ابتدا ہی سے وہاں کے لوگ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے اور بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آتے تھے۔ عمر بڑھنے سے کوئی بات بڑھی نہیں موافق اور مخالف سبھی کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے محبت ڈالدی تھی۔ جو مخالف مشرب کے تھے گو عقیدت تو تھی نہیں لیکن محبت ان کو بھی تھی اور مجھے محبت ہی کی زیادہ قدر ہوتی ہے کیونکہ محبت میں بے تکلفی اور برابر کا تعلق ہوتا ہے جس سے بڑی راحت رہتی ہے بخلاف اس کے عقیدت سے قلب پر گرانی ہوتی ہے۔ خواہ مخواہ بننا پڑتا ہے کہ کہیں عقیدت میں فرق نہ آجائے اور محبت تو عدم عقیدت کی حالت میں بھی نہیں جاتی۔

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ کانپور والوں نے میرے ساتھ ایسی محبت اور تعظیم و تکریم کا برتاؤ کیا کہ میں اپنے وطن کو بھی بھول گیا۔ اور جتنا وہاں جی لگتا تھا اپنے وطن میں بھی نہ لگتا تو اتنی محبت تھی کہ میں نے اپنے خطوں پر بجائے اپنے نام کے لفظ کانپوری لکھوایا تھا اب بھی تو ان

Marfat.com

بزرگوں کو دیکھ لیتا ہوں تو کانپور یاد آجاتا ہے اگر حضرت حاجی صاحبؒ کا ایما نہ ہوتا تو میں تو عمر بھر بھی کانپور کو نہ چھوڑتا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ میری اتنی جو شہرت ہوئی تو وہ کانپور والوں ہی کی بدولت ہوئی ورنہ میں واقعی اس درجہ کا شخص ہرگز نہ تھا اور نہ اب ہوں۔ مجھے اب بھی کانپور والوں سے بہت محبت ہے اور میں ان کا بہت ممنون ہوں۔ کچھ منجانب اللہ ان کے قلوب میں عام طور سے میرے ساتھ ایسی محبت ہو گئی تھی کہ اختلاف مشرب بھی اس سے مانع نہ رہا تھا۔ اھ۔ چنانچہ حضرت والا کو ابتداء جو ایک مولود شریف میں شرکت کا اتفاق ہوا تو قیام نہ فرمایا کیونکہ اپنے حضرات کا معمول نہ تھا بس سارے مجمع میں صرف حضرت والا ہی تھے جو بیٹھے رہے باقی سب نے قیام کیا کیونکہ سب قیام کرنے والے ہی تھے حضرت والا کے ایک شاگرد نے عربی میں کہا کہ اسوقت بیٹھا رہنا مناسب نہیں لیکن حضرت والا نے نہیں مانا اور فرمایا لاطاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق پھر وہ شاگرد بھی بیٹھے رہے بعد کو معلوم ہوا کہ ایسے کئی موقعوں پر وہاں کے لوگ نہ کھڑے ہونے والوں کو پیٹ بھی چکے تھے کیونکہ انہیں اس امر میں بہت غلو تھا مگر حضرت والا سے کسی کو کچھ کہنے کی بھی ہمت نہ ہوئی کیونکہ قلوب میں عام طور سے بہت محبت و عظمت تھی البتہ کن انکھیوں سے برابر دیکھتے رہے بلکہ عبدالرحمن خاں صاحب کے صاحب زادے اور دیگر معتقد صاحبان بھی باوجودیکہ اسی خیال کے تھے مگر کہنے لگے کہ [illegible] نہیں کھڑے ہوئے تو ہم بھی نہ کھڑے ہوئے۔ اس سے حضرت والا کی [illegible] فرمالیا جائے کہ یہ حضرات اپنے مشرب کے خلاف بھی کرنے کو تیار تھے۔

حضرت والا نے کچھ دن کے بعد یہ چاہا کہ بلا اجرت [illegible] دینیات کی تعلیم [illegible] کے متعلق [illegible] دین جو [illegible] کو یہ پسند نہیں تھا اس [illegible]

[illegible] عبدالمجید خاں صاحب مرحوم [illegible]

تو اس [illegible]

[illegible] اجازت [illegible]

کی آمدنی [illegible]

[illegible]

کی بہت [illegible]

مناسب [illegible]

ہم سبق تھے نہایت زور دے کر یہ فرمایا کہ طب کا شغلہ ہرگز اختیار نہ کیا جائے کیونکہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ مطب کے ساتھ دین اور علم دین کی خدمت ہرگز نہیں کی جا سکتی۔ غرض حضرت والا نے قصداً ترک فرمایا لیکن چونکہ جناب حکیم عبدالمجید خاں صاحب مرحوم باوجود اس کے نہایت مستغنی المزاج تھے اور حضرت والا نے صرف پندرہ دن ہی ان سے طب پڑھی تھی حضرت والا پر غایت درجہ شفقت و عنایت فرمانے لگے تھے اس لئے حضرت والا نے بطور خود ترک تحصیل طب کر دینے کو خلاف تہذیب و مروت سمجھا۔ لہذا جو بلانے آئے تھے ان سے فرمایا کہ اگر حکیم صاحب اجازت دیدیں تو میں چلنے کو تیار ہوں چنانچہ حکیم صاحب سے پوچھا گیا تو انہوں نے یہ کہکر اجازت دیدی کہ خیر اگر اپنی ترقی کرنا نہیں چاہتے تو اختیار ہے چلے جائیں۔ چنانچہ حضرت والا کانپور واپس تشریف لے آئے اور آکر پھر بدستور سابق درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

حضرت والا اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ حکیم مولوی جمیل الدین صاحب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے انہوں نے مجکو یہ مشورہ دیکر میرے اوپر بڑا احسان کیا۔

جناب حکیم عبدالمجید خاں صاحب مرحوم کو باوجود اتنے بڑے اور مشہور آدمی ہونے کے حضرت والا کے ساتھ اتنا تعلق ہو گیا تھا کہ جب حضرت والا تھانہ بھون آکر مقیم ہوئے تو حکیم صاحب نے تھانہ بھون آکر ملنے کا قصد کیا اور ایک تھانہ بھون کے صاحب سے جو دہلی میں رہتے تھے پوچھا کہ تھانہ بھون حاضر ہونے کے کیا قواعد ہیں؟ انہوں نے کہا کہ وہ تو آپ کے شاگرد ہیں آپ کے لئے قواعد کیا ہوتے تو فرمایا کہ نہیں بھائی استادی شاگردی الگ چیز ہے اور یہ راستہ الگ چیز ہے میں تو وہاں اسی طرح جاؤں گا جیسے معتقدین جاتے ہیں مگر بیچاروں کو آنے کا موقع ہی نہ مل سکا پھر کچھ ہی دن بعد انتقال ہو گیا۔ کیا انتہا ہے اس تواضع اور سلامت فطرت کی۔ حضرت والا نے اس واقعہ کو حکیم صاحب کے انتقال کے بعد سنا تو بہت افسوس کے ساتھ فرمایا کہ اگر مجھکو ان کے اس خیال کا قبل انتقال معلوم ہو جاتا تو میں خود ہی پہونچکر ان سے عرض کرتا کہ لیجئے حضرت آپ کے لئے میرے پاس آنے کے بس یہ قواعد ہیں یعنی خود حاضر ہو گیا۔

اہل کانپور کو حضرت والا کی واپسی پر بیحد مسرت ہوئی اور گویا بزبان حال یہ شعر پڑھنے لگے

باز آمد آب من در جوئے من   باز آمد شاہ من در کوئے من

اور حضرت والا کے پیر و مرشد شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ العزیز نے بھی اس پر اپنے ایک مکتوب میں بہت اظہار مسرت فرمایا جس کا اقتباس یہ ہے "شرف ہجرت و ...

Marfat.com

باطنی، میں زیر عنوان "اقتباسات مکتوبات امدادیہ" ملاحظہ سے گذرے گا۔

حق تعالیٰ نے حضرت والا کو شروع ہی سے ایسی شان محبوبیت عطا فرمائی ہے کہ بچپن سے لیکر ابتک جہاں رہے بفضلہ تعالیٰ محبوب خلائق ہی ہوکر رہے حتیٰ کہ غیر مذہب والوں کو بھی حضرت والا کی جانب بے اختیار میلان اور کشش ہوتی رہی جس کے صدہا واقعات ہیں۔

حضرت والا نے جس کسی سے بھی ملتفت ہوکر دو باتیں فرمالیں بس گویا اس کا دل مٹھی میں آگیا۔ کانپور میں بھی محبوبیت کا وہ عالم تھا کہ بعض ثقہ لوگوں کو بھی یہ شبہ ہوگیا تھا کہ کوئی تسخیر کا عمل آتا ہے۔ چنانچہ ایک صاحب نے جو مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ مولانا کے پاس اور حضرت والا کے پاس ضرور کوئی تسخیر کا عمل ہے جبھی تو دونوں کی طرف ایک دنیا کھچی چلی آتی ہے اور حضرت والا کے بہت مصر ہوئے کہ مجھے بھی وہ عمل بتا دیجئے۔ حضرت والا نے ہر چند انکار کیا بلکہ قسم بھی کھائی کہ مجھکو تسخیر کا کوئی عمل نہیں آتا محض خدا کا فضل ہے کہ لوگوں کے دلوں میں میری محبت ڈالدی ہے لیکن ان کی تسلی نہ ہوئی اور برابر اصرار ہی کرتے رہے کہ نہیں بتا ہی دیجئے جب کسی طرح نہ مانے تو حضرت والا نے ان کو ذکر پاس انفاس بتادیا کہ بس سب سے بڑا عمل یہ ہے۔

ایک بہت بوڑھے اور دبنگ پٹھان تھے جن کو شہر میں بڑی وجاہت حاصل تھی [illegible] خود بھی رئیس تھے اور پھر ایک رئیس کے کارندہ ہوگئے تھے مگر آن بان وہی تھی اور [illegible] [illegible] لیتے تھے۔ نام بھی مزبر خاں تھا۔ ایک بار انہوں نے عشرہ محرم میں آکر حضرت والا سے کہا کہ یہاں کانپور میں شاہ سلامت اللہ صاحب کا دستور تھا کہ ان عشرہ دنوں میں [illegible] کرتے تھے آپ بھی [illegible] [illegible] [illegible] نے فرمایا کہ یہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اسی طرح کانپور میں کاکوری کے ایک بہت معزز اور باوجاہت رئیس تھے جن کا نام منشی صفدر حسین تھا۔ ایسے آن بان کے تھے کہ کسی سے ملنے جلنے بھی نہ جاتے تھے اور ہمیشہ اپنے مکان کے سہ منزلہ حصہ پر رہتے تھے اور وہاں سے بہت کم اترتے تھے۔ بڑے دماغ دار تھے وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نسبت نعوذ باللہ بہت بدگمانی رکھتے تھے اور اپنی مجلس میں خلاف شان کلمات کہتے رہتے تھے۔ قاضی وصی الدین صاحب جو شہر میں کئی حیثیتوں سے معزز شخص تھے ایک دن حضرت والا کو ان کے پاس لیگئے اور کہا کہ آپ اپنے شبہات ان سے حل کر لیجئے۔ انہوں نے کہا کہ میرے شبہات تاریخی واقعات ہیں ان کو کون حل کر سکتا ہے پھر انہوں نے حدیث پڑھی۔ من سب اصحابی فقد سبنی و من سبنی فقد سب اللہ اور یہ ثابت ہے کہ حضرت معاویہؓ حضرت علیؓ کی شان میں گستاخی کیا کرتے تھے۔ حضرت والا نے فوراً جواب دیا کہ یہ تو غیر صحابی کے لئے ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی بادشاہ یوں کہے کہ اگر کوئی ہمارے شہزادوں کو آنکھ بھر کر دیکھے گا تو ہم اس کی آنکھیں نکلوالیں گے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر شہزادے بھی آپس میں لڑیں گے تو ان کی بھی یہی سزا ہوگی چاہے اور کوئی سزا ہو مگر یہ سزا ہرگز مراد نہ ہوگی بلکہ مطلب یہ ہوگا کہ اگر کوئی غیر شخص تیز نظر سے دیکھے گا تو اس کے لئے یہ سزا ہے۔ جب اس کا ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو اپنی شرم اتارنے کے لئے ایک ہندو بنگالی بابو سے جو اس وقت وہاں بیٹھے ہوئے تھے طعن کے طور پر کہنے لگے کہ دیکھئے بابو صاحب ہمارے علماء ذہانت سے کام لیتے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا اور غالباً پکار کر فرمایا تو کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ غباوت سے کام لیا کریں اس پر وہ خاموش ہو گئے۔

چونکہ ان کو سب کے سامنے شرمندگی ہوئی اور بڑے آدمی تھے اس لئے حضرت والا نے بغایت حسن اخلاق اس کا کچھ تدارک فرمانا چاہا چونکہ وہ کچھ عملیات جانتے تھے اس لئے ان کی شرمندگی مٹانے کے لئے حضرت والا نے ان سے اپنی ایک احتیاج ظاہر کی کہ مجھے نیند بہت کم آتی ہے اس لئے کوئی عمل تجویز فرما دیجئے۔ اس فرمائش پر ان کی سب شرمندگی دھل گئی اور فوراً خوش ہو کر بولے کہ بہت اچھا میں پلیٹ پر کچھ لکھ کر بھیجدیا کرونگا اس کو پی لیا کیجئے گا۔ چنانچہ کئی روز تک ان کے پاس پلیٹ بھیجی گئی اور وہ پلیٹ لکھ کر بھیجتے رہے پھر تو ان کو حضرت والا سے اتنا تعلق ہو گیا کہ گاہ گاہ اچھی اچھی چیزیں بھی پکوا کر تحفۃً بھیجا کرتے۔

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میں کانپور میں ہمیشہ محلہ ٹپکا پور ہی میں رہا کیونکہ اس محلہ میں مدرسہ تھا۔ گو اس محلہ کے لوگ عموماً بہت آزاد اور بیباک مشہور تھے لیکن بہ نسبت اور محلہ کے

بہت سمجھ دار بھی تھے۔ میں ہمیشہ انہیں لوگوں میں رہا لیکن میرے ساتھ تو ان کا ہمیشہ نہایت محبت کا برتاؤ رہا۔ اس کی وجہ یہ بھی کہ میں بھی کسی امر میں ان کے ساتھ سختی نہ کرتا تھا اور کبھی میں نے ان سے کوئی طمع نہیں کی بلکہ خود ہی وہاں کے غرباء کی خاص خاص مواقع پر امداد کرتا رہتا تھا۔ ایک بار قحط پڑا تو حقوق جوار کی بناء پر میں نے کئی بار چندہ کر کے غرباء کو اناج اور کپڑا تقسیم کیا۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک بار چند عورتیں نیاز دلانے کے لئے جامع مسجد میں کہ اس وقت طلبہ بھی وہیں رہتے تھے جلیبیاں لائیں۔ طالب علم تو آزاد ہوتے ہی ہیں لیکر بلا نیاز دیے سب کھا پی گئے کیونکہ بقول حضرت والا انہیں تو نا ز تھا نیاز کیا دیتے۔ اس پر بڑی برہمی پھیلی۔ تمام عورتیں اپنے مردوں کو بلا لائیں۔ ایک طالب علم نے بڑی عقلمندی کی کہ فوراً حضرت والا کے پاس دوڑ کر اطلاع کی کہ جلدی چلئے وہاں تو ہنگامہ برپا ہو رہا ہے چنانچہ حضرت والا فوراً تشریف لے گئے اور اس وقت نہایت حسن تدبیر سے ہنگامہ کو فرو کیا اس طرح کہ دو چار طالب علموں کو تھپڑ لگائے اور خفا ہوئے کہ بلا اذن کسی کی چیز کھا لینا شرعاً جائز کہاں ہے؟ جب حضرت والا طالب علموں کو مارنے لگے تو پھر محلہ والے خود ہی ان کو بچانے لگے اور حمایت [illegible] پھر حضرت والا نے جلیبیوں کی قیمت پوچھ کر سب کھانے والوں سے ایک ایک پیسہ [illegible] جلیبیوں کی قیمت ادا کی اس سے سب خوش ہو گئے اور معاملہ وہیں کا وہیں رفع دفع ہو گیا [illegible] والا نے ان لوگوں کو سمجھا دیا کہ جتنی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں نیاز کے لئے [illegible] بھی انہوں نے حضرت والا کو تو وہابی نہ سمجھا ان طالب علموں ہی کو سمجھا۔ غرض اس قسم کے [illegible] محلہ والے حضرت والا کا دم بھرنے لگے تھے اور محلہ والے ہی [illegible] حضرت والا کی محبت اور عظمت جاگزیں ہو گئی تھی۔ کانپور کے قیام کے [illegible] تعلق کانپور کی تفصیلات معلوم فرمانے کے لئے باب شرف بیعت و [illegible] باب کو حضرت والا کے طرز تعلیم کے متعلق چند [illegible] عرض کر کے [illegible]

[illegible] حضرت والا کانپور تشریف [illegible]
[illegible] بذریعہ درس و تدریس اور مواعظ و تصنیف اور ارشاد [illegible]
[illegible] ۱۳۱۵ھ میں کانپور کا تعلق قطع فرما کر اپنے وطن تھانہ بھون [illegible]
حالات باب شرف بیعت و استفادہ باطنی میں درج کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

حضرت والا کا طرز تعلیم اس درجہ سلیس اور نفیس تھا کہ جو طالب علم دوچار سبق بھی حضرت والا سے پڑھ لیتا پھر کسی اور استاذ سے اس کی تسلی نہ ہوتی۔ چنانچہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میں جب پڑھاتا تھا تو اپنے اوپر بہت تعب برداشت کرکے پہلے سے سبق کی تقریر کو اپنے ذہن میں محفوظ کرلیتا تھا پھر پڑھاتا تھا اس لئے میری ساری تقریر نہایت سلیس اور سہل اور باترتیب ہوتی تھی جس کی وجہ سے مشکل سے مشکل مضامین بھی طالب علموں کے لئے بالکل پانی ہوجاتے تھے اور بآسانی ذہن نشین ہوجاتے تھے گو مجھ کو تو سہل کرکے تقریر کرنے میں بہت تعب ہوتا تھا لیکن طالب کو کسی مقام کے سمجھنے میں ذرا الجھن نہ ہوتی تھی چنانچہ صدرا میں ایک مشہور مقام ہے تمناد بالتکریر جو بہت ہی مشکل سمجھا جاتا ہے جب کتاب میں وہ مقام آیا تو میں نے قبل اس کے کہ طالب علم کو اس مقام کی اطلاع دوں اس کے مضمون کی ایک سلیس تقریر کردی لیکن یہ نہیں معلوم ہونے دیا کہ یہ تقریر کس مشکل مقام کے متعلق ہے بلکہ یوں ہی سرسری طور پر اس مضمون کی تقریر کردی۔ چونکہ میں نے بہت ہی سہل کرکے تقریر کی تھی طالب علم کی سمجھ میں خوب اچھی طرح آگئی۔ ان طالب علم کا نام مولوی فضل حق تھا وہی مدرسہ جامع العلوم سے سب سے پہلے فارغ التحصیل ہوئے اور بعد فراغ عرصہ تک قنوج میں مدرس بھی رہے جب انہوں نے اقرار کرلیا کہ میں خوب سمجھ گیا تب میں نے کہا کہ یہ وہی تو مقام تھا جس کو تمناد بالتکریر کہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ چونکتے ہوئے تو میں نے کہا بس اب اب نہ ڈرو اب تو پار ہوگئے۔ پھر میں نے پوچھا کہ اب بتاؤ یہ بھی کوئی مشکل مقام تھا۔ انہوں نے کہا ابھی ہم کو تو طلبہ نے اس سے بہت ہی ڈرا رکھا تھا لیکن یہ تو کچھ بھی مشکل نہ نکلا۔ اس پر میں نے یہ شعر پڑھا ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا — جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

مقام تو واقعی مشکل تھا لیکن میں نے اس کی تقریر ایسی بے فکری اور سلاست سے کی کہ نہایت سہولت کے ساتھ ان کی سمجھ میں آگئی۔ البتہ خود مجھ کو سہل کرکے بیان کرنے میں بہت تعب اٹھانا پڑا۔ دوسرے کا بوجھ میں نے اپنے اوپر لے لیا۔ اور میں پڑھانے میں ہمیشہ یہی کرتا تھا اور آجکل اساتذہ اپنے اوپر ذرا مشقت نہیں ڈالنا چاہتے۔ بات یہ ہے کہ شفقت نہیں۔ محض ضابطہ پرستی رہ گئی ہے۔ اتفاق سے مولوی فضل حق کے سالانہ تحریری امتحان میں تمناد بالتکریر کے متعلق سوال کیا گیا ممتحن مولانا عبد الغفار صاحب تھے جو کانپور کے ایک مشہور ذکی اور ذہین عالم تھے چونکہ مولوی فضل حق نے اس مقام کو مجھ سے اچھی طرح سمجھ لیا تھا اس لئے انہوں نے

Marfat.com

اس کی اسقدر اچھی تقریر لکھی کہ مولانا کو بہت پسند آئی اور اس کی بڑی تحسین فرمائی نیز حضرات مدرسہ نے بھی اس کو طالب علموں کے لئے اسقدر مفید سمجھا کہ اس کو مدرسہ میں محفوظ رکھ لیا گیا اور واقعی وہ اسی قابل تھی چنانچہ حال ہی میں میں نے اس کو بذریعہ مولانا سعید احمد صاحب لکھنوی جو کچھ دن ہوئے جامع العلوم کے مدرس اول تھے کاغذات میں تلاش بھی کرایا لیکن افسوس ہے وہ ملی ہی نہیں ورنہ وہ طالب علموں کے لئے بڑے کام کی چیز ہوتی اھ۔

احقر مولف نے اپنی اس موجودہ رخصت طویلہ میں حسب ایماء حضرت والا کچھ عربی پڑھنا شروع کیا تو حضرت والا نے فرمایا کہ مجھکو فرصت نہیں ہے نہ قوت ورنہ میں خود آپ کو پڑھاتا اور بہت جلد چل نکلتے بالخصوص منطق کی اگر ایک کتاب بھی مجھ سے پڑھ لی جاتی تو پھر کسی دوسری کتاب کی چنداں ضرورت باقی نہ رہتی اور منطق سے پوری مناسبت پیدا ہو جاتی اھ۔ حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے پڑھانے کے وقت ضرورت سے [illegible] صرف حل کتاب پر اکتفا کیا۔ زوائد سے طالب علموں کا بھی وقت ضائع نہیں کیا [illegible] مدرسین پر بھی رکھتا تھا بلکہ کبھی جا کر ان کے پڑھانے کی جانچ بھی کیا کرتا تھا [illegible] قابلیت کے اظہار کے لئے نکات و دقائق کی تقریریں کیا کرتے ہیں [illegible] کتاب [illegible] طالب میں بھی خلط ہو جاتا ہے۔ بعض یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ جب تک اس قسم کی تقریریں [illegible] عبارت کے متعلق طلبہ کی تسلی نہیں ہوتی لیکن طلبہ کی یہ تسلی دیکھنی چاہئے یا ان کا نفع [illegible] کہ محض کتاب کو بھی صرف حل کر دیا جائے کیونکہ استعداد اسی سے پیدا ہوتی ہے [illegible] پیدا ہو جائیگی تو پھر نکات و دقائق خود ہی سمجھ میں آنے لگیں گے لہذا استاد [illegible] چاہئے اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ جو نئے نئے طریقے [illegible] نکلے ہیں ان کی ضرورت نہیں بلکہ یہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

استعداد علمی حاصل ہو جائے گی اول یہ کہ جو سبق پڑھنا ہو اس کا مطالعہ ضرور کر لیا جائے اور مطالعہ کوئی مشکل کام نہیں کیونکہ مطالعہ کا مقصود صرف یہ ہے کہ معلومات اور مجہولات متمیز ہو جاویں۔ بس اس سے زیادہ کاوش نہ کرے۔ پھر سبق کو استاد سے اچھی طرح سمجھ کر پڑھ لے بلا سمجھے آگے نہ چلے اگر اس وقت استاد کی طبیعت حاضر نہ ہو تو کسی دوسرے وقت سمجھ لے اس کے بعد ایک بار خود بھی مطلب کی تقریر کرے۔ بس ان تینوں التزامات کے بعد پھر بےفکر رہے چاہے یاد رہے یا نہ رہے انشاء اللہ تعالیٰ استعداد ضرور پیدا ہو جائے گی یہ تینوں باتیں تو درجہ وجوب میں ہیں اور ایک بات درجہ استحباب میں ہے وہ یہ کہ کچھ آموختہ بھی روزانہ دوہرا لیا کرے اھ غرض حضرت والا فن درس و تدریس میں بھی یدطولیٰ رکھتے تھے بلکہ اب بھی مجلس شریف میں اکثر مضامین طلبہ کے کام کے بیان فرماتے رہتے ہیں اور ایسے ایسے نکات و دقائق علمیہ بیان ہوتے رہتے ہیں کہ بڑے بڑے اساتذہ ان سے مستفید ہو کر جاتے ہیں چنانچہ ایک بار جناب مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی مدت فیوضہم سے ان کے بعض احباب مدرسین نے کہا کہ تم تعطیلات میں تھانہ بھون کیوں جایا کرتے ہو وہیں رہ کر مطالعہ کتب کیوں نہیں کیا کرتے جس سے تمہاری معلومات علمیہ بڑھیں۔ مولانا محمد شفیع صاحب نے اس قول کو حضرت والا سے نقل کیا تو حضرت والا نے ان سے دریافت فرمایا کہ منافع باطنیہ کو تو خیر رہنے دیجئے یہ بتائیے کہ یہاں کے تعلق کے بعد کتابوں کے پڑھانے میں بھی آپ کو بہ نسبت پہلے کے کچھ اعانت ہوتی انہوں نے عرض کیا کہ حضرت بہت زیادہ اعانت ہوتی اور کھلا فرق محسوس ہوتا ہے فرمایا کہ بس اب اس کا جواب یہی دیدیا کیجئے کہ میں وہاں مطالعہ ہی کے لئے جایا کرتا ہوں۔ واقعات و حالات مذکورہ باب ہذا سے ناظرین نے اندازہ فرمالیا ہوگا کہ حضرت والا کو افاضہ علوم ظاہریہ میں بھی بفضلہ تعالیٰ مہارت تامہ حاصل ہے۔ اور گو اب عرصہ دراز سے زیادہ تر ارشاد و افاضہ باطنی میں مشغول ہیں لیکن علوم ظاہریہ سے اب تک غایت درجہ دلچسپی ہے اور قلب میں اہل علم کی اس قدر عظمت و محبت ہے کہ اپنے چھوٹوں کا بھی بہت ادب اور احترام فرماتے ہیں اور طالب علموں پر نہایت درجہ شفقت ہے۔ جب وہ دیوبند یا سہارنپور کے مدارس سے تعطیلوں میں کثرت سے آجاتے ہیں تو اپنے قواعد کو بھی کسی قدر نرم فرما دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک ہی طرفہ تو اپنی برادری ہے ان سے کیا قواعد برتے جائیں ہاں دوسری یہ بات ہے کہ کوئی اپنی اصلاح چاہنے لگے تو اس صورت میں البتہ سیاست ہی کی ضرورت ہوتی ہے جیسے اگر کوئی طبیب سے محض ملنے آئے تو اس کو شربت پلایا جاتا ہے اور اگر

Marfat.com

علاج کے لیے آئے تو پھر کڑوی کڑوی دوائیں دیکھاتی ہیں۔ اور پرہیز و کھانے بتائے جاتے ہیں۔ نیز حضرت والا ہمیشہ اپنے کو طالب علم کہہ کہکر تحدیث بالنعمت فرمایا کرتے ہیں۔ اور رسمی درویشی کے طالبوں سے فرما دیا کرتے ہیں کہ مجھے پیر جیوں والی درویشی نہیں آتی۔ میں تو ایک طالب علم ہوں مجھسے تو قرآن و حدیث کی باتیں پوچھی جائیں مجھے تو سیدھا سادھا قرآن و حدیث ہی آتا ہے۔ اور میں تو اسی کو اصل درویشی سمجھتا ہوں۔ نیز علماء کی اشد ضرورت ظاہر فرمایا کرتے ہیں۔ کہ انہیں کے وجود سے دین کا دارو مدار ہے۔ بلکہ یہاں تک فرمایا کرتے ہیں کہ صوفیہ سے زیادہ علماء کی ضرورت ہے۔ کیونکہ انہیں کی بدولت انتظام دین قائم ہے۔ ورنہ کسی کو احتمام دین اور ان کے حدود ہی کا پتہ نہ چلے درویشی تو اس کے بعد کی چیز ہے۔ اور بارہا فرمایا کرتے ہیں کہ میرے قلب میں محبت تو درویشوں کی [illegible] مگر عظمت علماء کی۔ اسی طرح حضرات فقہا کی خدمت دینی کی بے انتہا تعریفیں فرمایا کرتے ہیں اور نہایت درجہ عظمت و احترام کا اظہار فرمایا کرتے ہیں۔ اور فرمایا کرتے ہیں کہ [illegible] صوفیہ کا تو ادب بڑے بھائی کا سا ہے۔ اور حضرات فقہا کا ادب [illegible] اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی حضرات صوفیہ کے ساتھ چھوٹے بچے کا سا معلوم ہوتا ہے [illegible] فقہاء کے ساتھ بڑے لڑکے کا سا کہ جتنی تو بچے کی اچھی معلوم ہوتی ہیں [illegible] باتوں میں غیر مکلف ہی سمجھا جاتا ہے لیکن کام بڑے لڑکے ہی سے [illegible] حضرات فقہاء کو جزائے خیر دے رحمت فرمائے دین کی بڑی ہی خدمت کی ہے [illegible] دین کا راستہ بالکل صاف فرما گئے ہیں [illegible] قرآن و حدیث سے [illegible] ایسے ایسے اصول مقرر فرما گئے ہیں کہ قیامت تک کے لیے [illegible] ضرورت پیش آئے [illegible] آسانی [illegible]

[illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]

[illegible]

[illegible] حضرت والا [illegible]

[illegible]

دی جاتی تھی لیکن فارغ دینیات کے سند کے عنوان میں بجائے لفظ درسیات کے لفظ دینیات ہوتا تھا۔ دونوں کی مطبوعہ سند یکساں تھی جس میں الفاظ بالا کی جگہ چھوٹی ہوئی ہوتی تھی تاکہ جس کو جس قسم کی سند دینی ہو اس کے مناسب لفظ درسیات یا دینیات لکھ دیا جائے جیسا کہ منقولہ ذیل نمونۂ سند سے واضح ہوگا۔ وھو ھذا۔

سند البلاغ الی کمال الفراغ من الدرسیات او من الدینیات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض الملک القدوس العزیز الحکیم ۝ ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم آیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین ۝ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم ۝ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ۝ وبعد فیقول الفقیر الی اللہ تعالی محمد اشرف علی الحنفی التھانوی عفی عنہ ما صنع وما کبر ان اللہ سبحانہ وتعالی حیث ذکر فی ھذہ الآیۃ بعثۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم معلما للکتاب والسنۃ [illegible] وکفی بھذا التعریف [illegible] وان اصل العلوم ھو الکتاب والسنۃ [illegible] فی تفصیل بعض ما یحتاج الی القیاس واجماع الامۃ - ولکونھما باللغۃ العربیۃ افتقر الی الفنون الادبیۃ - وبحجۃ تشتت العقول مست الحاجۃ الی الاصول - ولاقامۃ الحجۃ والبرھان علی اھل الزیغ والطغیان - اضطر الی قدر من قواعد المیزان - فھذہ العلوم التی قد اشیر الی اقسامھا - [illegible] وبھا [illegible] منھا فی احیاء الدین - واقامۃ مراسم الحق والیقین - وما عدا ذلک من الفنون الفلسفیۃ - والخرافات [illegible] فھو فی نفسہ جھل وشین - وکذب ومین - وانما یقصد بالتحصیل لغرضین - [illegible] لا یتجاوز الطالب البحث عن الشر - یجتنب الضر کما قال [illegible] کان الناس یسألون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الخیر وکنت اسألہ عن الشر مخافۃ ان یدرکنی الخ فکان لسان [illegible] القائل بقولہ شعر عرفت الشر لا للشر لکن لتوقیہ - ومن لا یعرف الشر من الخیر یقع فیہ - وثانیھما ھو التحدی الی غیرہ دفع [illegible] والقاء [illegible] علیھم [illegible] ورد [illegible] بقسیھا

Marfat.com

وشجهم بعصيهم كما قيل شعر سلوا سلوف فلاسف بفلاسف ورضخوا هامات ال
فلاسفة فالاخذ منها [illegible] واشد (بالمعجمة) لكن فيه خطر والتوقي عنها
اسلم واسد (بالمهملة) [illegible] طريق المحذر وان احتى فى الله [illegible] قال ركب
الطريق الامثل [illegible] من الدرسيات) او الاسد [illegible] ان كان فارغا من الدرسيات
وسلكها بجهها [illegible] من جميع العلوم النافعة والذي هي
للريب (بالتحتية) رافعه (بمعنى المزيلة ان كان فارغا من الدرسيات) او للريب رافعه
(بمعنى المعلية ان كان فارغا من الدينيات) التي كتبها بيد [illegible]
وفي آخر هذه الورقة مذكورة مدة اقامة في هذه المدرسة التي هي [illegible]
تعالى معدنه للفضائل ومكسبه وهي من سنة [illegible] الى سنة [illegible]
في اوان تحصيل العلوم يقيم وظائف المدرسة والرسوم [illegible] من المدرسين [illegible]
والافتاء والوعظ بالسنة والقرآن فهو بحمد الله تعالى [illegible]
واخلاق جميلة حرى بان [illegible] بعمامة الفضيلة [illegible]
العظام اتباعا لسنة خير الانام عليه افضل التحية و [illegible]
در معارف عن الطبرانى قال الراوى كان رسول الله صلى الله عليه [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

سنۃ کذا بمقام کذا بعد ذکرا ۔ وھا قد حان انجاز الوعد فی عد الزبر ۔ ونختمھا بختم الاسطر (اسماء الکتب)

فارغین حدیث کو بھی سند دی جاتی تھی جو بصورت رسالہ مسمّی بہ سبع سیارہ طبع کرائی گئی تھی۔ اس میں صحاح ستہ اور مؤطا امام مالک کی سندیں مذکور تھیں۔ چونکہ وہ سند طویل ہے اس لئے اس کو یہاں نقل نہیں کیا جاتا۔ ہر قسم کے فارغین کو علاوہ سند کے دستار بھی دی جاتی تھی جس پر طالب علم کا نام مع مدرسہ و سن فراغ ریشم سے لکھا ہوا ہوتا تھا۔ پہلے حافظوں اور ناظرہ خوانوں کو دستار نہ دی جاتی تھی لیکن حضرت والا کو خیال ہوا کہ جب فارغین حدیث کو دستار دی جاتی ہے تو فارغین قرآن کو کیوں نہ دی جایا کرے چنانچہ پھر ان دونوں کو بھی دستار دی جانے لگی۔ معقولات کے اہم مسائل میں حضرت والا کی خاص رائے تھی جس کو بڑے بڑے اہل علم حضرات بھی بہت تحسین اور تصویب فرماتے تھے۔ ترک مدرسی کے بعد بھی قیام تھانہ بھون میں حضرت والا کا ایک عرصہ تک یہ معمول رہا کہ اپنے خاص تعلق والوں کو منطق کی کم از کم ابتدائی کتاب خود پڑھا دیتے تھے جس سے ان کو منطق سے پوری مناسبت پیدا ہو جاتی تھی۔ پھر دوسری کتابوں میں کہیں نہ رکتے تھے۔ حضرت والا نے کم فرصت طلبہ کے لئے ایک خاص مختصر نصاب بھی تجویز فرما دیا جس کا نام ضمان التکمیل فی زمان التعجیل ہے اس کے لئے دس نئی کتابیں بھی تصنیف کرنا پڑیں جن کے مجموعہ کا نام تلخیصات عشر ہے اور اپنے بعض اعزہ کو اس کے مطابق خود تعلیم دیکر اس کے کافی ہونے کا تجربہ بھی فرما لیا ہے ان سب واقعات اور حالات سے بخوبی ظاہر ہے کہ حضرت والا کو ترک تعلیم و تعلم اور اختیار درویشی کے بعد بھی علوم ظاہرہ سے کس قدر دلچسپی رہی اور رہتی ہے۔ اور دین کے لئے ان کو کس قدر ضروری قرار دیتے ہیں۔

باب نہم

"تلامذہ"

باب سابق کے مطالعہ سے ناظرین کو یہ اچھی طرح اندازہ ہو گیا ہو گا کہ حضرت حضرت والا نے پورے چودہ برس تک کانپور میں قیام فرما کر حسن و خوبی کے ساتھ درس و تدریس کے فیض کو جاری رکھا۔ اس دوران میں تقریباً ہر دور کے صدہا طلبہ نے حضرت والا سے علوم فاضلہ حاصل کئے

جن میں سے کثیر التعداد حضرات باقاعدہ فارغ التحصیل ہو کر جامع معقولات و منقولات ہوئے اور ان سے زیادہ تعداد میں اہل علم حضرات نے سند حدیث حاصل کی۔ تلامذہ کی کل تعداد تو معلوم ہو نہ سکی اور بوجہ کثرت کے معلوم بھی نہیں ہو سکتی لیکن مدرسہ جامع العلوم کانپور کے دفتر سے حضرت والا کی صدر مدرسی کے زمانے کے فارغین کے اسمائے گرامی معلوم کر کے ان کی ایک فہرست سوانح ہذا کے آخر میں ملحق کر دی گئی ہے۔ اور بعد والوں کی تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ ان فارغین میں سے بعض مخصوص حضرات خاص طور سے قابل ذکر ہیں جن کا ذیل میں بقدر ضرورت تعارف کرایا جاتا ہے۔

(۱) جناب مولانا مولوی محمد اسحٰق صاحب بردوانی مدت فیوضہم العالیہ۔

آپ بڑے جید عالم ہیں حضرت والا نے بوقت ترک مدرسی مدرسہ جامع العلوم کانپور سے آپ ہی کو اپنا جانشین اور مدرس اول بنایا تھا۔ آپ مدرسہ کو ایک مدت تک حضرت والا ہی کے انداز خاص پر چلاتے رہے۔ پھر مدرسہ عالیہ کلکتہ میں مدرس ہو کر تشریف لے گئے وہاں سے مدرسہ عالیہ ڈھاکہ میں خدمات منتقل ہو گئیں۔ اور کم و بیش پچیس [illegible] وہیں سے پنشن یاب ہوئے۔

اب طالبان علوم دینیہ کو [illegible] درس دینے میں مشغول ہیں۔ [illegible] قوی ہے کہ دوران قیام کانپور میں [illegible] صرف چھ مہینے [illegible] حفظ فرمالیا اور جب کتب درسیہ پڑھاتے تو جو تقریر [illegible] جس انداز سے حضرت والا کی زبان مبارک سے [illegible] ذوق و شوق سے [illegible] حضرت والا [illegible] مشہور کتب [illegible] حفظ کرلی تھی [illegible] محفوظ رہے۔ حضرت والا نے [illegible] فیض [illegible]

(۲) جناب [illegible]

آپ [illegible]

[illegible]

افتاء کا کام بھی نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ کیونکہ علم فقہ سے ان کو خاص مناسبت تھی۔ جب جناب مولانا مولوی محمد اسحٰق صاحب مدرسہ عالیہ کلکتہ تشریف لے گئے تو کچھ دن بعد ان کو بھی وہیں بڑے مشاہرہ پر بلا لیا۔ زیادہ عمر نہ پائی مرض فالج میں انتقال فرما گئے۔ اعلی اللہ تعالیٰ درجاتہ فی الجنۃ۔

(۳) جناب مولانا مولوی احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن فتحپور ضلع بارہ بنکی۔

آپ بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ حضرت والا کے سب سے پہلے خلیفہ مجاز تھے۔ فقہ سے بہت ہی زیادہ مناسبت رکھتے تھے یہاں تک کہ بعض سوالات فقہیہ دریافت کرنے پر حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز نے بھی تعریف فرمائی کہ ان کو فقہ سے اچھی مناسبت ہے ان کی مہارت فقہیہ اسی سے ظاہر ہے کہ بہشتی زیور کے اول کے پانچ حصے باہم حضرت والا انہیں کے تحریر فرمائے ہوئے ہیں جن سے ہزارہا مسلمان مرد اور عورتیں فیضیاب ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ اور امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ تا قیامت ہوتے رہیں گے قبل تکمیل بہشتی زیور انتقال فرما گئے بہت کم عمر پائی ورنہ ان سے بڑا فیض پہنچتا۔ اعلی اللہ تعالیٰ درجاتہ فی الجنۃ

(۴) جناب مولانا مولوی صادق الیقین صاحب کرسوی رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ بڑے عالم باعمل اور نہایت لطیف الطبع ذہین و ذکی الحس تھے۔ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز کے خلیفہ مجاز تھے۔ اور تقویٰ کا بہت زیادہ اہتمام تھا۔ یہاں تک کہ ایک بار حضرت والا سے عرض کیا کہ مجھے اس کا اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کہیں اس پر مواخذہ نہ فرمائیں کہ تو اتنا زیادہ متقی کیوں تھا۔ گو پیرزادے تھے لیکن بدعات و رسوم سے بہت نفور تھے۔ یہاں تک کہ مولود شریف کے مسئلہ میں اپنے والد ماجد سے متفق نہ تھا مگر ان کو ادب مانع ہوتا تھا۔ حضرت والا نے ان کے والد ماجد کو ایک نہایت ہی مؤثر خط لکھا جس میں اس مسئلہ کی تحقیق نہایت نرم عنوان اور بہت مفصل اور مدلل کر کے تحریر فرمائی۔ اور سب خلافت دور ہو گیا حضرت مولانا گنگوہی بھی اس اصلاح سے بہت مسرور ہوئے۔ اور حضرت والا کو مبارکباد دی۔ وہ خط مکتوب محبوب القلوب کے نام سے شائع بھی ہو چکا ہے۔ یہ ادا ختم بالخصوص طہارت کے مسائل میں بہت اہتمام تھا اسی وجہ سے بہت تکلیف اٹھاتے تھے ... حضرت والا ... ان کے ... الہامی ہدایات کے متحمل نہیں ... اس لئے ہرگز مناسب نہیں سمجھا چنانچہ ان کو ... تھا اس لئے ... آ کر ... ہو گیا۔ اور امراض گوناگوں لاحق ہو گئے جن سے بعجلت انتقال فرما گئے۔

Marfat.com

کچھ تعلل واقع ہونے لگا تو پھر بہت پچھتاتے تھے۔ اور حضرت والا سے عرض کرتے تھے کہ اگر ایک بار صحت ہوگئی تو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بہت آرام سے رہا کروں گا۔ اور خوب کھایا پیا کروں گا لیکن افسوس اچھے کہاں نصیب نہ ہوئے اور جوانی ہی میں انتقال فرما گئے۔ اعلی اللہ تعالیٰ درجاتہ فی الجنۃ

(۵) جناب مولانا مولوی فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن بارہ ضلع الہ آباد

آپ حضرت والا کے تلامذہ میں سب سے پہلے فارغ التحصیل تھے۔ نہایت قابل عالم تھے سالانہ امتحان میں "مثناۃ بالتکریر" کی ایسی اچھی تقریر لکھی تھی کہ ممتحن اور حضرات مدرسہ نے بہت پسند فرمائی۔ یہاں تک کہ مدرسہ میں محفوظ رکھ لی گئی۔ ایک عرصہ تک قنوج میں مدرس رہ کر انتقال فرما گئے اعلی اللہ تعالیٰ درجاتہ فی الجنۃ۔

(۶) جناب مولانا مولوی شاہ لطف رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن [illegible]

شاہ صاحب نہایت ذہین و ذکی اور فہیم و عاقل اور ذی استعداد عالم اور نہایت قوی الحال ذاکر و شاغل درویش تھے۔ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز سے بذریعہ خط بیعت ہوئے تھے تعلیم حضرت والا ہی کے سپرد فرمائی گئی تھی۔ حضرت والا کے [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

کی استعداد علمی بہت اعلیٰ پایہ کی ہے۔ حضرت والا کے مواعظ کو تقریر کی روانی کے وقت بھی بلا تکلف قلم برداشتہ عربی عبارت میں ضبط کرتے چلے جاتے ہیں۔ کیونکہ عربی الفاظ بہت جامع اور مختصر ہوتے ہیں۔ پھر بعد کو اس کی اردو کر لیتے ہیں۔ آپ نے مناجات مقبول کے عربی حصّہ کا اردو ترجمہ ایسا نفیس اور معنی خیز کیا ہے کہ حضرت والا اس کی اکثر تعریف فرمایا کرتے ہیں۔ اور فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے بارہا اس کا تجربہ کیا کہ اول خود اپنے ذہن میں اس کے کسی فقرہ کا ترجمہ سوچا۔ پھر حکیم صاحب کے ترجمہ سے ملایا تو ہمیشہ حکیم ہی صاحب کے ترجمہ کو بڑھا ہوا پایا۔

سب سے پہلے حضرت والا کے مواعظ کو قلمبند کرنا آپ ہی نے شروع فرمایا تھا۔ جو امت مرحومہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ثابت ہوا۔ اور پھر صدہا مواعظ قلمبند ہو کر شائع ہوئے جس سے مسلمانوں کو اتنا نفع ہوا کہ بیان میں نہیں آ سکتا۔ آپ کے قلمبند کئے ہوئے مواعظ بھی کثیر تعداد میں ہیں۔ آپ نے حضرت والا کی مشہور تصنیف "الانتباہات المفیدہ عن الاشتباہات الجدیدہ" کی جو نو تعلیم یافتوں کے شبہات کے رد میں لاجواب کتاب ہے۔ ایک نہایت نفیس شرح بھی تحریر فرمائی ہے جس سے آپ کی قابلیت اور علوم عقلیہ میں مہارت بخوبی واضح ہے۔ آپ نے حضرت والا کے رسالہ شوق وطن کی بھی تسہیل فرمائی ہے۔ آپ فن طب کے بھی ماہر ہیں۔ اور میرٹھ کے ایک مشہور اور حاذق طبیب ہیں۔ اور بہت سے نافع اور عجیب و غریب مرکبات کے موجد ہیں۔ آپ نہایت لطیف الطبع اور ذکی الحس ہیں۔ یہاں تک کہ بعض اوقات کسی کی کشش تحریر ہی سے اخلاق اور مزاج کی کیفیت معلوم فرما لیتے ہیں۔ اور فاسق و متقی کے قارورول میں فرق محسوس فرما لیتے ہیں بہشتی زیور کے حصہ نہم اور بہشتی گوہر میں سب اصناف کے امراض کے متعلق اپنے خاص خاص مجربات بے دریغ تحریر فرما کر اور نہایت مفید مفید معالجات و تدبیرات طبیہ درج فرما کر آپ نے مسلمانوں پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ کیونکہ ان سے صدہا مریض صحتیاب ہوئے ہیں۔ جزاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین خیر الجزاء۔ طبی جوہر میں بمشورہ حضرت والا ادویہ مختلفہ کی حلت و حرمت کے متعلق احکام شرعیہ لکھ کر ایک بہت بڑی کمی کو پورا فرما دیا ہے۔ آپ اور بھی بہت سی کتب مفیدہ کے مصنف ہیں۔ مثلاً معلومات اشرفیہ۔ مجالس الحکمت۔ امثال عبرت وغیرہ۔ آپ اعلیٰ درجہ کے طبیب روحانی بھی ہیں۔ اور حضرت والا کے ارشد خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کو تقویٰ کا بہت ہی اہتمام ہے۔ اور دقیق دقیق شوائب نفس پر نظر ہے۔ صدق و خلوص آپ کا شعار اور عبدیت و انکسار آپ کا حال ہے۔ سفر میں موٹر چلانے والے بے نمازی کے وقت جب کسی طرح موٹر نہ روکا تو حکیم صاحب

Marfat.com

چلتی موٹر سے کودنے کیلئے تیار ہو گئے لیکن خدا کی شان موٹر میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی اور خود بخود رک گیا اور اس طرح بفضلہ تعالیٰ حکیم صاحب کی برکت سے سب سواریوں کو اطمینان سے نماز پڑھنے کا موقع مل گیا۔ آپ کارہائے خیر کے بہت حریص ہیں طلبہ اور مساکین کا نہایت توجہ کے ساتھ مفت علاج کرتے ہیں نیز اپنے شناسا عازمان حج کو سفر میں کام آنیوالی دوائیں اور بعض دیگر کار آمد اشیا مثلاً سمت کعبہ معلوم کرنیکا نقشہ وغیرہ اکثر ہدیۃً عطا فرماتے رہتے ہیں اور حقوق جوار و احباب کا بہت لحاظ فرماتے ہیں۔ بڑی عمر میں کلام مجید حفظ فرمایا اور حافظوں کو لقمہ دینے میں خاص طور سے ماہر ہیں غرض آپکی ذات والا صفات مجموعۂ کمالات جلیلہ اور مخزن اوصاف جمیلہ ہے۔ اللھم ادم نفعہ وعمرہ

(۸) جناب مولانا مولوی سید اسحٰق علی صاحب کانپوری دامت فیوضہم العالیہ

آپ نہایت قابل اور ذی استعداد مدرسین میں سے ہیں اور الہ آباد یونیورسٹی میں بڑے مشاہرہ پر عربی کے پروفیسر ہیں آپ نہایت سلیم الفطرت اور متواضع صاحب نسبت بزرگ اور حضرت والا کے خلیفہ مجاز ہیں۔ حج بیت اللہ جانے سے قبل حضرت والا کو ایک ایسا عریضہ لکھا تھا جس کے لفظ لفظ سے اشتیاق اور اس کے ساتھ ہی عبدیت کاملہ مترشح ہوتا تھا اور یہ شعر بھی نہایت خجلت و ندامت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا ؎

بطواف کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند
تو بروں در چہ کردی کہ درون خانہ آئی

اور لکھا تھا کہ اس حالت میں حاضری بیت اللہ کی ہمت تو نہیں پڑتی لیکن فریضہ حج کی ادائیگی ضروری ہے لہذا سرنگوں جا رہا ہوں۔ اللھم ادم فیضہ وعمرہ ونعمہ

(۹) جناب مولانا مولوی مظہر الحق صاحب ساکن [illegible] ضلع [illegible] رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے ادیب و ناظم و شاعر عربی و فارسی زبان کے تھے بکمال [illegible] عبادت [illegible]

(۱۰) جناب مولانا مولوی سید [illegible] صاحب [illegible] رحمۃ اللہ علیہ

آپ ریاست گوالیار میں ایک عہدہ پر ممتاز تھے [illegible] آپ [illegible] کاموں میں حصہ لے کر دین کی بڑی خدمت کی [illegible]

نوٹ۔ یہ دونوں حضرات کاملین [illegible]

اب آخر میں جناب مولانا مولوی [illegible] صاحب تھانوی [illegible]

[illegible]

ناچیز پر فائز فرمائی ہیں ایک نعمت عظمیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بچپن کے زمانہ میں جبکہ میری عمر ۱۲-۱۳ سال کے درمیان تھی حضرت حکیم الامت مجدد الملت دامت برکاتہم سے شرف تلمذ عطا فرمایا۔ اس زمانہ میں حضرت والا بعد نماز مغرب اور اکثر بعد نماز فجر چند طلبہ کو جن میں برادرم مرحوم مولانا سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیادہ مقصود تھے تجوید قرآن کی مشق کرایا کرتے تھے۔ یہ کمترین بھی مشق تجوید میں شریک ہوتا تھا اور رسالہ منتظم الطبع سبقاً سبقاً حضرت والا سے بھائی صاحب مرحوم کے ساتھ پڑھا اور کچھ حصہ المکررہ کا بھی پڑھا ہے۔ اسی زمانہ میں مولانا استاذنا مولوی محمد عبداللہ صاحب مرحوم گنگوہی اور بھائی صاحب مرحوم بعد نماز عصر کے مثنوی شریف حضرت سے پڑھتے تھے یہ ناچیز بھی بالالتزام اس درس میں شریک ہوتا تھا پھر جب مولانا محمد عبداللہ صاحب مرحوم کچھ عرصہ کیلئے مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون سے حضرت اکمل حضرت قطب عالم مولانا گنگوہی کی خدمت میں رہنے کیلئے گنگوہ چلے گئے تو بندہ کے اسباق عربی میں تلخیصات العشر کا سبق حضرت حکیم الامت دام مجدہم کے پاس ہونے لگا بقیہ اسباق بھائی صاحب مرحوم کے پاس ہوتے تھے تلخیصات العشر میں سے تلخیص المنار مع المداد اور تلخیص المفتاح و تلخیص ہدایۃ الحکمت مع درایۃ العصمۃ و تلخیص المرقاۃ و تلخیص البدایۃ للغزالی و عشرہ طریق تلخیص ناۃ درس کا حضرت سے پڑھنا بخوبی یاد ہے بقیہ حصہ کبھی خیال ہے کہ حضرت ہی سے احقر نے پڑھا ہے۔

برادرم مرحوم مولانا سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نصاب ضمان التکمیل کی تکمیل حضرت ہی کی خدمت میں کی تیسیر الاصول۔ اور توضیح و تلویح اور شرح عقائد نسفی جلالین شریف وغیرہ اس نصاب کی بڑی کتابیں اور کچھ کتابیں درس نظامی کی میرے سامنے حضرت سے انہوں نے پڑھی ہیں اور مثنوی شریف کی چند جلدیں بھی سبقاً سبقاً پڑھی تھیں یہ یاد نہیں کہ ۶ دفتر پورے ہو گئے تھے یا نہیں۔

محترمی و مکرمی جناب ماموں مظہر علی صاحب مظہر تھانوی حال اسسٹنٹ ڈائرکٹر سی۔آئی۔ڈی نے بھی حضرت سے نصاب ضمان التکمیل پڑھا ہے اور بہت اچھی طرح پورا پڑھا ہے کہ سفر و حضر میں حضرت کے ساتھ رہتے اور انکی خداداد ذہانت سے درس کیوقت حضرت بعض وقت بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ خدا کرے کہ یہ زمانہ پھر اپنا رنگ دکھلائے اور ممدوح موصوف پھر علوم اسلامیہ عربیہ و احادیث نبویہ کے مشتاق ہو کر اپنے علمی مرکز کی طرف واپس آجائیں تاکہ حضرت والا نے جو تخم لگایا ہے وہ بارآور ہو اور اسکے ثمرات دنیا اور آخرت میں نمایاں ہوں آمین والسلام ظفر احمد عفا عنہ منتقر

غرض حضرت والا کے تلامذہ میں بڑے بڑے ذی استعداد اور بڑے بڑے تنخواہ دار جامع ظاہر و باطن اہل کمال ہوئے ہیں لیکن حضرت والا کو اپنے شاگردوں سے بعد ذیہ بت شفقت کا تعلق ہے کہ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ اتنا تعلق مجھکو اپنے معتقدین سے نہیں کیونکہ معتقدین سے تنی طبعیت کھلی ہوئی نہیں جتنی شاگردوں سے طبعیت کھلی ہوئی ہے اور بحکم اللطبع حضرت والا کے شاگردوں کو بھی حضرت والا کے ساتھ اپنے طالبعلمی کے زمانہ سے محبت بدرجہ عشق ہے۔

Marfat.com

غرض بڑے خوش قسمت ہیں وہ حضرات جنکو حضرت والا سے شرف تلمذ حاصل ہے، فطوبیٰ لہم وھنیئاً لہم

باب دہم

"مواعظ حسنہ"

یہ ظاہر ہے کہ وعظ گوئی یا بالفاظ دیگر تبلیغ احکام الٰہیہ کا کام انبیاء علیہم السلام کی ہم نشینی [illegible] ہے لہٰذا جن حضرات علماء کرام کو ورثۃ الانبیاء بنا کر دنیا میں بھیجا جاتا ہے انکے اندر بھی حق تعالیٰ کیطرف سے یہ صفت خاص بدو فطرت ہی سے ودیعت فرما دیجاتی ہے بالخصوص ایک حکیم امت اور مجدد ملت میں تو اس صفت کا [illegible] ہی ضروری تھا چنانچہ حضرت والا میں بفضلہ تعالیٰ وعظ گوئی کا خدا داد ملکہ ابتدا ہی سے موجود تھا [illegible] ہی سے شروع ہو گئے تھے چنانچہ حضرت والا کا یہ ایک بچپن کا کھیل تھا کہ بھائی [illegible] خطبہ کے طور پر کچھ پڑھ پڑھا کر اتر آتے جیسا کہ باب طفولیت میں مذکور ہو چکا ہے اور [illegible] حضرت والا کا [illegible] ہونا ایسا ظاہر و باہر ہے کہ اس امر مشاہد پر دلائل قائم کرنے کی بھی قطعاً ضرورت نہیں [illegible] آفتاب کیونکہ ایک دنیا اس کا مشاہدہ کر رہی ہے اور اس کی تصدیق کر چکی ہے۔

چنانچہ صدہا مواعظ حضرت والا کے مطبوعہ صورت میں موجود ہیں [illegible] بآسانی تصدیق کر سکتا ہے حالانکہ ان میں حضرت والا کے پورے الفاظ [illegible] اس درجہ روانی ہوتی ہے کہ کوئی کتنا ہی زود نویس کیوں نہ ہو [illegible] خاص حضرت والا کی زبان فیض ترجمان سے [illegible] ہوتا ہے اس کا لطف کچھ [illegible]

[illegible]

حضرت والا کے مواعظ [illegible]

[illegible]

[illegible]

شوق تھا۔ طالبعلمی کے زمانہ میں حضرت والا نے اپنے ہم سبق کی ایک جماعت قائم کرکے ہر شب جمعہ کو نوبت بہ نوبت وعظ گوئی کی مشق کا انتظام فرمایا تھا گو اس انجمن کا کوئی نام نہ تھا لیکن کام باقاعدہ ہوتا تھا۔ آجکل کی انجمنوں کی طرح نہیں کہ نام تو لمبا چوڑا اور کام دیکھو تو برائے نام اور بہت تھوڑا۔ اس سلسلہ میں حضرت والا کے بہت سے وعظ مدرسہ دیوبند میں ہوتے رہے۔

حضرت والا کا نکاح طالب علمی ہی کے زمانہ میں ہوگیا تھا۔ اس تقریب میں جب تھانہ بھون تشریف لانا ہوا تو حضرت والا کے والد ماجد نے حضرت کے ماموں جناب منشی واجد علی صاحب سے جمعہ کے روز جامع مسجد میں جانے کے وقت فرمایا کہ میں تو مشغولی کے سبب حوض والی مسجد میں جمعہ پڑھونگا۔ تم آج جامع مسجد میں اس سے بعد نماز جمعہ وعظ کہلوانا۔ انہوں نے حضرت والا سے کہا تو حضرت والا نے مارے شرم کے انکار کردیا لیکن انہوں نے نہ مانا اور خود بخود وعظ کا اعلان کردیا پھر تو مجبوراً حضرت والا کو وعظ کہنا ہی پڑا لیکن فرماتے تھے کہ مجھے اتنی شرم آئی کہ ممبر پر بھی نہیں بیٹھا بلکہ نیچے بیٹھکر اور نظریں نیچی کئے ہوئے سورہ بقر کی شروع آیات کا وعظ بیان فرمایا۔

حضرت والا نے اس کے بعد ہی قریب زمانہ میں خواب دیکھا کہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب محدث تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جن کو انتقال فرمائے تقریباً دو سال گذر گئے تھے ایک موضع دوہیڑہ جو مظفر نگر اور جھنجھانہ کے درمیان واقع ہے اور جہاں حضرت مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد و مریدین تھے وہاں مسجد کے سامنے برگد کے نیچے جو اب تک موجود ہے ایک پلنگ کے اوپر تشریف فرما ہیں۔ حضرت والا بہت اشتیاق کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے اور پاس جا بیٹھے اور عرض کیا کہ حضرت مجھ کو آپ کے انتقال کا بہت صدمہ ہے اور واقعی ایسا ہی تھا۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ مجھکو تو جو توجہ تمہارے ساتھ حالت حیات میں تھی وہی اب بھی ہے۔ پھر مولانا نے خواب ہی میں فرمایا کہ ہم نے سنا ہے کہ تمہاری شادی ہوگئی ہے؟ حضرت والا نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ فرمایا مبارک ہو۔ اھ۔ چونکہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ بڑے مشہور و معروف علامہ اور شیخ کامل تھے۔ اور تھانہ بھون میں اکثر وعظ فرمایا کرتے تھے اس لئے حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ ظن غالب میرے وعظ کہنے ہی کی وجہ سے مجھکو خواب میں مولانا کی زیارت ہوئی۔

علاوہ طالب علمی کے خاص مشقی وعظوں کے حضرت والا کا سب سے پہلے عام وعظ غالباً یہی تھا جو بہ فرمائش والد ماجد جامع مسجد تھانہ بھون میں بہ عمر تخمیناً اٹھارہ سال فرمایا گیا۔ پھر تو ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ جب خسرال میں بمقام گنگوہ پہونچے اور اتفاق سے وہ زمانہ حضرت شیخ

Marfat.com

عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کا تھا تو وہاں بھی لوگوں نے بہ اصرار وعظ کہلوایا جس میں بڑے بڑے پیرزادے بھی شریک تھے۔ حضرت والا نے اول خوب جوش وخروش کے ساتھ حضرات اولیاء اللہ کے فضائل بیان فرمائے۔ پھر بدعات کا رد فرمایا اور سماع مروج کی مضرت بیان فرمائی۔ چونکہ حضرت والا کو اس زمانہ نوعمری میں بھی سب لوگ بہت وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے یہاں تک کہ باوجود اختلاف مشرب نماز بھی حضرت والا ہی سے پڑھواتے تھے اس لئے کسی نے برا نہ مانا اور برابر بیٹھے سنتے رہے۔ جب حضرت والا مغرب کی نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے اس وقت البتہ ایک پیر جی نے صف سے جدا ہو کر اپنی نماز الگ پڑھی۔ بعد نماز ایک صاحب نے ان سے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ یہ بزرگوں کو برا کہتے ہیں۔ اس لئے ہم نے ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔ پوچھا گیا کہ کون سے بزرگ کو برا کہا۔ بزرگوں کے تو فضائل ہی بیان کئے گئے تھے۔ کہا کہ ڈھولکی کو برا کہا ہے۔ پوچھا گیا کہ کیا ڈھولکی تمہاری بزرگ ہے۔ کہا ہاں ڈھولکی ہماری بزرگ ہے۔ اس پر بڑا قہقہہ ہوا۔ انہوں نے جوش میں آکر یہاں تک کہہ ڈالا کہ اگر جبرئیل علیہ السلام بھی آکر اس کے خلاف کہیں گے تب بھی میں نہ مانوں گا۔ اس پر سب لوگوں نے بلکہ خود پیرزادوں نے بھی ان کو بہت برا بھلا کہا اور کہا کہ یہ حضرات علماء [illegible] حق ہے کہ شریعت کے احکام ہم کو بتائیں۔ صوفیوں نے ہمیشہ شریعت کا ادب کیا ہے اور احکام شریعت کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کیا ہے اور کبھی مزاحمت نہیں کی الخ۔ غرض پیرزادوں نے بھی حضرت ہی کی حمایت کی۔ پھر ان معترض صاحب نے اور لوگوں سے پوچھا کہ [illegible] کی بھی زیارت کی تھی؟ معلوم ہوا کہ تھی۔ تو کہا نہ ہوں آکر حضرت والا سے معافی چاہی۔ حضرت والا اس واقعہ کو نقل فرمایا کرتے ہیں کہ پہلے زمانہ کے پیرزادے بھی بہت غنیمت تھے ہو کر [illegible] اللہ کرنے والے تھے گو غلطیوں میں مبتلا تھے مگر اللہ کے نام لینے کی برکت تھی [illegible] دوکانداری ہی ہیں۔

حضرت والا نے وعظ کہنے میں کبھی کسی قسم کا معاوضہ [illegible]

[illegible] نماز پیرزادی [illegible] سے کبھی اعراض فرمایا تھا [illegible]

خاں صاحب کی صاحبزادی صفیہ بیگم نے حضرت والا سے [illegible]

ارقم پیش کی۔ حضرت والا نے صاف انکار فرمایا انہوں نے عرض کیا کہ [illegible]

حضرت کو معاوضہ ہی کی [illegible] والوں [illegible]

کھلانے کی ہمت نہ ہوگی۔ پھر عرض کیا کہ کھانا نوش فرما لیجئے اس پر ارشاد فرمایا کہ گھر بھیج دیجئے تاکہ اس میں بھی معاوضہ کی سی صورت نہ پیدا ہو۔ کیونکہ میں مہمان دوسری جگہ ہوں۔ اور یہ بھی ان کی خاطر تھی کیونکہ ان کا مخلص ہونا ان کے قدیم برتاؤ سے معلوم تھا۔

حضرت والا جہاں سفر فرماتے وعظ ضرور فرماتے اور فرمایا کرتے کہ بلا وعظ کہے کسی جگہ جا کر روٹیاں کھانے میں شرم آتی ہے۔ حضرت والا نے کبھی کسی خاص شخص کا فرمائشی مضمون وعظ میں نہیں اختیار فرمایا بلکہ منجانب اللہ عین وقت پر جو مضمون قلب میں وارد ہوا اسی کو بیان فرما دیا۔ البتہ اگر دوران وعظ میں فرمائشی مضمون ہی کے بیان کی ضرورت محسوس ہوئی یا اتفاقاً وہی مضمون معرض بیان میں آگیا تو اور بات ہے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے یہ فرمائش کی کہ وعظ میں ذرا ... والوں کی بھی خبر لیجئے گا۔ فرمایا کہ میں کسی کی خبر نہیں لیتا یہ میری عادت کے خلاف ہے۔ جو میری سمجھ میں آئیگا بیان کروں گا۔ بعض جگہ دو مدرسہ والوں میں باہم کشاکشی تھی۔ وہاں بھی رفع اختلافات کے لئے وعظ کہلوانا چاہا۔ لیکن حضرت والا نے اس مضمون پر کچھ بیان نہ فرمایا کیونکہ اختلافیات کے متعلق بیان کرنے میں یہ خرابی ہے کہ جب فریق کے خلاف روئے سخن ہوگا وہ سمجھے گا کہ یہ دوسرے فریق کی طرفداری کر رہے ہیں اور یہ خیال ہوگا کہ ان لوگوں نے اپنی طرف کر لیا ہے۔ بجائے نفع کے ضرر ہو۔ اور فرمایا کرتے ہیں کہ وعظ میں سوائے مصلحت عامہ کے اور کوئی غرض نہ ہونی چاہئے۔ اور فرمائشی مضامین اکثر اغراض خاصہ پر مبنی ہوتے ہیں لہذا ان کا برا اثر ہوتا ہے۔

حضرت والا نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جیسا ہو سکتا ہے برا بھلا بیان کر لیتا ہوں پہلے سے سوچنے یا کتاب دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوتا جو کچھ بیان ہوتا ہے وہ وقتی واردات ہوتے ہیں اسی لئے یہ آمد ہے۔ ایک دفعہ مجھے خیال پیدا ہو گیا کہ مجھ میں کچھ قوت بیانیہ یا خداداد ... کی سی بھی نظر کچھ ... لیتا ہوں اسکے بعد ایک دن کرسی خام میں وعظ کہنے بیٹھا تو مطلق نہ چل سکا بہتیرا سوچا ساچا کہ پھر سنبھال کر بیان کرنا چاہا مگر کچھ بیان نہ ہو سکا اور بالکل تقریر نہ چل سکی۔ کوئی مضمون ہی ذہن میں نہ آیا آیت پڑھ کر اس کا ترجمہ کیا بس پھر طبیعت بند مرادفات بڑھا کر ترجمہ کو کھینچا ... کہ کچھ طبیعت کھلے اور آگے کو سلسلہ چلے لیکن اس سے بھی کچھ نہ ہوا مجبور ہو کر میں نے چاہا کہ لاؤ کوئی مضمون پہلے کا بیان کیا ہوا ہی بیان کر دوں کیونکہ بہت سے مضامین پہلے بیان کئے ہوئے کچھ یاد بھی تھے اور چھپے ہوئے بھی رکھے تھے لیکن اس وقت کوئی ایسا مضمون بھی یاد نہ آتا تھا اور ذہن کچھ کام ہی نہیں دیتا تھا۔ سبب مجھے معلوم ہو گیا کہ اس وقت مجھ کو ذرا ...

Marfat.com

قدرت ہی نہیں رہی لہذا مجبور ہو کر میں نے مجمع سے کہہ دیا کہ صاحبو اس وقت کوئی مضمون ہی ذہن میں نہیں آتا کیا بیان کروں بس آپ دعا کیجئے۔ چنانچہ دعا کر کے بیان ختم کر دیا۔ شروع کرنے سے پہلے ہی ختم کر دیا۔ شرم بھی آئی کہ وعظ کا سامان فرش چوکی وغیرہ سب کچھ ہوا لوگ بھی وعظ سننے کے لئے بہت اشتیاق کے ساتھ جمع ہوئے لیکن مجھ سے کچھ بیان ہی نہ ہو سکا سب کو تعجب تھا کیونکہ ایسا کبھی ہوا ہی نہ تھا لیکن مجھے کچھ بھی تعجب نہ تھا کیونکہ مجھ کو معلوم تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ نے میرے ناز کا علاج کیا ہے اور میرے اس خطرہ کا جواب دیا ہے جو مجھکو اس واقعہ سے قبل کبھی کبھی گذرتا تھا کہ مجھے بیان پر قدرت حاصل ہے اللہ تعالےٰ نے دکھلا دیا کہ یہ سب ہماری توفیق ہے ورنہ تمہیں کچھ بھی قدرت حاصل نہیں چنانچہ میں نے اس خیال سے توبہ کی بس پھر کبھی ایسا نہیں ہوا عمر بھر میں ایک ہی مرتبہ یہ صورت پیش ہوئی اللہ تعالیٰ نے عمر بھر کے لئے سبق دیدیا تاکہ کبھی وسوسہ بھی نہ آوے کہ ہم جب چاہیں بیان کر سکتے ہیں۔ یہ دکھلا دیا کہ جو بیان ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے ہوئے ہیں اھ۔

حضرت والا نے ہمیشہ خطبۂ ماثورہ پڑھکر کسی آیت یا حدیث سے وعظ شروع فرمایا ہے لیکن بیشتر آیات سے اور گاہ گاہ احادیث سے نیز حضرت والا نے [illegible] یا مقفی مسجع عبارت آرائی میں مثل عام واعظین کے محض وقت گذاری تو کبھی نہیں فرمائی ہمیشہ نہایت فصیح و بلیغ اور پُر مغز متین الفاظ میں وعظ بیان فرمایا۔ پھر بھی تاثیر کی یہ کیفیت ہوتی کہ سامعین محو ہو کر رہ جاتے یہاں تک بعض مخالفین کہتے کہ وہاں نہ جاؤ وہ تو وعظ میں کچھ سحر کر دیتے ہیں حالانکہ وہ جو کچھ ہوتا تھا وہ محض حقانیت اور خلوص کی وجہ سے ہوتا تھا جو حضرت والا کے بہت نمایاں اوصاف ہیں [illegible] والا دوران وعظ میں عربی فارسی [illegible] کے اشعار [illegible] اور سامعین بیساختہ پھڑک اٹھتے اور یہ معلوم ہوتا [illegible] گو حضرت والا نے اشعار [illegible] کی طرف کبھی توجہ نہیں [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ہیں ڈوم نہیں ڈوم کی اولاد نہیں ڈوم کا شاگرد نہیں تمثیلات وحکایات کے باموقع لانے میں تو وہ کمال حاصل ہے جو حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھا۔ لطیفوں بلکہ بیہودہ بیہودہ اور فحش حکایتوں سے بھی وہ نتائج اور نصائح مستنبط فرما لیتے ہیں کہ سبحان اللہ اور یہ لطائف وحکایات وتمثیلات کبھی مجمع کو رلا دیتی ہیں اور کبھی ہنسا دیتی ہیں۔ حضرت والا کا وعظ جملہ علوم عالیہ مقصودہ کو حاوی ہوتا ہے مگر تصوف کا رنگ سب پر غالب رہتا ہے اور ہر وعظ اسی پر ختم ہوتا ہے۔ حضرت والا جہاں تشریف لیجاتے دور دراز سے لوگ آ آ کر زیارت کرتے اور پے درپے درخواستیں کر کے اپنے یہاں حضرت والا کو وعظ کہلوانے کے لئے لیجاتے۔ قبل وعظ سامعین کا مجمع حضرت والا کے اشتیاق وانتظار میں بیٹھا ہوا گویا یوں مترنم ہوا کرتا تھا ؎

بنمائے رخ کہ خلقے والہ شوند وحیراں بکشائے لب کہ فریاد از مرد وزن برآید

اور دوران وعظ میں سارے مجمع پر ایک محویت کا عالم طاری رہتا کان علی رؤسہم الطیر۔ بعض بڑے بڑے امراء اور اہل تنعم کو بھی دیکھا گیا کہ ان پر دھوپ آ آگئی ہے مگر پھر بھی اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ اکثر وعظوں میں سامعین پر گریہ اور بعض پر وجد تک طاری ہو ہو گیا ہے۔ چنانچہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے بڑے جلسہ دستار بندی میں تو حضرت والا کے وعظ میں ایک صاحب پر اسقدر شدید کیفیت وجدیہ طاری ہوئی کہ وہ کسی طرح فرو ہی نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ وعظ کا مجمع ہی بالکل درہم وبرہم ہو گیا اور وعظ ناتمام ہی رہا۔ کیونکہ وہ وجد میں لوگوں پر کودنے پھاندنے لگے تھے جس سے لوگوں کے چوٹیں لگنے لگیں اس لئے سب گھبرا کر منتشر ہو گئے۔ ایک صاحب جلسہ موتمر الانصار مراد آباد کے وعظ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ جب وعظ کہکر حضرت والا تخت سے نیچے اترے تو قدموں پر گر کر لوٹنے لگے اور یہ بھی ہوش نہ رہا کہ اژدحام میں کچل جاؤں گا اور اس قدر گرویدہ ہوئے کہ غالباً حضرت والا ہی کے ساتھ یا دو ایک دن بعد ترک تعلقات کی نیت کر کے تھانہ بھون ہی آ پہونچے لیکن حضرت والا نے بوجہ عدم مناسبت ان کو بیعت میں قبول نہ فرمایا اور ایسے حضرات تو صدہا ہیں جو وعظوں سے متاثر ہو کر ہمیشہ کے لئے طالب مولیٰ اور تائب وتارک معاصی ہو گئے۔ اور یہ سب اثر اس کا ہے کہ حضرت والا کا ہر وعظ از دل خیزد بر دل ریزد کا صحیح مصداق ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کرتے ہیں کہ جب میں کسی کو کچھ نصیحت کرتا ہوں تو میں دل وجان سے چاہا کرتا ہوں کہ یہ ایسا ہی ہو جائے۔ نیز اکثر مضامین خود حضرت والا ہی کے تاثرات قلبیہ اور احوال عالیہ کی حکایات ہوتے ہیں اس لئے حضرت والا کا ہر وعظ حضرت مولانا رومیؒ کے اس شعر کا مصداق

اہوتا ہے ؎

بشنوید اے دوستاں ایں داستاں فی الحقیقت نقد حال ماست آں

چنانچہ خود حضرت والا نے فرمایا کہ جب میں اپنے اندر کوئی امر قابل اصلاح محسوس کرتا ہوں تو اس کے متعلق وعظ کہہ دیتا ہوں اس سے بہت فائدہ ہوتا ہے کیونکہ بیان کے وقت جوش بھی ہوتا ہے جس سے قلب پر اثر پڑتا ہے نیز شرم بھی آتی ہے کہ جس بات کی نصیحت اوروں کو کر رہے ہیں خود بھی تو اس پر کاربند ہونا چاہئے ”وعظ الغضب“ اسی مصلحت سے کہا گیا تھا اھ۔ غرض حضرت والا کی ہر تقریر پرتاثیر خود حضرت والا ہی کے تاثرات قلبیہ کی ترجمان ہوتی ہے ؎ جواسکا مصداق

بیان شوق چہ حاجت کہ حال آتش دل توان شناخت ز سوزیکہ در سخن باشد

بڑے بڑے معزز عہدہ داروں اور انگریزی دانوں کو خود احقر نے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہم نہیں سمجھتے تھے کہ مولویوں میں بھی ایسے واعظ ہیں جو ہر بات کو دلائل منطقی و عقلی سے ثابت کردیں۔ اور اس کے تجربہ کا بھی احقر کو بارہا اتفاق ہوا ہے کہ حضرت والا کے مطبوعہ مواعظ کا نہ صرف مسلمانوں پر بلکہ بڑے بڑے طبقہ کے نو تعلیم یافتہ ہندوں عیسائیوں اور شیعوں پر بے حد اثر ہوا ہے یہاں تک کہ ایک ہندو قوم کا ہیڈ ماسٹر جو عموماً اپنے مذہب میں [illegible] ہوتے ہیں حضرت والا کے مطبوعہ مواعظ لیکر پڑھتا تھا اور شیعوں کے بعض [illegible] حضرت کے ایک صاحب [illegible] منگوا کر پڑھتے تھے اور اپنی مجلسوں کو ان کے [illegible] رونق دیتے تھے اور گرم کرتے تھے۔ ایک بانی [illegible] وعظ حضرت والا کو [illegible] اور کہتا تھا کہ اللہ بھلا کرے میری [illegible] کا سامان ہو گیا ہے [illegible] ہیں بس انہیں کو جگہ جگہ جا کر سنا آتا ہوں [illegible]

احقر ایک بار ریل میں وعظ راحت القلوب اپنے ساتھ [illegible]

تھے کہ یہ کتاب کسی بڑے قابل کی لکھی ہوئی ہے [illegible]

[illegible] الاحقر کو مصنف [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ڈیگ ریاست بھرت پور میں ایک بڑا عہدہ دار نو تعلیم یافتہ آریہ حضرت والا کے وعظ کو سن کر کہنے لگا کہ مجھے حیرت تھی کہ ایک خالص مذہبی مسئلہ پر یعنی روزہ پر تو وعظ تھا لیکن ایسے مضامین تھے کہ ان کو ہر مذہب والا اپنے مذہبی اصول پر منطبق کر سکتا تھا۔ کانپور میں ایک وعظ کے بعد ایک معزز وکیل صاحب نے حضرت والا کو مخاطب کر کے بہت ہی جوش کے ساتھ یہ شعر پڑھا ؎

تو مکمل از کمال کیستی　　　تو منور از جمال کیستی

حضرت والا نے اس کو نقل فرما کر فرمایا کہ میرے بھی جی میں تو آیا تھا کہ اس کے جواب میں یہ کہدوں ؎

من مکمل از کمال حاجیم　　　من منور از جمال حاجیم

لیکن شرم آئی کہ کیوں خواہ مخواہ کمال اور جمال کا دعویٰ کروں۔ ایک بے تکلف وکیل صاحب نے ایک وعظ کے بعد کہا کہ آپ بھی کہاں مولویوں میں جا پھنسے۔ آپ تو اگر وکالت پاس کر لیتے تو وکیلوں میں آپ کا کوئی نظیر نہ ہوتا۔

ایک بار حضرت والا گنگوہ میں وعظ فرما رہے تھے اس وقت حضرت مولانا گنگوہی رح کی خدمت میں جو کوئی حاضر ہوتا فرماتے یہاں کیوں آئے ہو وہاں جاؤ حقانی وعظ ہو رہا ہے اسیطرح راس المناظرین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رح فرمایا کرتے تھے کہ وعظ تو ایسا ہوتا ہے کہ کہیں کسی کو انگلی رکھنے کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔ غرض اس امر کی سیکڑوں شہادتیں موجود ہیں کہ آج وعظ گوئی میں حضرت والا کا کوئی نظیر نہیں جس کو وعظ سننے کا موقع نہ ملا ہو وہ حضرت والا کے مطبوعہ مواعظ ہی کا مطالعہ کر کے اس امر کی بخوبی تصدیق کر سکتا ہے۔ حضرت والا کی خدمت میں آئے دن کثرت سے لوگ بذریعہ خطوط اطلاع دیتے رہتے ہیں کہ مطبوعہ مواعظ کے مطالعہ سے بیحد نفع ہوا اور بالکل کایا پلٹ ہی ہوگئی۔ سیکڑوں انگریزی داں جو دین سے بالکل آزاد اور فیشن کے بیحد دلدادہ تھے مطالعہ مواعظ کی برکت سے پکے دیندار اور پورے مُلّا بن گئے نہ کوٹ پتلون رہا نہ تصویر دار کمرہ رہا نہ کرزن فیشن رہا۔ ایسے بہت سے حضرات کو خود احقر بھی جانتا ہے جو کسی زمانہ میں سرتاپا انگریزی فیشن میں رہتے تھے اور ملحدانہ عقائد رکھتے تھے لیکن اتفاق سے حضرت والا کا کوئی وعظ نظر سے گذر گیا تو پھر ایسا چسکا لگا کہ سیکڑوں کی تعداد میں دیکھ ڈالے اور حالت کی بالکل ہی کایا پلٹ ہی ہوگئی یہاں تک کہ حضرت والا کے مجاز طریقت ہوگئے۔ وعظ روح الارواح کو دیکھکر بعض درویش جو شریعت اور طریقت کو جدا جدا سمجھتے تھے یہاں تک کہ نماز بھی نہ پڑھتے تھے وہ اپنے اس عقیدہ سے تائب ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ مولود شریف کے متعلق جو مواعظ ہیں اور جو ثلج الصدور اور بدر البدور میں ایک

جگہ بھی طبع ہوگئے ہیں ان کو دیکھکر بعض متشدد دین کی بھی غلط فہمیاں دور ہوگئیں اور عقائد درست ہوگئے یہاں تک کہ وہ اب دوسروں کی اصلاح عقائد کرنے لگے۔ گو نہ حضرت والا کی کبھی زیارت کی نہ رجوع کیا وعظ راحت القلوب سے بہت سے پریشانوں کی جن کی بوجہ مصائب زندگی تلخ ہو رہی تھی ڈھارس بندھ گئی اور متوجہ بحق ہوگئے۔ جو وعظ کسی کی موت پر بغرض تسلی فرمائے گئے تھے ان کا مطالعہ ایسے مواقع کے لئے بیحد تسلی بخش ثابت ہوا ہے۔

غرض حضرت والا کے مواعظ سے ہزار ہا بندگان خدا کو دینی و دنیوی علمی و عملی منافع پہونچے ہیں اور پہونچ رہے ہیں اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ اَللّٰھُمَّ عممہ و تمم

جب شملہ جانا ہوا اور حضرت والا وعظ فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے تو حسب معمول کپڑے بالکل سادہ تھے لیکن صاف ستھرے۔ ایک نوتعلیمیافتہ نے منتظم جلسہ سے جو ایک ریاست میں کرنیل تھے اور ان کے دوست تھے چپکے سے بطور طعن کے کہا کہ تمہارے علماء کا لباس کیسا ہے جیسے ابھی پائخانہ سے نکل کر آئے ہوں انہوں نے کہا کہ ابھی تو میں اس کا کچھ جواب نہیں دیتا ہاں وعظ کے بعد کہنا جو کچھ کہنا ہو اس وقت جواب دوں گا۔ جب وعظ ختم ہوا تو کرنیل صاحب نے اُن سے پوچھا کہ ہاں اب کہئے آپ کیا کہتے تھے اب وہ چپ کہا اجی میری حماقت تھی میں تو یہ سمجھتا تھا کہ جیسا لباس ہے ویسا ہی وعظ بھی ہوگا۔ مگر یہاں تو معاملہ بالکل [illegible] نکلا سبحان اللہ سبحان اللہ کیا بیان تھا لباس سے ہرگز نہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ [illegible] ہے۔

کسی شریک جلسہ نے یہ واقعہ حضرت والا سے بیان کر دیا حضرت والا [illegible] میں اوّل صاحب کے اچھی طرح کان کھولے مگر نہایت تہذیب [illegible] وعظ فرمانے کھڑے ہوئے تو سب سے پہلے یہ فرمایا کہ مجھ [illegible] لوگوں کا لباس [illegible] کا اہتمام کرنا کہ وعظ [illegible] ہونا بھی ضروری ہے [illegible] اپنا مذاق ہے [illegible] کہ واعظ کو اچھا ہی لباس پہن کر وعظ کہنا چاہئے [illegible] اچھے لباس سے [illegible] ہوتی ہے [illegible] کی وقعت [illegible] [illegible] بتاتے مگر سوال یہ ہے کہ وہ لباس [illegible] کافی قدر کی ضرورت ہو کی [illegible] ان کی [illegible]

پسند کا لباس تیار رکھا کریں اور جب کوئی واعظ آئے بس وہی لباس پہنا کر اس سے وعظ کہلوا لیا جائے اور جب وہ وہاں سے چلنے لگے تو اس لباس کو اتروا لیا جائے تاکہ اسی قسم کے دوسرے موقعوں پر پھر کام دے۔ چنانچہ اب میں اسی کا منتظر ہوں کہ مجوز صاحب ہم لوگوں کے لئے اس کا کیا انتظام فرماتے ہیں اور اگر انتظام نہ کیا تو پھر ان کو ذہب ہونا چاہئے (کل تقریر میں بس صرف یہ ایک کلمہ تیز تھا) وہ صاحب اس وقت وعظ میں موجود تھے بہت شرمندہ ہوئے۔

شملہ ہی کا ایک اور واقعہ یاد آیا۔ جناب مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی مع چند دیگر حضرات علماء دیوبند کے حضرت والا کے ہمراہ تھے۔ شاہ صاحب سے بھی اعجاز قرآن کے متعلق وعظ کی فرمائش ہوئی۔ اُدھر علمی مضمون ادھر شاہ صاحب کا تبحر ایسے دقیق مضامین بیان فرمائے کہ سامعین کی سمجھ ہی میں نہ آئے جن میں سے اکثر تو تعلیم یافتہ تھے۔ بعد وعظ انہوں نے بطور اعتراض کے آپس میں کہا کہ مولانا کو یہاں تشریف لانے ہی کی کیا ضرورت تھی۔ مدرسہ دیوبند ہی میں بیٹھ کر علماء کے سامنے کیوں نہ وعظ کہہ لیا۔ حضرت والا کو جب اس اعتراض کی اطلاع ملی تو دوسرے وقت اپنے وعظ میں اس اعتراض کو نقل کر کے فرمایا کہ یہ اعتراض ہی لغو ہے آپ لوگ خود اس کے ذمہ دار ہیں کیونکہ مضمون ہی آپ نے ایسا دیا تھا جو علمی تھا اور جس کو اتنا سہل نہیں کیا جا سکتا تھا کہ سب سمجھ سکیں اور جتنا سہل کیا جا سکتا تھا اتنا بھی قصداً نہیں کیا گیا کیونکہ اس میں ایک بڑی مصلحت تھی ہمیں یہ بھی دکھلانا تھا کہ جب آپ علماء کے اردو کلام کو بھی نہیں سمجھ سکتے تو قرآن و حدیث کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ اور ان سے مسائل مستنبط کرنا تو بہت بڑی بات ہے۔ اب تو آپ کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ امور دینیہ میں رائے زنی کرنے کے آپ صاحبان ہرگز اہل نہیں۔ اھ اس پر بھی معترضین بہت شرمندہ ہوئے۔

ایک جگہ دورہ میں ایک پیرزادے کسی عالم کو اپنے ساتھ اس غرض سے وعظ میں لاتے تھے کہ اگر جانب مخالف کوئی بات کہیں گے تو حضرت والا کے ساتھ مناظرہ کرائیں گے کیونکہ انہیں اندیشہ تھا کہ وعظ سن کر ان کے معتقدین کہیں برگشتہ نہ ہو جائیں۔ حضرت والا کو اس کا علم بھی نہ تھا لیکن منجانب اللہ مناسب حال مضمون ہی معرض بیان میں آ گیا۔ چنانچہ دوران وعظ میں فرمایا کہ بزرگوں کی اولاد کا بھی حق ہے ان کی مالی خدمت ضرور کی جائے لیکن ان سے دین کی خدمت ہرگز نہ لی جائے اور مسئلہ مسائل پوچھنے کی انکو ہرگز زحمت نہ دی جائے یہ کام علماء سے لیا جائے کیونکہ وہ واقف ہیں لیکن علماء کی مالی خدمت نہ کی جائے کیونکہ ان کو اس کی ضرورت ہی نہیں۔ سب بقدر حاجت تحصیل معاش کرتے ہیں اور ان

Marfat.com

بزرگ زادوں کا اور کوئی ذریعہ معاش نہیں لہٰذا مالی خدمت تو ان کی کیجائے اور کام علماء سے لیا جائے؟ یہ سنکر وہ پیر صاحب خوش ہو گئے اور بعد وعظ بجائے مناظرہ کرانے کے حضرت والا کے ہاتھ چومے حضرت والا نے اس واقعہ کو بیان فرما کر فرمایا کہ وہ اس سے فضول خوش ہوئے یہ نہ سمجھے کہ میں نے تو ان کی جڑ ہی کاٹ دی کیونکہ جس سے لوگ دین کی خدمت لیں گے اور دین وہ حاصل کریں گے اس کی مالی خدمت کریں گے یا ان کی۔

حضرت والا کا معمول تھا کہ کسی کی فرمائش سے وعظ کے لئے مضمون متعین نہ فرماتے بلکہ جس جگہ جس مضمون کی واقعی ضرورت ہوتی اور اس وقت پر جو مضمون منجانب اللہ قلب پر وارد ہوتا اسی کو اختیار فرماتے اور بالخصوص مسائل اختلافیہ کے بیان سے تو بالقصد بہت ہی محترز رہتے لیکن جہاں استطراداً ذکر آجاتا تو پھر صاف صاف مگر نرم اور خوشگوار عنوان سے فرماتے۔ حضرت والا اکثر مخالفین اہل حق اور بدعتی خیال کے لوگوں میں بھی وعظ کہنے کا اتفاق ہوا لیکن الحق یعلو ولا یعلیٰ بعون اللہ تعالیٰ علیہ غالب اور محبوب رہے اور مخالفین مرعوب و مغلوب۔

چنانچہ جونپور میں قبل وعظ ڈاک سے ایک بیہودہ خط پہونچا جس میں چار مضمون تھے ایک تو یہ کہ تم جلاہے ہو، دوسرے یہ کہ جاہل ہو تیسرے یہ کہ کافر ہو چوتھے یہ کہ [illegible]

حضرت والا نے قبل وعظ مجمع کو مخاطب بنا کر فرمایا کہ میں آپ صاحبوں سے [illegible] مشورہ چاہتا ہوں وہ یہ کہ اس قسم کا ایک خط میرے پاس آیا ہے [illegible] سنایا اور فرمایا کہ یہ جو لکھا ہے کہ تم جلاہے ہو تو اگر میں جلاہا ہوں [illegible] یہاں کوئی رشتہ ناتے کرنے تو آیا نہیں [illegible] کام آپ سنانے کے لئے [illegible] کیا علاقہ دوسرے یہ [illegible]

[illegible] سب تو اللہ تعالیٰ ہی کی بنائی ہوئی [illegible]

مسئلہ کی تحقیق [illegible] کی تحقیق [illegible]

[illegible]

اس پر عمل نہ کرے اور کافر ہونے کو جو لکھا ہے تو اس میں زیادہ قیل وقال کی حاجت نہیں میں آپ صاحبوں کے سامنے پڑھتا ہوں اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ اگر میں نعوذ باللہ کافر تھا بھی تو لیجئے اب نہیں رہا۔

آخر میں سنبھل کر بیان کرنے کی دھمکی دی گئی ہے اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ وعظ گوئی کوئی میرا پیشہ نہیں ہے۔ جب کوئی بہت اصرار کرتا ہے تو جیسا کچھ مجھے بیان کرنا آتا ہے بیان کر دیتا ہوں۔ اگر آپ صاحبان نہ چاہیں گے تو میں ہرگز بیان نہ کروں گا۔ رہا سنبھل کر بیان کرنا تو اس کے متعلق صاف صاف عرض کئے دیتا ہوں کہ میری عادت خود ہی چھیڑ چھاڑ کی نہیں ہے قصداً کبھی کوئی ایسی بات نہیں بیان کرتا جس میں کسی گروہ کی دل آزاری ہو یا فساد پیدا ہو لیکن اگر اصول شرعیہ کی تحقیق کے ضمن میں کسی ایسے مسئلہ کے ذکر کی ضرورت ہی پیش آجاتی ہے جس کا رسوم بدعیہ سے تعلق ہے تو پھر میں رکتا بھی نہیں اس لئے کہ یہ صریح دین میں خیانت ہے۔ یہ سب باتیں سننے کے بعد اب بیان کے متعلق جو آپ صاحبوں کی رائے ہو اس سے مطلع کر دیا جائے اگر اس وقت کوئی ادنیٰ شخص بھی مجھ سے کہہ دیگا کہ بیان نہ کیا جائے تو میں ہرگز بیان نہ کروں گا۔ لیکن اس کے متعلق میرا یہ مشورہ ہے کہ ابھی تو مجھ کو بیان کرنے دیا جائے اور جب کوئی بات کسی کے خلاف طبع بیان کرنے لگوں فوراً مجھ کو روک دیا جائے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر کوئی ادنیٰ شخص بھی مجھے روک دیگا میں اپنے بیان کو فوراً منقطع کر دوں گا اور بیٹھ جاؤنگا۔ بہتر تو یہ ہے کہ وہی صاحب روک دیں جنھوں نے یہ خط بھیجا ہے یا اگر خود کہتے ہوئے انہیں شرم آئے یا ہمت نہ ہو تو چپکے سے کسی اور ہی کو سکھلا پڑھا دیں ان کی طرف سے وہ مجھے روک دیں۔

یہ سن کر ایک پٹھان معقولی مولوی صاحب جو بدعتی خیال کے تھے اور جن کا وہاں بہت اثر تھا کڑک کر بولے کہ یہ خط لکھنے والا کوئی حرامزادہ ہے۔ آپ وعظ کہئے آپ کیسے فاروقی ہیں؟

حضرت والا نے فرمایا کہ میں ایسی جگہ کا فاروقی ہوں جہاں کے فاروقیوں کو یہاں کے لوگ بھلا سمجھتے ہیں۔

جب سارا مجمع خط لکھنے والے کو برا بھلا کہنے لگا خصوص وہ مولوی صاحب فحش فحش گالیاں دینے لگے تو حضرت والا نے روکا کہ گالیاں نہ دیجئے مسجد کا تو احترام کیجئے۔ پھر حضرت والا کا وعظ ہوا اور بہت زور و شور کا وعظ ہوا۔ اتفاق سے دوران وعظ میں بلا قصد بضمن کسی تحقیق علمی کے کچھ رسوم و بدعات کا بھی ذکر چھڑ گیا پھر تو حضرت والا نے بلا خوف لومۃ لائم خوب ہی رد کیا

Marfat.com

مگر حسب معمول نہایت تہذیب کے ساتھ اور غیر دل آزارانہ طریق پر۔ گو حضرت والا روک دینے کا عام اختیار دے چکے تھے لیکن کسی کی ہمت ہی نہ ہوئی۔ بفحوائے ؎

ہیبت حق است ایں از خلق نیست ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست
ہرکہ ترسید از حق و تقوی گزید ترسد از وے جن و انس و ہرکہ دید

وہ معقولی مولوی صاحب شروع شروع میں تو بہت تحسین کرتے رہے اور بار بار سبحان اللہ سبحان اللہ کے نعرے بلند کرتے رہے کیونکہ اس وقت تصوف کے رنگ پر بیان ہو رہا تھا لیکن جب ردّ بدعات ہونے لگا تو پھر چپ ہو گئے مگر بیٹھے سنتے رہے۔ یہ بھی خدا کا بڑا فضل تھا کیونکہ بعد کو معلوم ہوا کہ وہ ایسے کٹر اور سخت ہیں کہ جہاں کسی واعظ نے کوئی بات خلاف طبع کہی اور انہوں نے وہیں ہاتھ پکڑ کر منبر پر سے اتار دیا لیکن اس وقت دم نہیں مارا چپکے بیٹھے سنتے رہے۔ کچھ تو حضرت والا کا خدا داد رعب کچھ اپنے کہے کی پچ۔ لیکن جب وعظ ختم ہوا اور مجمع رخصت ہونے کے لئے کھڑا ہو گیا تو اس وقت ان مولوی صاحب نے حضرت والا سے کہا کہ ان مسائل کے بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس پر ایک دوسرے ذی اثر مولوی صاحب اور وہ بھی بدعتی ہی خیال کے تھے بڑھے اور جواب دینا چاہا لیکن حضرت والا نے انہیں روک دیا کہ خطاب مجھ سے ہے آپ جواب نہ دیں مجھے عرض کرنے دیں پھر حضرت والا نے ان معقولی مولوی صاحب سے فرمایا کہ آپ نے یہ بات پہلے مجھ سے نہ فرمائی ورنہ میں احتیاط کرتا اور میں نے تو جو کچھ بیان کیا ضروری ہی سمجھ کر بیان کیا مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ اب تو بیان ہو چکا لیکن ہاں ایک صورت اب بھی ہو سکتی ہے [illegible] کہ ابھی تو مجمع موجود ہے آپ پکار کر کہدیجئے کہ صاحبو اس بیان کی کوئی ضرورت نہ تھی [illegible] آپ کی تکذیب نہ کروں گا اور آپ ہی کی بات اخیر رہیگی۔ اس پر سب لوگ ہنس پڑے مولوی صاحب [illegible] مجمع کے انداز سے اپنی اہانت کا اندیشہ ہوا اور وہ فوراً یہ کہکر رخصت ہو گئے [illegible]

ان کے چلے جانے کے بعد سب لوگ ان کو برا بھلا کہنے لگے [illegible]

[illegible] والا نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ صاحبو ایک پردیسی کی حیثیت [illegible]

آج تنبیہ کر رہا ہوں اب آپ صاحبان [illegible] صاحب [illegible]

جنہوں نے خط بھیجا ہے کہ وہ میرے بیان [illegible] دونوں [illegible] کے ساتھ [illegible]

[illegible] کو چاہئے اختیار کرے [illegible] مولوی صاحب [illegible]

باوجود بدعتی خیال ہونے کے نہایت اچھے پڑھے لکھے [illegible]

مولود یہ بھی ہوں قیامیہ بھی ہوں مگر انصاف اور حق یہ ہے کہ جو تحقیق آج مولوی صاحب نے بیان فرمائی ہے صحیح وہی ہے۔ غرض اس طرح وہ جلسہ ختم ہوا اور حضرت والا مچھلی شہر تشریف لے گئے۔ پھر دوسرے روز حضرت والا کے بیان کا رد کرایا گیا مگر کسی پر اثر نہ ہوا سننے والے کہتے تھے کہ کل کے بیان کے سامنے یہ بیان ایسا ہے جیسے کوئی منہ چڑھا رہا ہو۔ ان واقعات کو بیان فرما کر حضرت والا نے فرمایا کہ الحمد للہ بڑے بڑے مخالفین میں وعظ کہنے کا اتفاق ہوا لیکن کبھی کوئی ناگوار واقعہ پیش نہیں آیا نہ کہیں کوئی بے آبروئی ہوئی یعنی ایسی جس کو عادۃً بے آبروئی سمجھا جاتا ہے۔ مختلف مقامات پر جانا ہوا اور مختلف الخیال لوگوں سے سابقہ رہا اور کہیں اپنے مشرب اور مسلک کو چھپایا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے سب جگہ عزت اور آرام ہی کے ساتھ عمر بھر رکھا البتہ صرف دو بار قدرے خلجان پیش آیا جو حد کلفت تک نہ پہونچا تھا ایک بار جودھپور میں۔ ایک بار بمبئی میں (جس کا ذکر آگے آتا ہے مؤلف) اور وہ بھی غلط فہمیوں کی بنا پر دورۃً میں تو ایسے مقامات پر جہاں مخالفین کا غلبہ اکثر مخالفین ہی کا مہمان ہوتا تھا اور وہ بہت خوشی کے ساتھ خود اصرار کر کر کے مہمان رکھتے تھے اور میری طرف سے بھی کبھی کوئی بات ایسی نہ ہوتی تھی جو ان کی دل آزاری کا باعث ہو۔

بمبئی میں بہت مخالفین ہیں مگر وہاں بھی لوگوں نے اصرار کیا کہ بیان کیجئے۔ میں نے وہاں بھی خوب کھل کر بیان کیا اور میں ہر جگہ کھلے بندوں آزادی کے ساتھ ادھر ادھر آتا جاتا تھا۔ تنہائی مجمع کے ساتھ بھی۔ بعض احباب نے بریلی میں منع بھی کیا کہ یہاں معاندین اور مخالفین کی بہت کثرت ہے حفاظت کا کچھ انتظام کر کے کہیں آنا جانا چاہئے۔ اس طرح ادھر ادھر نہ پھرنا چاہئے لیکن میں نے کہدیا کہ یہ سب فضول اوہام ہیں لَنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۔ بلا حکم خدا کچھ نہیں ہو سکتا اور اگر خدا ہی کو منظور ہو تو پھر لاکھ حفاظت کیجئے کیا ہو سکتا ہے اھ۔ اب جودھپور اور بمبئی میں جو خلجان پیش آیا تھا اس کا حال لکھا جاتا ہے۔

اول جودھپور کا واقعہ خود حضرت والا کی عبارت میں بعنوان خلیل، (یعنی تذکرہ بعض حالات حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ) مصنفہ حضرت والا مطبوعہ النور ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ سے نقل کیا جاتا ہے۔

ایک سفر میں مولانا (خلیل احمد صاحب سہارنپوری رح) کی معیت میں ایک ہموطن دوست کی طلب پر جودھپور جانا ہوا اور لوگوں کی درخواست پر احقر کے متعدد بیانات ہوئے جن سے بفضلہ تعالیٰ بہت نفع ہوا اور اہل بدعت کے خیالات میں بھی ایک درجہ میں نرمی اور حسن ظن پیدا ہو گیا ہر بیان کے

Marfat.com

ختم پر آیندہ بیان کے لئے لوگوں کی درخواست پر وقت اور موقع کا اعلان کر دیا جاتا تھا ایک شب میں ختم وعظ پر ان دوست صاحب نے ایسے موقع کے لئے اعلان کر دیا جہاں وعظ کی درخواست نہ تھی اور وہ محلہ تمام تر اہل فساد و اہل عناد کا تھا اپنے نزدیک اُنھوں نے یہ مصلحت سمجھی کہ صبح کو جمعہ تھا اور اس محلہ کی مسجد میں جمعہ بھی ہوتا تھا تو ان کو خیال یہ ہوا کہ اس طرح سے اہل محلہ کے کان میں حق پہونچ جاوے گا مگر اس میں خرابی یہ ہو گئی کہ اوّل تو محلہ کے اکثر لوگ سخت مبتدع اور متعصب تھے پھر خصوصیت کے ساتھ ان کو اُن دوست صاحب سے پہلے سے کچھ رنج بھی تھا۔ جس کا سبب جس طرح اہل محلہ کی کج فہمی تھی کسی قدر اُن دوست صاحب کی تیز زبانی بھی تھی ان لوگوں کو یہ اعلان نہایت ناگوار ہوا اور وہ یوں سمجھے کہ اُنھوں نے ہم کو زک دینے کے لئے یہ کارروائی کی ہے اور تہیہ کر لیا کہ وعظ نہ ہونے دیں گے۔ ان دوست صاحب کو بھی قرائن سے اس کا خطرہ ضرور تھا اُنھوں نے یہ انتظام کیا کہ مجسٹریٹ صاحب کو جو کہ کلاؤ ٹھی کے رہنے والے اور خوش عقیدہ شخص تھے ایک درخواست دیدی کہ عین وقت پر پولیس کا انتظام کر دیا جاوے تاکہ کوئی فتنہ و فساد نہ ہو چنانچہ درخواست منظور ہو کر ایک سب انسپکٹر مع چند جوانوں کے حاضر رہنے کے لئے مامور ہو گئے ہم لوگوں کو اس کی اطلاع عین وقت پر ہوئی جبکہ جمعہ میں جانے کی تیاری کر رہے تھے میں نے اپنی طبیعت اور مذاق کے موافق یہ رائے قایم کی کہ ایسی تشویش کی جگہ جانا نہ چاہیے اور [illegible] دل سے نکال دیا اور اس رائے کو مجمع میں ظاہر کر دیا ان دوست صاحب نے [illegible] سب لغو روائتیں ہیں اور یہ راوی جنھوں نے یہ حکایت کی تھی بزدل اور کم ہمت [illegible] ڈر جاتے ہیں ضرور چلنا چاہیئے اور مولانا نے فرمایا اگر ایسا ہو بھی تب بھی تبلیغ حق میں ایسے [illegible] پروا نہ کرنا چاہیئے ان دوست کی رائے کی تو مجھکو کچھ وقعت نہیں ہوئی کیونکہ اس کا منشا [illegible] دنیا تھی مگر مولانا کے ارشاد پر میں خاموش ہو گیا گو میری رائے اب بھی وہی تھی [illegible] وجہ سے موافقت کر لی ایک اس وجہ سے کہ منشا اس رائے کا دین [illegible] میں موافقت واجب نہیں مگر ناجائز بھی نہیں دوسرے اس [illegible] تو میں کیا چیز ہوں کہ اپنی جان بچاؤں۔

غرض سارا مجمع وہاں پہونچا [illegible] کسی نے سلام لیا نہ کلام کیا [illegible] لیا پوچھتے نماز سے فراغت ہوئی ان دوست صاحب نے اعلان کیا کہ وعظ ہوگا فوراً محلہ کے ایک شخص نے نہایت بلند آواز سے کہا کہ وعظ نہ ہوگا یہ کہنا تھا دونوں طرف سے [illegible]

شور وغل ہوا کہ خدا کی پناہ۔ جمعہ کی سنتیں بھی بھول گئے اور اس فرض میں مشغول ہو گئے میں اور مولانا ایک کنارہ پر سنتیں پڑھنے لگے مگر مولانا تو مطمئن اور میں متفکر کہ دیکھئے اس کا کیا انجام ہوتا ہے اور پولیس کا کہیں نام ونشان نہیں یہاں تک اختلاف کی نوبت پہونچی کہ ایک شخص جا کر ممبر پر بیٹھ گیا یہ سمجھا کہ جب ممبر پر میرا قبضہ ہو گا پھر وعظ کیسے ہو گا اسی سے جہل کا اندازہ کر لیا جاوے۔

ایک خاں صاحب ہمارے مجلس میں اسی مزاج کے تھے وہ خنجر لیکر اس ممبر نشین پر حملہ آور ہوئے ایک خاں صاحب ٹونک کے جو سنجیدہ مزاج تھے اس وقت موجود تھے انہوں نے حملہ آور صاحب کا پیچھے سے ہاتھ پکڑ لیا کہ یہ کیا کرتے ہو ابھی سب پھنس جاویں گے وہ خفا ہو کر اس مجمع سے چلے گئے اور یہاں شور وغل کی وہی حالت۔

جب میں سنتیں پڑھ چکا اور معلوم کر لیا کہ یہ سارا غیظ اس احتمال پر ہے کہ کہیں وعظ نہ ہونے لگے تو میں نے اس فتنہ کے سرغنہ کو اپنے پاس بلایا۔ غنیمت ہے کہ وہ آ بیٹھے اور نہایت غصہ سے کہ کہنے۔ میں نے کہا کیا تم کو یہ شبہ ہے کہ وعظ ہو گا۔ سو سن لو وہ واعظ میں ہوں اور میرا وعظ ایسا ارزاں نہیں ہے کہ کسی کے سر ہو کر کہوں۔ میں تو بہت خوشامد کرا کر وعظ کہتا ہوں اور اس حالت میں تو میں کسی طرح کہہ ہی نہیں سکتا تم اطمینان رکھو میں ہرگز وعظ نہ کہوں گا بلکہ اب تو اگر تمام اہل مجلس بھی درخواست کریں تب بھی نہ کہوں اس پر احقر مؤلف کو حضرت حافظ کا یہ شعر یاد آتا ہے ؎

ہمائے گو مفگن سایۂ شرف ہرگز
دراں دیار کہ طوطی کم از زغن باشد۔ ۱۲

تم لوگ مست اور یہ اعلان میرے مشورہ سے نہیں ہوا بلکہ خلاف مزاج ہوا۔ یہ سنتے ہی وہ شخص ٹھنڈا ہو گیا اور اس کے ٹھنڈے ہونے سے سب خاموش ہو گئے۔ میں نے بواسطہ دوسرے شخص کے اس کے بعد یہ قول سنا کہ وہ کہتا تھا کہ ان لوگوں کی کیا بات ہے ان کی تو جوتیاں ہم اپنے سر پر رکھ لیں یہ سارا فساد فلاں شخص کا ہے جس نے اپنی رائے سے اعلان کر دیا اور یہ بھی مسموع ہوا کہ وہ لوگ کہتے تھے کہ ہم کو وعظ سونا ناگوار نہ تھا بلکہ یہ متغلبانہ تصرف ناگوار ہوا ہم کو خاص طور پر اطلاع کی جاتی تو ہم خود حاضر ہو کر وعظ کی درخواست کرتے پھر آنے والوں کے لئے خاص طور پر فرش کا برف کا شربت کا انتظام کرتے اس طرح سے ہماری سخت اہانت تھی جو ہم کو گوارا نہیں ہوا۔

جب فضا میں سکون ہوا ہم لوگ مسجد سے واپس آ رہے تھے کہ لسان الملک صاحب مع گارڈ کے راستہ میں ملے کہنے

Marfat.com

لگے چلئے وعظ کہیے۔ میں نے کہا سبحان اللہ کیا موقع پر پہونچے ہیں یہاں تو خون ہو جانا آپ کا آنا کس مصرف کا ہوا اور اب وعظ نہیں ہو سکتا۔ وعظ کیا ہوا کھیل ہوا یہ وہی بات ہوئی ع

پس ازاں کہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد

اور وہ بات ہوئی ع

ہماری جان گئی آپ کی ادا ٹھہری

اس وقت مولانا مدظلہ فرماتے تھے کہ راہ حق میں ایسی کلفت بھی کیسی لذت بخش ہے۔

یہ تو جودھپور کا واقعہ ہوا۔ اور بمبئی کا واقعہ بھی حضرت والا نے احقر کی درخواست پر اپنے قلم مبارک سے تحریر فرما کر احقر کو دیا اس کو بلفظہٖ نقل کرتا ہوں۔

بمبئی کا واقعہ اس طرح ہے کہ جب چھوٹے گھر میں سے حج کر کے واپس ہوئیں اور مجھ کو تار سے بمبئی آنے کی تاریخ کی اطلاع ہوئی تو میں اور میرے ہمراہ ایک رئیس کہ ان کے گھر میں سے بھی حج سے آ رہی تھیں لینے کے لئے بمبئی گئے۔ بمبئی میں میرا قیام حکیم محمد سعید صاحب کے مکان پر ہوتا تھا مگر وہ اس وقت موجود نہ تھے۔ بمبئی کے ایک رہنے والے صاحب نے محبت سے اپنے مکان پر قیام کی درخواست کی جس کو میں نے منظور کر لیا۔ ساحل پر ہونچ کر دیکھا کہ وہ جہاز تو آ گیا ہے مگر شام ہونے کے سبب مسافروں کو اترنے کی اجازت نہیں ہوئی واپس آ کر اسی مکان میں شب گذارنے کے لئے آ گئے۔ مغرب کی نماز محلہ کی مسجد میں پڑھی۔ اس زمانہ میں وہاں کوئی مناظرہ ہونے والا تھا جس کے اشتہارات بازار میں چسپاں تھے اور اسی سلسلہ میں کچھ لوگ باہر سے آنے والے تھے بعض مفسدوں نے غلط فہمی سے یہ سمجھا کہ اسی سلسلہ میں یہ بھی آیا ہوں [illegible] مفسدوں کا مذہب ہمیشہ سے یہ ہے سہ

جو حجت نماند جفا [illegible] ئے را [illegible] بہ پرخاش بر دارد [illegible] گشتہ [illegible]

اسی قانون سے ایک مسلح جماعت بعد عشاء اس مکان میں آ گئی [illegible]

حملہ کر دیا جس کو ان ہمراہی رئیس کے ملازم نے آگے بڑھ کر روکا [illegible]

برآمدہ تھا اس میں ہو گیا اور صاحب مکان نے اسی [illegible] سا تھ فورا

ہی منتشر ہو گئے اور بعض [illegible] معلوم ہوا کہ اُن

لوگوں کو [illegible] مناظرہ [illegible] الملاع کی [illegible]

[illegible] ان مفسدوں [illegible]

وجہ سے منظور نہ ہوا - ایک تو اس لئے کہ میں حجاج کو جلد گھر پہونچانا چاہتا تھا - دوسرے یہ کہ ان لوگوں کا یہ فعل عمداً نہ تھا قتل خطا کی طرح قابل قصاص نہ تھا پھر ایسے مواخذات اپنے بزرگوں کی وضع کے بھی خلاف تھے - البتہ میں نے صبح کو مکان بدل دیا یعنی حکیم محمد سعید صاحب ہی کے مکان پر ہم لوگ اٹھ آئے نیز وہاں حجاج کو بھی ہر طرح کا آرام آسانی سے مل سکتا تھا - پھر حجاج کو جہاز سے اتار کر حکیم صاحب کے مکان میں ٹھہرا دیا اور ایک دو روز جتنا بھی وہاں قیام ہوا آزادانہ منظر عام پر پھرتا رہا اور اس لئے بھی کوئی خاص اندیشہ نہ تھا کیونکہ انکو دھوکا ہونا محقق ہو گیا تھا پھر امن امان کے ساتھ اپنے وطن واپسی ہو گئی - یہ قصہ اتنا غلط مشہور ہوا کہ قتل تک کی روائتیں پھیل گئیں تحقیق کے لئے دوستوں کے خطوط آئے واقعیت معلوم کر کے سب مطمئن ہو گئے - غرض بفضلہ تعالےٰ کسی سفر میں میرے کسی فعل سے کسی کو کوئی ناگواری یا برہمی نہیں ہوئی اور ان دو مقام (یعنی بمبئی اور جودھپور) میں جو ہوا غیروں کے سبب ہوا اور ان کے اثر سے بھی اللہ تعالےٰ کی حفاظت رہی -

حضرت والا کا ہر وعظ اخلاص اور ضرورت پر مبنی ہوتا تھا - چنانچہ جودھپور میں چونکہ دیوبندیوں کو لوگ عموماً وہابی کہتے تھے اس لئے اپنے موافقین میں سے ایک خیرخواہ نے کہا کہ مصلحت یہ ہے کہ یہاں میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل بیان کئے جائیں - حضرت والا نے صاف انکار فرمادیا کہ اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ میں اپنی مصلحت کے لئے وعظ کہوں کہ لوگ مجھے حنفی سمجھیں حالانکہ وعظ ہونا چاہیئے سامعین کی مصلحت کے لئے - اسی طرح دارالعلوم دیوبند کے بڑے جلسہ دستاربندی میں بعض حضرات اکابر نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جماعت کی مصلحت کے لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کئے جائیں تاکہ اپنے مجمع پر جو وہابیت کا شبہہ ہے وہ دور ہو یہ موقع بھی اچھا ہے کیونکہ اس وقت مختلف طبقات کے لوگ موجود ہیں - حضرت والا نے بہ ادب عرض کیا کہ اس کے لئے روایات کی ضرورت ہے اور وہ روایات مجھکو مستحضر نہیں - اس پر حضرت والا سے فرمائش ہوئی کہ اگر وقت پر کچھ روایات یاد آجائیں تو ان کے متعلق کچھ بیان کر دیا جائے ورنہ خیر چونکہ اکابر کی طرف سے اختیار مل گیا اس لئے حضرت والا نے حب دنیا کے متعلق وعظ بیان فرمایا جس کی بوجہ ابتلاء عام سخت ضرورت تھی - اور عام مصلحت اسی کے بیان کو مقتضی تھی اور خاص بیان میں اپنے مجمع کی مصلحت تھی یعنی ان کو بدنامی سے بچانا اور ظاہر ہے کہ مصلحت عام مقدم ہوتی ہے مصلحت خاص پر نیز اس مضمون کے اختیار کرنے کا ایک اور بھی محرک تھا وہ یہ کہ اس جلسہ کے قریب ہی زمانہ میں حضرت والا سخت بیمار ہو گئے تھے یہاں تک کہ شرکت جلسہ سے مایوسی ہو گئی تھی اور بظاہر کوئی صورت نہ تھی اسی حالت میں حضرت والا نے

Marfat.com

خواب دیکھا کہ میں جلسہ میں اس حدیث کا وعظ کہہ رہا ہوں حُبُّ الدُّنیا رأسُ کُلِّ خَطِیئَۃٍ چنانچہ بالکل خلاف توقع عین وقت پر صحت بھی ہوگئی اور قوت بھی بقدر ضرورت آگئی اور اسی حدیث کا وعظ بیان فرمایا۔ غرض حضرت والا کا ہر وعظ اخلاص اور ضرورت واقعیہ پر مبنی ہوتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ غیب سے اعانت ہوتی تھی اور سامعین بے حد متاثر و مستفید ہوتے تھے یہاں تک کہ یہ امر تواتر کی حد تک پہونچ چکا ہے کہ حضرت والا کے مواعظ و ملفوظات سامعین کے اس قدر حسب حال ہوتے ہیں کہ گویا اس شعر کے مصداق ہیں ؎

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

یہاں تک کہ اکثر طالبین کو حضرت والا پر کشف کا گمان ہوتا ہے جس کی حضرت والا بقسم نفی فرما کر اس کی وجہ یہ بیان فرمایا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کو تو سب کے قلوب کا حال معلوم ہے جو جس کے دل میں ہوتا ہے اسی کے مناسب مضامین میرے قلب میں ڈالدیتے ہیں اور میری زبان سے ادا کرادیتے ہیں جس سے ان کی تشفی ہو جاتی ہے۔ احقر کو خود اپنا واقعہ یاد آیا۔ الہ آباد کے وعظ میں وساوس کا ذکر تھا۔ یہ فرمارہے تھے کہ شیطان وساوس کو قلب میں اوپر سے ڈالتا ہے قلب کے اندر سے وساوس پیدا نہیں ہوتے جیسے غلّہ کسی کوٹھڑی میں لاکر بھر دیا جائے تو وہ غلہ کوٹھڑی کے اندر نہیں پیدا ہوا۔ پیدا تو کھیت میں ہوا ہے لیکن وہاں سے لاکر ان کو کوٹھڑی [illegible] ہے۔ اس مقام پر احقر کے دل میں یہ خیال آیا کہ معلوم تو یہی ہوتا ہے کہ وساوس قلب کے اندر ہی سے پیدا ہو رہے ہیں بس فوراً فرمایا کہ گو بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ وساوس [illegible] گھسے ہوئے ہیں لیکن یہ بات نہیں ہوتی بلکہ قلب کے اندر جو کچھ محسوس ہوتا ہے [illegible] ہوتا ہے جیسے کسی آئینہ پر مکھی بیٹھی ہو تو دیکھنے میں ایسا [illegible]م ہوتا ہے کہ آئینہ [illegible] اندر محض اس کا عکس ہوتا ہے دراصل وہ آئینہ کے اوپر ہی اوپر رہتی ہے [illegible] پوری تسلی ہوگئی۔

حضرت والا کے وعظ کے مبنی بر اخلاص ہونے پر [illegible]

[illegible] الہ آباد میں اشتہار ہوا اشتیاق میں بہت مجمع [illegible] مولوی [illegible] صاحب پھلواری نے حضرت والا سے اجازت لیکر قبل حضرت والا کے وعظ کے کچھ بیان کرنا شروع کیا اور ان کی تقریر بہت مفصل و مطول ہوگئی اس کے بعد حضرت والا نے باوجود سامعین کے [illegible] اصرار کے بیان فرمانے سے اس بنا پر انکار فرمادیا کہ مولانا نے ضروری باتیں [illegible] بیان فرمادیں [illegible]

Marfat.com

بیان کی کیا ضرورت ہے اب جو مجھ سے اصرار ہے اس کے تو یہ معنی ہیں کہ میں ڈھونڈ کر ایسے مضامین بیان کروں جو مولانا کے بیان سے رہ گئے ہوں اور ان سے اچھے ہوں یہ تو ایک معارضہ اور مقابلہ کی سی صورت ہے لہذا اب میں بیان نہ کرونگا - اھ - سبحان اللہ کیا اخلاص ہے اور دوسرے علماء کی کسقدر رعایت ہے - یہ واقعہ جناب شیخ محمد عمر صاحب الہ آبادی نے جو مولانا محمد حسین صاحبؒ الہ آبادی کے خادم خاص ہیں - احقر سے بیان فرمایا ہے -

حضرت والا نے ضرورت کے موقعوں پر بڑے بڑے معرکۃ الآراء مباحث اور مختلف فیہ مسائل پر بھی وعظ فرمائے لیکن اس خوبی کے ساتھ کہ نہ اظہار و احقاق حق میں کچھ تامل فرمایا نہ ترد ابطال باطل میں کوئی کسر رکھی نہ کسی کی ذرا دل آزاری کی نہ تہذیب کو کبھی اپنے ہاتھ سے جانے دیا خود فرمایا کرتے ہیں کہ کریلا تو کھلاتا ہوں لیکن چٹ پٹے مسالوں سے مزیدار بنا کر اور کونین کی گولی دیتا ہوں لیکن شکر میں لپیٹ کر تاکہ بجائے ناگواری کے خوشگواری کے ساتھ بسہولت حلق سے اتر جائے اکثر دیکھا گیا کہ حضرت والا نے تو تعلیم یافتوں کو خوب کھری کھری سنائیں لیکن ایسے دل آویز عنوان سے کہ وہ لوگ ہنس ہنس کر سنتے رہے اور اثر نیک لیتے رہے -

مؤتمر الانصار کے جلسہ میں جو بمقام میرٹھ ہوا تھا ایک واعظ صاحب نے جو بہت متشدد تھے انگریزی دانوں کو بہت برا بھلا کہا اور ان کو ملعون تک کہہ ڈالا جو ان لوگوں کو بہت ناگوار ہوا اگلے روز حضرت والا کا بیان تھا - حضرت والا نے اس تمہید کے بعد کہ مولنا نے بوجہ وقت کی کمی کے جو کچھ فرمایا تھا مجمل فرمایا تھا چونکہ وہ مضمون ضروری ہے اس لئے میں آج اسی کی تفصیل عرض کرتا ہوں - پھر تو تعلیم یافتوں کے عقائد ملحدانہ اور کفریہ کو بہ تفصیل و تشریح بیان فرما کر فرمایا کہ اب میں خود آپ صاحبوں ہی پر اس کا فیصلہ چھوڑتا ہوں کہ جس کے ایسے ایسے عقائد اور اعمال ہوں اس کے بارے میں شریعت مقدسہ کو سامنے رکھکر آپ کیا حکم دیتے ہیں - غرض حضرت والا نے بھی ان لوگوں کو وہی کہا بلکہ اس سے بڑھکر جو ان واعظ صاحب نے کہا تھا لیکن اس لطافت کے ساتھ کہ ذرا ناگوار نہ ہوا بلکہ انھوں نے بزبان حال خود تسلیم کر لیا کہ واقعی ہم لوگ ایسے ہی ہیں - کہا سب کچھ لیکن کوئی موحش لفظ استعمال نہیں فرمایا - پھر ان صاحبوں کو دفع شبہات و درستی عقائد و اعمال کا نہایت سہل اور معقول طریق عمل بھی بتایا اور فرمایا - کہ اگر آپ واقعی اپنی اصلاح چاہتے ہیں تو آپ جس کو محقق سمجھتے ہوں اس کے پاس جا کر کم از کم چالیس روز اس کے مہمان رہیں لیکن خاموشی کے ساتھ - ہاں ایک بار تو آپ اپنے کل شبہات کی تقریر لکھ کر دیدیں پھر وقتاً فوقتاً جو باتیں مجلس میں ہوتی رہیں انکو بلا رد و کد

Marfat.com

سنتے رہیں اور بعد کو تنہائی میں غور کرتے رہیں۔ میں اللہ کے بھروسے وعدہ بلکہ دعوے کرتا ہوں کہ اس مدت میں بایں تدبیر انشاء اللہ تعالےٰ شبہات دور ہو کر کم از کم عقائد تو بالکل درست ہو جائیں گے پھر جب عقائد درست ہوگئے تو ان کی برکت سے رفتہ رفتہ اعمال بھی انشاء اللہ تعالیٰ درست ہو جائیں گے۔

یہ سنکر ان لوگوں نے آپس میں کہا کہ یہ شخص تو مشاہدہ کرا دینے کا دعوے کر رہا ہے اسکی تردید کی تو کوئی صورت ہی نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ اس کے کہنے کے مطابق تجربہ نہ کر لیا جائے۔ اور سچ یہ ہے کہ انکا قول جی کو تو لگتا ہے کہ ضرور ایسا ہی ہو جائے گا۔ جیسا یہ دعوے کر رہے ہیں۔ بلا تجربہ کئے ہمارے پاس ابھی کوئی دلیل بھی تو تردید کی نہیں۔

لاہور میں کوئی خاص جلسہ تھا جس میں بڑے بڑے علماء مدعو کئے گئے تھے۔ وہاں جواز و عدم جواز سود کی بحث چھڑ گئی جب حضرت والا پہونچے تو مولنا سلیمان صاحب پہلواروی نے علماء کی مجلس میں بے ساختہ فرمایا کہ بس اب جو بات حق ہوگی وہ معلوم ہو جائے گی اور دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ ہو جائے گا۔ اھ۔ واقعی بالکل ٹھیک فرمایا حضرت والا کی شان تحقیق بالکل ایسی ہی ہے

کانپور کے قیام کے زمانہ میں جب حضرت والا نے یہ دیکھا کہ اہل سنت والجماعت [illegible] تشیع کی مجالس عزا میں جا جا کر شہادت کے واقعات سننے کے عادی ہو رہے ہیں تو حضرت والا نے محرم کے عشرۂ اول میں روزانہ بالترتیب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم و حضرات خلفا[illegible] راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے واقعات وفات بیان فرمانا شروع کر دئیے تاکہ [illegible] اہل عزا کے ساتھ تشبہ نہ رہے۔ پھر تو ایسی دلچسپی بڑھی کہ شیعوں کی مجلسیں بھی [illegible] لوگ بجائے وہاں جانے کے یہاں آنے لگے اور نہ صرف سنی بلکہ شیعہ بھی [illegible] آتے اور بہت متاثر ہوتے یہاں تک کہ اول تینوں خلفاء کے واقعات وفات سنکر بھی [illegible] روئے لیکن جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا واقعہ شہادت بیان فرمایا تو قصداً ایسے [illegible] اور متین الفاظ استعمال فرمائے کہ باوجود نہایت درد انگیز واقعہ ہونے [illegible] سے نہ نکلا۔ لوگ حیرت کرتے تھے حضرت والا اپنے ان بیانات [illegible] کے عقائد کا رد بھی فرماتے تھے لیکن ان کو ناگوار نہ ہوتا [illegible] تھے البتہ بعد بیان کے [illegible] کہتے کہ مولانا چالاک [illegible]

چنانچہ ایک بار خلافت کے ذمہ داروں اور [illegible] حضرات خلفائے ثلاثہ کا ممنون ہونا [illegible] انہوں نے حضرت علی [illegible]

Marfat.com

راحت میں رکھا ورنہ بجائے ۶ سال کے ۳۰ سال تک مصیبت بھگتنی پڑتی کیونکہ شروع خلافت سے تیئس سال تک حضرت علی رضی اللہ عنہ زندہ رہے۔ جس میں صرف چھ سال خود خلیفہ رہے حضرت والا کے اس قسم کے بیانات کو سن سن کر کئی شیعہ تو قریب قریب سنی ہو گئے۔ کانپور کے قیام کے زمانہ میں بھی حضرت والا نے بڑے بڑے معرکۃ الآرا اور چھ چھ ساٹ ساٹ گھنٹہ کے وعظ کھڑے ہو کر فرمائے۔ اور ایک بار مسلسل ڈیڑھ ماہ تک محلہ محلہ صرف نماز ہی کے متعلق بیانات ہوتے رہے جن کا یہ اثر ہوا کہ مسجدوں میں نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے جگہ باقی نہ رہی اور نماز کا اتنا شوق بڑھا کہ یکہ والے اپنی سواریوں سے پوچھ پوچھ کر نماز یاد کیا کرتے تھے۔ اس زمانہ کے وعظوں میں بہت دقیق دقیق مسائل علمیہ کی نہایت بلیغ بلیغ تقریریں بھی ہوتی تھیں جن کا سمجھنا بھی مشکل ہوتا تھا۔

آمد مضامین کی کیفیت یہ تھی کہ جناب مولانا حکیم محمد مصطفےٰ صاحب فرماتے ہیں کہ احقر نے خود ایک حدیث کا بیان کم از کم پچاس دفعہ سنا ہوگا لیکن کبھی مضامین مکرر نہیں ہوئے۔ افسوس ہے کہ اس وقت تک مواعظ کے قلمبند کئے جانے کا سلسلہ شروع نہ ہوا تھا ورنہ وہ بھی بہت نایاب ذخیرہ ہوتا۔

حضرت والا کے بعض وعظ تو سلیس ہوتے ہیں اور بعض دقیق اور دونوں اپنی اپنی شان میں بے نظیر اور دلپذیر اور کیا بلحاظ الفاظ اور کیا بلحاظ معانی لاجواب اور اس شعر کے پورے پورے مصداق ؎

بہار عالم حسنش دل وجاں تازہ می دارد　　برنگ اصحاب صورت را بہ بو ارباب معنی را

ہمیشہ دیکھا گیا ہے کہ حضرت والا کے وعظ میں ہر مذاق کے لوگ شریک ہوتے اور نہایت دلچسپی کے ساتھ گھنٹوں بیٹھے سنتے رہتے۔ بڑے بڑے زباندانوں کو بھی جن میں ایک بڑے شاعر اور غالب کے شاگرد بھی تھے بہ حیرت کہتے ہوئے سنا ہے کہ یہ الفاظ مولانا کو نہ جانے کہاں سے مل جاتے ہیں۔ اور ایک پرانے بزرگ شاعر نے حضرت والا کی مطبوعہ مواعظ کے لطیف مضامین کو سن کر خود احقر سے فرمایا کہ مولنا تو نثر میں نظم کا لطف پیدا کر دیتے ہیں اور گویا نثر میں شعر فرماتے ہیں۔ الفاظ کی جامعیت برجستگی وشستگی اور حسن کو دیکھکر ایک صاحب کو فن مختصر نویسی کی تعلیم بھی دلائی گئی تاکہ مواعظ بالفاظہا ضبط کئے جا سکیں لیکن افسوس ہے کہ ان کو اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ ایک صاحب دل عاقل نے حضرت والا کے وعظ کا خوب ہی نقشہ کھینچا۔ فرمایا کہ حضرت کا وعظ کیا ہوتا ہے حلقہ مشائخ ہوتا ہے۔

Marfat.com

غرض حضرت والا کا وعظ بالکل اس ارشاد خداوندی کے مطابق ہوتا ہے ۔ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ چنانچہ سلسلہ مواعظ ملقب بہ دعوات عبدیت اسی آیت کے تین اجزاء پر مشتمل ہے یعنی خطبات موعظت و مقالات حکمت و مجادلات معدلت کہ یہی تین طریق ہیں وعظ بالمعنی الاعم یعنی تبلیغ کے ایک وعظ بالمعنی الاخص بطریق متعارف دوسرا طریق خطابات خاصہ یعنی ملفوظات تیسرا حل اشکالات و دفع شبہات ۔

اب حضرت والا نے وعظ قریب قریب ترک ہی فرما دیا ہے اور اگر کبھی اتفاق ہوتا ہے تو ہاتھ میں کوئی کتاب لیکر بیان فرماتے ہیں اور کبھی کبھی اس کو دیکھتے جاتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ اب وہ امنگ ہی نہیں رہی جس کا سبب یہ ہے کہ بفضلہ تعالیٰ ساری ضروری باتیں بیان کی جا چکی ہیں اور بوجہ زیادت سن ضعف بھی غالب ہو گیا ہے [illegible] فرمایا کرتے ہیں [illegible] تقریر سے جی الجھتا ہے ۔ بس اب تو ضرورت کے موافق خطاب خاص ہی پر اکتفا [illegible] اور درحقیقت خطاب خاص ہی زیادہ نافع ہوتا ہے کیونکہ اس میں سب ضرورت ہی کی باتیں [illegible]

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ آخر عمر میں اکثر بزرگوں کا یہی حال ہو جاتا [illegible] عرف ربہ کل لسانہ [illegible] [illegible] میں پائی جاتی ہیں چنانچہ حضرت والا نے اپنے رسالہ [illegible] طبقات کبریٰ شعرانی سے تحت عنوان مطلوبیت السکوت [illegible] ابی حمزہ بغدادیؒ کے تذکرہ میں نقل فرمایا ہے [illegible] تکلمت فاحسنت بقی علیک [illegible] ان تسکت [illegible]

[illegible] وعظ تو ہزاروں کی تعداد [illegible]

ان میں سے بھی جواب [illegible]

[illegible] میں چونکہ وعظ کا اب [illegible]

[illegible] کر لیا [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]

باب یازدہم

"سفر"

حضرت والا کی طبع مبارک فطری طور پر خلوت پسند واقع ہوئی ہے۔ لہٰذا ہجوم سے بہت گھبراتے ہیں۔ اور سفر میں علاوہ خلل معمولات ہر جگہ ہجوم مشتاقان زیارت مخل یکسوئی ہوتا تھا اس لئے طبع والا ہمیشہ حضر کی طرف مائل اور سفر سے نفور رہی لیکن شرعی ضروریات مثل حج بیت اللہ تبلیغ احکام دین، اصلاح امت، عیادت مرضیٰ وغیرہ کی غرض سے اپنے اوپر تعب جسمانی اور روحانی برداشت فرما کر اور ہر قسم کی زحمتیں اٹھا کر نزدیک و دور کے بہت سے سفر فرمائے جس سے بفضلہ تعالیٰ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کو نفع عظیم پہونچا۔ اور مختلف ممالک کے مسلمان جو بوجہ دوری و معذوری آستانۂ مبارک تک نہ پہونچ سکتے تھے وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ایک سچے وارث اور سلف صالحین کے ایک صحیح نمونے کی زیارت سے مشرف، ملفوظات و مواعظ نافعہ سے مستفیض، فیض صحبت سے مستفید اور اسوۂ حسنہ سے بہرہ اندوز ہوئے۔ علاوہ بریں حضرت والا کا ہر سفر ہمراہیوں کے لئے (جو ہر مقام پر کثرت کے ساتھ ہو لیتے تھے) خصوصاً اور دیگر اشخاص کے لئے عموماً سبق آموز احکام و آداب سفر ہوتا تھا۔ کیونکہ حضرت والا نے خالی الذہن ہو کر کبھی سفر نہیں فرمایا۔ جیسا کہ عام دستور ہے بلکہ ہر موقع پر شریعت مقدسہ کے احکام اور حسن معاشرت کے اصول پر نہ صرف خود نہایت سختی کے ساتھ کاربند رہے بلکہ اپنے سب ہمراہیوں اور ملاقات کرنے والوں کو بھی بڑے اہتمام سے پابند رکھا۔ اور یہ ایک حکیم امت اور مجدد ملت ہی کی امتیازی شان ہو سکتی تھی ورنہ اس دور آزادی اور ابتلاء میں ایسے امور اور ایسے دقائق تقویٰ کی طرف کون توجہ کرتا ہے۔ بالخصوص جبکہ ان سے سفر کی صعوبتوں میں بھی اضافہ ہو جائے۔ سفر کے صدہا سبق آموز واقعات اور ان کے متعلق اصلاحات کی تفصیل لکھنے کی اس مختصر میں گنجائش نہیں اس غرض کے لئے حضرت والا کے مطبوعہ سفرنامجات اور ملفوظات **حسن العزیز** وغیرہ ملاحظہ ہوں جو ایسے مضامین سے لبریز ہیں۔ ان سب کے ملنے کا پتہ اور ضروری تفصیل مضامین تالیفات اشرفیہ میں مذکور ہے جو سوانح ہذا کے حصہ دوم کے آخر میں ملحق ہے۔ اطراف و جوانب

Marfat.com

سے شائقین وطالبین اس کثرت کے ساتھ حضرت والا کی طلبی کی درخواستیں پیش کیا کرتے تھے کہ اگر ان میں سے فی صدی دس بھی منظور فرمالی جایا کرتیں تو سال کے ۳۶۰ دنوں میں [illegible] ایک دن بھی وطن مالوف میں قیام فرمانے کا موقع نہ ملا کرتا۔ بہت ہی اصرار کے بعد اور [illegible] ضروری قیود وشرائط کے ساتھ صرف خاص ہی خاص ضرورت کے موقعوں پر حضرت والا سفر کے لئے آمادہ ہوتے تھے۔ مثلاً نواب صاحب ڈھاکہ جناب معلی القاب [illegible] اللہ خاں صاحب [illegible] مرحوم [illegible] اشتیاق اور اصرار پر بشرائط ذیل سفر ڈھاکہ منظور فرمایا تھا۔

۱۔ کسی قسم کا نقد یا غیر نقد ہدیہ نہ دیا جائے۔

۲۔ قیام کا انتظام ایوان خاص سے جدا ایسی جگہ ہو جہاں عام مسلمان بے تکلف آ جا سکیں۔

۳۔ خود اپنی ملاقات کے لئے کوئی خاص وقت متعین کرلیں جس میں کوئی اور شخص [illegible] جانبین سے بے تکلف افادہ و استفادہ ہو سکے۔

۴۔ کسی خاص مضمون پر وعظ کہنے کی فرمائش نہ کی جائے۔

چونکہ اشتیاق غالب تھا اور فطرت نہایت سلیم تھی [illegible] ان سب شرائط کو منظور فرمالیا۔

نواب صاحب نے حضرت والا کا نہایت شاندار استقبال [illegible] پرود والسرائے کو کیا کرتے تھے۔ مثلاً پلیٹ فارم پر قالین فرش [illegible] جب حضرت والا کو نواب صاحب [illegible] روک دیا کہ یہ خلاف شریعت [illegible] کے ساتھ استقبال کیا جائے جس میں ان کی [illegible] حضرت والا نے [illegible] خلاف شریعت [illegible] صاحب نے حضرت [illegible] جب حضرت والا نے [illegible] خلاف ادب [illegible] اور بیگمات [illegible] لئے اور چونکہ حضرت والا [illegible] کر دیئے [illegible]

بھی بے تکلف ہو کر فرماتے کہ کیا کھانے کے لئے پہچاننا بھی شرط ہے؟ جو اس کا مزہ ہے وہ تو پہچاننے پر موقوف نہیں کھانے سے خود حاصل ہو جائے گا۔ اور یہی مقصود ہے لیکن اگر آپ کے نزدیک پہچاننا بھی کھانے کی شرط ہے تو مجھے اس کے کھانے کی بھی ضرورت نہیں۔ اور ہم تو قصباتی ہیں ہم کیا جانیں آپ کے نوابی کھانے۔ پھر وہ ہر چیز کو خود ہی کہ یہ فلاں چیز ہے اس طرح پکائی جاتی ہے۔

حضرت والا نواب صاحب مرحوم کی تہذیب اور فہم سلیم کی اکثر تعریف فرمایا کرتے ہیں اور ان کی دانشمندی تواضع اور دینداری کے بہت سے دلچسپ واقعات بیان فرمایا کرتے ہیں انہوں نے بیعت کی بھی درخواست کی لیکن حضرت والا نے انکار فرما دیا کیونکہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ ایسوں کو مرید کرنے سے کچھ فائدہ نہیں جن کا لحاظ کرنا پڑے مرید ایسے کو کرے جس کو بضرورت اصلاح اگر یہ بھی کہہ سکے کہ تم نالائق ہو تو کم از کم اتنا تو کہہ سکے کہ یہ تمہاری حرکت بڑی نالائق ہے باوجود انکار کے بھی نواب صاحب خطوط میں مدت تک یہ لکھتے رہے آپ کا مرید سلیم اللہ حضرت والا کے بہت ہی معتقد ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ گو حضرت والا کو سفر سے طبعی انقباض رہتا لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو رحمۃ اللہ فی الارض بنا کر دنیا میں بھیجا تھا جس کا خود حضرت والا کو بھی علم ضروری کے درجہ میں احساس تھا اس لئے جب مشتاقان وعظ و زیارت کے تقاضے حد سے گذر جاتے تو مجبور ہو کر منظور فرما لیتے اور لمبے لمبے سفر اختیار فرماتے اور جب ایک مرتبہ سفر میں نکلنا ہوتا تو پھر مسلسل درخواستوں کی وجہ سے جگہ جگہ جانا ہوتا اور مہینوں سفر ہی میں گذر جاتے غرض مشیت خداوندی یہی تھی کہ حضرت والا سے دور دور کے سفر کرائے جائیں۔ اور تبلیغ احکام دین کرا کر اپنے بندوں پر اتمام حجت کیا جائے چنانچہ ایک بار دوران سفر میں حضرت والا نے سفر کے متعلق احقر کے کسی استفسار کے جواب میں عجب کیف کے ساتھ یہ شعر پڑھا ہے

نشنید درگرد غم افسردہ دوست ... چی بود بہر کار خاطر خواہ اوست

بعد فراغت درسیات حضرت والا کا سب سے پہلا سفر ۱۳۰۱ھ میں ہوا جب آپ مدرس ہو کر کانپور تشریف لے گئے تھے اور ۱۳۵۰ھ آخری سفر بروایت جناب مولانا عبدالکریم صاحب گمتھلوی غالباً شوال ۱۳۵۲ھ میں لکھنؤ کا ہوا ہے درمیان میں بضرورت ... تقریباً ہندوستان کا کوئی ایسا خطہ نہ ہوگا جو حضرت والا کے ان اہم سفروں سے مشرف نہ ہو گیا ہو اور جہاں حضرت والا

بحیثیت حجۃ اللہ فی الارض ہونے کے تبلیغ احکام الٰہیہ فرما کر اتمام حجت نہ فرما چکے ہوں کیا کراچی کیا بمبئی کیا کلکتہ کیا رنگون کیا ڈھاکہ کیا اٹاوہ کیا گجرات کیا ماڑواڑ کیا لاہور کیا بہاولپور کیا حیدرآباد دکن کیا سندھ کیا گورکھپور کیا اعظم گڈھ کیا غازی پور کیا بنارس وغیرہ وغیرہ - اس کے بعد حضرت والا کا انسان تک طبیعت جس کو برنا ضرورت بہ جبر دبار کھا تھا ظہور پذیر ہوا اور حضرت والا نے سفر بالکلیہ ترک فرما دیا عرصہ سے اس کی تمنا اور فکر تھی کہ سفر منقطع کر دیا جائے چنانچہ اپنے سات عذر بھی ایک ورق پر چھپوا کر شائع کر دئے تھے لیکن پھر بھی مشتاقوں پر اس کا بھی معتدبہ اثر نہ ہوا کیونکہ وہ ایسے مسکت نہ تھے کہ مشتاقوں کے اشتیاق پر غالب آسکیں - یہ تو ضرور ہوا کہ سفر کم ہو گئے لیکن بالکل منقطع نہ ہوئے تھے اور حضرت والا برابر اس فکر میں رہتے کہ کوئی عذر ایسا سمجھ میں آجائے جو سب کے لئے مسکت ہو مگر کوئی ایسا عذر سمجھ میں نہ آتا تھا جو ان پر حجت ہو سکے -

بالآخر جب حق تعالیٰ ہی کو حضرت والا کا ایک مدت تک ایک جگہ بٹھانا منظور ہوا [illegible] بزرگوں کے ساتھ اخیر میں یہی معاملہ ہوتا ہے بالخصوص اقطاب وقت کے ساتھ تو غیب سے حضرت والا کو ایک ایسا عذر لاحق ہو گیا جس میں بفضلہ تعالیٰ کوئی تکلیف بھی [illegible] کرنے کے درجہ میں نہایت معقول اور قابل قبول ہو - وہ یہ کہ حضرت والا کو [illegible] جو سالہا سال سے بلا کسی قسم کی تکلیف کے اترتی ہوئی حالت میں [illegible] ہوئی جب کسی تدبیر سے تکلیف رفع نہ ہوئی تو خود بخود حضرت والا کے [illegible] چاہیئے چنانچہ اس کو چڑھایا تو باوجود اتنے عرصہ تک اترتی ہوئی حالت میں رہنے [illegible] گئی - اور تکلیف فوراً رفع ہو گئی - بس اس کے بعد سے [illegible] راحت رہتی اور اتر جانے کی حالت میں وہی تکلیف [illegible] لیکن جھینک لینے یا کھانسنے سے یا سخت حرکت سے کبھی ہی [illegible] ہوتی کہ لیٹ کر اس کو چڑھانا پڑتا - بس [illegible] میں سفر کیسے کر سکتا ہوں کیونکہ اگر سفر میں ایسا اتفاق [illegible] لیٹ کر اس کو چڑھانا پڑے [illegible] شائع فرما دیا جس کی نقل [illegible]

عذرِ سفر

جو مصرع ذیل کا مصداق ہے

از ضعف بہر جا کہ نشستیم وطن شد

اکثر احباب کو معلوم ہے کہ آنت اترنے کا عارضہ مجھ کو تیس برس سے زائد عرصہ کا ہے مگر جب تک بدن میں کافی قوت رہی تکلیف کم تھی اب قوت کم ہو جانے سے تین برس سے زیادہ زمانہ ہوا کہ یہ حالت ہو گئی ہے کہ باوجودیکہ ایک سخت کمانی (جس کی سختی بعض اوقات بہت ناگوار ہوتی ہے اور جس کے نیچے ہوا نہ لگنے سے یا پسینہ آجانے سے کھال میں دانے بھی پیدا ہو جاتے ہیں جن میں سوزش ہونے لگتی ہے تو ایسی سخت کمانی) ہر وقت لگی رہتی ہے مگر پھر بھی بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ (۱) کھانسنے سے (۲) دھسک اٹھنے سے (۳) چھینکنے سے (۴) پکار کر بولنے سے (۵) مسلسل بولنے سے (۶) دیر تک کھڑے رہنے سے (۷) دور تک چلنے سے آنت اتر آتی ہے۔ بعض دفعہ تو ایک گھنٹہ میں دو دو تین تین بار اترنے کی نوبت آجاتی ہے جس کو اگر فوراً ٹھیک نہ کیا جائے تو تکلیف اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ سہار نہیں ہو سکتی اور بعض دفعہ اترتے ہی پیٹ اور سینہ کی رگیں کھنچنے لگتی ہیں جن سے سخت تکلیف ہوتی ہے اور ٹھیک کرنے کے لئے اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ پردہ کے مکان میں لیٹ کر کپڑا ہٹا کر کمانی اتار کر ہاتھ کے دباؤ سے آنت کو چڑھا کر پھر کمانی لگائی جاوے اور ظاہر بات ہے کہ اس مجموعی حالت میں کسی طرح بھی سفر ممکن نہیں اسی بناء پر اطباء اور ڈاکٹروں نے زیادہ چلنے پھرنے کو بلکہ زیادہ دیر کھڑے رہنے کو بھی مضر بتلا رکھا ہے اور خود مجھ کو مضر ہونے کا شب و روز مشاہدہ و تجربہ ہو رہا ہے اسی لئے تین سال سے زائد زمانہ ہوا کہ میں نے کوئی چھوٹا یا بڑا سفر نہیں کیا بلکہ اگر کوئی عزیز دوسرے محلہ میں مر گیا تو بذریعہ رقعہ اس کا پرسہ کیا خود نہیں جا سکا اور چونکہ سبب اس کا جھلی کا پھٹ جانا ہے اور قاعدہ کی رو سے اب اس کا جڑنا عادتاً غیر ممکن ہے اس لئے اس عارضہ کے جانے کی آیندہ بھی کوئی امید نہیں۔ چنانچہ متعدد ہندوستانی و بنگالی و یورپین ڈاکٹروں کا اس پر اتفاق ہے کہ بجز اپریشن کے اس کا کوئی علاج نہیں اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ اپریشن اس عمر میں خطرناک ہے بسبب مجموعی واقعات سفر میں یہ کہ

عذوری کو صاف ظاہر کر رہی ہیں۔ چونکہ بعض بعض احباب جنھوں نے اس حالت کا مشاہدہ نہیں کیا اب ی اپنی تقریبات وغیرہا میں میرے بلانے کی تحریک کیا کرتے ہیں انکی اطلاع کے لئے یہ اعلان شائع رتا ہوں تاکہ میرے اس قوی عذر پر نظر فرما کر ایسی تحریک نہ فرماویں والسلام کتبہ اشرف علی تھانہ بھون ن الیوم العاشر من الشہر الخامس من السنۃ السابعۃ من العشرۃ الخامسۃ من المائۃ لثالثۃ من الالف الثانی من ہجرۃ من خصہ اللہ تعالیٰ بنزول الثانی یعنی ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

گو شائقین نے پھر بھی بڑے بڑے زور لگائے لیکن چونکہ حضرت والا قطع سفر کا تہیہ فرما چکے تھے س لئے ایک پیش نہ گئی اور اب تقریباً دس سال سے سفر بالکل بند ہے اور اب حضرت والا بفضلہ تعالیٰ طب وقت ہو کر اپنے مرکز ہی پر بیٹھے خلق خدا کو اپنے فیوض و برکات سے بہرہ اندوز کرنے میں پہلے سے ی زیادہ مشغول ہیں۔ متعنا اللہ تعالیٰ بطول بقائہ

حضرت والا جب سفر کا قصد فرماتے تو اوّل سفر کی مقدار ... در غرض اور مدّت سب میں خوب کے تہیہ فرماتے اور تمام سفر میں ان کی پابندی فرماتے اور کئی دن پہلے سے دن رات مشغول رہ کر اسب معاملات کو اتنی مدّت کے لئے طے فرما کر روانہ ہوتے تاکہ عین وقت پر عجلت ... کوئی کام دنہ جائے۔ یا کوئی ضروری چیز چھوٹ نہ جائے۔

اسی طرح سامان کا بڑا انتظام رکھتے اسٹیشن پر اترتے ہی مصافحہ وغیرہ چھوڑ کر ... سامان ... دکنواتے اور جب تک ایک معین شخص کے سپرد نہ کر دیتے بے فکر نہ ہوتے۔ یہ نہیں ... سی نے اٹھا لی کوئی چیز کسی نے لے لی۔ ذمہ دار صرف ایک یا دو شخص کو کیا جاتا ... سب سے پہلے اپنے اسباب کا جائزہ لیتے اور اس کو ... لگوا دیتے اور ... علوم فرما لیتے تاکہ عین وقت پر بالخصوص شب میں دقت واقع نہ ہو۔ سواری ... کے انتظام فرماتے اور اگر سواری میں توقف ہوتا تو پاپیادہ چل کھڑے ہوتے ... نے اور راستہ میں حضرت والا کو تھکا لیتے ... مسافت پیدل ...

جتنے دن سفر کے لئے تجویز فرماتے اتنے دن کے لئے ... فرما لیتے ... ویرابر خطوط روانہ فرماتے رہتے تاکہ گھر پر کسی کو تشویش نہ ہو ... ان ... کی اطلاع ... حضرت والا کی عدم موجودگی میں تشریف لائے ہوں۔ خطوط کے جوابات اور تصنیف کا ... میں برابر جاری رہتا حتیٰ کہ ریل میں بھی تصنیف کا کام ...

توشہ دان اور کاتب وعظ بھی ساتھ لے لیتے۔

سادگی اس قدر کہ جس درجہ میں ریل کے بیٹھ گئے کچھ پرواہ نہیں کی بلکہ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ تیسرے درجہ میں جو لطف اور آرام ہے وہ بڑے درجوں میں نہیں کیونکہ تیسرے درجہ والے تو خود ہمارا لحاظ کرتے ہیں اور بڑے درجہ والے اپنی اینٹھ مروڑ ہی میں رہتے ہیں وہ تو کیا لحاظ کرتے الٹا ہمیں ان کا لحاظ کرنا پڑتا ہے کہ بے تکلف ہم بول بھی نہیں سکتے۔

ایک مرتبہ سہارنپور سے ریاست رامپور تشریف لیجا رہے تھے۔ وہاں قادیانیوں سے علماء اہل حق کا مناظرہ تھا محض اپنے مجمع کی رعایت سے اور صرف شرکت کے لئے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء کی معیت میں تھے ٹکٹ درمیانہ درجہ کا تھا لیکن ریل میں ایک خالی درجہ پر نظر پڑی تو سب اسی میں بیٹھ گئے کسی نے کہا کہ یہ تو تیسرا درجہ ہے تو حضرت والا نے فرمایا اجی مقصود تو آسائش ہے اور یہ درجہ خالی مل گیا ہے ڈیوڑھے میں اس سے زیادہ کیا آسائش ہوتی چنانچہ اسی میں سفر فرمایا۔ نواب صاحب ڈھاکہ نے کرایہ کافی بھیجا تھا جس سے بڑے درجہ میں سفر ممکن تھا لیکن تیسرے درجہ میں سفر فرما کر بقیہ رقم گھر پہنچ کر حسب معمول واپس فرما دی۔ مگر واپسی کی صورت میں نواب صاحب کے احترام کا لحاظ کر کے یہ تغیر کیا کہ بقیہ رقم سے ٹین کی چادریں خرید کر مسجد میں وضوخانہ کا سائبان بنوا کر نواب صاحب کو اطلاع کر دی کیونکہ روپیہ واپس کرنا ان کے احترام کے خلاف تھا۔ اور واپس نہ کرنا اپنی وضع کے خلاف تھا

سفر کے متعلق جو نظام اوقات قرار پا جاتا اس کی پوری پابندی فرماتے۔ ایک مرتبہ کانپور سے تھانہ بھون تشریف لا رہے تھے راستہ میں ایک خادم نے بالحاح عرض کیا کہ ایک دن کیواسطے خورجہ میں اتر لیں۔ فرمایا کہ میں مظفر نگر سواری کو لکھ چکا ہوں اگر وقت پر نہ پہونچوں گا تو وہاں بھی تشویش ہوگی کیونکہ مظفر نگر میں ایک ایسا نہیں ہوا کہ میں حسب اطلاع و وعدہ نہ پہونچا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں تار دیدوں فرمایا نہیں۔ بدنظمی پھر بھی باقی رہیگی کیونکہ گاڑی کرایہ کی آئی ہوگی نہ معلوم وہ ٹھہر سکتا یا نہ ٹھہر سکے پھر دوسری گاڑی مل سکے یا نہ مل سکے غرض بڑا خلل واقع پھر اطلاع کے بعد وقت پر نہ پہونچنے میں کچھ نہ کچھ اداسی اور حسرت تو ضرور ہی ہوتی ہے ہاں خط لکھنے سے پہلے البتہ تو ممکن تھا۔

حضرت والا اپنے ساتھ صرف ضروری سامان لیتے تھے اور ایک دن پہلے سب سامان درست فرما لیتے تھے تاکہ عین وقت پر دقت نہ ہو۔ یا کوئی چیز ضرورت کی بھول نہ جائیں قلیوں سے اجرت

Marfat.com

طے کر کے پھر اسباب اٹھواتے کیونکہ ریلوے کی مقرر کردہ اجرت پر مجبور کرنا جائز نہیں۔ اگر سامان کے وزن کی زیادتی کا احتمال ہوتا تو فوراً تلواتے اور زیادتی کا محصول ادا کرتے۔

ایک مرتبہ سہارنپور سے کانپور تشریف لئے جارہے تھے۔ کچھ گنے ساتھ تھے۔ بغرض ادائے گی محصول اُن کو اسٹیشن پر تلوانا چاہا تو کسی نے تولنے نہیں بلکہ ازراہ عقیدت غیر مسلم ملازمین ریلوے نے بھی یہ کہہ دیا کہ آپ یوں ہی لے جائیے تلوانے کی ضرورت نہیں ہم گارڈ سے کہہ دیں گے حضرت والا نے فرمایا یہ گارڈ کہاں تک جائے گا۔ کہا گیا کہ غازی آباد تک فرمایا غازی آباد سے آگے کیا ہوگا؟ کہا گیا یہ گارڈ دوسرے گارڈ سے کہدے گا۔ حضرت والا نے پھر فرمایا پھر آگے کیا ہوگا؟ بالبس وہ کانپور تک پہونچا دیگا اور وہاں آپ کا سفر ختم ہوجائے گا۔ حضرت والا نے اس پر فرمایا کہ نہیں وہاں سفر ختم نہ ہوگا بلکہ آگے ایک اور سفر آخرت کا بھی ہے۔ وہاں کا انتظام کیا ہوگا؟ یہ سنکر سب دنگ رہ گئے اور بے حد متاثر ہوئے۔ بہت سے اور بھی تعلیم یافتہ ہندو بابو وغیرہ کھڑے تھے سب آپس میں کہنے لگے ایسے بھی خدا کے ایمان دار بندے موجود ہیں۔ جو اس قدر احتیاط کرتے ہیں اور خدا سے [illegible]

حضرت والا کے منتسبین پر قریب کے ریل والوں کو اتنا اعتماد ہوگیا ہے کہ جب کوئی صاحب [illegible] تھانہ بھون آتے ہوئے ملتے ہیں تو اُن کے اسباب کو تلوانے کے لئے روکنے لگتے [illegible] کے ساتھ کہدیتے ہیں کہ یہ تھانہ بھون والے مولانا صاحب کے پاس جارہے ہیں [illegible] بلا اسباب تلوائے سفر نہیں کیا کرتے۔

ایک مرتبہ ایک طالب علم حضرت والا کی زیارت کے لئے تھانہ بھون آرہے تھے [illegible] والا سفر میں تشریف لئے جارہے تھے۔ لہذا اسٹیشن پر ملاقات ہوئی [illegible] اسباب وہ طالب علم گارڈ سے [illegible] اسٹیشن [illegible]

جب وہ [illegible] گارڈ کو [illegible] تو اس نے [illegible]

ٹکٹ کی ضرورت نہیں [illegible]

لینی کا مذہب ہے ریل کا [illegible]

[illegible]

جائیں گے [illegible] العباد [illegible]

ایک [illegible]

[illegible]

نے ان کو یہاں تک کا کرایہ معاف کر دیا تو مجھے خوشی ہوئی کہ اچھا ہے ایک غریب آدمی کا بھلا ہو گا لیکن اب آپ کی تقریر سن کر مجھے یہ معلوم ہوا کہ میری وہ خوشی بے ایمانی کی خوشی تھی۔

اُس آریہ کے اور بھی کچھ ہندو ساتھی تھے اُن میں سے ایک بولا کہ ان لوگوں کی باتوں کی طرف دل کو کشش ہوتی ہے۔ دوسرا بولا کہ یہ حق پر ہونے کی دلیل ہے۔ یہ سچے لوگ ہیں اسی لئے انکی باتوں میں بھی اثر ہے۔ پھر تھوڑی دیر بعد اُس آریہ مبلّغ نے حضرت والا سے عرض کیا کہ کیا میں ایک بات دریافت کر سکتا ہوں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جی ہاں فرمائیے۔ اس نے کہا کہ دو شخص ہیں ان میں ایک مسلم ہے اور ایک غیر مسلم دونوں نے کوئی نیک عمل کیا اور دونوں نے اچھی ہی نیت سے کیا تو اس عمل کا اجر دونوں کو یکساں ملے گا یا کچھ تفاوت ہوگا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ سوال آپ کی دانشمندی اور تہذیب سے نہایت بعید ہے کیونکہ یہ آپ نے ایسا سوال کیا ہے کہ جس کا جواب آپ کے ذہن میں پہلے سے موجود ہے اس نے کہا یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ اس کا جواب میرے ذہن میں موجود ہے۔ فرمایا کہ جب اُس جواب کے سب مقدمات آپ کے ذہن میں موجود ہیں تو وہ جواب بھی موجود ہے۔ کیونکہ جب ملزوم موجود ہے تو لازم کا وجود بھی ضروری ہے۔ اُس نے کہا کہ یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ مقدمات میرے ذہن میں موجود ہیں۔ فرمایا کہ لیجئے میں آپ ہی کے مُنہ سے اُن مقدمات کے موجود فی الذہن ہونے کا اقرار کرائے لیتا ہوں کیا آپ یہ نہیں جانتے کہ مختلف مذاہب میں حق مذہب تو ایک ہی ہو سکتا ہے۔ اور اس وقت اس کی بحث نہیں کہ حق مذہب کونسا ہے اُس نے کہا کہ بیشک حق تو ایک ہی مذہب ہو سکتا ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ایک مقدمہ تو یہ ہوا۔ جو آپ کے ذہن میں پہلے سے موجود ہے۔ دوسری بات میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا مذہب حق والے کی مثال مطیع سلطنت کی سی اور باطل والے کی مثال باغی سلطنت کی سی نہیں۔ اس کا بھی اس آریہ نے اقرار کیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ دوسرا مقدمہ ہوا جس کو آپ نے تسلیم کر لیا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ کیا باغی کے سارے کمالات محض اس وجہ سے کہ وہ باغی ہے نظر انداز نہیں کر دئے جاتے اور کیا باوجود صاحب کمالات ہونے کے اُس کو عدالت سے سزا نہیں دیدی جاتی اور کیا وہ سزا عقل و انصاف کے خلاف ہوتی ہے؟ اس نے ان سب باتوں کا بھی اقرار کیا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ بس جب یہ تینوں مقدمات آپ کے ذہن میں پہلے سے موجود ہیں تو ان کا نتیجہ بھی ضرور آپ کے ذہن میں ہے اور وہی جواب ہے آپ کے سوال کا۔ تو ایسی حالت میں آپ کے سوال کا صاف یہ مطلب ہوا کہ میں اپنے

منہ سے آپ کو کافر کہوں؟ سو ہمیں ہماری شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ بلا ضرورت ہم کسی کو کافر کہیں۔ اُس آریہ نے خوش ہو کر کہا کہ واقعی مجھے اسی کا شوق تھا کہ میں اپنے بارہ میں آپ کے منہ سے یہ لفظ سنوں۔ ایسے مُنہ سے اپنے بارہ میں کافر کا لفظ سننے میں بھی مزہ ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ خیر یہ آپ کے لئے تو خوبی ہے۔ لیکن میرے لئے سخت بد نمابات ہے اھ۔

غرض وہ حضرت والا کی اس مہذب اور معقول گفتگو سے بہت ہی مسرور ہوا اور نام اور وطن پوچھا اور معلوم ہونے کے بعد کہا کہ میں تو تھانہ بھون کے آریہ سماج میں لیکچر دینے کے لئے اکثر آیا کرتا ہوں اب کی مرتبہ آؤں گا تو آپ سے ضرور ملوں گا۔

چونکہ حضرت والا کو سفر میں ہر خیال کے لوگوں سے سابقہ پڑتا تھا اس لئے اس قسم کے چھوٹے چھوٹے مناظرے اکثر ہوتے رہتے تھے اور حضرت والا ہمیشہ دو چار باتوں ہی میں ختم فرما دیتے تھے۔

مولوی ذکاء اللہ صاحب مرحوم سے جو ریاضی کے پروفیسر تھے اور مشہور اہل قلم تھے دہلی میں ملاقات ہوئی۔ انھوں نے حضرت والا سے پوچھا کہ آپ کے مدرسوں میں طلبہ [illegible] بھی پیدا ہوتی ہے؟ حضرت والا نے پوچھا کہ پہلے سمجھ لیں [illegible] کا مفہوم [illegible] جواب دوں۔ بس یہ سن کر وہ چپ ہو گئے کیونکہ سمجھے کہ اگر جواب دوں گا تو [illegible] مفہوم کا مدعی بن کر ثابت کرنا مشکل ہو جائے گا۔ [illegible] ہو جائے گی

ایک بار ریل کے سفر میں ایک ہندو [illegible] آدمی [illegible] حضرت [illegible] بیٹھے تھا بہت محبت سے پوچھا کہ تمھاری آنکھوں سے معلوم ہوتا ہے [illegible] (یعنی ذکر و شغل)۔ ایک بار حضرت والا [illegible] تھے کسی اور [illegible] [illegible] ہندو بیٹھے ہوئے تھے [illegible] آپ اپنے ساتھ [illegible]

[illegible]

[illegible]

فرمائی تھی۔ روزانہ ایک بار نواب صاحب کے پاس بھی سب علماء کو جانا پڑتا حضرت والا بھی تشریف لے جاتے۔ لیکن بہت فاصلہ پر نظریں نیچی کئے ہوئے خاموش بیٹھے رہتے۔ نواب صاحب نے بعد کو اپنے ایک مصاحب سے پوچھا کہ یہ کون صاحب تھے جو گردن جھکائے خاموش بیٹھے رہتے تھے یہ کوئی صاحب اثر شخص معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ان کی طرف خواہ مخواہ قلب کو کشش ہوتی تھی۔ نواب صاحب کا یہ قول خود اُن کے مصاحب نے حضرت والا سے نقل کیا تھا کیونکہ وہ حضرت والا کے بھی ملنے والے تھے

اُسی رامپور میں جب بوقت واپسی نواب صاحب نے کرایہ میں کچھ زیادہ رقم دینی چاہی تو حضرت والا نے بواسطہ پیام کے یہ کہہ کر واپس فرما دی کہ ریاست کو بیت المال میں سے زائد از ضرورت صرف کرنے کا شرعاً اختیار حاصل نہیں ہے۔

دیوبند کے بڑے جلسہ میں وعظ میں بیٹھا ایک شخص جو غالباً سرحدی تھا اور خود احقر کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا بڑے مزے لے لے کر یہ کہہ رہا تھا کہ ارے مولوی تجھے اللہ سلامت رکھے ہم تو بس اتنی دور سے یہ تیری صورت ہی دیکھنے آئے تھے۔ اس قسم کے صدہا واقعات حضرت والا کی محبوبیت عامہ کے ہیں۔ کہاں تک بیان کئے جائیں۔ حضرت والا سفر میں جس طرف نکل جاتے تھے۔ سب کی نظریں بے اختیار اٹھ جاتی تھیں۔ خواہ وہ مسلمان ہو یا ہندو انگریز ہوں یا پارسی متقی ہوں یا فساق و فجار

حضرت والا کا شاندار سراپا دیکھ کر بعض کابلیوں نے اپنی ولایتی اردو میں کہا کہ مولانا صاحب آپ تو کابلی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میں خود تو کابلی نہیں مگر ہاں میرے اجداد ضرور کابلی تھے اھ۔ اور یہ ایک ناقابل انکار مشاہدہ ہے کہ حضرت والا کا شاہانہ چہرۂ مبارک اور نورانی صورت مقدس ہزاروں کے مجمع میں بھی حضرت والا ہی کو ممتاز بنا کر رکھتی ہے۔ میرے ایک خواجہ تاش دوست نے حضرت والا کی شان میں بحالت خواب ایک شعر تصنیف کیا تھا اور وہ اُن کو بعد بیداری بھی یاد رہا۔ میں تو اس شعر کو الہامی شعر سمجھتا ہوں کیونکہ حضرت والا پر حرف بحرف صادق آتا ہے وہ شعر یہ ہے ؎

کب کوئی ثانی ہے تیرا لا جواب ایسا تو ہو — چن لیا لاکھوں میں تجھکو انتخاب ایسا تو ہو

ایک مشہور صاحب فضل و کمال نو تعلیم یافتہ فلسفی نے بھی ایک بار حضرت والا کی شان میں حالی مرحوم کا یہ مصرع لکھا ع

عالم میں تم سے لاکھ سہی تم مگر کہاں

اب اس داستان جمال وکمال کو حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ کے اس شعر پر ختم کر کے اصل مقصود کی طرف عود کرتا ہوں ؎

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام　　بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

حضرت والا جہاں قیام فرماتے میزبان پر کسی قسم کا بار ڈالنا پسند نہ فرماتے نہ کبھی کوئی فرمائش کرتے بلکہ پُر تکلف دعوت سے اس قدر خوش نہ ہوتے جس قدر سادہ اور معمولی کھانوں سے خوش ہوتے۔ اعظم گڈھ میں یہ دستور تھا کہ حضرت والا کے ساتھ ایک جم غفیر کی دعوت کرتے جس سے میزبان پر بہت بار پڑتا اس کا انسداد اس طرح فرمایا کہ جو شخص دعوت کرتا یہ قید لگا دیتے کہ میں تنہا کھاؤں گا اور محض خشکہ اور ارہر کی دال کھاؤں گا کیونکہ یہاں بیلن کی روٹیوں کا دستور ہے جو ذرا سخت ہوتی ہیں اور مجھے موافق نہیں آتیں۔ اسی طرح سفر بنگال میں وہاں کے اس دستور کو کہ لوگ آ آ کر پاؤں چھوتے تھے۔ اس ترکیب سے بند کیا کہ اول منع فرما دیتے جو اس کے بعد بھی حضرت والا کے پاؤں پکڑتا حضرت والا بھی فوراً اس کے پاؤں پکڑ لیتے اور جب وہ شرمندہ ہو کر رکتا تو فرماتے کہ اگر یہ کوئی اچھی بات ہے تو مجھے اس سے کیوں روکتے ہو اور اگر بُری بات ہے تو تم ایسی حرکت کیوں کرتے ہو جہاں دو چار مرتبہ ایسا کیا بس اس کی شہرت ہوگئی اور لوگوں نے اس بیہودہ رسم کو ترک کر دیا۔ ضلع اعظم گڈھ میں یہ دستور تھا کہ چند لوگ آگے آگے ہٹو بچو کہتے ہوئے چلتے جو کوئی آگے آتا ہوا [illegible] سامنے سے ہٹا دیتے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ راستہ کسی کی ناک نہیں سب کو چلنے کا برابر حق [illegible] یہ حرکت خلاف شرع ہے۔ اس کو چھوڑنا چاہیئے۔ ایسا ہرگز نہ کیا جائے [illegible] یہ رسم [illegible] ایک انگریزی اسکول کے پاس سے ہو کر گذرے تو سب [illegible] طلبا اور مدرس [illegible] ہوگئے۔ یہ دیکھکر حضرت والا اسکول کے اندر تشریف لے گئے اور نہایت [illegible] سب سے ملے اور باتیں کرتے رہے وہ لوگ [illegible] کا یہ دستور تھا کہ علما رہند وؤں سے بات بھی نہ کرتے [illegible] ناحق تو اس کی اہانت کرتے [illegible] دستور تھا کہ لوگ [illegible] ہوئے چلتے حضرت والا نے منع فرمایا [illegible] نسبت سے ایسا کرنے میں [illegible] یہاں سے [illegible] حضرت والا نے [illegible] بھی نہ تھا معلوم ہوا کہ [illegible]

بلکہ اس سے اور خوش ہوتے تھے۔

ایک مقام پر رخصت کے وقت گاؤں کے چودھری نے دو سو روپیہ چندہ جمع کرکے حضرت والا کو نذرانہ دیا لیکن یہ ظاہر نہ کیا کہ یہ رقم سب گاؤں والوں سے جمع کی گئی ہے۔ حضرت والا کو شبہ ہوا کہ اکیلے چودھری صاحب تو اتنی بڑی رقم دینے کی حیثیت نہیں رکھتے ضرور لوگوں سے چندہ جمع کیا گیا ہے لہذا حضرت والا نے سوال کیا کہ یہ اکیلے آپ ہی کی طرف سے ہے یا اس میں اور بھی شریک ہیں۔ جواب ملا کہ اوروں سے بھی لیا گیا ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ہدیہ تو محبت کے لئے ہوتا ہے جب دینے والے کو میں نہیں جانتا تو مجھ کو ان کی محبت کیسے ہوگی اس لئے ہر ایک کی رقم اس کو واپس کردو پھر جس کو دینا ہو ہر ایک خود آکر الگ الگ اپنے ہاتھ سے مجھے دے تاکہ مجھے بھی تو معلوم ہو کہ یہ میرا محسن ہے اور مجھے اس سے محبت ہو۔ چودھری جی نے عذر کیا کہ آپ تو اب جا رہے ہیں۔ فرمایا کہ میں بہت قریب مقام پر جا رہا ہوں۔ جہاں پہونچنا سب کو آسان ہے۔ جس کو شوق ہو وہاں آکر ہدیہ دے۔ مگر کسی نے آکر ایک روپیہ بھی تو نہ دیا۔ محض رسم تھی اور کچھ نہیں پھر معلوم ہوا کہ بعضے علماء جو یہاں آتے ہیں اگر ان کی خدمت نہیں کی جاتی یا نذرانہ کم دیا جاتا ہے تو وہ برا مانتے ہیں۔

حضرت والا اعظم گڈھ کے ان واقعات کو بیان فرماکر فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے وہاں کی اور رسموں کو تو مٹایا لیکن ایک رسم کے مٹانے میں کامیاب نہ ہوسکا وہ یہ کہ جب کوئی عالم آتا ہے تو موضع کے اکثر لوگ یہاں تک کہ چھوٹے لڑکے بھی استقبال کے لئے دور تک آتے ہیں۔ اور یہی صورت رخصت کے وقت ہوتی ہے یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اس ضلع کے لوگوں میں بہت ہی صلاحیت اور دینداری ہے۔ وہاں کے انگریزی خوان بھی خوش عقیدہ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ بیچارے ضرورت معاش ہی کے لئے انگریزی پڑھتے ہیں۔

حضرت والا بہت ہی اصرار کے بعد کہیں کا سفر اختیار فرماتے تھے اور بہت کم درخواستیں شرف قبولیت حاصل کرتی تھیں۔ لیکن اگر کوئی مریض درخواست کرتا تو اس کی درخواست بجز کسی خاص مجبوری کے کبھی مسترد نہ ہوتی۔ ایسے مواقع پر حضرت والا کا قلب مبارک بالکل پگھل جاتا اور شعر پڑھتے ؎

خستگاں را چو طلب باشد و قوت نبود گر تو بیداد کنی شرط مروت نبود

بہت سے مریضوں کی تو یہ آرزو پوری ہوئی کہ حضرت والا کی موجودگی ہی میں دم نکلے بعض مرتبہ بغرض

Marfat.com

تاخیر سے جانا ہوتا۔ تو اُس میں یہی مصلحتِ خداوندی ظاہر ہوتی کہ حضرت والا کی موجودگی ہی میں قبل والپی مریض کا انتقال ہوجاتا اور اس کی یہ دلی آرزو پوری ہوجاتی۔

بریلی میں ایک معزز ذی علم رئیس کی درخواست پر جن کو مرض الموت میں اس درجہ وساوس کا ہجوم تھا کہ اُنھیں سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہونے لگا تھا۔ حضرت والا فوراً تھانہ بھون سے تکالیف سفر گوارا فرما کر تشریف لے گئے اور ایسی تسلی بخش تقریر فرمائی کہ وساوس کافور ہو گئے اور نہایت ہشاش بشاش دنیا سے رخصت ہوئے۔ اس واقعہ کا مفصل حال باب "شرف بیعت واستفاضۂ باطنی" میں بعد تنبیہ متعلق مضمون مسمّی بہ الغیبہ فی الہبہ آئندہ آئے گا۔

غرض جس نے حضرت والا کو بنظر انصاف دیکھا ہے اس پر یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جتنا حضرت والا کے اندر شفقت اور دلسوزی کا مادہ ہے شاید ہی کسی کے اندر ہو۔ لیکن جہاں واقعی اس کی ضرورت اور حاجت ہو وہاں اس کا ظہور ہوتا ہے۔ اور جہاں بغرض اصلاح سیاست کی ضرورت ہو وہاں سیاست ہی شفقت ہے۔ اگر وہاں بھی ظاہری شفقت کا برتاؤ کیا جائے تو وہ صورتاً شفقت ہوگی۔ لیکن معناً عداوت ہے

درشتی و نرمی بہم در بہ است ۔۔۔ چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ است

بعض مواقع پر مریض کی تمنائے زیارت کا اُس کے انتقال کے بعد علم ہوتا تو حضرت [illegible] نہایت قلق ہوتا اور فرماتے کہ اگر مجھکو اطلاع ہوجاتی تو ضرور جا کر اُن کی اس تمنا کو پوری کرتا۔

حضرت والا کی دلسوزی اور شفقت پر خود حضرت والا کا ارشاد یاد آیا۔ فرمایا کہ [illegible] آزاد مزاج ہوں لیکن تکلیف [illegible] دشمن کی بھی نہیں دیکھ سکتا۔ جہاں کسی کو ذرا کی بھی [illegible] دیکھتا ہوں [illegible] جی چاہتا ہے کہ اپنا [illegible] اس کے سامنے رکھدوں

حضرت والا کا سفر میں کوئی خاص لباس نہ ہوتا تھا [illegible]

استعمال فرماتے [illegible] پہنے ہوئے سفر میں تشریف لیجاتے [illegible]

ٹوپی۔ چنانچہ ایک بار حضرت والا معمولی لباس پہنے ہوئے سفر [illegible]

زیر استعمال تھا [illegible] بڑی [illegible]

نے فرمایا کیوں لیا کسی کو [illegible] [illegible] مطلب [illegible]

کہ آپ ہمیشہ ایسے لباس میں [illegible]

ذاتی تکلف ستی نہیں [illegible]

Marfat.com

لہذا خواہ مخواہ بارہا دنیکا خیال پیدا ہوگا حضرت والا نے فرمایا کہ یہ نیت تو واقعی بہت اچھی ہے اور اُن کے اس قول کو اکثر نہایت تحسین کے ساتھ نقل بھی فرمایا کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس مصلحت پر ہمیشہ مذاق فطری ہی غالب رہا اور سفر میں بھی حضر کی طرح اپنا وہی سادہ طرز رکھا۔ چنانچہ ایک بار تھانہ بھون آتے ہوئے سہارنپور کے اسٹیشن پر حضرت والا ریل گاڑی کے انتظار میں پلیٹ فارم پر بیٹھے ہوئے تھے اور سامنے ایک ڈلیا رکھی ہوئی تھی جس میں کھیرے تھے۔ سہارن پور کے کھیرے مشہور ہیں کسی نے ہدیتہً دئے تھے۔ ایک دیہاتی اُدھر سے گذرا تو کیا پوچھتا ہے کہ یہ کھیرے کس بھاؤ دئے۔ حضرت والا نے نہایت سادگی کے ساتھ جواب دیدیا کہ یہ بکری کے نہیں ہیں۔

اسی طرح ایک بار جب پانی پت سے واپس ہورہے تھے۔ تو چھوٹی لین پر سوار ہونے کے لئے دہلی سے شاہدرہ جانے والی ریل گاڑی میں سوار ہوئے۔ چونکہ دہلی اطلاع نہیں دی گئی تھی اس لئے کوئی دہلی کا ملنے والا بھی موجود نہ تھا۔ صرف ایک شخص تھے جو پانی پت سے پہونچانے آئے تھے۔ ایک پنجابی صاحب بھی اسی ڈبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جس میں حضرت والا سوار ہوئے تھے انھوں نے حضرت والا سے پوچھا کہ آپ کہاں تشریف رکھتے ہیں حضرت والا نے فرمایا تھانہ بھون یہ سن کر انھوں نے بہت اشتیاق سے پوچھا کہ آپ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کو بھی جانتے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میرا ہی نام اشرف علی ہے۔ انھوں نے استعجاب کے ساتھ حضرت والا کو اوپر سے نیچے تک دیکھا اور مکرر پوچھا کہ کیا آپ ہی مولانا اشرف علی صاحب ہیں حضرت نے فرمایا کہ کیا اس کا کوئی خاص حلیہ ہے جس کو آپ مجھ پر منطبق نہیں پاتے اس پر وہ خاموش تو ہوگئے لیکن پھر بھی انھیں تسلی نہ ہوئی تردد ہی رہا۔ کیونکہ حضرت والا کی شہرت سامعہ سُن کر اور تصانیف عالیہ دیکھکر انھوں نے اپنے ذہن میں یہ خیال جما رکھا ہوگا کہ جب اتنے بڑے عالم ہیں تو بڑی شان سے اور مولویانہ لباس عبا و قبا جبہ و دستار میں رہتے ہوں گے۔ بالخصوص سفر کی حالت کے متعلق تو اُن کا یہ خیال ہوگا کہ اگر مولانا ہوتے تو اُن کے ساتھ بڑا مجمع ہوتا اور بہت سے خادم ہوتے لیکن ان کیساتھ تو ایک بھی خادم نہیں۔ گو عموماً سفر میں حضرت والا کے ہمراہ بطور خود بہت سے خدام مختلف مقامات سے ساتھ ہو لیتے تھے اور واقعی بہت حشم و خدم ہوتا تھا۔ لیکن اتفاقاً اس روز بوجہ عدم اطلاع کوئی ساتھ نہ تھا اور لباس بھی حسب معمول بالکل سادہ تھا۔ غرضکہ حضرت والا کو اس حال میں دیکھ کر اُن پنجابی صاحب کو یقین نہ آیا کہ یہ حضرت مولانا ہی ہیں۔ لہذا انھوں نے امتحاناً ایک علمی سوال کیا جس کا حضرت والا نے نہایت معقول اور مدلل و مفصل جواب دیا جب انھوں نے حضرت والا کی

جامع مانع اور فصیح و بلیغ علمی تقریر سنی تب انہیں یقین آیا کہ ہاں یہی حضرت مولانا اشرف علی صاحب ہیں پھر تو بہت ہی تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آئے اور حضرت والا کی زیارت سے بہت مسرور و محظوظ ہوئے جب حضرت والا شاہدرہ کے اسٹیشن پر اُترے تو حضرت والا کا اسباب انہیں نے اتارا اور بہت عقیدتمندی کے ساتھ مصافحہ کر کے رخصت کیا۔

حضرت والا کا یہ بھی دستور تھا کہ بلا میزبان کی اجازت کے کبھی کسی دوسرے کی دعوت منظور نہ فرماتے۔ نیز یہ بھی معمول تھا کہ اگر حضرت والا کے ساتھ کوئی شخص خواہ اپنا عزیز ہی کیوں نہ ہو جانے کو تیار ہوتا تو فرماتے کہ اپنے کرایہ اور کھانے کا انتظام کر کے چلو بلا درخواست میزبان [illegible] کا بار ڈالنا یا اس کا کھانا کھانا جائز نہیں۔ بلکہ کچھ رقم اپنے پاس محض اس غرض کے لیے رکھتے کہ اگر کوئی [illegible] معتقد غایت اشتیاق سے حضرت والا کے ہمراہ سفر کرنا چاہے تو اس کی اعانت فرما کر [illegible] کو پورا کر سکیں چنانچہ احقر کو اچھی طرح یاد ہے کہ چند شائقین [illegible] دن تک [illegible] کے ذاتی کرایہ سے گئے تھے۔

[illegible] اپنے کھانے کا خود انتظام کر [illegible] چاہتا تو میزبان سے فرما دیتے کہ ان سے خود درخواست کیجئے اگر وہ [illegible] طرح حضرت والا اپنے ہمراہیوں کا [illegible] [illegible] دعوت قبول [illegible] اجازت [illegible] حضرت والا [illegible]

[illegible] اگر کوئی صاحب [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

ہوئی۔ تقریباً ہمیشہ ریل کے ڈبہ کے اندر بھی لمبی لمبی جماعتوں کے ساتھ نمازیں برابر ادا ہوتی رہیں اور اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل شامل حال دیکھا کہ مسافروں کے بڑے بڑے ہجوموں میں بھی حضرت والا کے ڈبہ کے اندر اکثر و بیشتر جگہ خوب فراغت ہی سے رہی اور ہر سفر نہایت اطمینان ہی سے طے ہوا۔

حضرت والا کو صدہا سفر کرنے پڑے مگر حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیشہ نہایت راحت اور اطمینان ہی سے سفر طے ہوئے۔ یوں کبھی خفیف سی تھوڑی دیر کی وقتی کلفت ہوئی تو اُس کا جلدی ہی ایسا تدارک ہوگیا کہ پہلے سے بھی زیادہ راحت مل گئی۔ کسی رفیق سفر سے احقر نے سُنا ہے کہ جب حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا کو حضرت والا واپسی حج پر بمبئی سے لارہے تھے تو حضرت والا کی ربیبہ سلمہا جو اُس وقت بچی تھیں شدت تشنگی سے بیتاب تھیں اور پانی کا اسٹیشن بہت دور تھا۔ سخت پریشانی تھی کہ کیا تدبیر کی جائے کہ یکایک ریل راستہ پر ایسی جگہ رک گئی جہاں نیچے دریا تھا۔ وہاں سے بالٹی میں پانی کھینچ کر بچی کو پلا دیا گیا۔ یہ انعام الٰہی تھا۔

ایک بار ایک مقام پر حضرت والا بلائے ہوئے تشریف لے گئے اسٹیشن پر اتفاق سے کوئی شخص لینے کے لئے وقت پر نہ پہنچا حضرت والا اسٹیشن ہی سے واپس تشریف لے آئے۔ اس کے بعد سے بلانے والوں کے ذمہ یہ بھی کر دیا گیا کہ اپنا ایک آدمی معین کر کے بھیج دیں جو برابر ساتھ رہے تاکہ کسی مقام پر کوئی دقت نہ ہو۔ مگر وہ آدمی ایسا معزز نہ ہو جس سے بوقت ضرورت کوئی کام لینے میں حجاب معلوم ہو۔ خادم نہ ہو بلکہ خادم ہو یا کوئی بے تکلف دوست ہو چنانچہ پھر ہمیشہ یہی معمول رہا جس سے سفر میں ہر طرح کا اطمینان رہتا۔

یہ بھی حضرت والا کا معمول تھا کہ خواہ زائد خرچ برداشت کرنا پڑتا لیکن کسی سے یہ قرارداد نہ کرتے کہ تم فلاں اسٹیشن پر مل جانا وہاں سے ساتھ ہو جائے گا بلکہ یا تو خود اس کو اپنے مقام روانگی پر بلاتے یا خود اس کے مقام پر پہنچ جاتے۔ اور دونوں ایک جگہ سے ساتھ سفر شروع کرتے اور برابر ساتھ رہتے تاکہ دونوں ایک حال میں رہیں ورنہ اگر قرارداد کی صورت میں کسی کو کوئی عذر پیش آگیا اور وقت مقررہ پر پہنچنا نہ ہوا تو دونوں کو سخت پریشانی لاحق ہوتی ہے۔

ایک بار ریاست بھرت پور کے سفر میں زنانی سواریاں ساتھ تھیں۔ ریلوے اسٹیشن متھرا سے گھوڑا گاڑی میں جانا تھا۔ زیادہ فاصلہ تھا دیر سے روانہ ہونے میں رات ہو جانے کا اندیشہ تھا حضرت والا نے ظہر کی نماز میں صرف دو رکعت فرض قصر پر اکتفا کیا اور روانہ ہو گئے۔ سنتیں چھوڑ دیں اور فرمایا کہ سفر میں سنت کا درجہ نفل کا ہو جاتا ہے ضرورت کی حالت میں بالکل حذف کر دینا بھی جائز ہے

Marfat.com

اور ضرورت کے موقع پر بھی شرعی رخصتوں پر عمل نہ کرنا اپنے اوپر بلا ضرورت تعب ڈالنا ہے جو ایک درجہ میں حق تعالے کی ناشکری ہے۔

حضرت والا نے کبھی کوئی سفر کسی کی وجاہت ظاہری سے متاثر ہو کر نہیں کیا۔ نہ اپنے کسی اصول میں فرق آنے دیا۔ چنانچہ ایک نواب صاحب نے جو ایک نہایت ذی وجاہت اور مقتدر خاندانی رئیس ہیں حضرت والا کی خدمت میں دو سو روپے مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون کے لئے بھیجے جو زیر سرپرستی و نگرانی حضرت والا خاص خانقاہ ہی کے اندر بلا ادنیٰ تحریک چندہ محض توکل پر قائم ہے اس کے ساتھ ہی انھوں نے حضرت والا کی خدمت میں تشریف آوری کی درخواست بھی پیش کی حضرت والا نے وہ روپے واپس فرما دیئے اور لکھ دیا کہ اگر اس رقم کے ساتھ بلانے کا مضمون نہ ہوتا تو مدرسے کے لئے روپیہ لے لیا جاتا۔ اب اس اقتران سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ شاید مجھ کو متاثر کرنے کے لئے یہ رقم بھیجی گئی ہو۔ اور آپ کی یہ غرض نہ بھی لیکن میرے اوپر تو طبعی طور پر اس کا یہی اثر ہوگا [illegible] آزادی کے ساتھ اپنے آنے نہ آنے کے متعلق رائے قائم نہ کرسکوں گا کیونکہ انکار کرتے ہوئے شرم آئے گی۔ اس پر نواب صاحب کا معذرت نامہ آیا اور لکھا کہ آپ کے متنبہ کرنے سے [illegible] ہوا کہ واقعی یہ مجھ سے سخت بدتہذیبی ہوئی میں اب اپنی درخواست تشریف آوری واپس لیتا ہوں [illegible] روپیہ مکرر ارسال خدمت کرتا ہوں براہ کرم مدرسے کے لئے قبول فرما لیا جائے۔ حضرت والا نے [illegible] بہت خوشی سے قبول فرما لیا اور تحریر فرمایا کہ ابھی تک تو آپ میری ملاقات کے مشتاق تھے [illegible] آپ کی تہذیب اور شرافت نے خود مجھ کو آپ کی ملاقات کا مشتاق [illegible] انھوں نے پھر تحریک کی اور حضرت والا تشریف لے گئے [illegible] پیش نہ کیا جائے۔ جب حضرت والا وہاں سے واپس تشریف لانے لگے تو ان [illegible] حضرت والا [illegible] شرط ہونے کا عذر پیش کیا۔ نواب صاحب نے [illegible] فرمایا والدہ اور دل میں کیا فرق [illegible] [illegible] خدمت [illegible] [illegible] نہایت عاقل اور [illegible] کیا۔ انھوں نے اصرار [illegible]

گذر جانے کے بعد تھانہ بھون خود حاضر ہو کر تین گنیاں پیش کیں جو حضرت والا نے نہایت مسرت
اور احترام کے ساتھ قبول فرمالیں اور نواب صاحب کی یہ کمال دانشمندی تھی کہ پہلی رقم کی مقدار بھی
بار لدی تاکہ محض وضعداری نہ سمجھی جائے اور حضرت والا کے قلب پر بار بھی نہ ہو اور ذہن بھی
پچھلے واقعات کی طرف منتقل نہ ہو اور یہ ایک مستقل ہدیہ سمجھا جائے پھر تو نواب صاحب کی ابایت
اور عقیدت کی بنا پر حضرت والا سے ان کے خصوصی تعلقات قائم ہو گئے

اسی قسم کے دو واقعے اور یاد آ گئے۔ ڈھاکہ کے پہلے سفر کے بہت بعد جس کا کچھ اجمالی ذکر اوپر
آ چکا ہے کا تذکرہ ہے کہ موقع پر حضرات علماء دیوبند کا وفد بھی ڈھاکہ گیا تھا۔ نواب صاحب نے اس
موقع پر بھی حضرت والا کو نہایت اشتیاق کے ساتھ دعوت دی تھی۔ لیکن چونکہ حضرت والا اس قسم کے
جلسوں کی شرکت سے بالکلیہ محترز رہتے تھے حضرت والا نے عذر فرمادیا تھا۔ مگر حضرات دیوبند
کے اصرار پر حضرت والا کو سفر کرنا ہی پڑا۔ لیکن اس احتمال پر کہ اگر کوئی ناگوار واقعہ پیش آیا تو آزادی
رہے تو دیا سکول اپنے ذاتی کرایہ سے تشریف لے گئے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کلکتہ میں نواب
صاحب کی طرف سے سب حضرات کے قیام و طعام کا انتظام تھا کیونکہ وہاں ہو کر ڈھاکہ جانا ہوتا
ایک رئیس صاحب جو نواب صاحب کے دوست تھے مہمانداری کے منتظم تھے۔ انھوں نے حضرت
سے حضرت والا کی تشریف آوری پر اظہار مسرت کیا اور کہا کہ نواب صاحب کو آپ کی تشریف آوری
سے بہت مسرت ہوئی کیونکہ انکار کے بعد مایوسی ہو گئی تھی۔ حضرت والا نے ان سے پوچھا کہ نواب
صاحب نے میرے انکار کی کوئی وجہ بھی آپ سے ظاہر کی۔ کہا یہ فرماتے تھے کہ ان کی شرطیں بہت سخت
تھیں جن کو قبول نہیں کر سکتے۔ حضرت والا نے پوچھا وہ کونسی شرطیں تھیں۔ کہا ایک تو یہی تھی کہ کوئی
ہدیہ پیش نہ کیا جائے (حضرت والا فرماتے تھے کہ ان کو غلط ہو گیا یہ شرط پہلے سفر میں لگائی گئی تھی لیکن
اس سے قطع نظر کر کے) فرمایا کہ نہ دینے کی شرط کیا مشکل ہے دینا تو دشوار بھی ہو سکتا ہے نہ دینا کیا مشکل
ہے۔ اس پر وہ رئیس صاحب بولے کہ صاحب جس سے محبت ہوتی ہے اس کو تو ہدیہ دینے کے لئے
جی چاہتا ہی ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اپنے محبوب کی خدمت نہ کی جائے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ کیا
ضروری ہے کہ محبوب کو اپنے گھر ہی بلا بلا کر ہدیہ دیا جائے۔ اگر ایسا ہی شوق ہے تو اس کے گھر جا کر
یا گھر چلے بھی تو ہدیہ دیا جا سکتا ہے۔ اس پر وہ صاحب بولے کہ جناب معاف فرمایئے۔ پیاسا کنوئیں
کے پاس آتا ہے کنواں پیاسے کے پاس نہیں جاتا۔ اس بیہودگی اور بدتمیزی پر حضرت والا کو سخت
ناگوار ہوا۔ فرمایا اچھا آپ کا یہ خیال ہے کہ آپ لوگ کنواں ہیں اور ہم پیاسے اور ہمارے ذمہ ہیں

Marfat.com

یہ سمایا ہوا ہے کہ ہم کنواں ہیں اور آپ لوگ پیاسے اور اس کی ہمارے پاس دلیل بھی ہے۔ وہ یہ کہ دو چیزیں حاجت کی ہیں دین اور دنیا۔ ان میں سے ایک ہماری حاجت کی چیز تو آپ کے پاس ہے اور ایک آپ کی حاجت کی چیز ہمارے پاس۔ لیکن فرق یہ ہے کہ جو چیز ہماری حاجت کی آپ کے پاس ہے یعنی دنیا وہ تو اللہ تعالیٰ نے بقدر ضرورت ہمیں بھی دے رکھی ہے۔ لیکن جو چیز آپ کی حاجت کی ہمارے پاس ہے یعنی دین وہ آپ کے پاس بقدر ضرورت بھی نہیں لہٰذا آپ ہمارے محتاج ہوئے یا ہم آپ کے اور آپ پیاسے اور ہم کنواں ہوئے یا ہم پیاسے اور آپ کنواں۔ اس پر وہ چپ ہو گئے اور بہت شرمندہ ہوئے۔ حضرت والا کو ان کی یہ بیہودگی نہایت ناگوار ہوئی اور اپنے رفقاء سے ایک لطیف عذر کر کے وہاں سے چلے آئے اور ایک مسجد میں تشریف لے جا کر وہاں کے امام کے پاس مقیم ہو گئے۔ جناب حافظ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند نے مسجد میں تشریف لا کر ڈھاکہ ساتھ چلنے کے لئے بہت اصرار فرمایا لیکن حضرت والا نے عرض کیا کہ میں تو اب واپس کا قطعی ارادہ کر چکا ہوں [illegible] میں سوار ہو کر الہ آباد پہنچ گئے۔ کیونکہ واپسی پر وہاں ٹھہرنے کا وعدہ [illegible] اول تو [illegible] یہ ڈھاکہ کا سفر حضرت والا کے خلاف طبیعت تھا پھر اوپر سے یہ ناگوار واقعہ [illegible] اس لئے واپسی کا عذر اور بھی قوی ہو گیا [illegible] دل میں [illegible] کا اپنے کرایہ سے سفر کرنا بہت کام آیا۔ [illegible] اور [illegible] آزادی [illegible] نہ سکتے۔ یہی وجہ [illegible] حضرت [illegible] کشن کا درجہ بہت متاثر [illegible] نواب صاحب [illegible] حضرت والا واپسی کا [illegible]

جواب تحریر [illegible]

جناب [illegible]

[illegible] اس واپسی پر بہت [illegible]

کے یہاں جانا بہت گراں تھا۔

[illegible]

[illegible] کہ دو [illegible]

[illegible] مدرسہ میں ایک جلسہ [illegible]

مدرسہ کے سرپرستوں اور دیگر اراکین کو اطلاع کردیں کہ اس تاریخ پر مدرسہ میں آجائیں۔ ہتمم صاحب نے اس اطلاع کے ساتھ شرکت کی دعوت دی۔ حضرت والا نے شرکت سے انکار فرمادیا اور ہتمم صاحب کو لکھ بھیجا کہ اُن کو اس حاکمانہ لہجہ میں بلانے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ اس طرح حکم نامہ بھیجکر بلانا خلاف تہذیب ہے یہ بھی کوئی بلانے کا طریقہ ہے میں نہیں آؤں گا۔ کیا وہ کسی رئیس کو ایسے طریقہ سے دعوت دے سکتی تھیں۔ جناب ہتمم صاحب نے مدرسہ کی مصالح کی بنا پر اصرار فرمایا اور کہا کہ یہ اُن رئیسہ صاحبہ کا فعل نہیں ہے۔ بلکہ اُن کے میر منشی کا ہے۔ حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ پھر بھی یہ شکایت ہے کہ اس معاملہ کو بالکل میر منشی ہی پر کیوں چھوڑ دیا گیا۔ مسودہ خود دیکھ کر منظوری دیتیں۔ جس طرح حکام کے دعوت ناموں میں اہتمام کیا جاتا ہے اس کے بعد لکھا کہ ان کے بلانے پر تو میں اب نہیں آؤں گا۔ البتہ اگر آپ حکم دیں گے تو جوتیاں چٹخاتا ہوا سر کے بل حاضر ہوں گا۔ چنانچہ اس شرط پر تشریف لے گئے کہ رئیسہ سے نہ ملوں گا نہ اُن سے کوئی گفتگو بلاواسطہ یا بواسطہ کروں گا۔ جناب ہتمم صاحب نے اسی کو بسا غنیمت سمجھا اور تشریف لانیکی درخواست کی حضرت والا تشریف لے گئے اور مدرسہ کے مہمان ہوئے اور بہت پُر اثر وعظ ہوا جس میں وہ رئیسہ بھی شریک تھیں۔ اس کے بعد فوراً اسٹیشن پر تشریف لے گئے تاکہ ہتمم صاحب کو یا اپنے حضرات میں سے کسی کو کچھ کہنے سننے اور اصرار کا موقع ہی نہ مل سکے۔ یہاں تک کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے بھی بے ملے ہی تشریف لے آئے۔ پھر اُن رئیسہ صاحبہ نے حضرت والا کے لئے مٹھائی کا حصہ جو انھوں نے تقسیم کی تھی اسٹیشن پر بھیجا اور احتیاطاً یہ کہلا بھیجا کہ یہ مٹھائی عام تقسیم کی نہیں ہے بلکہ خود میرے حصہ کی ہے قبول فرمانے میں پس و پیش نہ فرمائیں۔ بوجہ مزاج شناس نہ ہونے کے انھیں اندیشہ ہوا کہ دماغ دار ہیں کہیں عام تقسیم کی مٹھائی لینے میں بھی تامل ہو۔ بہرحال انھیں یہ تو احساس ہوگیا کہ ملانوں میں بھی دماغدار ہو سکتے ہیں۔ غرض حضرت والا کو اس کا بڑا اہتمام ہے کہ اہل علم کی ذات نہ ہو جن کو آجکل لوگ عموماً خصوصاً امرار نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں حالانکہ اس کا ان کو کوئی حق نہیں اور یہ خلاف تہذیب حرکت اُن کو ہرگز زیبا نہیں بالخصوص اس حیثیت سے کہ حضرات علماء کو اللہ تعالےٰ نے حاملان دین اور محافظان اسلام اور ورثۃ الانبیاء بنا کر بڑے رتبے عطا فرمائے ہیں۔ لہذا حضرت والا نے نظر بر حال زمانہ اور بمقتضائے ضرورت وقت اپنا یہ نصب العین قرار دے رکھا ہے کہ متکبروں کو اچھی طرح محسوس کرا دیا جائے کہ ؎

ببین حقیر گدایان عشق را کایں قوم
شہان بے کمر و خسروان بے کلہند

Marfat.com

گو بعضے کوڑھ مغز اس کو تکبر پر محمول کریں لیکن بقول حضرت والا تکبر کی بدنامی بہ نسبت تملق کی بدنامی کے لذیذ بدنامی ہے اور آجکل تو بقول اُئے التکبر مع المتکبرین عبادۃٌ۔ اس کی سخت ضرورت بھی ہے۔ کیونکہ اس تمرد اور فرعونیت کے زمانہ میں جبکہ اہل دین کو عموماً نہایت تحقیر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کی اصلاح بھی ایک مجدد وقت کے ذمہ ضروری تھی اور بمصداق ہر فرعونے راموسیٰ۔ اس چودھویں صدی کے لئے ایسا ہی مصلح درکار تھا جس نے بڑے بڑے سرکشوں سے حق کے سامنے سر تسلیم خم کروا دیا۔ اور اُن کو صحیح معنوں میں مسلم بنا کر سچے دل سے دین اور اہل دین کی عظمت کو اُن سے منوا دیا۔ جب اصلاح ہی کا کام اپنے ذمہ لے رکھا ہے تو پھر بدنامی کا خیال کر کے اپنے فرض منصبی میں کوتاہی کرنا خیانت تھا۔ لیکن چونکہ حفظ مراتب بھی مقاصد شرعیہ میں سے تھے لہذا حضرت والا اپنی طرف سے کبھی تہذیب کو ذرا ہاتھ سے نہیں جانے دیتے بلکہ دنیوی ذی وجاہت صاحبان کا بھی اُن کے مرتبہ کے مطابق بہت لحاظ فرماتے ہیں اور نہایت تہذیب سے پیش آتے ہیں بشرطیکہ اُن کی طرف سے کوئی بے عنوانی نہ ہو اور جس سے جو معاملہ فرماتے ہیں یا گرفت فرماتے ہیں بالکل اصول صحیحہ کے موافق حتیٰ کہ دوسرے کو اپنی غلطی کے اقرار کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہیں رہتا۔ چنانچہ حضرت والا بآواز بلند فرمایا کرتے ہیں کہ [illegible] اسلامی تہذیب کے مقابلہ میں تہذیب کا دعویٰ ہو کچھ دن میرے پاس رہ کر دیکھ لے [illegible] تعالیٰ کے بھروسہ پر کہتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ خود اُسی کے مُنھ سے کہلوا دوں گا کہ [illegible] ہیں اور حقیقی تہذیب وہی ہے جس کی شریعت مقدسہ نے تعلیم فرمائی ہے چنانچہ [illegible] جونپوری جو ایک مشہور شاعر اور شرع میں بہت ہی آزاد تھے۔ حضرت والا [illegible] کرتے [illegible] رسالہ موسومہ [illegible] میں لکھتے ہیں کہ جس تہذیب کو ہم نے مدت العمر [illegible] اور بڑے [illegible] کی صحبتوں میں رہ کر حاصل کیا تھا۔ تھانہ بھون آکر معلوم ہوا کہ وہ سراسر بد تہذیبی [illegible] کرتے ہیں کہ مجھے مدعیان تہذیب جدید کے منھ سے بد تہذیبی [illegible] کیونکہ یہ اپنے مقابلہ میں [illegible] کی بد تہذیبی [illegible] [illegible] ہوتا ہے۔

حضرت والا [illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

بہ تعمیل ارشاد نبوی ؐ نزلو الناس منازلھم نہایت اخلاق سے پیش آتے ہیں۔ نیز دیگر معاملات میں بھی اُن کے مراتب کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہیں۔ چنانچہ جب مرحوم نواب صاحب ڈھاکہ نے حضرت والا سے اپنی بچیوں کو بسم اللہ پڑھوائی تو چونکہ حضرت والا نے قبل سفر یہ شرط ٹھہرائی تھی کہ کسی قسم کا ہدیہ نقد یا غیر نقد نہ دیا جائے گا اور نواب صاحب کا جی چاہتا تھا کہ کسی بہانہ سے کچھ خدمت کریں۔ اس لئے نواب صاحب نے تقریب بسم اللہ سے پہلے بذریعہ رقعہ عرض کیا کہ ہمارے خاندان میں قدیم سے یہ رسم چلی آتی ہے کہ بسم اللہ پڑھوانے کی کچھ نقد سے خدمت کی جاتی ہے اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو میری سخت سبکی ہوگی امید ہے کہ آپ میری سبکی کو گوارا نہ فرمائیں گے اور کچھ ہدیہ پیش کرنے کی ضرور اجازت مرحمت فرمائیں گے۔ حضرت والا نے جواب دیا کہ سبکی سے بچنے کی تو ایک بہت سہل صورت ہوسکتی ہے وہ یہ کہ مجمع میں تو میں آپ سے لے لوں اور خلوت میں آپ کو واپس کردوں۔ اس طرح آپ کی وضع بھی قائم رہے گی اور میری مصلحت بھی محفوظ رہے گی۔ اور یہ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس واپسی کی کبھی عمر بھر کبھی کسی کو اطلاع نہ کروں گا۔ اس کو نواب صاحب نے ہرگز گوارا نہ فرمایا اور عرض کیا کہ حضرت میں آپ کی مصلحت پر اپنی وضع کو قربان کرتا ہوں۔

اسی طرح ریاست بھاولپور کی طرف سے حضرات علماء کو جو وہاں مدعو کئے گئے تھے جن میں حضرت والا بھی تھے۔ ڈیڑھ ڈیڑھ سو روپے بعنوان خلعت اور پچیس پچیس روپے بنام دعوت عطا کئے گئے تھے۔ اس وقت تو حضرت والا نے اس رقم کو دیگر حضرات علماء کے ساتھ بخیال احترام رئیس سب کے سامنے قبول فرمالیا۔ لیکن بعد کو خلوت میں وزیر صاحب سے عذر کیا کہ اس کو مجھ سے واپس لے لیا جائے کیونکہ بیت المال سے دیا گیا ہے جس کا میں مصرف نہیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ اب تو کاغذات میں بھی اندراج ہوچکا اب اس کی واپسی کی کوئی صورت نہیں۔ حضرت والا نے فرمایا خیر اگر خزانہ میں واپسی نہیں ہوسکتی تو اس رقم کو مقامی علماء اور طلباء میں صرف کردیا جائے کیونکہ شرعاً بیت المال کے وہی مصرف قریب ہیں غرض جو کچھ ملا تھا وہ سب حضرت والا نے واپس فرمادیا لیکن نہایت سلیقہ اور بہت خوبصورتی کے ساتھ یہی صورت ریاست خیرپور سندھ میں واقع ہوئی تھی۔ وہاں پر یہ عذر پیش کیا گیا تھا کہ نواب صاحب کو واپسی خلعت ناگوار ہوگی۔ اس پر فرمایا گیا کہ اگر یہ اندیشہ ہے تو اُن کو معلوم ہی کیوں کرایا جائے بلکہ جو نقد بہ عنوان خلعت ملا ہے اُس کو مساکین میں تقسیم کردیا جائے کیونکہ وہ لوگ اس کا مصرف صحیح ہیں۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ چونکہ بفضلہ تعالیٰ نیت نیک ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ایسے موقعوں پر کوئی ایسی معقول بات

Marfat.com

سمجھا دیتے ہیں کہ دوسرے کو ماننی ہی پڑتی ہے۔ اور الحمد للہ مجھے کہیں خلاف شریعت یا خلاف طبیعت کرنے پر مجبور نہیں ہونا پڑتا۔

اس پر حضرت والا کا ایک اور واقعہ یاد آیا۔ حیدرآباد کے سفر میں ایک معمر صاحب علم نے اپنی مستورات کو حضرت والا سے مرید کرانا چاہا۔ انہوں نے اس کی کوشش کی کہ بے پردہ سامنے آنے کی اجازت دیدی جائے لیکن حضرت والا نے منظور نہ فرمایا۔ بالآخر انہوں نے یہ ترکیب کی کہ ان کو برقع میں بٹھلا دیا۔ جب مرید کرنے کے لئے حضرت والا اس مجلس میں بیٹھے تو بڑے میاں بولے کہ منہ کھول دو ان سے کیا پردہ۔ اب حضرت والا بہت تنگ ہوئے لیکن بجائے اس کے کہ حضرت والا بڑے میاں سے قیل وقال کرتے جس میں کامیابی ممکن نہ ہو سکتی تھی۔ اور اتنے میں وہ اپنا منہ کھول بھی دیتیں حضرت والا نے فوراً خود برقع والیوں ہی سے للکار کر کہا کہ خبردار جو منہ کھولا۔ اب بڑے میاں تو کہہ رہے ہیں کہ نہیں جی منہ کھول دو ان سے کیا پردہ اور حضرت والا ڈانٹ رہے ہیں کہ خبردار میں حکم دیتا ہوں کہ ہرگز منہ نہ کھولنا۔ چونکہ مرید ہونے کے لئے آئی تھیں ان کو حضرت والا کا حکم ماننا پڑا۔ اور منہ نہ کھولا۔ غرض حضرت والا ہی اپنی تجویز میں کامیاب رہے۔

اسی طرح ایک بڑی ریاست کی وزیر زادی صاحبہ اپنے شوہر کے ساتھ [illegible] حاضر خدمت ہوئیں انہوں نے بھی بے پردہ سامنے آنا چاہا اور چھوٹی پیرانی صاحبہ سے [illegible] کی اجازت چاہی۔ حضرت والا نے صریح [illegible] مصلحت کے خلاف سمجھا [illegible] لوگوں کے سامنے اگر حکم شرعی بتایا جاتا ہے تو وہ اس کی بیقدری کر سکتے ہیں۔ اور [illegible] کو نہیں لگتا۔ بلکہ شریعت کا نام سن کر عجب نہیں کہ شریعت کے متعلق کچھ طعن یا استخفاف کا کلمہ [illegible] اس لئے نہایت لطیف تدبیر کی فرمایا کہ اگر ان کو کچھ کہنا سننا ہو تو نیچے اجازت ہے [illegible] کو قرائن سے معلوم تھا کہ کہنا سننا ضرور ہے اس لئے سامنے نہ آویں گی [illegible]

میں خود اپنی آنکھیں [illegible] کی [illegible] ہے [illegible]

[illegible] کرتا ہے۔ اس پر فرمایا کہ یہ [illegible] بات ہے [illegible]

ہوں۔ اگر تم مجھے [illegible] [illegible]

اگر گفتگو کرنی ہے تو پردہ کی آڑ سے [illegible]

غایت غیرت وحیا کی وجہ سے کسی عورت سے [illegible]

حضرت والا جب سفر [illegible]

اور بیٹھا ہوا نہ ہوتا کیونکہ اس سے حضرت والا کو طبعاً الجھن ہوتی ہے۔ نیز حضرت والا ریل گاڑی سے گذرتے وقت نظر اٹھا کر مسافروں کی طرف نہیں دیکھتے جیسا کہ عام دستور ہے کہ جب کوئی ریل گاڑی گذرتی ہے تو لوگ تماشہ کے طور پر ضرور ایسا کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مجھے اس سے حجاب آتا ہے احقر عرض کرتا ہے کہ علاوہ ایک فضول حرکت ہونے کے یہ بھی تو اس میں احتمال ہے کہ کسی عورت پر نظر پڑ جائے۔

حضرت والا جب سفر میں تشریف لیجاتے تو مشتاقان زیارت کا ہر جگہ ایک انبوہ عظیم ہو جاتا استقبال اور رخصت کے وقت اسٹیشنوں پر اتنا اتنا ہجوم ہو جاتا کہ مسافروں کو چلنے کے لئے جگہ ملنی دشوار ہو جاتی۔ مصافحہ کرنے والوں کی اتنی کثرت ہوتی کہ اکثر حضرت والا اپنے دونوں ہاتھ جدا جدا دونوں طرف بڑھا دیتے اور لوگ بڑھ بڑھ کر والہانہ انداز سے دو طرفہ ہاتھ چومتے رہتے۔ اور حضرت والا ہر شخص پر نظر توجہ ڈالتے جاتے۔ بوقت رخصت جب تک ریل تیز نہ ہو جاتی مصافحوں کی یہی بھرمار اور یہی کیفیت رہتی۔

حضرت والا کو حق تعالیٰ نے ایسی محبوبیت عامہ عطا فرمائی ہے کہ بعض ضعیف الخیال لوگوں کو گمان ہو گیا کہ حضرت والا کو کوئی تسخیر کا عمل آتا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت والا کے ایک متوسل سے ایک صاحب نے کہا کہ اگر تم نے حضرت والا سے عمل تسخیر ہی نہ حاصل کیا تو کچھ بھی حاصل نہ کیا۔ اور کہا کہ حضرت کے پاس اس کا تیر بہدف عمل ہے۔ حضرت والا نے ان کے اس قول کو بہ تبسم نقل فرما کر فرمایا یہی حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحبؒ کے بارہ میں بھی بعض لوگوں کا خیال تھا چنانچہ ایک صاحب اسی خیال کو لئے ہوئے مجلس میں بیٹھے تھے حضرت شاہ صاحب کو کشف ہوا فرمایا توبہ توبہ نعوذ باللہ استغفر اللہ عملیات کرنے سے تو نسبت سلب ہو جاتی ہے اھ۔ بعونہ تعالیٰ و بفضلہ حضرت والا کو لمبے لمبے سفروں میں بھی ایسا کان نہیں ہوا کہ ضروری کاموں میں خلل انداز ہو جائے اکثر دیکھا گیا کہ رات رات بھر سفر کیا اور نیند تقریباً آئی ہی نہیں لیکن صبح کو گھنٹوں کھڑے ہو کر نہایت جوش کے ساتھ وعظ فرمایا۔ اور پھر جمع شدہ ڈاک کو بھی ختم کیا۔ ایک بار شب کو آدھی رات تک سفر فرما کر ڈاک لکھنے بیٹھ گئے اور برائے نام ہی آرام فرمایا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ سفر میں قلت خواب سے میرے حواس مختل ہو ہو جاتے تھے لیکن ماشاء اللہ تعالیٰ حضرت والا پر کوئی معتد بہ اثر نہ ہوتا۔ اور برابر وعظ و ملفوظات و تحریر خطوط میں مشغول رہتے۔ اس پر یاد آیا کہ ایک مولوی صاحب نے احقر سے کہا کہ مولانا کو کوئی بوٹی معلوم ہے۔ اس کا استعمال کرتے ہیں ماشاء اللہ صحت بہت اچھی

رہتی ہے۔ ان سے وہ بوٹی معلوم کرلی چاہئے۔ حضرت والا سے جب اس قول کو نقل کیا گیا تو ہنسے اور فرمایا کہ خبطی ہیں۔ پھر فرمایا لیجئے میں اس بوٹی کو بتلائے ہی دیتا ہوں۔ وہ بوٹی ہے تعلق مع اللہ جس سے قلب میں نہایت قوت اور طمانیت اور طبیعت میں ہر وقت فرحت و بشاشت رہتی ہے۔ جو جڑ ہے صحت کی۔ واقعی حضرت والا کی صحت بفضلہ تعالیٰ ماشاء اللہ نہایت اچھی رہتی ہے۔ بحمد اللہ ہمیشہ تندرست ہشاش بشاش اور آواز میں انتہا درجہ کی قوت اور جہوریت اور کلام میں نہایت شوکت و صولت ہی دیکھی۔ حالانکہ حضرت والا کو بعض رنج وہ حادثات کے بعد بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا اللہ تعالیٰ حضرت والا کی صحت و قوت ظاہری و باطنی میں روز افزوں ترقی بخشے۔ اور بایں فیوض و برکات سلامت باکرامت رکھے آمین

الحمد للہ حضرت والا بفضلہ تعالیٰ شاذ و نادر ہی کبھی بیمار پڑتے ہیں۔ اور بڑی سے بڑی بیماری بھی جلد سے جلد جاتی رہتی ہے جس بیماری سے لوگ مہینوں میں اچھے ہوتے ہیں حضرت والا بفضلہ تعالیٰ بس دو تین ہی دن میں صحت یاب ہو جاتے ہیں اور کبھی کام میں حرج واقع نہیں ہوتا بلکہ [illegible] میں بھی کام کرتے ہی رہتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو حضرت والا سے دین کا کام لینا ہے اس لئے حضرت والا کے ساتھ یہ معاملہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیشہ ایسا ہی معاملہ رکھے اور حضرت والا کو عمر طبعی طویل مع صحت عافیت و خیر و برکت کے ساتھ عطا فرمائے آمین ثم آمین یا رب العالمین۔

اور احادیث میں جو امراض کی فضیلت [illegible] وارد ہے وہ اللہ تعالیٰ [illegible] فرمایا کہ دو ہی رنج مثل لازمہ کے ہو گئے ہیں ایک آنت [illegible] دوسرا [illegible] میں تخیر [illegible] بھی جاتا جس سے نیند اکثر مختل رہتی ہے۔ [illegible] کئی کئی روز [illegible] رات میں [illegible] پھر بے [illegible] سے نیند آتی ہے۔ اگر حق تعالیٰ [illegible] [illegible] عارض اول میں خفت ہے۔ او [illegible] قابل نہیں [illegible] [illegible]

تعالیٰ اس کو بھی سکون ہو جاوے گا لیکن اس سے [illegible]

[illegible] حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ نیند [illegible] رات میں [illegible]

وقت اور [illegible] [illegible]

[illegible] ہو جاتی ہے [illegible] نہیں [illegible]

[illegible] حضرت والا [illegible]

[illegible]

Marfat.com

میں کیا جائیگا۔ چند سفر ہر دو پیرانی صاحبان کے معالجہ کے سلسلہ میں بھی فرمائے اور زنانہ شفاخانو
میں بھی قیام فرمانا پڑا جہاں کی عیسائی ڈاکٹرنیاں بھی حضرت والا کا نہایت ادب و احترام کرتیں اور
باوجود بے پردہ اور بیباک ہونے کے حضرت والا کے سامنے سے گذرتے ہوئے جھجکتیں اور اپنے قلبی
ادب و احترام کا اظہار اور لوگوں سے کرتیں۔

حسب روایت حافظ صغیر احمد صاحب مظفر نگر کے سفر میں ایک معزز رئیس نے جو بہت
بیباک اور زبان آور اور بڑے بڑے حکام کے سامنے نہ جھکنے والے تھے۔ حضرت والا سے کوئی
بے ڈھنگی بات پوچھی حضرت والا نے حسب معمول انہیں ڈانٹا اور یہاں تک ناگواری بڑھی کہ مجلس
سے اٹھ جانے کے لئے فرمایا۔ وہ پھر بھی بیٹھے رہے۔ تو حضرت والا خود اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا کہ
اگر آپ نہیں اٹھتے تو میں خود اٹھا جاتا ہوں۔ میں ایسے شخص کے ساتھ ہمنشینی بھی گوارا نہیں کر سکتا
اس پر انہوں نے دست بستہ عرض کیا کہ حضرت آپ بیٹھے رہیں میں خود ہی جاتا ہوں۔ پھر وہ اٹھے اور چلے
گئے۔ بعد کو انہوں نے حافظ صاحب سے کہا کہ میرا تو عمر بھر کے لئے علاج ہو گیا۔ میں علماء اور ملانوں
کو بہت ذلیل سمجھا کرتا تھا۔ اب ہر ایک مولوی اور ملانے کا میں ادب اور لحاظ کرتا ہوں کیونکہ خیال
ہے کہ کہیں یہ بھی ایسا ہی نہ ہو۔ میں بڑے بڑے حکام سے بھی مرعوب نہیں ہوتا۔ مگر اس روز مولانا سے
اتنا مرعوب ہوا کہ ڈانٹ پڑنے کے بعد ایک لفظ بھی میرے منھ سے نہ نکل سکا۔ سچ ہے ؎

ہیبت حق است ایں از خلق نیست ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

بہرحال سفر خواہ علاج کی غرض سے ہوتا یا کسی اور ذاتی ضرورت سے بہر صورت حضرت والا سے مسلمانوں کو
دینی فیوض ضرور پہونچتے۔ کیونکہ جہاں تشریف لیجاتے جوق جوق مشتاقین حاضر خدمت ہو کر استماع کلمات
طیبات حکمت آیات سے مستفید ہوتے اور اصرار کر کے پر وعظ سے بھی بہرہ اندوز ہوتے۔

حضرت والا دو مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے ان دونوں مبارک سفروں کا
مفصل حال انشاء اللہ تعالیٰ باب "شرف بیعت و استفاضۂ باطنی" میں ملاحظہ سے گذرے گا۔

دوسرے سفر حج سے واپسی پر جب جہاز بمبئی پہونچا تو حسب معمول وہاں کے ایک سیٹھ نے
حاجیوں کو کھانا تقسیم کیا۔ اور مسافر خانہ ہی میں بھیجا۔ حضرت والا کے بعض ہمراہیوں نے پوچھا کہ یہ کیسا
ہے تو کہا گیا کہ اللہ واسطے کا ہے۔ یہ سن کر انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ کہ ہم محتاج نہیں
اللہ واسطے کا نہیں لیتے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ بھائی ادھر لاؤ۔ ہم تو اللہ واسطے کا ضرور لیں گے
اور مزاحاً فرمایا کہ یہ لوگ شیطان کے واسطے کا لیں گے اللہ واسطے کا نہیں لیتے۔ جب حضرت والا نے

Marfat.com

لے لیا تو پھر ہمراہیوں نے بھی لے لیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اللہ واسطے کا یہاں یہ مطلب نہیں ہے کہ محتاج سمجھ کر دیتے ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ بلا عوض اور بلا غرض ہے ورنہ کیا تقسیم کرنیوالے یہ نہیں جانتے کہ حجاج میں اکثر غنی بھی ہوتے ہیں۔

غرض حضرت والا کا ہر سفر سراسر فیوض و برکات گوناگوں کا ایک دریائے رواں ہوتا تھا جس سے بلاد و امصار سیراب ہوتے چلے جاتے تھے۔ اور اب حضر کی بھی ماشاء اللہ وہ حالت ہے جو سمندر کی ہوتی ہے کہ وہیں سے بارش کی ہوائیں اٹھ اٹھ تمام عالم کو سیراب کرتی رہتی ہیں۔ اور وہ اپنی جگہ بدستور موجزن رہتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت والا نے مدت مدید تک اطراف و جوانب میں سفرہائے دور و دراز فرما کر تبلیغ احکام الٰہیہ کی خدمات انجام دی اور اب ایک عرصہ سے سفر کو بالکلیہ ترک فرما کر اپنے مرکز یعنی خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں قطب ارشاد بنکر بیٹھ گئے ہیں۔ اور خدمت اصلاح خلق میں نہایت جاہ و جلال کے ساتھ مشغول ہیں بمصداق شعر حضرت حافظؒ ؎

روزگارے شد کہ درمیخانہ خدمت میکنم　　در لباس فقر کار اہل دولت میکنم

اَللّٰھُمَّ اَدِمْ فَیْضَہٗ وَعَمِّمْہُ وَتَمِّمْہُ

بابُ دوازدہم

"لقائے بزرگاں و دعائے بزرگاں"

تمہید

حضرت والا کو [illegible] ہے [illegible]

ہے کہ بزرگوں کے تذکرے [illegible] نہایت [illegible]
فرماتے رہتے ہیں اور اس قدر جوش [illegible] سے [illegible] بیان کرتے [illegible]
ہیں اور سننے والوں [illegible]
[illegible]

ایسے تذکروں میں صبح کی مجلس وقت مقررہ سے بہت زیادہ دیر دیر تک منعقد رہی۔ اور حضرت والا نے بہت تاخیر کے ساتھ صبح کا کھانا تناول فرمایا۔ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ ان بزرگوں کے ناموں سے بھی روح میں تازگی اور قلب میں ایک نور پیدا ہو جاتا ہے۔ اس پر احقر کو حضرت حافظ کا یہ شعر یاد آتا ہے ؎

نام من رفتہ است روزے بر لبِ جاناں بسہو | اہلِ دل را بوئے جاں می آید از نامم ہنوز

حضرت والا کو کتب بینی سے عموماً دلچسپی نہیں لیکن طبقات کبریٰ کو جس میں بزرگوں کے اقوال و احوال درج ہیں باوجود ہجوم مشاغل اس عمر میں بھی نہایت دلچسپی سے مطالعہ فرمایا کرتے ہیں چنانچہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بوجہ قلت فرصت قبل مغرب ہی جب کہ حروف بھی مشکل سے نظر آتے ہیں خاص طور پر وقت نکال کر مطالعہ فرماتے رہتے ہیں۔ اور حسب فرصت خاص خاص اقوال و احوال کا اس میں سے انتخاب بھی فرما رہے ہیں بفحوائے قول پیر ہرات " از ہر پیر سخنے یاد گیرید واگر نتوانید نام ایشاں یاد دارید اس انتخاب کا نام یہ رکھا ہے " اماثل الاقوال والاحوال لاماثل الرجال۔ بزرگوں کے تذکروں کو اس قدر نافع سمجھتے ہیں کہ ایک ہزار حکایات کا مجموعہ مرتب کرا کر شائع کرا دیا ہے۔ جس کا نام " نزہۃ البساتین " ہے۔ اور بہت وثوق کے ساتھ فرمایا کرتے ہیں یہ حضرات عشاق تھے۔ ممکن نہیں کہ ان کے حالات پڑھے جائیں اور قلب میں محبت الٰہی پیدا نہ ہو عند ذکر الصالحین تنتزل الرحمۃ۔ غرض حضرت والا کو ابتدا ہی سے بزرگان دین اور ان کے مصاحبین سے بیحد عقیدت و محبت رہی ہے۔ اور ان حضرات کی بھی حضرت والا پر خاص عنایات و توجہات تھیں چنانچہ حضرت والا اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ نہ کبھی طالب علمی میں میں نے محنت کی نہ اس طریق میں کبھی مجاہدات و ریاضات کئے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے سب اپنے حضرات اساتذہ و مشائخ کی دعا و توجہ اور میری طرف سے نہایت درجہ ادب و عقیدت کا ثمرہ ہے۔ یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ الحمدللہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کبھی کسی بزرگ کو ایک منٹ کیلئے بھی مکدر نہیں کیا۔

بزرگوں کے ساتھ غایت درجہ عقیدت و محبت کا یہ مقتضا ہوا کہ حضرت والا علاوہ اپنے سلسلہ امدادیہ نوریہ کے بزرگوں کے جن سے خصوصیت اور قوی تعلق تھا اور بکثرت اختلاط و ارتباط رہتا تھا۔ اور جن کی بعض عنایات و توجہات کا ذکر مختصراً بعد کو آئے گا بعض دیگر سلسلوں کے بھی بزرگوں کی زیارت کی اور بعض بزرگوں کی زیارت کے لئے سفر بھی فرمائے جن کی کچھ تفصیل بطور نمونہ بعنوان واقعات ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

Marfat.com

واقعہ نمبر ۱

حضرت والا نے حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب قدس سرہ العزیز کی زیارت کے لئے دوبار گنج مرادآباد کا سفر فرمایا۔ حضرت والا نے ان دونوں سفروں کی مفصّل کیفیت بارہا نہایت لطف لے لے کر بیان فرمائی ہے۔ جو قلمبند بھی کی جاچکی ہے۔ اور ارواح ثلثہ میں بعنوان ذیل مرادفی اسفران گنج مرادآباد شائع بھی ہوچکی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمالیا جائے یہاں اسکا خلاصہ لکھا جاتا ہے۔ اول بار غالباً ربیع الثانی یا جمادی الاول ۱۳۰۱ھ میں حاضری ہوئی۔ جبکہ حضرت والا بالکل نوجوان تھے۔ اور مدرسہ دیوبند سے فارغ التحصیل ہوتے ہی مدرسۂ فیض عام کانپور میں نئے نئے مدرس ہو کر تشریف لے گئے تھے بعض وجوہ سے (جن کا ذکر "باب درس و تدریس" میں گذر چکا ہے مؤلف) دو مہینہ کے بعد ملازمت چھوڑ دی اور تھانہ بھون واپسی کا ارادہ فرمایا گو بعد کو مدرسۂ جامع العلوم کی بنیاد پڑ گئی اور حضرت والا وہیں رہے جب حضرت والا نے کانپور چھوڑنے کا قصد فرمایا تو یہ خیال ہوا کہ حضرت مولانا کی زیارت کا شرف بھی حاصل کرتا جاؤں کیونکہ معلوم نہیں پھر اس طرف آنے کا کبھی اتفاق ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ ایک طالب علم کو ہمراہ لیکر نہایت شوق و عقیدت کے ساتھ مولانا رح کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ راستہ کی ناواقفیت کی وجہ سے بھولتے بھٹکتے بہت دیر میں پہونچے یہانتک کہ عشاء کی جماعت بھی ہوچکی تھی اور مولانا مسجد سے حجرہ میں بھی تشریف لیجا چکے تھے۔ خادم کے ذریعہ سے اطلاع کرائی گئی۔ مولانا [illegible] اور اپنے مخصوص لہجہ میں بہت تیزی سے ایک ساتھ تین سوال کئے۔ کون ہو۔ کہاں [illegible] ہو۔ کیوں آئے ہو۔ مولانا کا لہجہ بوجہ نہایت سادگی و بے ساختگی ذرا تیز ہوتا تھا [illegible] کی گفتگو میں بھی [illegible] کی یہی کیفیت ہوتی تھی۔ حضرت والا نے مولانا رح کے ان تینوں سوالوں [illegible] اسی اختصار کے ساتھ نہایت ادب سے عرض کیا میں ایک طالب علم ہوں [illegible] زیارت کو [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

بہت بڑے ظرف کی بات ہے ورنہ آجکل کے طالبین تو اپنی تقصیرات کی جھوٹی جھوٹی تاویلیں کر کے اس کی کوشش کرتے ہیں کہ اپنے اوپر کوئی الزام ہی نہ آنے پائے اور زیادہ تر اسی تاویل فاسد پر حضرت والا کو آج کل کے طالبین پر غصہ آیا کرتا ہے۔ اور ہمیشہ قلت ادب وعقیدت کی شکایت فرمایا کرتے ہیں۔

غرض حضرت والا چپ کھڑے تھے۔ پھر مولانا نے فرمایا تمہارے پاس کچھ پیسے ہیں عرض کیا جی ہاں ہیں فرمایا اچھا جاؤ اور بازار سے کچھ لے کر کھالو اور صبح چلے جاؤ عرض کیا بہت اچھا اس ارشاد کے بعد اپنے خادم سے فرمایا کہ انہیں لیجا کر فلاں مکان میں ٹھہرا دو۔ چنانچہ ٹھہرا دیے گئے حضرت والا سامان اتارنے لگے۔ اور یہی ارادہ تھا کہ بازار سے لیکر کچھ کھاپی لیں گے۔ اور حسب الحکم صبح کو رخصت ہو جائیں گے لیکن تھوڑی ہی دیر میں ایک خادم آیا اور اطلاع کی کہ مولانا نے یاد فرمایا ہے۔ حضرت والا نے دل میں کہا کچھ اور یاد آگیا ہوگا۔ چلو بھائی چلیں سننے کو تو ہم آئے ہی ہیں چنانچہ اس خادم کے ساتھ ہولئے اور جاکر سامنے کھڑے ہوگئے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ لیکن لہجہ اب بھی ویسا ہی تیز تھا۔ حالانکہ اس وقت لطف وشفقت صراحۃً موجود تھی جیسا کہ بعد کے برتاؤ سے معلوم ہوگا مولانا کا لہجہ کچھ طبعی طور پر تھا ہی ایسا جس کی وجہ حضرت والا یہ فرمایا کرتے ہیں کہ طبیعت میں سادگی تھی اور تصنع اور تکلف نہ تھا۔ جب مولانا نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ تو حضرت والا غایت ادب سے بجائے تخت کے جو وہاں موجود تھا چٹائی پر بیٹھ گئے جو نیچے بچھی ہوئی تھی فرمایا اجی یہاں آجاؤ۔ تخت پر بیٹھو حضرت والا حسب الارشاد اٹھ کر تخت پر آبیٹھے تکلف کی قیل وقال نہیں کی۔ جیسا کہ آج کل معتقدین میں دستور ہوگیا ہے۔ پھر خادم سے فرمایا کہ ان کے لئے ہماری بیٹی کے یہاں سے کھانا لاؤ۔ چنانچہ خادم اسی وقت جاکر کھانا لایا۔ ایک پیالہ میں سالن تھا غالباً ارہر کی دال تھی اور پیالہ ہی پر روٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔ جب خادم نے کھانا سامنے رکھا۔ مولانا نے دیکھ لیا۔ بہت خفا ہوئے کہ ارے بدتمیز کیا مہمان کے لئے یوں کھانا لایا کرتے ہیں۔ روٹی الگ طباق میں لاتا سالن علیحدہ برتن میں لاتا۔ یہ کون سا طریقہ ہے کہ پیالہ پر روٹیاں رکھ کر لے آیا۔ اس نے بات بنائی کہ طباق ڈھونڈھا ملا نہیں۔ فرمایا ارے جھوٹ بولتا ہے طباق فلانے طاق میں رکھا نہیں ہے۔ مولانا کو کشف بہت ہوتا تھا یہ بھی غالباً کشف ہی سے فرمایا۔ خادم یہ سنکر دوڑا اور طباق لے آیا۔ جب حضرت والا نے کھانا شروع کر دیا تو پوچھا کیا کھانا ہے۔ عرض کیا حضرت ارہر کی دال ہے اور روٹی ہے۔ فرمایا سبحان اللہ یہ تو بڑی نعمت ہے تم تو لکھے پڑھے آدمی ہو۔ تم نے تو مولوی محمد یعقوب سے پڑھا ہے اھ۔ مولانا کو اس

Marfat.com

امر کا کشف ہوا اور اس کے ساتھ ہی حضرت والا کی اہلیت کا بھی۔ کیونکہ عموماً مولانا کی عادت کسی کے ساتھ ایسی خصوصیت کا برتاؤ کرنے کی نہ تھی۔ بالخصوص حضرت والا جیسے نوعمر اور نووارد کے ساتھ پھر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا کہ بہت اچھے آدمی تھے۔ مولانا چونکہ کسی کی تعریف میں مبالغہ نہ فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے اتنا بھی فرمانا کہ بہت اچھے آدمی تھے۔ بہت بڑی تعریف تھی اور اس سے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قلبی بھی ثابت ہوا۔ غرض فرمایا کہ تم تو لکھے پڑھے آدمی ہو تم کو تو معلوم ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کیا حالت تھی ایک ایک چھوارہ کھا کر جہاد کرتے تھے اور دن دن بھر لڑتے تھے۔ جب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ بڑھا تو جوش میں آکر کھڑے ہو گئے عادت شریف ہی تھی کہ بزرگان دین کے تذکرے کے وقت جوش میں آجایا کرتے تھے۔ غرض جوش میں آکر کھڑے ہو گئے اور پاس آکر حضرت والا کے کندھے پر اپنا دست مبارک رکھ لیا اور دیر تک حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تذکرہ فرماتے رہے۔ حضرت والا برابر کھانا نوش فرماتے رہے۔ نماز قصر کے متعلق بھی کچھ سوال وجواب ہوئے۔ اس واقعہ سے مولانا کا حضرت والا کے ساتھ خاص قلبی تعلق اور ادراک و اعتماد اہلیت الفاظ ملفوظات علمیہ ظاہر و باہر ہے۔

پھر فرمایا کہ بیر کھاؤ گے۔ حضرت والا نے عرض کیا کہ جی ہاں حضرت کا تبرک ہے فرمایا کہ تبرک وبرک کو تو چھوڑو یہ بتاؤ کہ بیر کھانے سے تمہارے پیٹ میں درد تو نہیں ہوتا [illegible] حضرت والا نے عرض کیا کہ حضرت نہیں درد تو نہیں ہوتا۔ پھر جا کر ایک بدھنا لے آئے جس میں بڑے بڑے بیر [illegible] تھے اور اس کو حضرت والا کے سامنے الٹ دیا اور فرمایا کھاؤ۔ پھر خوش [illegible] کے طور پر فرمایا کہ جی تم اپنے دل میں کہتے کہ آپ ہی آپ کھا لئے مہمان کی بات بھی نہ پوچھی۔ پھر فرمایا کہ [illegible] سو رہنا اب صبح کو ملاقات ہوگی۔ یہ مولانا تشریف لے گئے۔

مولانا جیسے مستغنی [illegible] مزاج بزرگ کا اس قدر [illegible]

مہمان کے ساتھ کبھی ہوا ہو کیونکہ مولانا تو بڑے بڑے امرا [illegible]

[illegible] اور مقتدر رئیس کا [illegible] حضرت والا ہی کے ساتھ [illegible] کی نماز کے [illegible] شہر نے کی اجازت [illegible] حضرت والا [illegible]

جب حضرت والا رخصت ہو کر [illegible] تشریف لانے [illegible] مولانا [illegible] حضرت والا کے ساتھ [illegible]

مشایعت کے لئے جانے [illegible]

فرمایا شروع میں جو غصہ فرمایا تھا وہ بھی غایت شفقت کی بنا پر تھا کہ ایسے ناوقت پہونچنے کی صورت میں کھانے کا کیا انتظام کیا جائے۔ حضرت والا نے رخصت کے وقت دعا کی درخواست کی تو فرمایا ہم نے تمہارے علے دعا کی ہے۔ پھر حضرت والا نے کچھ پڑھنے کے لیے پوچھا تو فرمایا قُلْ هُوَاللّٰه شریف اور سبحان اللّٰہ وبحمدہٖ کا روزانہ دو دو سو بار پڑھ لیا کرو۔ جب حضرت والا زیارت سے مشرف ہو کر کانپور واپس تشریف لائے تو کانپور والوں نے وطن نہ جانے دیا اور ایک نیا مدرسہ جامع العلوم کے نام سے قائم کر کے حضرت والا کو وہیں روک لیا جس کا مفصل ذکر باب درس و تدریس میں گذر چکا ہے۔

چند سال کے بعد حضرت والا دوبارہ حاضر ہوئے۔ اس درمیان میں مولانا کبھی کبھی آنے والوں کے ذریعہ سے سلام کہلا بھیجتے تھے۔ یہ نہایت ہی عجیب ہے کیونکہ مولانا ایسے آزاد مزاج تھے کہ کوئی چیز بھی انہیں یاد نہیں رہتی تھی یہاں تک کہ خود احقر مؤلف سوانح ہذا سے مولانا کے ایک ثقہ مرید بیان کرتے تھے کہ ایک صاحب جب مقدمہ کی دعا کراتے تو حضرت اُٹھ کر نہایت غصہ کے ساتھ ان کو مسجد سے باہر نکال آتے وہ پھر تھوڑی دیر بعد آجاتے مولانا بھول جاتے اور پھر لطف کے ساتھ باتیں فرمانے لگتے جب وہ پھر مقدمہ کا ذکر چھیڑتے تو پھر مسجد سے باہر نکال آتے وہ پھر تھوڑی دیر بعد آجاتے مولانا پھر بھول جاتے اور پھر اُسی طرح لطف و عنایت کے ساتھ باتیں فرمانے لگتے غرض اسی طرح کئی بار ہوا اور جہاں تک مجھے یاد ہے یہ واقعہ خود اُن راوی صاحب ہی کے سامنے ہوا تھا تو ایسے صاحب استغراق بزرگ کا حضرت والا کو تھوڑی سی دیر کی ملاقات ہی میں اتنا یاد رکھنا کہ سلام کہلا کہلا کر بھیجتے تھے بہت ہی بڑی خصوصیت اور غایت شفقت کی دلیل ہے حالانکہ وہ حضرت والا کا بالکل ابتدائی زمانہ تھا۔ چونکہ مولانا بہت بڑے صاحب کشف بزرگ تھے اس لئے غالباً اپنی نظر کشفی سے حضرت والا کی شان عالی حالی و آتی معلوم فرمالی تھی اور غالباً یہی مبنی تھا اس عنایت خاص کا۔ دوسری بار کئی سال کے بعد جو پھر حضرت والا حاضر ہوئے تو اس بار چند ہمراہی بھی ساتھ تھے۔ چونکہ رمضان شریف کا زمانہ تھا اور مدرسہ کی تعطیل تھی اس لئے کئی دن قیام بھی فرمایا تھا۔ ساتھیوں کو تو معلوم تھا کہ مولانا کو پینے کا تمباکو اور کپڑے دھونے کا صابن ہدیہ میں لانا زیادہ پسند ہے کیونکہ مولانا حقہ بھی نوش فرماتے تھے اور کپڑے بھی اپنے گھر ہی دھلواتے تھے۔ اس لئے وہ لوگ تمباکو خشبو دار اور صابن ہدیہ میں لے گئے تھے لیکن چونکہ حضرت والا کو مولانا کی رغبت کا علم نہ تھا اس لئے خود اپنی رغبت کی چیز ہدیۃً لے گئے یعنی بنگالی پیڑے جو کانپور میں بہت خوبصورت خوش ذائقہ

Marfat.com

اورخوشبودار بننے شروع ہوئے تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اوروں کے ہدیہ کو تو معمولی طور پر قبول فرمایا کوئی خاص اظہار مسرت نہیں فرمایا لیکن حضرت والا کے پیڑوں کو خلاف توقع بہت مسرت کے ساتھ قبول فرمایا جب پیش کئے گئے تو خوش ہوکر فرمایا کہ یہ تو ہمارے کام کی چیز ہے ہم تو ان کا شربت پیا کرتے ہیں اور خادم سے فرمایا کہ انہیں اٹھا کر حفاظت سے رکھو ہم ان کا شربت پیا کرینگے پھر از خود حضرت والا سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی دوا بھی ہے۔ حضرت والا کے پاس شربت انار کی بوتل تھی رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ افطار کے لیے ساتھ لے لی تھی۔ لیکن چونکہ حضرت والا اُس کو دوا ہی نہ سمجھتے تھے اس لئے عرض کیا کہ حضرت دوا تو میرے پاس کوئی نہیں ہے اس پر ساتھیوں نے حضرت والا سے چپکے سے کہا کہ شربت انار ساتھ میں ہے۔ تو حضرت والا نے مکرر عرض کیا کہ حضرت شربت انار تو البتہ ہے۔ فرمایا وہ تو تم اپنے افطار کے لئے لائے ہو۔ عرض کیا کہ حضرت لایا تو میں اسی نیت سے تھا لیکن اب جی چاہتا ہے کہ حضرت اُس کو بھی قبول فرمالیں۔ فرمایا بہت اچھا چنانچہ حضرت والا نے پیش کیا اور وہ بھی قبول فرمالیا گیا۔

حضرت والا کو بزرگوں کا ادب واحترام اس قدر ملحوظ خاطر تھا اوراُن کی خوشنودی [illegible] کا اس قدر اہتمام تھا کہ دوسری زیارت کے موقع پر جب گنج مرادآباد کے قریب پہنچے تو سوچا کہ ہم لوگوں کے اعمال اچھے نہیں اور اکثر بزرگوں کو قلب کی تاریکی کا احساس ہوتا ہے مولانا [illegible] شاید اسی سبب سے ڈانٹ ڈپٹ فرمایا کرتے ہوں لہذا اپنے قلب کو پاک وصاف کرکے حاضر ہونا چاہیے۔ چنانچہ وضو کیا استغفار کی کثرت کی اور ازراہ ادب سواری کو چھوڑ کر پاپیادہ [illegible] چلے اور اسی حال میں حاضر خدمت ہوئے۔ ایک بوڑھے شخص بھی راستے میں تھے وہ بھی زیارت کو جارہے تھے۔ دوپہری وقت تھا گرمی کا زمانہ تھا۔ اور چونکہ رمضان شریف کا مہینہ تھا [illegible] روزہ سے تھے اور حضرت والا بھی معہ اپنے ہمراہیوں کے روزے سے تھے۔ [illegible] پیش ہوئے اُن سے مولانا نے پوچھا کہ کیا روزہ سے ہو عرض کیا جی ہاں [illegible] اور فرمایا کس نے کہا تھا کہ سفر میں اور ایسے سخت موسم میں [illegible]

حضرت والا کہتے تھے کہ [illegible] سوال [illegible]

حضرت والا نے باوجود [illegible] روزہ [illegible]

تو [illegible]

[illegible] نہیں روزہ [illegible]

اور اپنی خاص خاص راز کی باتیں بھی حضرت والا سے فرمادیں۔ مثلاً فرمایا کہ کہنے کی تو بات نہیں لیکن تم سے کہتا ہوں کہ جب سجدہ میں جاتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے پیار کرلیا۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ بھائی جنت کا مزہ برحق حوض کوثر کا مزہ برحق مگر نماز میں جو مزہ ہے کسی چیز میں نہیں یہ بھی فرمایا کہ بھائی ہم تو قبر میں بس نماز پڑھا کرینگے دعا ہے کہ ہیں تو اللہ میاں قبر میں یہ جازت دیدیں کہ بس نماز پڑھے جاؤ اسی قسم کی خاص خاص باتیں فرمارہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص اندر چلا آیا اس کو بہت ڈانٹا کہ بڑے بے تمیز ہو منہ اٹھائے چلے آرہے ہو یہ نہیں دیکھتے کہ کوئی خاص بات تو نہیں کرارہا اھ۔ اس سے بھی حضرت والا کے ساتھ غایت خصوصیت کا اثبات ہوتا ہے ٹھہرنے کے لئے بھی دریافت فرمایا کہ کہاں ٹھہروگے مسجد میں یا مکان میں کیونکہ مکان بھی موجود ہے حضرت والا نے عرض کیا کہ حضرت جہاں آپکا قرب رہے وہیں ٹھہرنا چاہتا ہوں فرمایا تو مسجد میں ٹھہر جاؤ۔ چنانچہ حضرت والا مسجد میں ٹھہر گئے۔ افطار کے بعد اور سحری میں روزانہ پُرتکلف کھانے کئی کئی قسم کے آتے جیسا کہ معزز مہمانوں کے لئے دستور ہے۔ یہ بہت بڑی عنایت تھی ورنہ مولانا کی وضع اور معاشرت بالکل سادہ اور آزادانہ تھی۔ وہاں تکلفات کی بھلا کہاں گنجائش۔ جب دو ایک دن بعد حضرت والا نے واپسی کی اجازت چاہی تو فرمایا ابھی جلدی ہی کیا ہے۔ مدرسہ کی تو تعطیل ہی ہے اور ٹھہرو۔ حضرت والا نے اس ارشاد کو بہت غنیمت سمجھا کیونکہ مولانا عموماً کسی کو ٹھہرنے ہی کب دیتے تھے۔ اس لئے اپنے ارادۂ واپسی کو ملتوی فرمادیا اور ٹھہر گئے۔ چونکہ ٹھہرنا ہی ہوگیا تھا لہٰذا حضرت والا نے حصن حصین پڑھنے کی درخواست کی مولانا نے بہت خوشی سے منظور فرمایا۔ درمیان میں کہیں کہیں کچھ تحقیق بھی فرماتے جاتے۔ چنانچہ ایک جگہ شوقًا الی لقائك آیا تو فرمایا اچھا بتاؤ شوق کا کیا ترجمہ ہے۔ حضرت والا نے بجائے خود ترجمہ کرنے کے غایت ادب سے عرض کیا کہ حضرت ہی ارشاد فرماویں فرمایا "تڑپ" پڑھاتے وقت موقع بموقع ذوق وشوق میں نعرے بھی لگاتے جاتے تھے۔ کھانے برابر پُرتکلف اور متعدد اقسام کے آتے رہے۔ جب حصن حصین ختم ہوگئی اور حضرت والا رخصت ہونے لگے تو حضرت والا نے عرض کیا کہ حضرت تبرکاً حدیث شریف کی بھی اجازت عطا فرمادیجئے۔ فرمایا ہاں جی ہاں اجازت ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ ابھی کبھی کبھی آیا کرو اور کچھ سنا جایا کرو۔ لیکن پھر حضرت والا کو حاضری کا اتفاق ہی نہ ہوا۔

جب حضرت والا نے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں قیام کی غرض سے مکہ معظمہ تشریف لیجانے کا قصد فرمایا تو مولانا کو عریضہ لکھا کہ دعا فرمایئے کہ میں جس مقصد کے لئے جا رہا ہوں اللہ تعالیٰ مجھکو اس میں کامیابی عطا فرمائے۔ مولانا نے اپنے قلم مبارک سے خط کے ایک گوشہ پر

یہ تحریر فرمادیا - از فضل رحمانؒ سلام علیکم دعائے خیر ملزوم - ان سب واقعات وحالات سے بخوبی واضح ہے کہ حضرت والا پر مولانا کی خاص نظر توجہ وعنایت تھی -

واقعہ نمبر ۲

الہ آباد میں ایک بزرگ تھے حضرت محمدی شاہ صاحب ولایتی - ایک بار حضرت والا کے والد ماجد بہ سلسلہ مقدمات الہ آباد تشریف لے گئے - چونکہ اُن کو بزرگوں سے ملنے کا بہت شوق تھا اسلئے شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اتفاق سے الہ آباد تشریف لاکر بخار میں مبتلا ہوگئے - حضرت والا اطلاع پانے پر کانپور سے الہ آباد بایں خیال تشریف لائے کہ کچھ خدمت وتیمارداری کروں گا چونکہ حضرت والا سے والد ماجد صاحب کو محبت بے نہایت تھی لہٰذا جب حضرت والا پہونچے تو اس قدر مسرور ہوئے کہ یا تو اٹھنا بھی دشوار تھا یا حضرت والا کو مارکیٹ یعنی سبزی منڈی دکھلانے کو لے گئے اور حضرت والا کو کھلانے کے لئے وہاں سے امرود خریدے جو الہ آباد کا ایک مشہور تحفہ ہے - پھر حضرت والا کے رہتے رہتے ہی بالکل اچھے ہوگئے اور اچھے ہونے کے بعد حضرت والا کو حضرت محمدی شاہ صاحب کی خدمت میں بھی لے گئے اور عرض کیا کہ یہ میرا بڑا لڑکا ہے اور دیوبند کا فارغ التحصیل ہے اس نے فارسی میں ایک مثنوی لکھی ہے - شاہ صاحب نے حضرت والا سے مثنوی زیروبم کے کچھ اشعار سُنے جب سُن چکے تو دعا دی کہ اللہ تعالٰے قال کو حال کرے - شاہ صاحب مسائل [illegible] میں عملاً کسی قدر تسامح کرتے تھے لیکن چونکہ درویش تھے اس لئے احتیاط کرنے والوں سے [illegible] نہ کرتے تھے اُن کا مسلک صلح کل تھا جیسا کہ بعض درویشوں کا ہوا کرتا ہے - چونکہ ان [illegible] منازعت کرنے والوں کو اچھا نہ سمجھتے تھے اس لئے حضرت والا سے امتحاناً پوچھا [illegible] آیت کا ترجمہ کرو لِکُلِّ اُمَّۃٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا ھُمْ نَاسِکُوْہُ فَلَا یُنَازِعُنَّکَ فِی الْاَمْرِ [illegible] نے فوراً فرمایا کہ فَلَا تُنَازِعْھُمْ نہیں فرمایا بلکہ فَلَا یُنَازِعُنَّکَ فرمایا [illegible] سے منازعت نہ کریں اہل حق کو ممانعت نہیں فرمائی کیونکہ اہل باطل [illegible] چاہیئے کہ اہل باطل کی مخالفت کریں - یہ سنکر شاہ صاحب [illegible] اور دعائیں دیں -

یہ واقعہ نقل فرما کر حضرت والا نے فرمایا کہ [illegible] میں [illegible] تو ہوں نہیں لیکن [illegible] کے ساتھ بے ادبی [illegible]

Marfat.com

میں گفتگو کی نوبت آئی تو نہایت تہذیب کے ساتھ گفتگو فرمائی اور ایسے نرم عنوان سے اظہار حق فرمایا کہ مخاطب کی ذرا دل آزاری نہیں ہوئی اور اگر اُس میں ذرا بھی انصاف ہوا تو حق کو تسلیم ہی کرنا پڑا۔ جیسا کہ واقعہ نمبر ۳ میں بھی یہی ہوا جو آگے آتا ہے۔

واقعہ نمبر ۳

حضرت حافظ سراج الیقین صاحب کرسوی

جناب مولانا صادق الیقین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت والا کے شاگرد اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور حضرت حاجی صاحب رح کے خلیفہ مجاز تھے۔ اُن کے اور اُن کے والد صاحب حضرت حافظ سراج الیقین صاحب میں جو کرسی کے ایک بہت خوش اوقات سجادہ نشین بزرگ تھے بوجہ اختلاف مشرب بہت کشیدگی ہوگئی تھی حتیٰ کہ قطع تعلق تک نوبت پہونچ گئی تھی لیکن حضرت والا نے ایسے لطیف اور نرم عنوان سے حافظ صاحب کو ان مسائل کے متعلق تحریر لکھ کر بھیجی (جو بنام مکتوب محبوب القلوب طبع بھی ہوچکی ہے) کہ اُن کی رائے بہت نرم ہوگئی اور بیٹے سے صلح ہوگئی۔ جس سے حضرت مولانا گنگوہی رح بھی بہت خوش ہوئے جیسا کہ ایک موقع پر ہوا چونکہ حضرت والا حضرت مولانا نے ایک صاحب سے فرمایا کہ ان کی بدولت صلح ہوئی اور عارف کو باوجود اختلاف مشرب حضرت مولانا سے اس قدر حُسن ظن بڑھا کہ حضرت والا سے ایک مختصر گفتگو ہونے کے بعد قبر پر چادر چڑھانا ترک کردیا اور اپنے ایک ہم مشرب اور معتقد فیہ عالم سے اس مسئلہ پر سختی کے ساتھ اختلاف کیا اور حضرت والا کی جانب اشارہ کرکے فرمایا کہ موجود ہیں۔ ہندوستان بھر میں جس عالم کا جی چاہے ان سے گفتگو کرلے میں ان کے برابر کسی کو عالم نہیں سمجھتا۔ حالانکہ اس گفتگو کو حضرت والا نے پسند نہیں فرمایا مگر وہ جوش محبت میں کہہ گئے اتنی پرانی عادت کا دفعتاً ترک کردینا بڑی بات ہے اگرچہ کچھ عرصہ کے بعد ایک خواب کی بنا پر اُنہیں کچھ وہم ہوگیا اور پھر چادر چڑھانے لگے۔ ان حافظ صاحب کی زیارت کے لئے بھی حضرت والا بمعیت مولانا صادق الیقین صاحب کرسی تشریف لے گئے تھے۔

واقعہ نمبر ۴

اسی طرح باوجود اختلاف مشرب حضرت شاہ عبداللطیف صاحب رح سے ملنے کیلئے [illegible] تارک الدنیا بزرگ تھے۔ اور جو کانپور کی تشریف آوری میں حضرت والا سے بہت محبت سے

ملنے آیا کرتے تھے) سفر کا سفر فرمایا۔

واقعہ نمبر ۵

ایک عقد میں پیلی بھیت جانا ہوا تو وہاں کے مشہور بزرگ حضرت شاہ محمد شیر خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی۔ اور یہ دعا چاہی کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے۔ اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ اپنے دونوں ہاتھ تو رگڑو۔ حضرت والا نے بلا تامل محض امتثالاً للامر بہ غایت عقیدت دونوں ہاتھ ملے جب مل چکے تو پوچھا کہ کچھ گرمی بھی پیدا ہوئی۔ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا بس اسی طرح قلب کو رگڑے جاؤ انشاء اللہ تعالیٰ محبت کی گرمی پیدا ہو جائے گی۔

واقعہ نمبر ۶

حضرت حافظ عبد الرحمن صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ جو سائیں توکل شاہ صاحب کے خلیفہ تھے حضرت والا سے بہت محبت بلکہ اعتقاد رکھتے تھے یہاں تک کہ اپنی اہلیہ محترمہ کو حضرت والا ہی سے بیعت کرایا تھا اور احقر کی موجودگی میں ایک بار تھانہ بھون بھی حضرت والا سے ملنے تشریف لائے تھے۔

واقعہ نمبر ۷

حضرت مولانا شاہ ابو احمد صاحب مجددی بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ سے اول بار ... میں ملاقات ہوئی۔ پھر جب دوران سفر میں حضرت والا بھوپال تشریف لے گئے تو خود مکان پر ... گئے۔ اتفاق سے اس وقت شاہ صاحب سورہے تھے۔ حضرت والا ... سوکر اٹھے تو خادموں نے اطلاع کی۔ ان پر بہت خفا ہوئے کہ ... نے فرمایا کہ کیا ہوا میں آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ فرمایا ان لوگوں کو ... بہت لطف ومحبت کے ساتھ ...۔

واقعہ نمبر ۸

دیوبند میں ایک بزرگ تھے حضرت ... علی شاہ صاحب ...

لیکن اس درجہ کے شخص تھے کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اُن کی زیارت کو جایا کرتے اور کثرت سے جایا کرتے حضرت والا بھی اُن کی زیارت کے لئے حاضر ہوا کرتے اور وہ بہت محبت سے ملتے اور چار پلاتے۔

واقعہ نمبر ۹

حضرت ملا شہاب الدین صاحب مجذوب ولایتی دیوبندی

بزمانہ طالب علمی دیوبند میں دو مشہور مجذوب تھے۔ ایک حضرت مُلّا شہاب الدین صاحب ولایتی اور دوسرے حضرت گھسن شاہ صاحب۔ مُلّا صاحب بہ حیثیت صاحب خدمت ہونے کے ایک امر تکوینی کے متعلق ایک اہل باطل جماعت کے طرفدار تھے۔ لیکن جب حضرت والا مع دیگر طلبا کے اُن سے اُس جماعت کے لئے بد دعا کراتے تو بجائے غصہ ہونے کے لطف کے ساتھ فرماتے خدا خیر کند خدا خیر کند۔ مُلّا صاحب سے تو اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی کیونکہ وہ بہ اجازت حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ چھتہ کی مسجد میں مقیم تھے۔ جہاں مولانا خود بھی قیام فرماتے اور وہاں حضرت والا کی کثرت سے آمد و رفت رہتی تھی۔

واقعہ نمبر ۱۰

حضرت گھسن شاہ صاحب مجذوب دیوبندی

گھسن شاہ صاحب جو بہت بوڑھے تھے۔ یہاں تک کہ پلکیں اور بھویں بھی سفید ہو گئی تھیں اور نہایت شاندار سفید ڈاڑھی تھی۔ اکثر اس مکان کے کوٹھے پر رہتے تھے جہاں طوائفیں رہتی تھیں اور کبھی کبھی ایک باغ میں بھی آ جایا کرتے تھے۔ حضرت والا نے ایک بار سنا کہ اس وقت باغ میں ہیں تو اور طالب علموں کو لے کر پہونچے لیکن وہ واپس جا چکے تھے چونکہ اور طالب علم بھی ہمراہ تھے اس لئے حضرت والا کو جرأت ہوئی کہ یہاں نہیں ملے تو لاؤ طوائفوں والے مکان ہی پر چل کر مل آئیں۔ کیونکہ بہت دن سے اس فکر میں تھے کہ اُن سے ملیں۔ وہاں بالاخانہ پر پہونچکر ملے اور مٹھائی پیش کرکے دعا کی درخواست کی۔ شاہ صاحب نے ایک بہت طویل عبارت زبان سے کہنی شروع کی جو کچھ سمجھ میں نہ آئی۔ البتہ صرف ہم قافیہ الفاظ قلم علم وغیرہ سمجھ میں آتے تھے حضرت والا مع اور طلبا کے کھڑے سنتے رہے جب وہ بہت دیر کے بعد خاموش ہوئے تو واپس چلے آئے اُن سے صرف ایک ہی بار ملاقات ہو سکی کیونکہ جہاں اُن کا زیادہ قیام رہتا تھا وہ ایسا مکان تھا جہاں آمد و رفت نامناسب تھی۔

Marfat.com

واقعہ نمبر ۱۱

حضرت حافظ غلام مرتضیٰ صاحب مجذوب پانی پتی جن کی دعا سے حضرت والا پیدا ہوئے تھے اور جن کا حال عنوانِ ولادت میں مذکور ہو چکا ہے ایک بڑے مستند مجذوب تھے جو اس زمانہ کے مشائخ کے نزدیک بھی مسلّم تھے اور حضرت حاجی صاحب رح بھی ان کی مدح فرمایا کرتے تھے۔ ان کے ایک صاحبزادے تھے حضرت پیر احمد صاحبؒ وہ بڑے صاحب کشف اور صاحب حال و قال بزرگ تھے اور تھانہ بھون میں اپنے معتقدین کے یہاں اکثر تشریف لاتے رہتے تھے حضرت والا سے بہت محبت فرماتے اور جب تھانہ بھون تشریف لاتے تو حضرت والا سے اہتمام کر کے ملتے اور اگر اطلاع مل جاتی تو حضرت والا بھی اہتمام کر کے ملتے چنانچہ ایک بار [illegible] حضرت والا [illegible] چلے تھوڑی دور چل کر انہیں کشف ہو گیا۔ اور [illegible] واپس لوٹ [illegible] ہی آرہے ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۲

مکہ معظمہ میں ایک مشہور بزرگ تھے حضرت خلیل پاشا [illegible] کی خدمت [illegible] تھے حاضر ہوتے تھے لیکن حضرت والا حضرت [illegible] دوسرے شیخ کے پاس جانے کو خلاف وحدت مطلب سمجھتے تھے [illegible] میں دیکھی کہ کوئی صاحب فرما رہے ہیں کہ خلیل پاشا سے [illegible] ضرورت نہیں کیونکہ اس کی ایسی مثال ہے۔ جیسے [illegible] جس کے مختلف طرق ہیں۔ کوئی [illegible] حق تعالیٰ ہیں اور شیخ طرق ہیں [illegible] کر لیا تو پھر دوسرے شیخ کے پاس جانے کی [illegible] کافی ہیں اس جواب کو سن کر [illegible] عرض کیا حضرت حاجی صاحب [illegible] حضرت والا حاضر ہوئے [illegible] یا جو [illegible] کروں۔ حضرت [illegible]

Marfat.com

سمجھ تو لیتا ہوں لیکن اُس میں بے تکلف گفتگو نہیں کرسکتا۔ فارسی میں گفتگو بھی کرلیتا ہوں اور سمجھ بھی لیتا ہوں۔ چنانچہ فارسی میں گفتگو کرتے رہے۔ دوران گفتگو میں ہندی علمار کی بہت تعریف فرمائی کہ اُن میں طمع دنیا نہیں ہوتی اور متقی ہوتے ہیں۔ حضرت والا نے پوچھا کہ کن کن ہندی علمار سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ فرمایا مولانا رشید احمد صاحب اور مولانا محمد قاسم صاحب سے حضرت والا نے دل میں کہا کہ پھر بھلا کیوں نہ تعریف کریں گے۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ قرینۂ مقام سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بزرگ خود حضرت والا کی ملاقات سے بھی متاثر ہوئے تھے جبھی ہندی علمار کی تعریف کی طرف ذہن منتقل ہوا۔

واقعہ نمبر ۱۳

حضرت صوفی شاہ سلیمان صاحب لاجپوری

سفر راندیر میں حضرت صوفی شاہ سلیمان صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ نے کئی بار حضرت والا سے مختلف مقامات پر کبھی تشریف لاکر کبھی اتفاقاً ملاقات کی۔ وہ اُن اطراف میں ایک مشہور صاحب سلسلہ بزرگ تھے اور بہت زیادہ عمر تھی۔ ایک سورتی صاحب کے قول کے مطابق سو برس کے قریب تھی۔ حضرت والا کے ساتھ بہت محبت سے پیش آئے۔ بلکہ ایک مقام پر غالباً صورت میں حضرت والا کو دور تک سواری میں پہونچانے بھی تشریف لائے۔

ایک سورتی صاحب اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت والا راندیر سے صورت تشریف لے جارہے تھے اور صوفی صاحب سورت سے راندیر تشریف لارہے تھے راستہ میں ایک پُل پر اپنی گاڑی سے اُتر کر حضرت والا سے ملے۔ حضرت والا موٹر میں تھے۔ ملنے کے بعد صوفی صاحب راندیر پہنچکر ایک مسجد میں بیٹھے بہت دیر تک روتے رہے۔ ایک صاحب نے سبب پوچھا تو حضرت والا کا نام لے کر فرمایا کہ نہ جانے آنکھوں سے کیا کرگئے۔ حضرت والا نے یہ واقعہ سُنکر فرمایا کہ یہ اُنکی غایت محبت وتواضع تھی کہ اتنے بڑے اور ذی وجاہت بزرگ ہوکر بھی اپنے معتقدین میں ایسی بات بے تامل فرمائی۔

واقعہ نمبر ۱۴

جب حضرت والا کانپور میں قیام فرما تھے تو حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اُدھر سے گذرے ... حضرت والا خبر آمد سُنکر اسٹیشن پر تشریف لے گئے اور قاری صاحب کو حضرت شاہ دولی اسما

صاحب رح کی چہل حدیث سُنا کر سند حاصل کی اور اس طرح علاوہ زیارت کے فخر تلمذ بھی حاصل کیا۔

واقعہ نمبر ۱۵

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ خاص حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب مونگیری رحمتہ اللہ علیہ سابق ناظم ندوہ کو حضرت والا سے بہت محبت اور خصوصیت کا تعلق تھا جس زمانہ میں حضرت والا کا کانپور میں قیام تھا مولانا بھی وہیں مقیم تھے پہلے مولانا نے ایک مدت دراز تک کانپور قیام فرمایا بعد کو مونگیر میں جاکر مستقل طور پر قیام پذیر ہو گئے اور وہاں ایک خانقاہ رحمانی بھی قائم فرمائی۔

واقعہ نمبر ۱۶

حضرت والا غایت بے تعصبی کی بنا پر محدث سمجھ کر جناب مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی ... سے بھی جو اہل حدیث کے بہت سربرآوردہ علماء میں سے تھے دو بار ملے۔ ایک بار تو طالب علمی کے زمانہ میں بمقام دہلی ملے۔ بوقت ملاقات حضرت والا سے پوچھا کہ آپ کس غرض سے تشریف لائے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپ سے ملنے کی غرض سے آیا ہوں مدرسہ ... پڑھتا ہوں اس پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ آپ کہاں ٹھہرے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا ... عزیز کے یہاں ٹھہر گیا ہوں غایت عنایت سے فرمایا کہ مجھے آپ سے شکایت ہے ... تو آئے مجھ سے اور ٹھہرے دوسری جگہ۔

اس زمانہ میں ایک غیر مقلد طالب علم مدرسہ دیوبند میں پڑھتا تھا۔ اس نے ... کی شان میں کچھ گستاخانہ کلمات استعمال کئے تھے اس پر اور طالب علموں نے ... اس واقعہ کی شکایت بھی کی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپ نے واقعہ ... آپ کو معلوم ہے۔ انہوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ حضرت والا نے ... میں گستاخانہ کلمات استعمال کئے تھے۔ اس پر ... کہ واقعی یہ اس کی بڑی بیجا حرکت تھی۔

پھر ایک بار حضرت والا سفر میں بمقام ... اتفاق سے ... تشریف لے آئے حضرت والا ان کے قیام گاہ پر ...

سے جو ان کے پاس بیٹھے تھے۔ دورانِ گفتگو میں حضرت ابن ہمام رح کی کچھ تنقیص کی۔ مولوی صاحب نے اُن کو ڈانٹا کہ یہ بڑے لوگ تھے ہمارا منہ نہیں کہ ہم اُن کی شان میں کچھ کہہ سکیں۔ حضرت والا نے یہ واقعات نقل کرکے فرمایا کہ مولوی صاحب کے ان اقوال سے غیر مقلدین کو سبق حاصل کرنا چاہیے۔

• اس جگہ حضرت والا کا ایک طالب علمی کے زمانہ کا خواب یاد آگیا۔ یہ دیکھا کہ مولوی نذیر حسین صاحب کی مجلس میں بہت طلباء جمع ہیں اور چھاچھ تقسیم ہو رہی ہے گو حضرت والا کو چھاچھ سے طبعاً بیحد رغبت ہے لیکن خواب میں اُس چھاچھ کے لینے سے انکار کر دیا جو وہاں تقسیم ہو رہی تھی۔ حضرت والا کے ذہن میں اس خواب کی تعبیر فوراً یہ آئی کہ اس جماعت کا طریق دین کی محض صورت ہے جس میں معنی نہیں جیسے چھاچھ گو صورۃً دودھ کے مشابہ ہوتی ہے۔ لیکن اُس میں روغن نہیں ہوتا۔ دین کی اور علم دین کی صورت مثالی دودھ ہے جس کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے اور یہاں دودھ کے بجائے چھاچھ تقسیم ہوتی ہوئی دیکھی گئی۔ جو دودھ کے مشابہ تو ہوتی ہے لیکن دودھ میں جو اصل چیز ہے یعنی روغن وہ اس میں نہیں ہوتا۔ اہل حدیث کے متعلق حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اگر بدگمانی اور بدزبانی نہ کریں تو غیر مقلدی بھی سلف کا ایک طریق ہے گو غلبت کا قیاس سلف پر اس باب میں مع الفارق ہے۔ مجھ سے (فرمایا) کہ مجھ سے متعدد غیر مقلد بیعت بھی ہیں۔ میں اس میں سخت نہیں ہوں انہیں بھی بیعت کر لیتا ہوں بشرطیکہ تقلید کو جائز سمجھتے ہوں گو واجب نہ سمجھتے ہوں۔ مگر معصیت بھی نہ سمجھتے ہوں۔ لیکن جس کو دل ملنا کہتے ہیں وہ باوجود قلب کو متوجہ کرنے کے بھی نہیں ہوتا۔ اُن کی نیکی میں شک نہیں۔ لیکن بیگی کی وجہ سے بہت نہیں کیونکہ ان حضرات میں عموماً ادب کی کمی ہوتی ہے۔ بیباک ہوتے ہیں اور تقویٰ کا اہتمام بھی بہت کم کرتے ہیں جس سے ایک گونہ انقباض ہوتا ہے۔

واقعہ نمبر ۱۷

حضرت حافظ تفضل حسین صاحب رح ساکن تھجھرہ ضلع مظفر نگر سے جو راس الاتقیا حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی سے بیعت تھے اور اُس نواح میں بہت مشہور تھے حضرت والا کو کئی بار ملنے کا اتفاق ہوا فرماتے ہیں کہ بہت اچھے بزرگ تھے اور بہت سیدھی سچی اور اچھی باتیں فرمایا کرتے تھے اور مجھ سے بہت محبت فرماتے تھے۔

واقعہ نمبر ۱۸

حضرت حافظ احمد حسین صاحب شاہجہانپوری رح جو باوجود شاہجہاں پور کے بڑے رئیس

Marfat.com

ہونے کے صاحب سلسلہ بزرگ بھی تھے حضرت والا سے بہت محبت فرماتے تھے - ایک بار کسی کے لئے بددعا کی تو وہ شخص دفعتہً مرگیا بجائے اس کے کہ اپنی اس کرامت سے خوش ہوتے ڈرے اور بذریعہ تحریر حضرت والا سے مسئلہ پوچھا کہ مجھے قتل کا گناہ تو نہیں ہوا حضرت والا نے نہایت مفصل جواب دیا جس سے اُنکی پوری تشفی ہوئی - خلاصہ جواب کا یہ تھا کہ اگر آپ میں قوت تصرف ہے اور بددعا کرنے کے وقت آپ نے اُس قوت سے کام لیا تھا یعنی یہ خیال قصد اور قوت کے ساتھ کیا تھا کہ یہ شخص مرجائے تب تو قتل کا گناہ ہوا اور چونکہ یہ قتل شبہ عمد ہے اس لئے دیت اور کفارہ واجب ہوگا اور اگر ایسا نہیں تو قتل کا گناہ تو نہیں ہوا لیکن اس صورت میں یہ دیکھا جائیگا کہ کس بات پر بددعا کی تھی اور کیا بددعا کی تھی اور آیا وہ بات اس درجہ کی تھی کہ اس قسم کی بددعا کا آپ کو شرعاً حق حاصل تھا اگر وہ دعا بحق تھی تو بددعا کا بھی گناہ نہیں ہوا - ورنہ بددعا کا گناہ ہوا - غرض نہایت مفصل جواب تحریر فرمایا تھا جس میں تمام جزئیات سے تعرض کیا گیا تھا اور ہر جزئی کا جدا حکم لکھا تھا - حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اس قسم کا سوال [illegible] عمر بھر میں ایک اُنہیں نے کیا تھا جس سے اُن کا غایت درجہ کا [illegible] متقی ثابت ہوتا ہے [illegible] بعض فرعی اجتہادی مسائل سماع وغیرہ میں مختلف المشرب تھے -

حضرت والا چونکہ بفضلہ تعالیٰ اعلیٰ درجہ کے محقق ہیں اس لئے ذوقی [illegible] کو [illegible] حدود کے اندر رکھتے ہیں - فرمایا کرتے ہیں کہ الحمد للہ کا شکر ہے میرے نفس میں کسی بزرگ کی [illegible] سے محض فرعی اختلافات کی بنا پر بدعقیدگی نہیں پیدا ہوتی - بشرطیکہ ان میں بزرگی کے آثار [illegible] اہل اللہ کرنے والوں سے حسن ظن ہی رکھتا ہوں گو وہ حضرات بعض غلطیوں میں [illegible] یہ ضرور نہیں کہ اُن کے اقوال و افعال کو شریعت پر منطبق کیا جائے بلکہ مغلوب الحال [illegible] اقوال افعال کی یہ تاویل کرلیتا ہوں کہ بوجہ غلبہ حال معذور ہیں یا بوجہ اجتہادی [illegible] کی گنجائش سوء ظن سے مانع ہوجاتی ہے - چنانچہ حضرت قاضی ثناء اللہ [illegible] بھی باوجود نقشبندی ہونے کے [illegible] رعایت [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

واقعہ نمبر ۱۹

حضرت شاہ احسان الحق صاحب صاحبزادہ حضرت شاہ غلام رسول صاحب

کانپور میں ایک بہت مشہور اور مستند بزرگ گذرے ہیں حضرت شاہ غلام رسول صاحبؒ جن کا لقب رسول نما تھا کیونکہ وہ اپنے تصرف سے حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کرادیا کرتے تھے اُن کے صاحبزادے حضرت شاہ احسان الحق صاحب رحؒ اُس زمانہ میں بمقام کانپور مقیم تھے جس زمانہ میں حضرت والا وہاں تشریف فرما تھے وہ بھی ایک بابرکت صاحب سلسلہ بزرگ تھے۔ چنانچہ حضرت والا نے مولانا محمد علی صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا تھا کہ اُن سے ایک بار اُن کے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب رحؒ نے فرمایا کہ شاہ احسان الحق کے قلب میں برکت ہے اُن سے کبھی کبھی ملتے رہنا۔ حضرت والا بھی کبھی کبھی ان کی خدمت میں تشریف لے جایا کرتے تھے اور وہ بہت لطف وعنایت کے ساتھ پیش آیا کرتے تھے۔

واقعہ نمبر ۲۰

حضرت عبدالوہاب بغدادی

علاوہ حضرت خلیل پاشا صاحب مہاجر مکیؒ کے جن کا ذکر اُوپر آچکا ہے مکہ معظمہ میں حضرت والا نے ایک اور بزرگ کی بھی زیارت کی ہے جن کا اسم شریف عبدالوہاب بغدادی تھا۔ وہ بہ تصدیق حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز بڑے صاحب کشف تھے۔ ایک بار اپنا ایک کشف حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کی مجلس شریف میں بیان فرمایا کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ اس وقت مالکی مصلّٰی پر حضرت امام مہدی علیہ السلام نماز تہجد پڑھ رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے وہاں جاکر دیکھا تو واقعی حضرت امام وہاں نماز پڑھ رہے تھے۔ پھر میں نے اُن سے بیعت کی اھ۔ جب بغدادی صاحب یہ بیان کرکے مجلس سے چلے گئے تو حضرت حاجی صاحب رحؒ نے حاضرین سے فرمایا کہ یہ بڑے صاحب کشف ہیں۔ یہ سُنکر حضرت والا اُٹھے اور جاکر راستہ میں اُن سے مصافحہ کیا اور عرض کیا کہ حضرت آپ مجھے حضرت امام کی طرف سے بیعت فرمالیں کیونکہ نہ معلوم ظہور کے وقت میں زندہ رہوں یا نہ رہوں اور اس دولت سے محروم رہوں۔ چنانچہ اُنہوں نے بیعت کرلیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یا تو اُن کو کشف میں غلطی ہوئی یا جن بزرگ کو وہ امام سمجھ کر بیعت ہوئے تھے خود اُن بزرگ نے اپنے کو غلطی سے امام سمجھ لیا ہو چنانچہ بعض بزرگوں کو

Marfat.com

یہ دہوکا ہوگیا ہے۔میں نے خود ایسے لوگ دیکھے ہیں جو بہت نیک اور دیندار تھے لیکن اس دہوکہ میں تھے کہ ہم مہدی ہیں۔میرٹھ میں ایک نیک شخص تھے اُن کو بھی یہی خبط تھا کہتے تھے کہ تمام چڑیاں مجھ سے کہہ رہی ہیں کہ تم مہدی ہو میں کیونکر یقین نہ کروں۔

واقعہ نمبر ۲۱

حضرت مولانا شاہ ابوالحسن صاحب سابق مہتمم جامع مسجد سہارنپور رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رح کے سابق پیر کے تعلق سے شاہ صاحب کے پیر بھائی تھے یعنی آپ کو حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سرساوی رحمۃ اللہ علیہ سے جو حضرت شاہ آخون صاحب ولایتی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے شرف بیعت واجازت حاصل تھا۔آپ بہت ہی خلوت پسند اور یکسو رہنے والے مقدس بزرگ [illegible] صرف تھوڑی دیر کے لئے گھر سے مسجد میں روزانہ تشریف لاتے تھے اور اہتمام مسجد کے متعلق کچھ [illegible] دیکھ بھال کر پھر مکان تشریف لیجاتے تھے۔آپ علاوہ درویش کامل ہونیکے عالم بھی تھے اور علاوہ [illegible] کی خدمت اہتمام کے وہیں جمعہ کے دن گاہ گاہ وعظ بھی فرمایا کرتے تھے۔اُس زمانہ میں جبکہ حضرت والا [illegible] بھائی منشی اکبر علی صاحب مرحوم ومغفور سہارنپور میں ملازم تھے جب کبھی حضرت والا سہارنپور تشریف [illegible] شاہ صاحب ممدوح کی خدمت میں بھی خاص طور سے ملنے جاتے اور شاہ صاحب نہایت توجہ والتفات [illegible] خصوصیت واکرام سے حضرت والا کے ساتھ پیش آتے اور دیر دیر تک باتیں فرماتے رہتے [illegible] بلکہ برابر بزرگوں کے تذکرے اور طریق کے مسائل ہی بہت ذوق وشوق سے بیان فرماتے [illegible]

واقعہ نمبر ۲۲

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے سابق پیر [illegible] خلیفہ اور حضرت شاہ صاحب کے ہمنام تھے حضرت والا نے [illegible] سہارنپور میں زیارت کی اور دعا کے لئے عرض کیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ [illegible] بفضلہ ایسا ہی ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ حضرت والا کو [illegible]

واقعہ نمبر ۲۳

سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت [illegible]

حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم [illegible]

Marfat.com

حاصل کیں۔ بعض خاص باتیں بھی شاہ صاحب سے سُنی تھیں جن کو حضرت والا نقل فرمایا کرتے ہیں مثلاً شاہ صاحب نے قسم کھا کر فرمایا کہ ذکر کے وقت میرا منہ بس بالکل ایسا ہی میٹھا ہوجاتا ہے جیسے مٹھائی کھانے سے ہوجایا کرتا ہے۔

واقعات نمبر ۲۴ و۲۵ و۲۶

حضرت مولانا غلام محمد صاحب دین پوری جو بقید حیات ہیں اور حضرت مولانا تاج محمود صاحب امروٹی اور حضرت پیر جھنڈا صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ جو سندھ کے مشہور مشائخ ہیں ان سب حضرات سے بھی حضرت والا کو ایک سندھی مولوی صاحب نے بہ سلسلۂ سفر ملایا تھا۔ سب حضرات نے حضرت والا کی بہت تنظیم وتکریم فرمائی۔ مولانا غلام محمد صاحب اور بالخصوص مولانا تاج محمود صاحب سفر میں ہمراہ بھی رہے۔ پیر جھنڈا صاحب نے ایک قیمتی خرقہ بھی عطا فرمایا تھا اور اپنے مریدین کو وصیت فرما گئے ہیں کہ جس بات کے پوچھنے کی ضرورت ہو یا تم لوگوں کے درمیان کسی امر میں اختلاف ہو تو مولانا سے (یعنی حضرت والا) سے رجوع کرنا۔ مولانا تاج محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مولانا کے ایک مرید کے خط موصولہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ سے ظاہر ہوتی ہے۔ وہ حضرت والا کو لکھتے ہیں کہ چونکہ احقر کی بیعت حضرت مولانا تاج محمود صاحب امروٹی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ اُن بزرگ کے یہ الفاظ کہ "حضرت مولانا اشرف علی صاحب چونکہ اہل حق ہیں اُن کی محبت حق تعالیٰ جل شانہٗ کی محبت ہے۔" احقر کے گوش میں ابتک اسی طرح ہیں جس طرح سُننے کے وقت تھے اور چونکہ حضور والا حکیم الامت ہیں اس لئے وسیلہ جانکر مستدعی ہوں کہ الخ راقم غلام حسین ہیڈ ماسٹر اسکول چاکیان شہزادہ کوٹ ضلع لارکانہ ملک سندھ۔

واقعہ نمبر ۲۷

جناب مولانا محمد عادل صاحب کانپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی باوجود بعض فرعی اجتہادی مسائل میں قدرے اختلاف رکھنے کے حضرت والا کے ساتھ بہت خلوص اور محبت فرماتے تھے۔

واقعات نمبر ۲۸ و۲۹ و۳۰

لکھنؤ کے مشہور بزرگوں کی بھی حضرت والا سے ملاقات ہوئی۔ حضرت مولانا عبد الحی صاحب

Marfat.com

فرنگی محلی وحضرت مولانا محمد نعیم صاحب فرنگی محلی وحضرت مولانا عین القضاۃ صاحب رحمہم اللہ اور ان سب حضرات نے حضرت والا کے ساتھ بہت خصوصیت کا برتاؤ فرمایا -

آخر الذکر بزرگ کی رائے بعض فرعی اجتہادی مسائل میں بعد کو کچھ مختلف ہوگئی تھی - ان سب واقعات سے حضرت والا کی کمال بے تعصبی اور بزرگان دین کے ساتھ کمال عقیدت ظاہر ہے - اختلافیات میں تو حضرت والا کا مذاق باوجود احتیاط فی المسلک کے اسقدر وسیع اور حسن ظن کو لئے ہوئے ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی بھی جن کی سخت ترین مخالفت اہل حق سے عموماً اور حضرت والا سے خصوصاً شہرۂ آفاق ہے ان کے کبھی بُرا بھلا کہنے والوں کے جواب میں دیر دیر تک حمایت فرمایا کرتے ہیں اور شد و مد کے ساتھ رد فرمایا کرتے ہیں کہ ممکن ہے انکی مخالفت کا سبب واقعی حُبِّ رسول ہی ہو اور وہ غلط فہمی سے ہم لوگوں کو نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخ ہی سمجھتے ہوں - کیا ٹھکانا ہے اس رواداری اور حسن ظن اور احتیاط کی حد و دکا - بالخصوص ایک شخص کے انتقال کے بعد کیونکہ خاتمہ کی کس کو خبر ہے کہ کیسا ہوا ہو -

حضرت والا سرسید احمد خاں مرحوم کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ ع عیب مے جملہ بگفتی [illegible] بگو - سرسید کو مسلمانوں کے دنیوی فلاح کی بہت ہی دھن تھی اور اس معاملہ میں [illegible] تھی کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی صفت پر فضل فرما دیں - اور [illegible] مرحوم کی [illegible] نیز بعض اکابر کے ساتھ مرحوم کے حسن عقیدت کے واقعات نقل فرمایا کرتے ہیں [illegible] کہ سرسید کا عقیدہ [illegible] رسالت کے متعلق بہت [illegible] جیسا کہ ان کی تصنیف سے کچھ کو اندازہ ہوا - اور قرآن و حدیث میں انہوں نے [illegible] توجیہات کی ہیں ان کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین کا اسلام پر کوئی اعتراض [illegible] اس کا جو طرز انہوں نے اختیار کیا وہ غلط تھا - [illegible] ان کا [illegible]

حضرت والا [illegible] بڑے [illegible] کے بھی اپنے [illegible] ناحق دین ہونا ثابت ہوتا ہے بیان فرماتے [illegible] سمجھا جائے - اور [illegible] مسئلہ میں فرمایا [illegible]

[illegible]

ہیں۔ یہ سارے حسن ظن کے واقعات بھی جو اوپر مذکور ہوئے انہیں صفات سے ناشی ہیں۔ نیز احکام شرعیہ بھی ایسے ہی حسن ظن کو مقتضی ہیں۔ چونکہ حضرت والا بعون اللہ تعالیٰ ہر حکم شرعی کی حقیقت اور حدود کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے تنگ نظر نہیں اور محقق کی یہی شان ہوتی ہے وہ ہر شے کو اس کے مرتبہ پر رکھتا ہے اور یہی اعتدال صراط مستقیم ہے جس کو اس زمانہ افراط و تفریط میں جبکہ عموماً لوگوں کا مسلک تجاوز عن الحدود ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ نے بواسطہ حضرت والا امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ پر روز روشن کی طرح واضح فرما کر اپنی حجت تمام فرما دی ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق استفادہ عطا فرمائے۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ خود بارہا فرمایا کرتے ہیں کہ میری ہر وقت یہ کوشش رہتی ہے کہ لوگوں کو امر دین کی حقیقت معلوم ہو بس اسی کو لوگ سختی سمجھتے ہیں۔

یہاں تک تو دیگر سلسلوں کے بزرگوں کی زیارات اور ان حضرات کی توجہات و عنایات کا ذکر تھا اب اپنے سلسلۂ امدادیہ نوریہ کے بعض اکابر کی بعض عنایات و توجہات و بشارات و دعوات اور مدحیہ کلمات نقل کر کے اس مضمون کو انشاء اللہ تعالیٰ ختم کر دیا جائے گا۔ ان حضرات میں سے ہر بزرگ کے واقعات عنایت کو بھی بعنوان واقعات درج ذیل کیا جاتا ہے اور فرق کے لئے ان کے جداگانہ نمبر ڈالے جاتے ہیں۔ اپنے سلسلہ کے بزرگوں میں سب سے زیادہ اس بزرگ ترین ذات گرامی کی توجہات و عنایات بے غایات کا ذکر مستحق تقدیم ہے جس کی بدولت آج حضرت والا بفضلہ تعالیٰ اس مرتبۂ عالیہ پر متمکن ہیں اور اسی ذات قدسی آیات کے از سرتا پا گویا ساختہ و پرداختہ اور اس شعر کے بیساختہ مصداق ہیں ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم　　کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

اور وہی مقدس ہستی سرچشمہ ہے حضرت والا کے جمیع انہارِ فیوض و برکات کا جن سے آج امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ بعنایت الٰہیہ شرقاً و غرباً متمتع و منتفع ہو رہی ہے۔ اور جن کے آب طاہر و مطہر سے دنیائے اسلام کا ایک بہت بڑا حصہ سیراب و شاداب ہو رہا ہے۔

اس مقدس ہستی کا نام نامی و اسم گرامی حضرت شیخ العرب والعجم شیخ العلماء والمشائخ امام الطریق حاجی شاہ امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکی قدس سرہ العزیز ہے جن سے حضرت والا کو شرف بیعت حاصل ہے۔ اللہ اللہ حضرت حاجی صاحب کی بھی کیا با برکت ہستی تھی کہ جس کے محض تصور اور ادنیٰ ذکر سے بھی قلب میں ایک انشراح اور روح میں ایک کیف پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب رح کے ادنیٰ تذکرہ سے بھی میرے اندر ایک

Marfat.com

یہی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ میں اُس وقت اپنے حواس میں نہیں رہتا۔ گو دیکھنے والوں کو پتہ نہ چلے لیکن مجھ پر تو وہ حالت طاری ہوتی ہے مجھے تو اچھی طرح اس کا اندازہ ہے اھ ۔

اس وقت بمصداق ارشاد حضرت مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ ؎

این نفس جان دامنم برتافتہ است بوئے پیراہانِ یوسف یافتہ است

واجب آمد چونکہ بردم نام او شرح کردن رمزے از انعام او

احقر کا بے اختیار جی چاہتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب رح کی جو توجہات و عنایات خاصہ حضرت والا پر بچپن ہی سے تھیں ان کو اسی موقع پر بیان کر دیا جائے لیکن چونکہ اس کا زیادہ مناسب موقع باب شرف بیعت و استفادہ باطنی ہے جو آگے آتا ہے اس لئے اس وقت بجبر اپنے جذبات شوق کو دبا کر قلم کو روکتا ہوں اور اس مضمون کو باب مذکور پر محول کرتا ہوں اور اس جگہ علاوہ حضرت حاجی صاحب رح کے دیگر بزرگان سلسلہ کی عنایات و توجہات کو بطور نمونہ بیان کرتا ہوں ۔

واقعہ نمبر ۱

حضرت مولانا شیخ محمد صاحب محدث تھانوی رحمتہ اللہ علیہ [illegible] کے شیخ طریقت اور حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز [illegible] بچپن ہی سے خاص شفقت فرماتے تھے۔ جن کے بعض واقعات [illegible] بھی ہو چکے ہیں ان کا یہاں بھی مختصر اعادہ کیا جاتا ہے ۔

حضرت والا ابھی بالکل بچہ ہی تھے کہ [illegible]

[illegible] یہ لڑکا ہوگا۔ اور مولانا رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت والا کی [illegible]

کے والد ماجد نے [illegible]

[illegible] حضرت والا کے [illegible] معلوم [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

مولانا رح اپنے زمانہ کے اعظم مشائخ و علماء ربین سے تھے اور ان تین بزرگ ہستیوں میں سے ایک تھے جو اپنے زمانہ میں اقطاب ثلاثہ کہے جاتے تھے۔ بقیہ دو حضرات حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رح اور حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رح تھے۔ اور یہ تینوں حضرات پیر بھائی تھے اور خانقاہ امدادیہ میں مشغول ذکر و فکر رہا کرتے تھے جن کی وجہ سے اس خانقاہ کا لقب مشائخ میں دکّان معرفت ہو گیا تھا۔ غرض حضرت والا پر حضرت مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم الشان اور جامع ظاہر و باطن بزرگ کی لڑکپن ہی سے اس درجہ شفقت و توجہ حضرت والا کی اہلیت کی کھلی بشارت تھی جو بفضلہ تعالیٰ بالکل صحیح ثابت ہوئی اور اس کی مصداق ہوئی۔ ع قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید۔

واقعہ نمبر ۳

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ العزیز جس پایہ کے محقق عالم اور کامل و مکمل درویش تھے عالم آشکارا ہے۔ اہل حق کے نزدیک آپ کا قطب الارشاد ہونا مجمع علیہ تھا۔ آپ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کے خلیفۂ اعظم تھے۔ حضرت والا نے اپنی طالب علمی کے زمانہ میں اول آپ ہی سے مدرسۂ دیوبند میں بیعت کی درخواست کی تھی لیکن مولانا رح نے طالبعلمی کے زمانہ میں بیعت کرنے کو خلاف مصلحت اور حارج تحصیل علوم دینیہ خیال فرما کر عذر فرما دیا۔ پھر حضرت والا نے جہاں تک حضرت والا کو یاد ہے کیونکہ بہت پرانی بات ہے غالباً مولانا ہی کے ہاتھ حضرت حاجی صاحب رح کی خدمت میں عریضہ بھیجا کہ آپ مولانا سے فرما دیں کہ مجھے بیعت کر لیں۔ لیکن حضرت حاجی صاحب رح نے خود ہی حضرت والا کو بیعت فرما لیا اس کا مفصل حال انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ باب شرف بیعت و استفاضۂ باطنی میں آئے گا۔ یہاں صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی رح کی حضرت والا پر بہت ہی خاص عنایت تھی۔ اور باوجود ہر طرح بڑے ہونے کے حضرت والا کا بہت ہی لحاظ فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ جب حضرت والا قیام تھانہ بھون کے ابتدائی زمانہ میں حاضر خدمت ہوئے تو حضرت مولانا رح چارپائی سے اتر کر فرش پر تشریف لا کر بیٹھ گئے جہاں سب حاضرین بیٹھے ہوئے تھے حضرت والا کو نہایت خجالت ہوئی اور عرض کیا کہ حضرت اب تو اکثر حاضری کا اتفاق ہوا کرے گا اور میں تو خادمانہ طور پر حاضر ہوتا ہوں خادموں ہی کا سا برتاؤ فرمایا کریں۔ مولانا رح نے یہ فرما کر حضرت والا کی خجلت کو دور

Marfat.com

فرمایا کہ نہیں میں دیر سے لیٹا ہوا تھا اس لئے آ بیٹھا ہوں اھ اس کے بعد سے خیال رکھا اور پھر حضرت والا کی تشریف آوری پر اپنی نشست کو نہ بدلتے تھے لیکن پھر بھی مجموعی طور پر لحاظ ہی کا برتاؤ بلا تعمد صادر ہوتا۔ اس پر ایک بار کسی خادم نے عرض کیا کہ حضرت وہ تو اپنے کو حضرت کا ادنیٰ خادم سمجھتے ہیں اور پیر کا سا ادب کرتے ہیں آپ کیوں اتنا لحاظ فرماتے ہیں فرمایا کہ تم تو اندھے ہو میں تو اندھا نہیں اھ حضرت مولانا کا یہ قول خود صاحب واقعہ نے حضرت والا سے نقل کیا۔ جب حضرت والا حاضر خدمت ہوتے تو حضرت مولانا حضرت حاجی صاحب رح کا تذکرہ بہت ذوق و شوق سے فرماتے اور فرماتے کہ بھائی جب تم آجاتے ہو تو زندہ ہو جاتا ہوں۔ ایک بار کچھ لوگوں نے بعض اختلافیات کے متعلق حضرت والا کی کچھ شکایت کرنا چاہی تو حضرت مولانا رح نے فرمایا کہ میں ان کی کوئی شکایت نہیں سننا چاہتا کیونکہ وہ جو کام کرتے ہیں حق سمجھ کر کرتے ہیں۔ نفسانیت سے نہیں کرتے۔

ایک بار غایت تواضع سے فرمایا کہ بھائی انہوں نے حضرت حاجی صاحب رح کے پکے پھل کھائے ہیں (یعنی حضرت حاجی صاحب رح کے اخیر زمانہ کے فیوض و برکات حاصل کئے ہیں) اور ہم نے کچے پھل کھائے ہیں (یعنی ہم حضرت حاجی صاحب رح کے شروع زمانہ کے مستفید ہیں) یہ واقعہ ارواح ثلاثہ کی حکایت نمبر [illegible] میں بھی بہ اختلاف الفاظ مع توجیہ منقول ہے [illegible] توجیہ کا یہاں بھی نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے۔ یہ تواضع ہے اس کو تفضیل پر محمول نہ کیا جاوے۔ حالات [illegible] تفاضل [illegible] حالات کا تفاضل لازم نہیں آتا [illegible] فاضل کے ملابس کی [illegible] کا فاضل ہونا لازم نہیں [illegible] ایک بار حضرت والا کا [illegible] ہو رہا تھا تو جو کوئی حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتا اس سے فرماتے کہ [illegible] رخصت ہو رہے [illegible] جاؤ [illegible] پاس [illegible] آتے ہو۔

[illegible] دارالحرب میں حضرت مولانا گنگوہی رح [illegible]

قول [illegible] کا فتویٰ ہے اور حضرت والا [illegible] حضرت [illegible]

فتویٰ دیا کرتے تھے [illegible] ایک [illegible] دن مولانا [illegible]

اس مسئلہ کا [illegible] مولانا [illegible]

تھے اور [illegible]

[illegible] کیا حضرت [illegible]

[illegible]

Marfat.com

رائے کے فرمایا کہ سبحان اللہ اگر کوئی تقویٰ اختیار کرے تو کیا میں اس کو ردکوں اھ۔ جب حضرت والا کے والد ماجد کا ۱۳۰۵ھ میں انتقال ہوا تو حضرت والا نے ترکہ کے متعلق کچھ سوالات حجام کے ہاتھ حضرت مولانا رح کی خدمت میں بھیجے گو سوالات بہت سے تھے اور حضرت مولانا رح کو اس وقت آشوب چشم کی تکلیف تھی لیکن اس حال میں بھی سب سوالوں کے جواب تحریر فرما دیئے اور جوابوں کے اختصار کی یہ وجہ لکھی کہ آشوب چشم میں مبتلا ہوں اور چشم بند کردہ جواب لکھ رہا ہوں۔ اھ

اسی ترکہ کے متعلق حضرت والا نے یہ رائے بھی لی تھی کہ اگر جائداد نہ رکھوں تو کیسا ہے حضرت مولانا رح نے ارشاد فرمایا کہ اگر رکھو رخصت ہے اور نہ رکھو جب بھی حق تعالیٰ روزی سے تم کو کبھی پریشان نہ کریگا اھ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا۔

جب حضرت والا دوسری بار اس غرض سے عازم سفر حجاز ہوئے کہ اپنے پیر و مرشد حضرت حاجی صاحب رح کی خدمت میں چھ ماہ قیام فرمائیں تو عین وقت پر حضرت مولانا قدس سرہ العزیز کو اپنی تیاری سفر کی اطلاع کی۔ حضرت مولانا رح کا جو جواب آیا اس میں غایت تواضع سے تحریر فرمایا کہ وہاں حضرت حاجی صاحب رح کی خدمت میں پہونچکر مجھکو بھی یاد رکھنا اور یہ شعر تحریر فرمایا ؎

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی   بیاد آر حریفان بادہ پیما را

حضرت والا کے قیام تھانہ بھون کے بعد حضرت والا کے مواعظ اور مدرسہ امداد العلوم کے حالات سن سن کر حضرت مولانا رح بہت مسرور ہوا کرتے اور فرماتے کہ یہ سب کچھ ہے مگر مجھے تو پوری خوشی جب ہوگی جب کچھ اللہ اللہ کرنے والے بھی وہاں جمع ہونے لگیں گے۔ چنانچہ بفضلہ تعالےٰ ایسا ہی ہوا۔ حضرت مولانا رح کو حضرت والا کے پاس اجتماع ذاکرین و طالبین کا اس قدر شوق تھا کہ اپنے پاس آنے والے بعض طالبین کو بھی حضرت والا کے پاس بغرض تربیت بھیجدیا کرتے اھ۔

اور بہت سے واقعات عنایت ہیں جن کو حضرت والا بہت لطف لے لیکر بیان فرمایا کرتے ہیں چونکہ یہاں اختصار مدنظر ہے اس لئے مذکورہ بالا واقعات ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ بعض کا ذکر انشاء اللہ تعالےٰ باب شرف بیعت و استفاضۂ باطنی میں آئے گا۔ حضرت والا کو بھی حضرت مولانا رح سے اس درجہ عقیدت تھی کہ سوائے حضرت حاجی صاحب رح کے اور کسی سے اتنی نہ تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایسا جامع ظاہر و باطن بزرگ کوئی نہیں دیکھا۔ یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اور لوگوں کے ساتھ تو میری عقیدت استدلالی ہے اور مولانا رح کے ساتھ غیر استدلالی۔ دلائل سوچنے سے کبھی ذہن ہٹا ہی نہیں کہ مولانا بزرگ ہیں بھی دلائل قائم کرنے کی کیا حاجت۔ جیسے آفتاب آمد دلیل آفتاب

بلکہ دلائل کا سوچنا بھی خلاف ادب سا معلوم ہوتا ہے۔ یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میں حضرت مولانا رح سے یہ بھی اجازت لے رکھی تھی کہ اگر کوئی اشکال ظاہری یا باطنی پیش آئے تو پوچھ لیا کروں لیکن عمر بھر میں صرف تین چار ہی بار استفسار کی نوبت آئی پھر مولانا رح کے جوابات کی ایسی برکت ہوئی کہ انہیں سے سارے اشکالات حل ہوتے رہے مزید استفسارات کی ضرورت ہی نہ واقع ہوئی اھ۔ ایک بار حضرت والا نے توسل کی حقیقت دریافت کی چونکہ مولانا رح کی ظاہری بینائی اس زمانہ میں آنکھوں میں پانی اُتر آنے کی وجہ سے جاتی رہی تھی فرمایا کہ پوچھنے والے کون صاحب ہیں حضرت والا نے اپنا نام بتادیا۔ فرمایا کہ تمہارا یہ پوچھنا عجیب ہے۔ یہ فرما کر خاموش ہوگئے اور کوئی جواب ارشاد نہیں فرمایا۔ حضرت والا نے پھر پوچھنا خلاف ادب سمجھا۔ حضرت والا فرماتے ہیں کہ ایک مدت دراز کے بعد توسل کی پوری حقیقت خود بخود اللہ تعالے نے میرے قلب میں القا فرمادی۔ چنانچہ اس کی نہایت عجیب غریب اور جامع مانع تحقیق رسالہ الادراک والتوسل میں لکھدی گئی ہے اھ

واقعہ نمبر ۳

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ العزیز کی بھی شرف زیارت حضرت والا کو بزمانۂ طالب علمی مدرسہ دیوبند میں اکثر حاصل ہوتا رہتا تھا لیکن چونکہ حضرت والا اس [illegible] نو عمر تھے نیز حضرت والا کے دیوبند پہنچنے کے تقریباً سال بھر بعد ہی حضرت مولانا [illegible] کا [illegible] بھی ہوگیا تھا۔ اس لئے خاص [illegible] خصوصیت پیدا ہونے کا کوئی موقع ہی نہ تھا [illegible] والا سے بعض ایسے واقعات [illegible] مولانا [illegible] کی عنایت [illegible] ہوتی [illegible] عادۃً ایسا معاملہ [illegible] کے ساتھ کیا جاتا ہے جس سے [illegible] ہوتا ہے [illegible]
[illegible] فرمایا کہ کون سی کتابیں پڑھتے ہو حضرت والا [illegible] صاحب [illegible]
نام ہی بھول گئے۔ پھر مولانا نے [illegible] باتیں [illegible]
کی طبیعت کھل جائے۔ چنانچہ [illegible]
[illegible]
[illegible] ایک [illegible] عالم نے [illegible]
کا ذکر کیا۔ حافظ ہدایہ نے پوچھا [illegible] کتاب میں لکھا ہے [illegible]
کہا نہیں ہدایہ [illegible] یاد [illegible]

ہی کا ہے اگر کتاب ہو تو میں اس میں دکھا سکتا ہوں چنانچہ کتاب منگائی گئی اور انہوں نے اس کے اندر ایک عبارت نکال کر دکھائی جس میں وہ مسئلہ بعینہٖ تو مذکور نہ تھا لیکن اس سے بہ استنباط قریب مستنبط ہوتا تھا جس کی تقریر کے بعد حافظ ہدایہ کو ماننا پڑا کہ واقعی یہ ہدایہ ہی کا مسئلہ ہے اور بہت افسوس کے ساتھ کہنے لگے کہ بس جی حقیقت میں ہدایہ کو تمہیں نے پڑھا ہے ہم نے گویا پڑھا ہی نہیں محض حفظ کر لینے سے کیا ہوتا ہے۔ اھ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حکایت نقل فرما کر حضرت والا سے فرمایا کہ بس یہ فرق ہے پڑھنے اور گننے میں اھ۔

ایک بار ایک سیاح دیوبند آئے تھے۔ ان کے ساتھ ان کا لڑکا بھی تھا جو قاری تھا۔ چھتہ کی مسجد میں انہوں نے اس لڑکے سے قرآن سنوایا سامعین میں حضرت مولانا رح بھی تھے اور وہیں حضرت والا بھی موجود تھے۔ جب وہ لڑکا پڑھ چکا تو غالباً مولانا رح ہی نے حضرت والا سے فرمائش کی تم بھی سناؤ۔ چنانچہ حضرت والا نے تعمیل ارشاد کی۔

ایک بار جناب ملا محمود صاحب دیوبندی رح جو حضرت والا کے اساتذہ کرام میں سے تھے بہت ہی حلیم الطبع تھے۔ ایک مرتبہ خلاف معمول ایک طالب علم پر بہت خفا ہوئے اور جوش غضب میں تان کر اس کے ایک گھونسہ مارا لیکن وہ طالب علم اس جگہ سے فوراً ہٹ گیا اور ملا صاحب ہاتھ زور سے زمین پر جا کر پڑا جس سے الٹی ملا صاحب ہی کے ہاتھ میں چوٹ آئی اور وہ طالب علم بچ گیا۔ اس پر ملا صاحب کو اور غصہ آیا۔ جب انہوں نے پھر مارنا چاہا تو وہ طالب علم اٹھ کر بھاگا۔ اس پر ملا صاحب نے اپنا جوتہ پھینک کر مارا لیکن وہ بھی نہ لگا۔ اتفاق سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح بھی سامنے ہی قریب تشریف رکھتے تھے شور و غل سن کر تشریف لے آئے اور حضرت والا کو بلا کر پوچھا کہ کیا معاملہ ہے۔ حضرت والا نے واقعہ سنایا تو بہت ہنسے اور فرمایا کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ ملا صاحب میں صرف تین ہی عنصر ہیں عنصر آب عنصر باد عنصر خاک چوتھا عنصر نار ہے ہی نہیں۔ لیکن آج معلوم ہوا کہ نہیں چاروں عنصر موجود ہیں اھ

حضرت والا مولانا رح کے درس جلالین میں بھی از راہ عقیدت و شوق تحصیل علوم گاہ گاہ شرکت فرمایا کرتے۔ حالانکہ حضرت فرمایا کرتے ہیں کہ مولانا رح کی تقریر اس قدر ادق ہوتی تھی کہ میری سمجھ میں کچھ نہ آتی تھی اور اس وقت تو کیا سمجھ میں آتی اب بھی مولانا رح کی تحریریں میری سمجھ میں نہیں آتیں بس تھوڑی دور تک تو سمجھ میں آتی ہیں پھر جو تائیدات و تفریعات و جمل معترضہ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے اور زیادہ غور و خوض کی مشقت مجھ سے برداشت

ہوتی نہیں اس لئے مستفید ہونے سے محروم رہتا ہوں اور اپنے دل کو یوں سمجھا لیتا ہوں کہ ضروریات کا علم حاصل کرنے کے لئے اردو میں سہل سہل کتابیں موجود ہیں پھر کیوں مشقت اٹھائی جائے ۔ میری عادت ہے کہ میں کسی مضمون کے سمجھنے میں زیادہ تعب نہیں اٹھاتا ۔ بس جو سرسری توجہ سے سمجھ میں آگیا آگیا ورنہ چھوڑ دیتا ہوں کاوش نہیں کرتا ۔ بس اس پر عمل ہے اذا لم تستطع شیئاً فدعہ نیز دشوار طریق کو چھوڑ کر سہل طریق کو اختیار کرنے میں اس حدیث پر عمل ہے ما خیر صلی اللہ علیہ وسلم فی امرین الا اختار ایسرھما۔

واقعہ نمبر ۴

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند نہ صرف فن درس و تدریس اور علوم ظاہرہ میں یگانہ روزگار تھے بلکہ بڑے صاحب باطن [illegible] صاحب کشف و کرامت اولیاء کاملین میں سے تھے اور حضرت شیخ العرب والعجم حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کے خلفائے عظام میں سے تھے ۔ حضرت والا کے خاص الخاص اور سب اساتذہ سے زیادہ محبوب اور محترم استاد تھے حضرت والا پر بہت ہی خاص لطف و عنایت [illegible] حضرت والا کو بھی ایسی عقیدت اور گرویدگی تھی کہ جب حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ [illegible] میں درس حدیث شروع فرمایا تو بہت سے طالب علم وہاں پڑھنے چلے گئے اور انھوں نے [illegible] والا کو بھی ترغیب دی کیونکہ مولانا کے یہاں ناغے بہت ہوتے تھے گو جب پڑھاتے تھے [illegible] حضرت والا سیراب فرمادیتے تھے لیکن حضرت والا نے فرمادیا ۔ [illegible] حدیث بہت ہو [illegible] حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب [illegible] چھوڑ [illegible] ہے جبتک کہ مولانا خود یہ نہ فرمادیں [illegible]

ہو سکتی حضرت [illegible]

تھے تو [illegible]

[illegible]

استاذ [illegible] حضرت والا [illegible]

حضرت مولانا بھی حضرت والا پر [illegible] شفقت فرماتے تھے [illegible]

[illegible]

میں خاص طور سے حقائق و معارف اور نکات و دقائق علمیہ بیان فرماتے رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت والا کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نہایت عجیب و غریب ملفوظات اب تک بہت کثرت سے یاد ہیں جن کو نہایت لطف لے لے کر بیان فرمایا کرتے ہیں۔ غایت خصوصیت کی بنا پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ حضرت والا سے بوقت ضرورت کچھ قرض بھی لے لیا کرتے تھے اور تنخواہ ملنے پر ادا فرما دیتے تھے۔ اعتماد کی بنا پر طالب علمی ہی کے زمانہ میں افتار کا کام بھی حضرت والا سے لیتے تھے۔ اور صلاحیت کی بنا پر کبھی کبھی اپنی جگہ نماز کا امام بھی بنا دیتے تھے۔ چنانچہ امامت کے متعلق حضرت والا کو ایک واقعہ اب تک یاد ہے کہ ایک بار حضرت والا سے ظہر کی نماز پڑھانے کے لئے فرمایا تو حضرت والا نے عذر کیا کہ حضرت میں نے تو ابھی سنتیں نہیں پڑھیں فرمایا کہ ہم تو فرض میں تمہاری اقتدا کریں گے سنتوں میں تھوڑا ہی اقتدار کریں گے۔ اھ۔ خدمت افتار کے متعلق بھی حضرت والا بعض واقعات نقل فرمایا کرتے ہیں جن میں سے ایک کا اس جگہ ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک بار کسی کا بہت طویل استفتار آیا اس کا حضرت والا نے ویسا ہی طویل اور مدلل جواب لکھ کر مولانا کی خدمت میں بغرض دستخط پیش کیا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے سب پڑھ کر دستخط فرما دیئے لیکن بعد کو فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے تمہیں فرصت بہت ہے ہم تو جب جانیں گے جب کہ خطوں کا ایک ڈھیر کا ڈھیر تمہارے سامنے ہوگا اور اس وقت بھی تم ایسے ہی طویل جواب لکھا کروگے اھ۔ چنانچہ یہ پیشنگوئی بالکل صحیح ثابت ہوئی اور اب حضرت والا کی کثرت ڈاک کا یہی عالم ہے کہ ڈھیر کے ڈھیر خطوط روزمرّہ آتے ہیں۔ اور حضرت والا نہایت مختصر مختصر مگر جامع مانع جوابات ارقام فرما کر ہر روزہ ساری ڈاک ختم فرما دیتے ہیں۔ اسی طرح مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والا کے ایک خواب کی تعبیر میں یہ بشارت دی تھی کہ انشاء اللہ تعالیٰ دنیا تمہارے قدموں سے لگی پھرے گی اور تم اس کی طرف رخ بھی نہ کروگے اور ایک اور خواب کی یہ تعبیر دی تھی کہ انشاء اللہ تعالیٰ تم کو دین اور دنیا دونوں کی عزت حاصل ہوگی۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ یہ دونوں بشارتیں ہوبہو صادق ہوئیں۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر جماعت کی معیت میں نہایت وثوق کے ساتھ ایک اور بھی بشارت دی تھی کہ خدا کی قسم جہاں تم جاؤ گے بس تم ہی تم ہوگے باقی سارا میدان صاف ہے اھ۔ اس کا واقعہ باب تحصیل علوم میں بہ تفصیل مذکور ہو چکا ہے۔ الحمد للہ یہ بشارت بھی بالکل صحیح نکلی اور حضرت والا جہاں رہے بفضلہ تعالیٰ اشرف العلماء و الفضلاء ہی بن کر رہے سچ ہے ع

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

Marfat.com

واقعہ نمبر ۵

حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ دہلوی مہاجر مدنی کے خلیفہ تھے اور شاہ صاحب ہمارے حضرات حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت مولانا نانوتوی رحمہما اللہ تعالیٰ کے اساتذہ میں سے تھے۔ مولانا ممدوح مدرسہ دیوبند کے مہتمم تھے اور غالباً حضرت شیخ العرب والعجم سے بھی مستفیض تھے۔

آپ باوجود ظاہری تحصیل علم نہ فرمانے کے اس درجہ کے بزرگ تھے کہ ایک موقع پر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی رحمۃ میں سوائے اس کے کوئی فرق نہیں کہ مولانا گنگوہی عالم ہیں اور وہ عالم نہیں ورنہ نسبت باطنی کے لحاظ سے دونوں ایک درجہ کے ہیں [illegible] شان انتظامی ایسی تھی کہ ایک بہت بڑے جلسہ دستار بندی کے موقع پر حضرت والا نے عرض کیا کہ اتنا بڑا تو جلسہ ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کو ذرا گھبراہٹ نہیں نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ انتظامات فرما رہے ہیں اور سب کام نہایت خوبی کے ساتھ ہو رہے ہیں۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ یہ تو خیر جلسہ ہی ہے ہم کو تو اگر سلطنت بھی سپرد کر دی جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کو بھی ایسی ہی سہولت اور اطمینان اور حسن و خوبی کے ساتھ انتظام کر کے دکھا دیں۔

حضرت والا پر مولانا کی بھی خاص نظر عنایت تھی۔ ایک بار مولانا [illegible] فرماتے کہ پائنتی کی طرف جگہ رہ گئی تھی جب حضرت والا از راہ ادب پائنتی کی طرف [illegible] تو مولانا نے ہاتھ پکڑ کر سرہانے بٹھانا چاہا۔ حضرت والا نے عذر کیا تو فرمایا کہ [illegible] ماننا چاہیئے۔ جہاں وہ بٹھائیں وہیں بیٹھنا ادب ہے۔ حضرت والا حکم بجا لائے اور [illegible] گھٹنے [illegible] بیٹھے رہے۔ پھر مولانا نے غالباً اسی موقع پر دارالشکوہ اور [illegible] نقل فرمائی وہ حکایت یہ ہے کہ یہ دونوں بادشاہ ایک بزرگ کی [illegible] وتاج کی دعا کرانے کے لئے حاضر ہوئے پہلے دارالشکوہ پہنچے [illegible] بہت خلوت تھا۔ ان بزرگ نے دارالشکوہ [illegible] نہیں بیٹھے نیچے جو فرش بچھا ہوا تھا اس پر بیٹھے [illegible] سلطنت حاصل [illegible] دعا کی درخواست کی تو فرمایا کہ میں نے تم کو تخت پر بٹھانا چاہا تھا لیکن تم نیچے ہی بیٹھے [illegible] کر دیا دارالشکوہ بصد افسوس واپس چلے آئے لیکن اس واقعہ کی [illegible]

Marfat.com

بائے پھر عالمگیرؒ حاضر خدمت ہوئے۔ ان سے بھی ان بزرگ نے مسند پر بیٹھنے کے لئے فرمایا تو وہ بے تامل بیٹھ گئے۔ جب تخت وتاج ملنے کی دعا چاہی تو ان بزرگ نے فرمایا کہ تخت پر تو تم بیٹھے ہی ہو۔ باتاج وہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ اس کا اختیار تمہارے فلاں خادم کو ہے۔ اگر وہ اپنے ہاتھ سے تمہارے سر پر عمامہ یا ٹوپی رکھدے گا تو تمہیں تاج بھی نصیب ہوجائے گا۔ عالمگیرؒ نے یہ سن کر کہا کہ اللہ اکبر کیا وہ اس درجہ کا شخص ہے مگر خیر پھر بھی آخر وہ ہے تو میرا خادم ہی اس سے عمامہ سر پر رکھوالینا کیا مشکل ہے جب اس کو حکم دونگا فوراً تعمیل کریگا مجال ہے کہ انکار کرسکے ان بزرگ نے فرمایا کہ اس بھروسے نہ رہنا وہ تمہارا خادم نہیں ہے بادشاہ ہے۔ پھر جب عالمگیر اپنے محل میں واپس آئے تو آتے ہی خادم کو بلاکر حکم دیا کہ پانی لاؤ اور یہیں وضو کراؤ جب وضو ختم ہوا تو اس کو حکم دیا کہ ہمارے ہاتھ تو گیلے ہیں تم یہ ہمارا عمامہ اٹھا کر ہمارے سر پر رکھدو۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ حضور میری کیا مجال ہے کہ میں حضور کے عمامہ کو ہاتھ لگاؤں عالمگیر نے باوجود اعتقاد عظمت کے بہ تکلف غصہ کے لہجہ میں پھر کہا کہ نہیں ہم حکم دیتے ہیں تم کو یہ ضرور کرنا ہوگا۔ اس نے پھر عذر کیا۔ بالآخر جب عالمگیرؒ نے بار بار اصرار کیا تو مجبوراً عمامہ اٹھاکر ان کے سر پر رکھدیا اور ان بزرگ کو کہنے لگا خدا تیرا ناس کرے کہ تو نے مجھے فضیحت کیا لیکن عمامہ سر پر پہنچنے کے بعد ہی اس نے عالمگیرؒ سے کہا کہ بس حضور اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ یہ میری آخری خدمت تھی اب میں ملازمت نہیں کرسکتا عالمگیرؒ نے کہا کہ اب کیا ہے اب تو میرا کام بن ہی گیا اور اب میں آپ سے خدمت لے بھی نہیں سکتا شوق سے تشریف لیجائیے۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ عجب نہیں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت والا کو اپنے برابر بٹھانا اور پھر اس حکایت کو نقل فرمانا حضرت والا کو اعزاز دینی کی بشارت دینا ہو حضرت والا مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ توجہ میں بھی شرکت فرمایا کرتے تھے اور اس قدر اثر محسوس فرماتے تھے کہ جیسے بالکل پاک وصاف مثل فرشتوں کے ہوگئے ہوں۔ ایک بار جناب حافظ عبد الکریم صاحب رئیس لال کرتی میرٹھ جو مولانا کے پیر بھائی تھے (اور بوجہ اس کے کہ حافظ صاحب کے بھائی یعنی جناب شیخ الٰہی بخش صاحب رئیس میرٹھ کے یہاں حضرت والا کے والد ماجد مختار ریاست تھے حضرت والا سے خوب واقف تھے اور بڑی شفقت فرماتے تھے) مدرسہ دیوبند میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے تشریف لائے حضرت والا کی ژولیدہ حالت اور وضع قطع دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت آپ نے تو لڑکے کو بالکل فانی فی الشیخ ہی کردیا۔ ایک بار مولانا رحمۃ اللہ علیہ حضرت والا کو اپنے ہمراہ سرہند شریف بھی لیگئے تھے۔ اور حضرت امام ربانی مجدد

Marfat.com

الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کی زیارت کرائی تھی۔ اسی سفر میں موضع براس ریاست پٹیالہ میں اس موقع کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے جہاں بنا بر کشف بعض اکابر چند حضرات انبیاء علیہم السلام کی قبور ہیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسجد میں مدت دراز تک حضرت والا سے امامت بھی کرائی۔ پھر حضرت والا نے خود ہی بایں خیال کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ مقتدیٰ کا امام بننا کہیں سوء ادب نہ ہو عذر کر دیا اور اصرار سے بچنے کے لئے بجائے اس مسجد کے چھتہ کی مسجد میں نماز پڑھنی شروع کر دی وہاں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھایا کرتے تھے۔ اور مولانا کی غیبت میں حضرت حاجی سید محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لیکن جب حضرت والا نے وہاں نماز پڑھنی شروع کی تو حاجی صاحب مولانا کی غیبت میں بجائے خود امامت کرنے کے حضرت والا سے امامت کراتے۔ اور کبھی کبھی خود مولانا بھی اپنی موجودگی میں حضرت والا سے نماز پڑھانے کے لئے ارشاد فرما دیتے۔

اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرات اکابر حضرت والا کو بحالت طالب علمی کے زمانہ میں بھی کتنا صالح سمجھتے تھے۔ اور حضرت والا کو بھی اپنے اکابر کا کس درجہ ادب ملحوظ تھا۔

واقعہ نمبر ۶

حضرت مولانا محمود حسن صاحب [illegible] رحمۃ اللہ علیہ [illegible]

[illegible] وخلیفہ خاص حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی [illegible]

جن سے حضرت والا نے زمانہ طالب علمی [illegible] پڑھی [illegible]

اس زمانہ میں مدرس [illegible]

مسلم ومشہور ہیں۔ جن میں سے بعض کا ذکر [illegible]

کے حالات میں تصنیف فرمایا گیا ہے۔ حضرت مولانا [illegible] باوجود [illegible]

ہونے کے حضرت والا کو [illegible]

نقل فرمایا ہے اور جن کو [illegible]

[illegible] الفضل [illegible]

(نمبر ۲) معدن حسنات [illegible]

[illegible] کے موقع پر [illegible]

کی تو بغایت تواضع بایں عنوان [illegible]

کہ ان کے استاد ایسے ہیں اور تمہاری جو شہرت ہے اس میں فرق آنے کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا مجھ سے وعظ کہلانا خلاف مصلحت ہے اھ۔ پھر جب حضرت والا نے بعد اصرار فرمایا تب وعظ فرمانے کے لئے راضی ہوئے۔

سیاسی تحریکات کے زمانہ میں باوجود اختلاف رائے حضرت والا سے وہی تعلقات شفقت باقی رکھے بلکہ باوجود حضرت والا کے اس اختلاف کے اور باوجود مخالفین و لائمین کی سخت فتنہ پردازیوں اور شورش انگیزیوں کے اپنی رائے پر نہایت مضبوطی کے ساتھ برابر مردانہ وار جمے رہنے کی بایں عنوان مدح فرمائی کہ ہمیں فخر ہے اور خوشی ہے کہ ان تحریکات حاضرہ سے جو بالکل کنارہ کش ہے وہ بھی ہمیں میں سے ہے اھ۔ بمعناہ۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا رحؒ کے نزدیک بھی اس مسئلہ میں گنجائش اجتہاد تھی ورنہ عدم شرکت کی مدح ہرگز جائز نہ رکھتے۔ اور یہی وجہ تھی کہ حضرت مولانا رحؒ حضرت والا کی عدم شرکت تحریکات پر اعتراض کرنے والوں کا ہمیشہ جواب دیتے رہے اور حضرت والا کے حسن نیت کی تصدیق اور خدمات دینی کی تعریف فرما کر ان کوتاہ نظروں کو اعتراضات سے روکتے رہے بلکہ ایک بار ایک پانی پتی اہل علم سے یہاں تک فرمایا کہ بھائی اپنی جماعت میں اختلاف تو اچھا نہیں معلوم ہوتا لاؤ پھر میں ہی کسی قدر رائے کیوں نہ بدل دوں اور اس معاملہ میں ان کی (یعنی حضرت والا کی) موافقت کرلوں۔ کیونکہ میرے اوپر کوئی وحی تو نازل ہوئی نہیں کہ میری رائے ٹھیک ہی ہو حضرت والا بھی ہمیشہ حضرت مولانا رحؒ کا غایت درجہ احترام فرماتے رہے اور موقع بہ موقع نہایت عقیدت کے ساتھ حاضر خدمت ہوتے رہے اور مولانا کے خلوص و ایثار و خدمت اسلام و اہل اسلام نیز دیگر کمالات علمیہ و عملیہ کو اکثر بکمال عقیدت نہایت لطف لے لیکر بیان فرماتے رہے اور اب بھی بیان فرماتے رہتے ہیں۔ ان حالات سے بخوبی واضح ہے کہ یہ اختلاف محض اجتہادی اختلاف تھا ورنہ جانبین اصل مقصود یعنی خیرخواہی اسلام و اہل اسلام میں بالکل متحد تھے۔ ایسے امور اجتہادیہ میں تو استاد اور شاگرد کا اختلاف ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین کی سنت ہے اور کمال دیانت کی دلیل۔

غرض تحریکات کے متعلق حضرت والا اور حضرت مولانا رحؒ کی رایوں میں جو اختلاف تھا وہ محض اخلاص اور للّٰہیت پر مبنی تھا۔ دیگر جاہ پسند مدعیان قیادت کی طرح اغراض و نفسانیت پر مبنی نہ تھا۔ اب آخر میں زیادت بصیرت کے لئے حضرت مولانا رحؒ کے بعض واقعات جن کا تعلق خاص حضرت والا کی ذات خاص سے ہے اور جو خود حضرت والا کے ارقام فرمودہ ہیں بطور نمونہ رسالہ "ذکر محمود" سے منتخب کر کے نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) سب سے پہلے جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت و صحبت سے مشرف ہوا وہ زمانہ تھا جس میں

Marfat.com

تحصیل درسیات کے لئے دیوبند کے مدرسہ عالیہ میں حاضر ہوا اور منجملہ اسباق مجوزہ کے ملا حسن اور مختصر معانی کا سبق مولانا کے متعلق ہوا یہ زمانہ ۱۲۹۵ھ کا اخیر تھا یعنی ذیقعدہ کا مہینہ تھا مولانا اس وقت مدرس رابع تھے۔ اور مدرس اول حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اور مدرس دوم حضرت مولانا سید احمد صاحب اور مدرس سوم حضرت مولانا محمد محمود صاحب تھے رحمہم اللہ رحمۃً واسعۃً۔

(۲) مذکورہ اسباق کے سلسلہ میں احقر کے اسباق فراغ درسیات تک مولانا کی خدمت میں رہے معقولات میں حمد اللہ۔ میر زاہد رسالہ۔ میر زاہد ملا جلال اور حدیث میں متعدد کتب جنکی تفصیل رسالہ سبع سیارہ میں ہے اور فقہ میں ہدایہ اخیرین تو اس وقت مولانا سے پڑھنا یاد ہے باقی شاید سوچنے سے یاد آجاوے۔

(۳) احقر کو زمانہ طالبعلمی میں ہر فرقہ کے ساتھ مناظرہ کرنے سے ایک خاص دلچسپی تھی جیسی اب اس سے اسی درجہ نفرت و وحشت بھی ہے۔ دیوبند میں ایک بار عیسائی منادیوں کا ایسا سلسلہ لگا کہ مسلسل یکے بعد دیگرے آتے اور بازار میں تقریریں کرتے۔ احقر سنتے ہی پہونچتا اور گفتگو کرتا ایک بار ایک بڑا پادری جو یورپین تھا زیادہ مجمع و سامان کے ساتھ آیا۔ اور ایک باغ متصل اسٹیشن میں خیمے نصب کرکے ٹھہرا۔ احقر مع چند طلباء کے وہاں بھی پہونچا اور اس سے گفتگو [illegible] کی کسی نے حضرت مولانا کو خبر پہونچادی اس شفقت کی کچھ [illegible] کی طرف خیال کرکے کہ [illegible] ناتجربہ کار ہے کبھی مرعوب نہ ہوجائے خود اس باغ میں تشریف لاتے اور [illegible] گفتگو شروع فرمائی اس نے نام پوچھا آپ نے فرمایا تھا وہ معمولی آدمی سمجھا گفتگو کے [illegible] خوب یاد ہے کہ اس گفتگو میں یہ بھی تھا کہ اس نے کہا عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ ہیں [illegible] کی تفسیر پوچھی تو وہ نہ بتا سکا۔ اس میں [illegible] یہ سوال بھی فرمایا کہ کلمہ کے [illegible] اقسام کے یہ اقسام ہیں عیسیٰ علیہ السلام ان میں سے کلمہ کی [illegible] اور جواب میں پریشان تھا آخر اس کی میم نے یہ حالت [illegible] بلالیا اور اس نے جان چھوڑا کر چلے جانے [illegible] خوشی خوشی مدرسہ واپس آگئے۔

(۴) ایک بار اس احقر کے پاس ایک [illegible] آیا [illegible] القاب میں [illegible] کے الفاظ تھے میں [illegible] ہوا اور میں نے [illegible]

کی کہ ایسے الفاظ تحریر نہ فرمائے جایا کریں اس کے بعد جو والانامہ آیا پھر اس میں وہی الفاظ آخر میں
میں نے عرض کیا کہ میری درخواست منظور نہ ہونے سے معلوم ہوا کہ حضرت کو اسی میں راحت ہے
گو مجھ کو کلفت ہے مگر میں حضرت کی راحت کو اپنی راحت پر مقدم سمجھتا ہوں اب جو مرضی ہو
اختیار فرمایا جاوے میں گوارا کروں گا۔

(۵) یہ میری کوتاہی ہے یا کم ہمتی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مکاتبت کا بہت ہی
کم اتفاق ہوا اور جو بعض اوقات اس کی نوبت بھی آئی اور اس کا جواب بھی بالالتزام عطا
ہوا تو ان کی حفاظت کا کچھ التزام نہیں ہوا اس وقت کل تین والے نامے محفوظ یاد آتے
ہیں ایک تو تفسیر کے متعلق ایک سوال کے جواب میں ہے جو تتمہ جلد رابع فتاوی امدادیہ
صفحہ ۲۶۳ میں مطبوع ہو گیا ہے وہاں ملاحظہ فرمایا جاوے اور دو معمولی مضمون کے ہیں ان کو
ذیل میں برکت کے لئے نقل کرتا ہوں حضرت کے مذاق تواضع وشفقت پر دلالت کے لئے یہ
بھی دو شاہد عدل سے کم نہیں ہیں۔

سراپا فضل وکمال تم فکم اللہ تعالے وجعلکم فوق کثیر من الناس۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ
بارہا آپ کی خیریت معلوم ہونے کا داعیہ پیدا ہوا اور ایک دو دفعہ بعض آیندگان کی زبانی آپ کی
خیریت معلوم بھی ہوئی اللہ تعالے آپ کو مع جملہ متعلقین خیریت سے رکھے۔ اس وقت ایک صاحب
بنگالی مسمی عبد المجید سے ملاقات ہوئی جو ہندوستان واپس ہورہے ہیں اور جناب کی خدمت
میں حاضر ہونے کا قصد رکھتے ہیں یہ موقع غنیمت معلوم ہوا اس لئے یہ عریضہ روانہ کرتا ہوں۔
بندہ مع رفقاء بحمد اللہ اس وقت تک بالکل خیریت اور اطمینان سے ہے شروع رجب میں مکہ
معظمہ حاضر ہو گیا تھا اس وقت تک یہیں حاضر ہوں مجھکو امید ہے کہ فلاح وحسن خاتمہ کی دعا
سے اس دور افتادہ کو فراموش نہ فرماویں گے۔ آیندہ قیام کی نسبت ابھی کچھ عرض نہیں کرسکتا
مولوی شبیر علی صاحب۔ مولوی محمد ظفر صاحب مولوی عبد اللہ صاحب وغیرہ حضرات سے سلام
مسنون فرما دیجئے۔ مولانا مولوی محمد یحیی صاحب مولانا قمر الدین صاحب کی وفات سے افسوس
افسوس ہے انا للہ رحمہما اللہ تعالی والسلام علیکم وعلی من لدیکم فقط بندہ محمود عفی عنہ۔
منشی رفیق احمد صاحب کی خدمت میں سلام خدا کرے ان کا رسالہ روبترقی ہو۔ مکہ معظمہ ۱۲ محرم چہارشنبہ

معدن حسنات وخیرات دام ظلکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ نامہ سامی موجب مسرت
واطمینان ہوا۔ جو ہو اکرتا ہیں مخلصین کی ادعیہ مقبولہ کا ثمرہ ہے ادام اللہ فیوضہم وبرکاتہم احقر اور نقا

متعلقین بحمد اللہ بخیریت سے ہیں سب کو سلام مسنون قبول ہو۔ والسلام علیکم وعلی من لدیکم فقط

بندہ محمود عفی عنہ از دیوبند دوم شوال روز یکشنبہ۔

(۶۰) حضرت کے انصاف اور حق پرستی اور رعایت دین کا نمونہ ایک قصہ سے واضح ہوتا ہے ایک قصبہ میں ایک رئیس اور عالم کے یہاں جو اپنے ہی مجمع کے ہیں ایک تقریب تھی احقر بھی اس میں مدعو تھا اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ بھی اور دیگر حضرات بھی۔ وہاں پہونچکر معلوم ہوا کہ رسوم بدعت میں سے کوئی رسم وہاں نہیں اور کیونکر ہوتی جبکہ صاحب تقریب خود بدعت سے مانع تھے مگر عام برادری کی دعوت تھی جس کو میں بنا بر تجربہ رسوم تفاخر میں سے سمجھتا ہوں اور جن اکابر پر حسن ظن غالب ہے وہ اس میں توسع فرماتے ہیں چنانچہ اسی تفاوت کا یہ اثر ہوا کہ میں تو بلا شرکت واپس آگیا اور دیگر حضرات نے شرکت فرمائی۔ خود اپنے ہی مجمع میں اس مختلف عنوانوں سے بڑا اغوغا ہوا اور مجھ سے تو جب اس اختلاف کے متعلق کسی نے سوال کیا میں نے تو بزرگوں کے ادب کی رعایت ہی مدنظر رکھ کر جواب دیا مگر عجیب بات یہ ہے کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے بھی جو بعض نے سوال کیا تو باوجودیکہ حضرت کے ذمہ اس احقر کی رعایت کی کون ضرورت تھی لیکن جو جواب عطا فرمایا اس میں جس درجہ رعایت ہے وہ قابل [illegible] جواب یہ تھا کہ واقعی بات یہ ہے کہ اس امر کے مفاسد کی جس قدر فلاں شخص (یعنی احقر) کو اطلاع ہے ہم کو اطلاع نہیں [illegible] جہاں نشاید روا است۔ یہ جواب مجھ سے بعض ثقات نے نقل کیا۔

(۶۱) اسی قصہ مذکورہ متصل اس انصاف اور حق پرستی [illegible] رعایت کا نمونہ [illegible]

[illegible]

رہنے والے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے وہ مجھ سے کہتے تھے کہ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ اتفاق اس وقت آیا ہوا ہے اگر ان امور میں گفتگو فرما لیجئے تو شاید رائے متفق ہو جاوے۔ ارشاد فرمایا کہ نہیں مناسب نہیں جو شخص اپنا لحاظ کرتا ہو اس سے ایسی گفتگو کرنا مناسب نہیں۔ نیز گفتگو سے رائے نہیں بدلا کرتی ہے۔ واقعات سے بدلا کرتی ہے اللہ اکبر اس انصاف ورعایت کی کچھ حد ہے۔

نیز ایک صاحب اسی مضمون کے متعلق کہتے تھے کہ وہ دیوبند حاضر تھے بعض لوگ اس احقر کی شکایتیں ان معاملات میں کر رہے تھے حضرت نے یہ سن لیا فرمایا کہ افسوس تم ایسے شخص کی شکایت کرتے ہو جس کو میں ایسا ایسا سمجھتا ہوں (یہاں بعض الفاظ میری شان سے بہت ارفع ہیں اس لئے میں نے انکو نہیں لکھا کہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک)۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں کیا مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے۔ میری ایک رائے ہے سو اس کی (یعنی احقر کی) بھی ایک رائے ہے اس میں اعتراض وشکایت کی کیا بات ہے۔

نیز بعضے لوگوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ان ہی تحریکات کی تقویت کے لئے تھانہ بھون لانا چاہا اور درخواست کی تو ایک شخص کہتے تھے کہ حضرت نے یہ جواب دیا کہ وہاں فلاں شخص (یعنی احقر) موجود ہے میرے جانے سے اس کو تنگی ہوگی کیونکہ موافقت تو اس کی رائے کے خلاف ہوگی اور عدم موافقت سے شرمائے گا اس لئے وہاں نہیں جاتا۔

اسی طرح ایک موقع پر یہ ارشاد فرمایا کہ تم کیوں بار بار اس پر اعتراض کرتے ہو۔ وہ بھی دین کا ایک کام کر رہا ہے۔ سبحان اللہ اللہ اکبر میں تو اکثر اوقات اپنے بزرگوں کے ایسے کمالات پیش کرکے دوسری جماعتوں کو خطاب کرکے کہا کرتا ہوں ؎

اولٰئک آبائی فجئنی بمثلھم　اذا جمعتنا یا جریر المجامع

واقعہ نمبر

حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے جید عالم اور کامل درویش تھے۔ آپ اول حضرت نواب قطب الدین خان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ پھر بعد انتقال نواب صاحب تکمیل سلوک شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکی قدس سرہ العزیز سے فرمائی اور مشرف بہ خلافت ہوئے۔ ہمارے حضرت والا کے استاذ اول آپ ہی تھے حضرت والا نے ابتدائی کتب فارسی وعربی آپ ہی سے پڑھی تھیں اور چونکہ آپ سراپا دین اور

Marfat.com

ت ہی بابرکت اور صاحب نسبت بزرگ تھے اور اپنے شاگردوں پر بے حد شفیق تھے۔ اس لئے آپکی بت و تعلیم و تربیت جو اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو بالکل نو عمری اور طالب علمی کے بالکل ابتدائی زمانہ ہی میں جبکہ قلب مبارک تمام آلودگیوں سے پاک و صاف تھا میسر فرمادی تھی۔ مفتاح برکات و سعادات اور کلید خیرات و حسنات ثابت ہوئی۔ اور دل میں دین کی محبت کا نقش اولین آپ ہی کے فیض صحبت سے کالنقش فی الحجر جاگزین ہوا۔ چنانچہ حضرت والا بہزار منت و مسرت فرمایا کرتے ہیں کہ جو اصل سرمایہ ہے جس کو دین کی محبت کہتے ہیں وہ مجھ کو مولانا رح ہی کے فیض صحبت سے حاصل ہوا چونکہ مولانا رح دین کے عاشق تھے۔ مولانا رح کی برکت سے دین کا یہاں تک شوق بڑھ گیا کہ میں نابالغی ہی کے زمانہ میں تہجد پڑھنے لگا تھا اھ۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نہایت منکسر المزاج اور سادہ وضع تھے علاوہ بریں جثہ بھی بہت نحیف اور قد و قامت بھی نہایت مختصر تھا۔ دیکھنے میں گمان بھی نہ ہوتا تھا کہ یہ اس درجہ کے شخص [illegible] حضرت والا اپنے ایک عزیز مہمان کو مولانا رح کی زیارت کرانے لے گئے۔ مولانا رح نے حضرت والا کی [illegible] تعظیم و تکریم کی۔ جب حضرت والا قریب مغرب ہوئے تو انہیں مہمان عزیز نے پوچھا کہ [illegible] کے [illegible] سمجھنے کو کہتے تھے کیا وہاں نہ چلئے گا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ وہی تو [illegible] پاس سے ہم ابھی آ رہے ہیں۔ انھوں نے تعجب سے کہا کہ وہی [illegible] سے بھی نہیں معلوم ہوتے تھے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو تقوی کا اس درجہ اہتمام تھا کہ ایک بار [illegible] ذکر فرمانے لگے کہ [illegible] اور ان تعلقات کی وجہ سے [illegible] بھی [illegible]

[illegible]

حضرت والا [illegible]

[illegible]

کیا ٹھکانا ہے مولانا رحمہ کی احتیاط ولحاظ کا۔

مولانا رحمہ گرد ونواح کے قصبات کا جب سفر فرماتے تو ہمیشہ پیادہ پا تشریف لیجاتے چنانچہ ایک بار اسی طرح گنگوہ پیادہ پا تشریف لیجا رہے تھے۔ حضرت والا بھی بہلی میں سوار ہوکر گنگوہ ہی کے قصد سے روانہ ہوئے راستہ میں دیکھا کہ مولانا بھی تشریف لیجا رہے ہیں۔ حضرت والا فورًا بہلی سے اترے اور عرض کیا کہ حضرت بہلی میں جگہ کافی ہے سوار ہولیں لیکن مولانا راضی نہ ہوئے حضرت والا بجائے اصرار کرنے کے خود بھی پیادہ پا ساتھ ہولئے اور عرض کیا کہ بہتر ہے جس میں راحت ہو۔ میں اصرار نہیں کرتا۔ مولانا رحمہ نے فرمایا کہ یہ تو اصرار سے بھی بڑھ کر ہے۔ پھر فرمایا کہ مجھے تو عادت ہے تم کو پیادہ پا چلنے میں تکلیف ہوگی تم سوار ہولو۔ عرض کیا کہ حضرت یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ تو پیدل چلیں اور میں سواری میں بیٹھوں۔ میرا تو سواری میں بیٹھنا آپ کے قبضہ میں ہے۔ غرض مجبور ہوکر مولانا رحمہ کو بہلی میں بیٹھنا ہی پڑا۔ اور حضرت والا بلا اصرار محض حسن تدبیر سے مولانا رحمہ کو راحت پہونچانے میں کامیاب ہوگئے مولانا رحمہ غایت تواضع وشفقت کی بنا پر اکثر خود ہی حضرت والا کی ملاقات کے لئے تشریف لے آتے تھے۔ مولانا رحمہ کو کتابوں کا بڑا شوق تھا حالانکہ بوجہ بینائی کمزور ہونے کے خود مطالعہ کا موقع کم ملتا تھا۔ ایک بار کوئی نئی کتاب منگوائی تھی جو کئی بڑی بڑی جلدوں میں تھی ان سب کو خود ہی لاد کر حضرت والا کے پاس لائے اور فرمایا کہ میں تو ان کے دیکھنے سے معذور ہوں تم دیکھو حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ جس طرح مولانا اپنی حیات میں زیادہ تر خود ہی تکلیف فرما کر اپنی زیارت کرا جاتے تھے اسی طرح اتفاق سے جس روز انتقال فرمایا بہت زور کی بارش ہو رہی تھی۔ اس لئے بجائے اس کے کہ میں خود جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے حاضر ہوتا جس کی مجھ کو بخوف بیمار پڑ جانے کے کیونکہ زمانہ طاعون شدید کا تھا ہمت نہ پڑی مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہی کا جنازہ تھا کہ میرے پاس لے آئے اس وقت مجھ کو مولانا رحمہ کا معمول ہمیشہ خود ہی تشریف لانے کا یاد آگیا اھ۔ اس پر احقر مؤلف کو ایک اور واقعہ یاد آگیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا رحمہ کو حضرت والا کے ساتھ عالم برزخ میں بھی شفقت کا تعلق باقی ہے۔

حضرت والا ایک بار سفر کانپور سے واپس تشریف لائے تو مولانا کے داماد جناب حافظ عصمت اللہ صاحب نے جو حضرت والا کے ہم سبق بھی بچپن میں رہے ہیں مولانا رحمہ کو خواب میں دیکھا کہ حضرت والا [illegible] یہ فرما رہے ہیں کہ وہ کانپور سے آئے ہیں تم ان کی دعوت کیوں نہیں کرتے۔ دعوت کرو اور یہ جو تمہارا گھر میں پلا ہوا ہے اسے ذبح کرکے کھلاؤ اھ چنانچہ انھوں نے حضرت والا کی دعوت کی اور وہی [illegible] ذبح کرکے کھلایا۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ مولانا اپنے شاگردوں سے بہت

ہی محبت تھی اور پڑھانے کا بہت ہی شوق تھا۔ بس یوں چاہتے تھے کہ جو کچھ مجھے آتا ہے اُسے اپنے شاگردوں کو کسی طرح گھول کر پلا دوں اسی لئے وقت بے وقت گھیرے بیٹھے رہتے تھے یہاں تک کہ پڑھنے والا بھی تنگ آجاتا تھا۔ جب طاعون میں انتقال فرمایا تو اس کے بعد یکے بعد دیگرے کئی شاگردوں کا طاعون ہی میں اس طرح انتقال ہوا کہ رات کو خواب میں مولانا کو دیکھا کہ فرمارہے ہیں آؤ سبق پڑھ لو اور صبح کو یا دو چار دن میں انتقال ہوگیا۔ بعضے باہر کے طالبعلم تھے ان کا بھی یہاں سے چلے جانے کے بعد اسی طرح ایک ایک کرکے انتقال ہوگیا کہ مولانا نے خواب میں فرمایا کہ آؤ سبق پڑھ لو اور بس وہ رخصت ہوئے۔ اس طرح مولانا نے گویا اپنے انتقال کے وقت کے سارے شاگردوں کو ایک ایک کرکے اپنے پاس وہاں بھی جمع کرلیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ مولانا کو حضرت والا سے بہت ہی تعلق تھا اور باوجود استاد ہونے کے نہایت تعظیم و تکریم فرماتے تھے اور حضرت والا کو بھی مولانا سے بیحد عقیدت تھی اور اب تک مولانا کے حالات مزہ لے لے کر بیان فرما کر فرمایا کرتے ہیں کہ سبحان اللہ کیا زمانہ تھا اور کیسے حضرات تھے۔

واقعہ نمبر ۸

حضرت حاجی سید محمد عابد صاحب دیوبندی شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے مجازین خاص میں سے تھے اور خصیات میں خصوصیت کے ساتھ شہرہ آفاق تھے۔ [illegible] دیوبند کے مہتمم بھی رہے۔ اس درجہ پابند معمولات و اوقات تھے کہ [illegible] [illegible] کہ جاننے والا ہر وقت یہ بتا سکتا تھا کہ اس وقت حاجی صاحب [illegible] میں مشغول ہونگے اور اگر کوئی اس وقت جا کر دیکھے تو ان کو اسی کام میں مشغول پا[illegible] اس کے خلاف نہیں ہو سکتا تھا۔

حضرت [illegible] کی [illegible] میں [illegible] شرف زیارت [illegible]

[illegible] میں [illegible] حاجی صاحب [illegible]

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب [illegible]

[illegible]

اور سب کو تقسیم فرماتے - اور یہی معمول مکہ معظمہ کے قیام میں بھی رکھا - اسی زمانہ میں حضرت والا بھی مکہ معظمہ میں مقیم تھے - افطار کے وقت حرم شریف میں جس جگہ حضرت والا ہوتے - حاجی صاحب رح حضرت والا کے افطاری کا حصہ وہیں بھیجتے - اس سے خصوصیت کا اندازہ فرما لیا جائے - حضرت والا بھی اتنا ادب و لحاظ فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں حاجی صاحب رح سے مدرسہ دیوبند کے بعض دیگر حضرات کو کشیدگی ہو گئی تھی حضرت والا کا اتفاق دیوبند تشریف لیجانے کا ہوا - پرانے تعلقات کی بنا پر حضرت والا کے دل نے یہ گوارہ نہ کیا کہ حاجی صاحب رح سے نہ ملا جائے ادھر اپنے حضرات اساتذہ کا لحاظ بھی ضروری تھا - حضرت والا کو سخت کشاکشی پیش آئی - بالآخر ہمت کر کے حضرت مولنا محمود حسن صاحب رح سے بہ ادب عرض کیا کہ حضرت پرانے تعلقات کی بنا پر میں جب کبھی دیوبند حاضر ہوتا ہوں حضرت حاجی سید محمد عابد صاحب کی خدمت میں بھی ضرور حاضری دیا کرتا ہوں ابھی مرتبہ بڑی کشمکش میں مبتلا ہوں اگر حاضر نہیں ہوتا تو سخت بے مروتی اور بیوفائی سی معلوم ہوتی ہے اور اگر حاضر ہوتا ہوں تو ممکن ہے مدرسہ کی مصالح کے خلاف ہو مولانا نے فرمایا نہیں نہیں ضرور جاؤ - مصالح کے خلاف نہیں بلکہ اس میں مدرسہ کی یہ مصلحت ہے کہ اُن کی مخالفت کم ہو گی -

چونکہ حاجی صاحب رح بڑے درجہ کے پیر بھائی تھے اس لئے حضرت والا نے حالت ہیبت کے طریان کے زمانہ میں اپنے اشکال باطنی کے متعلق مشورہ بھی لیا تھا جس کے جواب شافی ملنے پر حضرت والا کو اس کا اعتقاد ہو گیا کہ حاجی صاحب علاوہ عملیات میں ماہر ہونے کے شیخ محقق بھی ہیں اس کا مفصل ذکر انشاء اللہ تعالے باب بیعت و استفاضہ باطنی میں آئیگا -

واقعہ نمبر ۹

حضرت حاجی محمد انور صاحب دیوبندی

حضرت حاجی محمد انور صاحب دیوبندی رح خلیفہ حضرت حاجی سید محمد عابد صاحب دیوبندی رح بھی بڑے صاحب نسبت بزرگ تھے بلکہ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ اپنے شیخ سے بھی بڑھے ہوئے ہیں حج سے واپس آنے کے بعد ان کے اوپر ایک ایسی حالت طاری ہوئی جس سے لوگوں کا یہ گمان ہوا کہ مجنون ہو گیا ہے - اپنی جیب میں لوگوں کو منت دے ڈالتے کھانے بکثرت پکوا کر تقسیم کرا دیتے - اور ہر وقت ایک سکر کی سی کیفیت غالب رہتی - اسی زمانہ میں حضرت والا کا اتفاق دیوبند تشریف لے جانے کا ہوا تو خیال تھا کہ ملنے کے لئے پہنچے حاجی صاحب رح نے حضرت والا سے خلوت میں فرمایا

Marfat.com

ذرمیں آپ سے ایک بات کہتا ہوں جو میں نے اب تک کسی سے ظاہر نہیں کی لیکن آپ اس کو میری زندگی میں کسی پر ظاہر نہ کریں وہ بات یہ ہے کہ میں نے حرم شریف میں بعض حضرات انبیاء علیہم السلام کی بیداری میں زیارت کی ہے جو میری حالت ہے یہ انھیں حضرات کی نظر کا اثر ہے اھ۔ حضرت والا سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا تنہائی میں کوئی خاص بات فرمائی ہے۔ حضرت والا نے سچی بات فرمادی کہ ہاں ایک خاص بات تو فرمائی ہے لیکن مجھے ممانعت فرمادی ہے کہ میری زندگی میں کسی پر ظاہر نہ کرنا اس لئے میں اس کو ظاہر نہیں کر سکتا۔

حضرت والا نے حسب وصیت حاجی صاحب کی زندگی میں کسی پر وہ بات ظاہر نہ فرمائی۔ البتہ بعد وفات اخفار کا اہتمام نہیں فرمایا۔

اس واقعہ سے بخوبی ظاہر ہے کہ حاجی صاحب نے اپنے اس خاص راز باطنی کا اہل صرف حضرت والا کو سمجھا اور کسی پر اس کا اظہار نہ فرمایا بلکہ حضرت والا کو بھی اس کے اظہار سے ممانعت فرمادی۔

واقعہ نمبر ۱

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا گنگوہی [illegible] کے خلیفہ اعظم تھے۔ حضرت والا سے بہت ہی محبت فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک بار اپنے [illegible] سے فرمایا کہ مجھے ان سے (یعنی حضرت والا سے) اس وقت سے محبت ہے جس وقت [illegible] اُنھیں خبر بھی نہ تھی۔ یہ ارشاد عنقریب رسالہ خوان خلیل سے بھی انشاء اللہ تعالیٰ نقل کیا جائے گا [illegible]

احقر جب حضرت والا کی خدمت میں تھانہ بھون حاضر ہوتا تو راستہ میں [illegible] اور اکثر [illegible] حضرت مولانا کی زیارت کا بھی موقع [illegible] بغایت تواضع و شفقت فرمایا کہ میں بھی راستہ میں پڑا ہوا ہوں [illegible] جانے والے صلحاء کی زیارت ہو ہی رہتی ہے اھ۔

اب حضرت مولانا کی جو عنایات و توجہات [illegible] تذکرہ حضرت مولانا [illegible] ذیل میں [illegible] نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) یوں تو مولانا سے اس احقر [illegible] نیاز حاصل تھا [illegible]

[illegible]

ہوئی جس میں مظاہر علوم کے سالانہ جلسہ کے موقع پر تو گویا بالالتزام حاضری ہوتی تھی اور متفرق طور پر بھی بکثرت آنا جانا رہتا تھا اور ہر حاضری میں طویل طویل اوقات مولانا کی صحبت میں مستفید رہتا تھا اور عجیب بات یہ ہے کہ باوجودیکہ میں ہر طرح چھوٹا تھا عمر میں بھی طبقہ میں بھی اور علم و عمل میں تو مجھکو کوئی نسبت ہی نہ تھی اس میں تو چھوٹے بڑے ہونے کی نسبت کا ذکر ہی ایک درجہ میں اعزاز ہے علم و عمل کا مگر مولانا کا برتاؤ مساویانہ تو یقینی ہی تھا بعض اوقات ایسا برتاؤ فرماتے تھے جیسے چھوٹے کرتے ہیں بڑوں کے ساتھ اس سے زیادہ کیا درجہ ہوگا تو اضع کا یہ بنا تو یقینی تھی اور احتمال یہ بھی ہے کہ شاید اس واقعہ کو بھی دخل ہو کہ مولانا بواسطہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ سے منتسب تھے اور یہ احقر بلاواسطہ - اگر یہ بھی تھا تو اس حفظ مراتب کا جو کہ حکمت عملیہ کا اعلیٰ شعبہ ہے کامل ثبوت ہوتا ہے -

(۲) مولانا نے اپنے ایک معتقد خاص سے فرمایا تھا کہ مجکو اشرف سے اس وقت سے محبت ہے جس وقت اس کو خبر بھی نہ تھی -

(۳) باوجود میرے کم مرتبہ ہونے کے گاہ گاہ مجکو ہدایا سے بھی مشرف فرمایا ہے -

(۴) احقر مولانا کے سامنے وعظ کہتا ہوا بیحد شرماتا تھا گو امتثال امر کے سبب عذر نہ کر سکتا تھا لیکن مولانا نہایت شوق و رغبت سے استماع فرماتے تھے -

(۵) یکبار احقر کے مواعظ کے متعلق یہ ارشاد فرمایا کہ اس کے بیانمیں کہیں انگلی رکھنے تک کی گنجائش نہیں -

(۶) گاہ گاہ غریب خانہ کو بھی اپنے اقدام سے مشرف فرماتے تھے - مجھ کو یاد ہے کہ غالبًا جب اول بار تشریف آوری ہوئی تو احقر نے جوش محبت میں کھانے میں کسی قدر تکلف بھی کیا اور اہل قصبہ میں سے بھی بعض عمائد کو مدعو کر دیا کہ عرفًا یہ بھی معزز ضیف کا اکرام ہے (ان بعض عمائد نے میری اس خدمت کا یہ حق ادا کیا کہ بعد جلسہ دعوت کے مجھ کو بدنام کیا کہ طالب علم ہو کر اتنا تکلف کیا - پانچ چھ کھانے والوں کے سامنے بہتر یا ساٹھ برتن تھے - میں عدد بھول گیا کہ کونسا فرمایا تھا اس روایت کے قبل مجھ کو تکلف کی مقدار کی طرف التفات بھی نہ ہوا تھا) مولانا نے مزاحًا فرمایا کہ یہ تکلف کیوں کیا گیا میں نے عرض کیا کہ اس کا سبب خود حضرت ہی ہیں اگر حضرت کرم فرمائے تو میں تکلف نہ کرتا یہ تقلیل سبب ہے اس تکثیر کا اس کے بعد آمد کی تکثیر ہوگئی اور تکلف کی تقلیل -

(۷) میرا ایک دوست سے اس مسئلہ میں اختلاف ہوا کہ پشت کی طرف سے فوٹو لینے میں جس میں چہرہ نہ آوے گنجائش ہے یا نہیں دونوں میں سے مکاتبت کا سلسلہ چلتا رہا آخر میں احقر نے اس دوست کو مولانا کے فیصلہ پر راضی کر کے تحقیق مسئلہ کی درخواست کی مولانا نے خوشی سے قبول فرما کر

Marfat.com

مسئلہ کا فیصلہ کردیا چنانچہ ہم دونوں نے قبول کرلیا یہ محاکمہ تتمہ جلد رابع فتاویٰ امدادیہ کے آخر میں شائع ہوچکا ہے اس محاکمہ کی تمہید میں مولانا کی عبارت قابل دید ہے وہی ہذہ ۔ بندہ ناچیز بہ اعتبار اپنے علم وفہم کے اس قابل نہیں کہ علماء اعلام کے اختلاف کا فیصلہ کرسکے مگر ہاں امتثالاً للامر الشریف اس مسئلہ میں جو کچھ خیال میں آیا عرض کرتا ہے الخ

(۸) پیر محمد والی مسجد کی سمت جنوب میں جو سہ دری مسجد سے ملی ہوئی ہے اسپر سائبان ڈالا گیا تو مولانا نے اس کے متعلق از خود کچھ تحریر فرمایا جس کا یہاں سے جواب عرض کیا گیا چند بار اس میں مکاتبت ہوئی جس میں کوئی اخیر فیصلہ نہیں ہوا اس مکاتبت کا نام "سائلۃ اہل الحاظ فی مسئلۃ الظلۃ" ہے جو ترجیح الراجح کے حصہ دوم کے اخیر کے قریب میں شائع ہوا ہے اس میں مکتوب سوم کے شروع میں ایک عجیب دلربا جملہ ہے وہی ہذا ۔ گرامی نامہ موجب برکت ہوا کئی روز تک تو یہ خیال رہا کہ مسئلہ کے متعلق کچھ عرض کروں یا نہ کروں مبادا تکرار موجب بار ہو بالآخر یہ خیال ہوا کہ اپنا خیال ایک دفعہ اور عرض کردوں الخ ۔ ملاحظہ فرمایا جاوے اس جملہ میں رعایت حق ورعایت خاطر دونوں کو کس طرح جمع فرمایا گیا ہے اس کا اثر احقر پر یہ ہوا کہ اسپر جو عرض کیا گیا باوجودیکہ اس کا جواب نہیں آیا مگر مجھکو ایک تنبیہ میں اس لکھنے کی ضرورت ہوئی کہ اس جواب نہ آنے کو حجت نہ سمجھا جاوے الی قولی اس باب میں اہل علم سے مزید تحقیق کرلی جاوے ۔

(۹) ایک بار بعض عنایت فرماؤں نے بعض حکایات کی نسبت میری طرف خلاف واقع کردی جس کا چرچا بعض میں پھیل گیا ۔ میں اسوقت میرٹھ میں تھا اور اس چرچے سے بالکل غافل مجھکو ایک خیرخواہ دلسوز نے یہ خبر پہنچائی مجھکو بہت رنج ہوا اور سب سے زیادہ خیال مجھکو [illegible] کے تکدر کا تھا اس لئے میں نے اس واقعہ کی حقیقت مولانا کی خدمت میں [illegible] جواب آیا معلوم نہیں لوگوں کو کیا مزا آتا ہے کہ غلط [illegible] ہونچا [illegible] مجھ ناچیز کو جو تعلق اور محبت پہلے تھا اس میں ذرہ [illegible]

آن نیست کہ ما نظر [illegible] آں [illegible]

جو قلبی محبت اور جس کو ذخیرہ آخرت سمجھ رکھا ہو وہ [illegible] میں مبالغہ سے بہت کام لیا [illegible] [illegible] کے آخر میں [illegible] مولانا نے [illegible] فرمایا [illegible] [illegible]

Marfat.com

سے بات بڑھ نہ جائے۔

(۱۰) ایک تقریب غسل صحت ختنہ میں اتفاق سے یہاں سے احقر اور سہارن پور سے مولانا رحؒ اور دیوبند سے حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمہم اللہ تعالے ایک قصبہ میں مجتمع ہو گئے مگر بعض عوارض کے سبب میں تو بلا شرکت واپس آگیا اور دیگر حضرات نے ان عوارض کی طرف التفات نہیں فرمایا اور شرکت فرمائی اسکے بعد مولانا رحؒ سے کسی نے اس کی وجہ پوچھی کیسا تواضع کا جواب ارشاد فرمایا کہ ہم نے فتوے پر عمل کیا اور فلاں شخص (یعنی احقر) نے تقوے پر عمل کیا **ف** اس جواب سے جس قدر تواضع اور اختلافی امر میں شق مقابل کے اختیار کرنے والے کے عمل کی حسن توجیہ مرعی ہے ظاہر ہے۔

نوٹ - از مؤلف اشرف السوانح حضرت مولانا دیوبندیؒ نے جو جواب ارشاد فرمایا تھا وہ مع تفصیل قصہ واقعہ نمبر ۵ کے ذیلی نمبر ۹ میں رسالہ ذکر محمود سے نقل کیا جا چکا ہے۔۱۲

(۱۱) مولانا رحؒ میں حضرات سلف کی سی تواضع تھی کہ مسائل و اشکالات علمیہ میں اپنے چھوٹوں سے بھی مشورہ فرماتے تھے اور چھوٹوں کے معروضات کو شرح صدر کے بعد قبول فرما لیتے تھے چنانچہ ایک بار سفر بہاول پور میں اس احقر سے ارشاد فرمایا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبول ہدایا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ پہلے سے اشراف نفس نہ ہو مگر سفر میں اکثر داعی کی عادت ہوتی ہے کہ مدعو کو کچھ ہدیہ دیتے ہیں اس عادت کے سبب اکثر خطور بھی ایسے ہدایا کا ذہن میں ہو جاتا ہے سو کیا خطور بھی اشراف نفس و انتظار میں داخل ہے جس کے بعد ہدیہ لینا خلاف سنت ہے۔

اس احقر میں کیا قابلیت تھی کہ ایسے عظیم الشان عالم اور عارف کے استفسار کا جواب دے سکوں لیکن چونکہ بوجہ استفسار امر بالجواب پر دال تھا اس لئے الامر فوق الادب کی بناء پر جواب عرض کرنا ضروری تھا چنانچہ میں نے عرض کیا کہ میرے خیال میں اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اس احتمال کے بعد دیکھا جاوے کہ اگر وہ احتمال واقع نہ ہو تو آیا نفس میں کچھ ناگواری پیدا ہوتی ہے یا نہیں اگر ناگواری ہو تو اس احتمال کا خطور اشراف نفس ہے اور اگر ناگواری نہ ہو تو اشراف نفس نہیں ہے خالی خطرہ ہے جو احکام میں مؤثر نہیں اس جواب کو بہت پسند فرمایا اور دعا دی۔

(۱۲) ایک بار مجھ سے ارشاد فرمایا کہ حدیث میں ہے لن یغلب اثنا عشر الفا عن قلتہ۔ اور اس میں کوئی قید مذکور نہیں تو کیا یہ مطلق ہے اور ہر صورت کو شامل ہے گو مقابلہ میں لاکھوں کا فرہوں یا یہ کسی اور دلیل سے مقید ہے اطلاق پر یہ اشکال ہے کہ بہت جگہ اس عدد سے زیادہ ہونے کی

Marfat.com

صورت میں بھی مسلمان مغلوب ہو گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ظاہر حدیث کا تو اطلاق ہی ہے اور بدون دلیل قوی کے تقیید کی کوئی وجہ نہیں اور مسلمانوں کا کہیں مغلوب ہونا کوئی دلیل نہیں کیونکہ جہاں مسلمان مغلوب ہوئے ہیں سبب اس کا کوئی علت ہے نہ کہ قلت اور وہ علت خواہ کوئی امر ظاہر ہو جیسے نااتفاقی خواہ کوئی امر باطن ہو جیسے عجب و نظر الی الاسباب و نحوہا جیسا غزوہ حنین میں مسلمان بارہ ہزار اور کفار چار ہزار تھے (کما فی الجلالین) مگر اول میں مسلمان مغلوب ہو گئے جس کا سبب عجب بالکثرت تھا (کما فی القران المجید اذ اعجبتکم کثرتکم) پھر آخر میں وہی مغلوب غالب ہو گئے (کما قال اللہ تعالیٰ ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین وانزل جنودا لم تروھا) یہ انزال سکینہ شروع ہے زوال سبب مغلوبیت کے ساتھ کہ وہ عجب ہے اور یہ زوال توجہ الی اللہ قوی ہے بناہ مولانا مسرور ہوئے اور اس کو پسند فرمایا **ف** اس سے مولانا کی تواضع و عدم استنکاف فی طلب الحق و سعی زیادت فی العلم ظاہر ہے جس میں امتثال ہے امر رب زدنی علما کا

(۱۴۳) ایک سفر میں مولانا کی معیت میں بسواری ریل بھاولپور سے واپسی ہو رہی تھی اتفاق سے اس درجہ میں صرف میں اور مولانا ہی تھے اور رفقاء دوسرے درجہ میں تھے ظہر کا وقت تھا گرمی سخت تھی اور پسینہ کثرت سے نکل رہا تھا۔ مولانا غایت تواضع و بے تکلفی سے پنکھا ہاتھ میں لیکر مجھکو ہوا کرنے لگے میں اسکا تحمل کب کر سکتا تھا پریشان ہو کر پکڑ لیا فرمانے لگے کیا حرج ہے کوئی دیکھتا تھوڑا ہی ہے یہ اس لئے فرمایا تھا کہ اسوقت درجہ میں کوئی تیسرا نہ تھا۔ میں نے عرض کیا کہ [illegible] لگے فرمایا کون دیکھتا ہے میں نے کہا کہ جس کے لئے میں آپ کا ادب کرتا ہوں وہ دیکھتا ہے [illegible] اور پنکھا چھوڑ دیا **ف** کیا انتہا ہے اس بے نفسی کا کہ اپنے چھوٹوں کے ساتھ یہ برتاؤ اور اس سے [illegible] یہ کمال ہے کہ جب دیکھا طبیعت پر گرانی ہے تو اپنے ارادہ سے [illegible] ہے ایسے عمل میں تو اپنے رفیق کے جسم کی رعایت تھی اور دوسرے عمل میں [illegible] ثانی کا اول سے اکمل ہونا ظاہر ہے

(۱۴۴) احقر کو بعض امور [illegible]
اس اختلاف ہوتے ہوئے میرا یہ خیال تھا کہ [illegible]
تبعی نہ ہوگا مگر سنت یہ تھی [illegible]
[illegible]
[illegible]

Marfat.com

چلی جاتی ہے اور میں اس کو اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت اپنے اوپر سمجھتا ہوں کہ اس اختلاف کے ضرر سے مجھ کو محفوظ رکھا۔ **نوٹ از مولف اشرف السوانح** الحمد للہ احقر کو بھی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی جانب بعینہٖ اسی قسم کا انجذاب عالم بیداری اور عالم رویا میں محسوس ہوتا رہا ہے۔

واقعہ نمبر ۱۱

حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا گنگوہی رح کے خلفائے عظام میں سے تھے اور بڑے صاحب فیض و بابرکت بزرگ تھے۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ شاہ صاحب کے ساتھ بھی میرا اعتقاد وجدانی اور غیر استدلالی تھا۔ دل ہی گواہی دیتا تھا کہ شاہ صاحب بزرگ ہیں۔ شاہ صاحب کے اکثر خدام میں سادگی اور دینداری اور انکسار کا ایک خاص رنگ نمایاں ہے جو شاہ صاحب کے برکت ہونے کی کھلی دلیل ہے۔ حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اگرچہ شاہ صاحب بہت ہی متواضع تھے لیکن امر حق کہنے میں کسی کا لحاظ نہ فرماتے نگاہیں نیچی کر کے جو کہنا ہوتا صاف صاف فرما دیتے اھ۔ حضرت شاہ صاحب رح حضرت والا کے ساتھ بہت محبت و عنایت سے پیش آتے تھے اور وعظوں میں نہایت شوق و رغبت سے شرکت فرماتے تھے۔ ایک بار حضرت والا شاہ صاحب رح کی عیادت کے لئے رائپور حاضر ہوئے مرض سے صحت ہو چکی تھی صرف کمزوری باقی رہ گئی تھی۔ حضرت شاہ صاحب رح کمرہ کی چھت پر جو خلوت خانہ تھا اس میں قیام فرما تھے اور حضرت والا باغ کے صحن میں۔ حضرت شاہ صاحب رح کو حضرت والا کے آرام کا اس درجہ خیال تھا کہ نیچے تشریف لا لا کر بار بار پوچھتے تھے کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے اور ہر وقت اس کی نگرانی رکھتے تھے کہ کسی قسم کی تکلیف تو نہیں یہانتک کہ حضرت والا فرماتے ہیں کہ نگرانی کا یہ حال تھا کہ رات کو جس وقت بھی میری آنکھ کھلی دیکھتا ہوں کہ شاہ صاحب رح موجود ہیں۔ قریب قریب رات بھر یہی مشغلہ رہا۔ کھانے بھی پر تکلف کھلائے اور اپنے ایک خادم کی سفارش فرمائی کہ یہ میرے مخلص دوست ہیں یہ چاول بہت اچھے پکانا جانتے ہیں انہوں نے بڑی محبت سے آپ کے لئے کچھ چاول پکائے ہیں قبول فرمائے جاویں غرض بڑی ہی عنایت اور توجہ اور تعظیم و تکریم سے پیش آئے۔

بعض قرائن سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ صاحب رح اپنی بیماری کے زمانہ میں عیادت

حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائپوری رح

Marfat.com

کرنے والوں کے وقت بے وقت ہجوم سے پریشان ہو کر فرمانے لگے کہ مولانا تھانوی کے اصول بڑی راحت کے ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۲

حضرت مولانا صدیق احمد صاحب انبہٹوی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز کے خلفاء عظام میں سے تھے اور آپ بھی حضرت والا سے بہت محبت و عنایت کے ساتھ پیش آتے تھے اور باوجود عالم باعمل ہونے کے وعظوں میں شرکت فرماتے تھے۔ آپکی توجہ وعنایت کا کوئی خاص واقعہ حضرت والا سے نہیں سنا بجز عام عنایت کے تذکرہ کے اور سفر حج کی معیت کے۔ آپ کے ہر دو صاحبزادگان جو اہل علم ہیں اب حضرت والا ہی سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۳

حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب امروہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح کے بہت محبوب اور ارشد تلامذہ میں سے تھے اور طریق باطن میں غالبا [illegible] اعلم حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز سے مجاز تھے۔ آپ مشاہیر علماء ہند سے [illegible] آپ کی فصیح و بلیغ تقریر و تحریر اور مہارت مناظرہ شہرہ آفاق تھی۔ آپ کا اور حضرت والا کا [illegible] جلسوں میں مختلف مقامات پر بارہا ساتھ ہوا اور دونوں کو تقریر کرنے اور ایک دوسرے کے بیان سننے کا اتفاق ہوا۔ جانبین ایک دوسرے کا بہت ادب و لحاظ فرماتے تھے حالانکہ حضرت والا عمر میں بہت چھوٹے تھے۔

ایک بار حضرت والا امروہہ میں مولانا رح کے یہاں [illegible] بو چیز جھول گئے تھے شب کو قضاء حاجت کی ضرورت [illegible] کس سے پوچھا [illegible] [illegible] [illegible] آئے [illegible] فرمایا [illegible] ضرورت [illegible] حضرت والا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

کہ یہ ڈھیلے تو تبرک ہوگئے اب استنجا کاہے سے کیا جاوے۔ لیکن مولانا رح نے نہایت تواضع فرمایا
کہ کیا ہوا اگر میں نے ہی رکھ دئے۔ حضرت والا اس واقعہ کو نقل فرمایا کرتے ہیں کہ ہماری جماعت
میں مولانا رح بہت ہی نفیس لباس پہنتے تھے جو بظاہر تکلف کی حد تک پہونچا ہوا معلوم ہوتا تھا
چنانچہ مجھکو بھی یہی گمان تھا لیکن اس دن کے واقعہ سے میں مولانا رح کی تواضع اور بے تکلفی
اور سادگی کا بیحد معتقد ہوگیا اور سمجھ گیا کہ مولانا رح کی خوش لباسی کا منشا نفاست ولطافت
مزاج تھا نہ کہ تکلف۔

حضرت والا حضرت مولانا رح کے بعض پر لطف مناظرانہ مکالمے جو تو تعلیم یا فتوں سے
ہوئے تھے نہایت تحسین کے ساتھ نقل فرمایا کرتے ہیں۔

واقعات نمبر ۱۴ و ۱۵

حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری اور حضرت مولانا شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی رحمہما
تعالےٰ جو حضرت والا کے پیر بھائی اور شیخ العرب والعجم حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز
خلفاء مجازین میں سے تھے حضرت والا سے نہایت محبت فرماتے تھے۔ گو بعض مسائل اجتہا
سماع وغیرہ میں عملی اختلاف بھی تھا۔ مولانا کانپوری رح کو حضرت والا سے ایسا خاص تعلق تھا
ایک دعوت میں حضرت والا کے سامنے کا بچا ہوا کھانا بطور تبرک سب کے سامنے نوش فرمایا حا
مولانا کے علم وفضل کی کانپور میں بہت شہرت تھی اور نہایت وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے
اور حضرت والا کا ابتدائی زمانہ تھا اور نوعمر تھے۔ مولانا کو اس وجہ سے اور بھی زیادہ تعلق تھا کہ
حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کے عاشق زار تھے اور وہ حضرت حاجی صاحب
قدس سرہ العزیز سے حضرت والا کا نہایت خصوصیت وعنایت کے ساتھ تذکرہ خود سن چکے تھے

حضرت مولانا شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی رح بھی حضرت والا کا لحاظ فرماتے تھے کہ ایک
شخص نے مولانا رح کے ساتھ حضرت والا کو بھی کھانے کے لئے مدعو کیا تو چونکہ مولانا رح صاحب سما
تھے اس لئے اکثر دعوت کو اس شرط پر قبول فرمایا کرتے تھے کہ کھانے کے بعد سماع بھی ہو جس
وہ اپنی اصلاح میں غذائے روحانی سے تعبیر فرماتے تھے۔ اس لئے حضرت والا نے قبول دعوت
سے عذر فرمایا لیکن داعی نے وعدہ کیا کہ حضرت والا کی موجودگی میں ہرگز مجلس سماع منعقد نہ کیجائے
اور حضرت والا نے یہ رعایت فرمائی کہ کھانے کے بعد جلد ہی رخصت ہونے لگے۔ لیکن

حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری رح

حضرت مولانا شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی رح

حضرت والا اٹھے تو مولانا رحؒ بھی اٹھے اور سواری تک تشریف لائے ۔ حضرت والا سمجھے کہ مشایعت کے لئے تشریف لائے ہیں ۔ بعد کو واپس ہو کر مجلس سماع میں شرکت فرمائیں گے لیکن ایسا نہیں کیا بلکہ ادھر حضرت والا اپنی سواری میں بیٹھے ادھر مولانا رحؒ بھی اپنی سواری میں بیٹھ کر رخصت ہو گئے اور اس کو خلاف مروت سمجھا کہ حضرت والا جس مجلس میں شریک نہ ہوں وہ اس میں شریک ہوں کیونکہ اسوقت ایسا کرنا یہ معنی رکھتا کہ گویا مولانا رحؒ اسی انتظار میں تھے کہ کب یہ یہاں سے جائیں اور کب ہم اپنی مجلس سماع منعقد کریں ۔ مولانا رحؒ کو حضرت والا کی خاطر اس درجہ عزیز تھی کہ اپنے معمول ہی کو بدل دیا ۔ سبحان اللہ کیسے مخلص اور بے تعصب حضرات تھے کہ باوجود اختلاف مشرب ایک دوسرے کی اس قدر رعایت فرماتے تھے اور ہر طرح کی دل آزاری سے بچتے تھے آجکل کی طرح نہیں کہ قصداً محض دل آزاری ہی کی غرض سے ایسے امور کا ارتکاب کیا جاتا ہے ۔

ایک بار مولاناؒ نے ازراہ بے تکلفی حضرت والا سے فرمایا کہ آپ کبھی ردولی شریف تشریف نہیں لاتے حضرت والا نے فرمایا کہ آپ کبھی لے ہی نہیں چلتے ۔ فرمایا میں تو کہہ رہا ہوں چلئے عرض کیا کہ حضرت توجہ فرما کر مجھ میں اہلیت تو سماع کی پہلے پیدا فرما دیں اور اپنا سا بنا دیں تاکہ میں بھی شرکت کا اہل ہو جاؤں ۔ درحقیقت لے چلنا تو یہ ہے اس لطیف اور متواضعانہ پیرائے میں بھی ظاہر فرما دیا کہ سماع کے جواز کے کچھ شرائط ہیں جو آپ میں موجود ہوں گے اس لئے آپ سنتے ہیں مجھ میں موجود نہیں اس لئے میں نہیں سنتا ۔

حضرت والا جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ العزیز کے مزار مقدس پر حاضر ہوئے تو مجاوروں سے خاص طور سے پوچھ کر حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف پر بھی بغرض فاتحہ تشریف لیگئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا کو اپنے پیر بھائیوں سے کسقدر تعلق ہے ۔ اس تعلق پر ایک دوسرا واقعہ یاد آیا کہ جب جناب مرتضیٰ [illegible]

انتقال ہوا جو اصغر علی محمد علی کے کارخانہ عطر واقع لکھنو کے [illegible]

تھے اور حضرت والا سے شل پیر کے عقیدت اور محبت رکھتے تھے [illegible]

صاحبزادہ کے عریضہ سے حضرت والا کو بعد کو معلوم ہوا [illegible]

فرمایا اور بعد نماز عصر یہ فرمایا کہ مرحوم میرے پیر بھائی تھے اور میرے اوپر انکی بہت مہربانی تھی سب نمازیوں سے مرحوم کے حق میں دعا مغفرت کرنے کے لئے فرمایا ۔

اس موقع پر ایک واقعہ اور حضرت والا نے [illegible]

پیر بھائی حضرت شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ خاں صاحب فضیلت جنگ علیہ الرحمتہ استاد حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی سوانح حیات مسمّٰی بہ مطلع الانوار مصنفہ علامہ مفتی محمد رکن الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ پر حسب درخواست جناب ابوالخیر صاحب نظامیہ تحریر فرمائی تھی درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جس سے ظاہر ہوگا کہ حضرت والا کو جہاں مسائل اختلافیہ میں دوسرے مسلک والوں کے ساتھ بھی حسن ظن ہے وہیں اپنے مسلک میں بھی بفضلہ تعالےٰ اعلیٰ درجہ کی پختگی حاصل ہے۔ تقریظ ملاحظہ ہو تحریر فرماتے ہیں۔

از ناکارہ آوارہ اشرف علی عفی عنہ بخدمت جامع الفضائل دامت الطافہم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ میرے پاس زیادہ وقت نہیں اس لئے بفحوائے ؎

مرا از زلف تو موئے بسنداست　　ہوس را رہ مدہ بوئے بسنداست

جستہ جستہ مطلع الانوار سے منور ہوا۔ حضرت مولانا۔ میرے پیر بھائی تھے اور بڑے بھائی تھے بڑے ہونے کی حیثیت سے مجھ پر ادب لازم ہے اور بھائی ہونے کی حیثیت سے بے تکلفی کی بھی اجازت ہے۔ ان ہی دو حیثیتوں کو پیش نظر رکھ کر یہ رائے ظاہر کرتا ہوں جو کہ جامع ہے ادب و بے تکلفی کی کہ رسالہ قابل اسوۂ حسنہ بنانے کے ہے مگر اعمال و مسائل اختلافیہ کے حصہ کا اس اسوہ سے استثنا رائے کے درجہ میں بعض کیلئے اور عمل کے درجہ میں سب کے لئے اقرب الی الاحتیاط ہے عجب نہیں کہ اگر حضرت رحمتہ اللہ علیہ بھی اس معروضہ پر مطلع ہوتے تو اگر مجھ کو ماجور بھی نہ خیال فرماتے تب بھی ماز ور بھی نہ سمجھتے بلکہ معذور قرار دیتے۔ باقی حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے لئے اور حضرت کی تمام جماعت کے لئے دل سے اور خلوص سے دعا کرتا ہوں۔ اَللّٰھُمَّ کُنْ لَھُمْ وَاجْعَلْھُمْ لَکَ۔ اور اپنے لئے بھی اسی دعا کا طالب ہوں۔

واقعہ نمبر ۱۶

حضرت مولانا محمد روشن خاں صاحب مراد آبادی نے جو حضرت مولانا گنگوہی رح کے خاص خلیفہ مجاز اور بڑے صاحب سوز وگداز بزرگ تھے خود احقر کے سامنے اسوقت جبکہ حضرت والا مدظلہ کے مرض وفات میں بغرض عیادت تشریف لیگئے حالات مرض بیان فرماکر فرمایا کہ خیر یہ تو مرض کے حالات ہیں اب آپ میرے لئے دعا کردیجئے کہ اللہ تعالےٰ میرا خاتمہ بالخیر کرے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس صدی کا مجدد بنایا ہے اللہ تعالےٰ نے آپکو خصوصیت دی ہے

عالم کو منور کرے اور آپ کے ذریعہ سے رسوم و بدعات کا قلع قمع کرے۔ احقر کو یہ الفاظ قریب قریب بعینہا یاد ہیں نہایت جوش کے ساتھ اور آبدیدہ ہو کر متغیر لہجہ میں یہ الفاظ فرماتے تھے حضرت والا گردن جھکائے نہایت عجز و انکسار کے ساتھ سنتے رہے اور پھر ہاتھ اٹھا کر عفو اور عافیت کی دعا فرمائی غالباً یہ دعا تھی اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اور زبانی فرمایا کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے عافیت ہی طلب کرنی چاہئے۔

ممدوح الذکر کے ایک ثقہ مرید بھی خود احقر سے فرماتے تھے کہ مولانا [illegible] اللہ علیہ کو حضرت والا کے مجدد ہونے کا پورا وثوق تھا یہاں تک کہ مجھ کو خاص طور سے مولانا تھانوی [illegible] حضرت والا [illegible] میں یہ ارشاد فرما کر بھیجا تھا کہ ان کے پاس ضرور حاضر ہو وہ اس صدی کے مجدد ہیں [illegible] طرح جناب مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضرت مولانا گنگوہی [illegible] کے خادم خاص تھے ایک بار احقر سے فرمایا کہ میرا اب تک یہ گمان تھا کہ اس صدی کے مجدد حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز تھے لیکن اب میرا یہ خیال ہے کہ [illegible] مولانا [illegible] تھا اور زیادہ تر آپ سے علماء مستفید ہوئے لیکن اب دیکھ [illegible] کہ مسلمانوں [illegible] عام نفع مولانا تھانوی [illegible] حضرت والا سے بہت پہنچ رہا ہے اس لئے مجددیت کی [illegible] زیادہ پائی جاتی ہے گو ممکن بلکہ مظنون ہے کہ حضرت [illegible] کو درجہ تجدید بھی [illegible]

حمدللہ اپنے اور دیگر سلسلوں کے بزرگوں کی جو عنایات [illegible] حضرت والا [illegible] رہیں ان کے چند واقعات بطور نمونہ ہدیہ ناظرین کئے جاتے [illegible] ان کے مطالعہ سے [illegible] بخوبی معلوم ہو گی ہو گی کہ اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے حضرت والا [illegible] کو [illegible] فرما دیا تھا اور اہل نظر حضرات سے حضرت والا کے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

رسمی بزرگ میری نظروں ہی میں نہیں جچتا۔ چونکہ اس زمانہ میں سب حضرات ایک ہی رنگ کے دیکھے میں یہ سمجھتا تھا کہ سب بزرگ ایسے ہی ہوتے ہونگے لہذا ان کی صفات کچھ زیادہ عجیب نہ معلوم ہوتی تھیں لیکن اب جو یاد کرتا ہوں تو ان کی ہر بات آج کل کے اعتبار سے خرق عادت معلوم ہوتی ہے۔

حضرت والا اپنے حضرات اکابر کو اور اس زمانہ خیر و برکت کو یاد فرما فرما کر اکثر یہ مصرع پڑھ دیا کرتے ہیں۔

اذالناس ناس والزمان زمان ‏ اور یہ شعر بھی ؎

حریفاں بادہا خوردند و رفتند ‏ تہی خمخانہا کردند و رفتند

نیز مقابلۃً عربی کا یہ شعر بھی بہت جوش اور مسرت کے ساتھ پڑھ دیا کرتے ہیں ؎

اولئک ابائی فجئنی بمثلھم ‏ اذا جمعتنا یا جریر المجامع

احقر اب اس باب کو ختم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ان حضرات کی محبت اور توفیق اتباع طلب کرتا ہے جس کا اس زمانہ میں اکمل و اسہل ذریعہ حضرت والا کی تقلید ہے جن کی ذات بابرکات میں ان حضرات اکابر کی ساری صفات بفضلہ تعالیٰ نمایاں طور پر مجتمع ہیں۔

ضمیمہ

الحمد للہ اس باب کا جو اصل موضوع تھا وہ تو ختم ہوا اب حضرت والا کے بعض مخصوص معاصرین کے اسمائے گرامی بھی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں جن کو حضرت والا کے ساتھ خاص خصوصیت تھی اور جن کا حضرت والا کے ساتھ برتاؤ باوجود معاصر یا ہم سبق اور ہم عمر ہونے کے مساویانہ نہیں بلکہ نہایت عقیدتمندانہ اور مودبانہ تھا۔

ہر چند ان حضرات کی عنایات کا ذکر بمقابلہ ذکر عنایات بزرگان مذکورین ایک حیثیت سے قوت استدلال میں کم درجہ رکھتا ہے کیونکہ یہ حضرات بلحاظ شہرت عموماً اس درجہ کے نہیں سمجھے جاتے لیکن دوسری حیثیت سے ان حضرات کی عنایت و اعتقاد زیادہ قابل استناد ہے کیونکہ بزرگوں کی عنایات میں تو یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ محض شفقت پر مبنی ہوں مگر معاصرین میں یہ احتمال ہی نہیں کیونکہ معاصرین میں عموماً منافست اور برابری میں عادتاً آزادی ہوا کرتی ہے اور یہی امتیاز اس ضم ضمیمہ کا داعی بھی ہوا ہے لیکن حضرت والا کے ساتھ ان حضرات کے معتقدانہ اور مودبانہ برتاؤ کے واقعات لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی کیونکہ اس برتاؤ کے مشاہدہ کرنے والے اس وقت بکثرت موجود ہیں۔

اس ضروری عرضداشت کے بعد ان حضرات کے اسماء گرامی ذیل میں تحریر کئے جاتے ہیں۔

(۱) جناب حافظ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم مدرسہ عالیہ دیوبند صاحبزادہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲) جناب حکیم مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحبزدہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

(۳) جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سابق نائب مہتمم مدرسہ عالیہ دیوبند۔

(۴) جناب مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندی سلمہم اللہ تعالیٰ مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند۔

(۵) جناب مولانا محمد یٰسین صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سابق مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند۔

(۶) جناب مولانا حاجی شفیع الدین صاحب مہاجر مکی سلمہم اللہ تعالیٰ۔

خادم خاص وخلیفہ مجاز حضرت شیخ العرب والعجم حاجی شاہ امداد اللہ صاحب قدس سرہ [illegible]

ان سب حضرات معاصرین میں بلحاظ شہرت سب سے بڑے جناب حافظ احمد صاحب [illegible] مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ تھے اور انہیں کا برتاؤ حضرت والا کے ساتھ سب سے [illegible] عقیدت اور ادب اور عظمت کا تھا حالانکہ وہ حضرت والا کے ہم سبق تھے [illegible] کے ساتھ معاملہ قوت استدلال میں سب سے بڑھ کر ہے۔ [illegible]

باب سیزدہم

"شرف بیعت و استفاضہ باطنی"

اوراق ماسبق میں جو واقعات وحالات بیان کئے جا چکے ہیں ان [illegible] حق تعالیٰ شانہ نے حضرت والا کو تجدید دین و اصلاح [illegible] عظیم بالشان خدمت سپرد کرنے کے لئے پیدا فرمایا [illegible] سے اس کے آثار [illegible] فی المھد [illegible] بیان کیا جا چکا ہے [illegible] خاندان تھے [illegible] خدمت مجذوب حضرت [illegible] غلام مرتضیٰ صاحب [illegible]

Marfat.com

متوجہ بہ دعا فرما دیا اور قبل استقرار حمل ہی نام نامی بھی انہیں بزرگ کی زبان مبارک سے تجویز کر دیا
حضرت والا کی ولادت باسعادت کی پیشینگوئی اور نام مبارک کے ملہم من اللہ ہونے کی یہ صریح
دلیل ہے کہ پیشینگوئی اس حالت میں فرمائی گئی کہ حضرت والا کے والدین ستر سنین بالکل
مایوس الاولاد ہو چکے تھے اور جب حضرت حافظ صاحب نے بحالت حمل حضرت والا کا نام
مبارک تجویز فرمایا تو ایک اور بی بی صاحبہ نے بھی کہ جن کی بہو حاملہ تھیں اپنے پوتے کا نام تجویز
کر دینے کی درخواست کی مگر حافظ صاحب نے نہایت ترشروئی کے ساتھ بایں الفاظ انکار
فرما دیا کہ کیا میرا چھاپہ خانہ ہے جو نام رکھتا پھروں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت والا کے
متعلق قبل ولادت ہی پیشینگوئی فرمانا اور نام بھی تجویز فرما دینا بہ الہام غیبی اور بہ بنائے اختصاص تھا
غرض حضرت والا کی نسبت بزرگوں کی خاص الخاص توجہ شروع ہی سے رہی جس کا مفصل ذکر
تحت عنوان "لقائے بزرگان و دعائے بزرگان" بھی کیا جا چکا ہے اور حضرت والا کی نسبت ظاہری
و باطنی تکمیل کے سب بہتر سامان شروع ہی سے اللہ تعالیٰ نے جمع فرما دیئے۔ اس طرح کہ جیسا ابھی بیان کیا
گیا، ایک صاحب خدمت مجذوب بزرگ کی دعا سے معرض وجود میں آئے اور ابتدا ہی تو
ہی سے ان کی روحانی جذب و انجذاب تو شامل حال رہا جس کے آثار بصورت انجذاب الی اللہ
و انقطاع عن الخلق اب تک موجود ہیں اور روز افزوں ہیں۔ پھر صاحب نسبت والدۂ مشفقہ
کی آغوش میں پرورش پائی اور اعلیٰ درجہ کے عاقل و مدبر والد شفیق کے زیر تربیت رہے
نیز اعلیٰ و بانی دقت اساتذہ سے علم ظاہری حاصل فرمایا جن میں سے خاص خاص اساتذہ
اپنے وقت کے صاحب باطن اور کامل و مکمل شیخ بھی تھے۔ اور ہر ہر فرد اپنے فنون خاصہ
میں ماہر یگانۂ روزگار تھا۔ ان سب نعمتوں کی بقدر ضرورت تفصیل بیان کی جا چکی ہے اب
اس باب میں اس نعمت عظمیٰ کی تفصیل بیان کی جاتی ہے جو گویا میزان الکل ہے سب مذکورہ
بالا نعمتیں گویا کہ سب نعمتیں اسی نسبت کی طرف راجع اور اسی نعمت کی تمہیدات تھیں۔ وہ
نعمت شرف بیعت ہے شیخ العرب والعجم امام طریق موید سلف جنید زمان شبلی دوران شیخ العلماء
والمشائخ حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب تھانوی چشتی صابری مہاجر مکی قدس سرہ العزیز سے
جیسا کہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کی ذات والا صفات شہرۂ آفاق ہے اس لئے
ہرگز احتیاج تعارف نہیں آپ کی شان عالی بقول راس الاتقیاء حضرت مولانا شاہ مظفر حسین
صاحب کاندھلوی قدس سرہ العزیز جن کی شہادت بہت ہی بڑے پایہ کی شہادت ہے)

Marfat.com

بالکل اکابر سلف کی سی تھی گو پیدا اس زمانہ میں ہوئے تھے اھ (نقلا القادری محمد علی خاں الجلال آبادی عفی عنہ) صدہا علماء کبار بلکہ دوسرے سلسلوں کے مشائخ ذو الاقتدار نے بھی حضرت حاجی صاحبؒ سے شرف بیعت حاصل کرنے کو اپنا فخر سمجھا لہٰذا بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ ایسا محقق و جامع شریعت و طریقت اور مرجع العلماء والمشائخ شیخ اس زمانہ میں کوئی نہیں گزرا۔ عرب و عجم کے بالخصوص ہندوستان کے مقتدر چیدہ چیدہ اور مشہور و مسلم زمانہ علماء تھے سب قریب قریب حضرت حاجی صاحبؒ ہی کے زمرۂ کے حلقہ غلامی میں داخل تھے اور خوانِ امدادِ الٰہی کے ہی زلہ ربا تھے چنانچہ حضرت والا بھی انہیں اخص الخواص حلقہ بگوشانِ امدادیہ میں سے ہیں جنکو اخص الخواص حضرات میں بھی بعض حیثیتوں سے خاص الخاص امتیاز حاصل ہے حضرت والا کے دیگر مراحل دینیہ کی طرح شرف بیعت کی تحصیل اور استفاضۂ باطنی کی تکمیل بھی منجانب اللہ عجیب و غریب طور پر واقع ہوئی اور یہاں بھی امداد غیبی سے اس طرح شامل حال ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حاجی صاحب جیسے شیخ المشائخ اور اور دنیا میں بے نظیر مربی باطن کو خود بخود حضرت والا کی جانب ابتدا ہی سے متوجہ فرما دیا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ابھی حضرت والا کمسن ہی تھے اور مدرسہ دیوبند میں [illegible] طالب علمی ہی فرماتے تھے کہ [illegible] العرب والعجم [illegible] حضرت والا کے والد [illegible] کہا بھیجا کہ [illegible] اپنے [illegible] لڑکے کو [illegible] صاحب حضرت والا کی والد [illegible] حضرت والا سے کسی قسم کا [illegible] حضرت حاجی صاحب [illegible] وشفقت سے [illegible] اس لئے گمان ہوتا ہے کہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

والارت بعون اللہ تعالیٰ حضرت والا کی ذات بابرکات سے ہوئی اور روز افزوں ہو رہی ہے کسی اور سے ظہور پذیر نہیں ہوئی اور یہ امر بالکل ظاہر ہے کسی کو گنجائش انکار نہیں۔ نیز خود حضرت حاجی صاحب نے حضرت والا سے بارہا فرمایا کہ بس تم پورے پورے میرے طریق پر ہو اور جب کوئی تحریر یا تقریر دیکھنے یا سننے کا اتفاق ہوتا تو فرماتے کہ جزاکم اللہ تم نے تو بس میرے سینہ کی شر کردی اور اگر بدوران تقریر علوم و معارف حاضرین مجلس میں سے کوئی کسی مضمون ارشاد فرمود پر کچھ سوال کرتا تو حضرت والا کی جانب اشارہ فرماکر فرما دیتے کہ ان سے پوچھ لینا یہ خوب سمجھ گئے اس حضرت والا کی یہی مناسبت تامہ فطریہ اور اہلیت متعددہ متنوعہ اور محبوبیت عامہ ازلیہ جس کو اصطلاح صوفیہ میں مراد ہونے سے تعبیر کرتے ہیں اصل بنا تھی حضرت حاجی صاحبؒ کی غیبی کشش توجہ کی۔

غرض حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت والا کو از خود بلا تعارف ظاہری مکہ معظمہ میں یاد فرما جیسا ابھی اوپر بیان کیا گیا ہے سچ ہے۔

تشنگاں گر آب جویند از جہاں　　آب ہم جوید بعالم تشنگاں

چونکہ بمصلحت اشاعت علوم و معارف امدادیہ حضرت والا کا حضرت حاجی صاحبؒ سے تعلق بیعت روز ازل ہی سے مقدر ہو چکا تھا اس کا غیب سے اس طرح سامان شروع ہوا کہ ایک بار حضر مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز کسی ضرورت سے مدرسہ دیوبند تشریف لائے حضرت والا زیارت کرنے غایت اشتیاق میں بغرض مصافحہ دوڑے تو ان اینٹوں کی وجہ سے جو اسوقت وہاں تو درہ کی تعمیر کے لیے پڑی ہوئی تھیں حضرت والا کا پاؤں بے اختیار پھسلا اور زمین پر گرنے کو ہی تھے کہ حضرت مولانا نے فوراً ہاتھ پکڑ کر سنبھال لیا۔ حضرت والا کو حضرت مولانا رح کی زیارت ہوتے ہی اس قدر کشش ا عقیدت ہوئی کہ بقول حضرت والا باوجود اسوقت حقیقت و غایت بیعت بھی نہ سمجھنے کے مولانا رحمۃ بیعت کی درخواست کی۔ مولانا رح نے اس بنا پر کہ بزمانہ طالبعلمی شغل باطن مخل تحصیل علم ہوگا انکار فرماد اس واقعہ کا مفصل ذکر خود حضرت والا نے حضرت مولانا گنگوہی رح کے تذکرہ موسومہ "یادیاراں" میں در فرمایا ہے جس کو تفصیل کا شوق ہو وہاں دیکھ لے۔

اس واقعہ کے بعد قریب ہی جب حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز ۱۲۹۹ھ میں تیسری حج کو تشریف لیجانے لگے تو حضرت والا نے حضرت حاجی صاحب رح کی خدمت میں اس مضمون کا عریضہ لکھکر غالباً خود مولانا رح ہی کے ہاتھ بھیجا کہ مولانا رحمۃ سے میں نے بیعت کے لئے عرض کیا تھا مگر

انکار فرما دیا اور فرما دیا آپ مولانا سے فرما دیں کہ مجھکو بیعت کر لیں وہاں آپس میں جو بھی گفتگو ہوئی ہو اس کا علم نہیں لیکن حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جنپر گویا یہ موقع منکشف تھا جیسا بہ تفصیل اوپر ظاہر کیا جا چکا ہے بجائے مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کر لینے کی سفارش فرمانے کے حضرت والا کو خود ہی شرف بیعت سے غائبانہ مشرف فرما لیا اور اب معلوم ہوا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے انکار بیعت میں یہ قدرتی سبب بھی در پردہ کار فرما تھا کہ حق تعالے شانہ نے حضرت والا کو حضرت شیخ العرب والعجم ہی کے حصہ میں آنے کے لئے اور علوم و معارف امدادیہ کو بہ توضیح و تنقیح تمام و بہ تفصیل و تسہیل تمام شرقاً و غرباً پھیلانے کے لئے پہلے سے منتخب فرما رکھا تھا بمصداق ع چمن لیا لاکھوں میں تجھکو انتخاب ایسا تو ہو۔ پھر کسی اور سے مستفاد کیونکر متعلق ہو سکتے تھے۔ اس کی تصدیق اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت والا کے ایک اور ہم سبق طالب علم نے بھی اسی دوران میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی تو ان سے انکار نہیں فرمایا اور ان کو بیعت کر لیا جس سے حضرت والا کو اور بھی حسرت ہوئی۔

اور ہرچند حضرت والا کا تعلق بیعت براہ راست حضرت حاجی صاحب سے تھا لیکن حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز کے ساتھ بھی حضرت والا کا اختلاف تعلق جو اول ہی نظر میں بہ شدت [illegible] قائم ہو کر راسخ ہو چکا تھا اور جو باعث ہوا تھا حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست بیعت کا [illegible] رہا اور حضرت والا نے ہمیشہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو مثل اپنے مرشد ہی کے سمجھا اور [illegible] کمالات ظاہری و باطنی یعنی علمی و عملی میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے بے تکلف مریدانہ طور رجوع پر [illegible] جیسا کہ بعد کے حالات میں مذکور ہوگا اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمیشہ بلحاظ شفقت [illegible] بلحاظ احترام پیر بھائیوں کا سا معاملہ فرماتے رہے۔ اس امر کی تصدیق کہ [illegible] حضرت والا کو حضرت حاجی صاحب ہی کے حصہ میں آنے کے لئے منتخب فرمایا [illegible] کہ حضرت حاجی صاحب نے قبل تعارف ظاہری ہی حضرت والا کو [illegible] والد ماجد نے مکہ معظمہ طلب فرمایا تھا جب کہ عنقریب بیان کیا گیا۔

اس طلبی پر بیعت کا موقع [illegible] طرح غیب سے پیدا ہوا [illegible]

کی ایک کمپنی قائم کی تھی جس میں ایک شخص پانچ [illegible]

کے والد ماجد ماشاء اللہ متمول تھے [illegible]

کی بجائے [illegible] پانچ [illegible]

نام سے اور پانچ [illegible]

Marfat.com

بجائے پانچسو کے مجموعہ کے ڈیڑھ ہزار روپیہ کی رقم مختلف ناموں سے کمپنی میں داخل کی کچھ عرصہ کے بعد اس رقم کو بمصلحت واپس لے لیا۔ جب حضرت والا کو اس کا علم ہوا تو چونکہ حضرت والا کو بفضلہ تعالیٰ شروع ہی سے اتباع شریعت مقدسہ اور پابندی مسائل دینیہ کا نہایت درجہ اہتمام ہے اس لئے اپنے والد ماجد سے دریافت کیا کہ آیا یہ پانچسو روپیہ جو میرے نام سے آپ نے جمع کئے تھے اور اب واپس لے لئے ہیں میری ملک ہیں یا آپ کی؟ والد ماجد نے جواب تحریر فرمایا کہ ابھی تک تو یہ رقم میری ہی ملک تھی اور تمہارا نام محض مصلحۃً درج کر دیا گیا تھا۔ لیکن اب میں اس رقم کو در اصل تمہاری ہی ملک قرار دیتا ہوں۔ اس پر حضرت والا نے لکھا کہ پھر اس رقم کی زکوٰۃ بھی میرے ذمہ واجب ہے۔ اور اب حج بھی میرے اوپر فرض ہوگیا۔ چنانچہ والد ماجد نے زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے تو نقد روپیہ بھیجدیا اور حج کے لئے فرمایا کہ میں تمہاری چھوٹی بہن (یعنی والدہ صاحبہ مرحومہ مولانا سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ و مولانا ظفر احمد صاحب دامت فیوضہم ۱۲ منہ) کے عقد سے فارغ ہو کر آئندہ سال حج کے لئے جاؤں گا۔ اس وقت تم بھی چلے چلنا۔ یہ اس لئے فرمایا کہ بوجہ غایت شفقت و محبت حضرت والا کا تنہا جانا گوارا نہ تھا۔

حضرت والا باوجود اس کے کہ اپنے والد ماجد کا غایت درجہ ادب فرماتے تھے اور ڈرتے بھی تھے لیکن نازک موقعوں پر ناز بھی فرماتے تھے۔ جب والد ماجد نے آئندہ سال تک انتظار کرنے کے لئے فرمایا تو عرض کیا کہ آپ مجھے یہ لکھ کر دیدیجئے کہ تم یا سال تک ضرور زندہ رہو گے اس پر والد صاحب نے فرمایا کہ یہ میں کیسے لکھ سکتا ہوں۔ حضرت والا نے عرض کیا کہ حج تو میرے ذمہ فرض ہو چکا ہے اور زندگی کا اعتبار نہیں نیز تاخیر بلا عذر شرعی جائز نہیں اس لئے مجھے تو اسی سال حج کرنا ضروری ہے۔ اس پر والد صاحب نے نہایت عجلت کر کے شوال ہی میں اپنی صاحبزادی کا عقد کر دیا اور ابھی تقریب کی پوری رسوم بھی ادا نہ ہونے پائی تھیں کہ حج کو مع حضرت والا روانہ ہو گئے۔

وہ زمانہ سمندر کی طغیانی کا تھا۔ جب غازی آباد کا اسٹیشن آیا تو وہاں والد صاحب کے ایک ملاقاتی تحصیلدار ملے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ حج کو جا رہے ہیں تو کہا کہ آپ کو کچھ خبر بھی ہے دریا میں سخت تلاطم ہے اور طوفان کی متواتر خبریں آ رہی ہیں۔ والد صاحب نے فرمایا کہ بھائی ہم تو جا ہی رہے ہیں اللہ مالک ہے دعا کیجئے یہ تو حضرت والا کے والد صاحب نے فرمایا اور حضرت والا نے نہایت جوش کے ساتھ یہ شعر پڑھا ؎

Marfat.com

چہ غم دیوار امت را کہ باشد چوں توپشتیباں		چہ باک از موج بحر آنرا کہ دارد نوح کشتیباں

غرض حضرت والا مع اپنے والد ماجد کے نہایت ذوق وشوق کے ساتھ ادائے فریضہ حج کے لئے روانہ ہوئے۔ دریا میں واقعی سخت تلاطم تھا۔ یہاں تک کہ جہاز جس کا نام حیدری تھا اور جو بوجہ چھوٹا ہونے کے طوفانی موجوں کی ٹکروں کو سہار نہ سکتا تھا اتنا اتنا جھک جاتا کہ اسکا جنگلہ سطح سمندر کے قریب آ جاتا اور غرق کا اندیشہ ہو ہو جاتا اور اتنی اتنی بلند موجیں اٹھتیں کہ چھتری کے اوپر سے ہو ہو کر گذر جاتیں اور تمام مسافروں اور اسباب کو شرابور کر جاتیں۔ کارکنان جہاز بڑے اہتمام اور مستعدی سے چل پھر کر ہر وقت روک تھام دیکھ بھال اور بست وکشاد میں مشغول رہتے تھے اور حجاج دعاؤں اور الحاح وزاری میں۔

حضرت والا فرماتے ہیں کہ چونکہ اللہ تعالے کی راہ میں جا رہے تھے الحمد للہ باوجود [illegible] غرق کے قلب میں وحشت اور پریشانی مطلق نہ تھی۔ اسی ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ حجاج کی دعاؤں [illegible] ہندوں کارکنان جہاز ہنستے تھے اور کلمات کفریہ بکتے تھے نعوذ باللہ نعوذ باللہ کہتے تھے کہ [illegible] کیا کریں گے جب جہاز کی چال ہی ایسی ہے۔ یہ بھی افسوس فرمایا کہ بعض مسلمانوں کو دیکھا [illegible] حالت میں بھی غیر خدا ہی کو پکارتے تھے مثلاً بڑے پیر صاحب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو [illegible] عادت پڑی ہوئی تھی۔ غرض بفضلہ تعالے حضرت والا مع اپنے والد صاحب کے بخیر وعافیت [illegible] مکہ معظمہ حاضر ہوگئے۔ ادب وعظمت ارض پاک حرم محترم کا اسقدر غلبہ تھا کہ شہر میں [illegible] تھوکتے ہوئے بھی تامل ہوتا تھا۔ درجس وقت بیت اللہ شریف پر [illegible] ایسی کیفیت شوقیہ انجذابیہ پیدا ہوئی کہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ [illegible] ٹھہرا رہی نہیں ہوئی۔

حضرت والا کی آمد حضرت حاجی صاحب [illegible]

زیارت مدینہ منورہ [illegible] والد [illegible]

اپنے والد ماجد سے اجازت چاہی لیکن ان کی [illegible]

حضرت حاجی صاحب کے حضور [illegible]

[illegible] حج [illegible]

حضرت [illegible]

خط [illegible]

Marfat.com

بحمد یا نیز حضرت والا کے والد ماجد بھی اسی سفر حج میں حضرت حاجی صاحب سے مشرف بہ بیعت ہو گئے حضرت والا کے والد ماجد نہایت مخلص اور پرانے زمانہ کے بے تکلف بزرگ تھے اس وقت جبکہ چند دیگر معتقدین حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت ہو رہے تھے حضرت حاجی صاحبؒ نے برنباء درخواست سابق ان سے یعنی حضرت والا کے والد ماجد سے بھی فرمایا کہ میاں عبدالحق تم بھی مرید ہونے کو کہتے تھے آؤ تم بھی آ جاؤ۔ تو آپ کس سادگی سے فرماتے ہیں کہ نا حضرت نا میں ابھی مرید نہیں ہوتا ہیں تو بعد میں ہونگا عجیب ادا تھی کہ پیر تو کہہ رہے ہیں کہ مرید ہو جاؤ اور آپ ہیں کہ انکار کر رہے ہیں لیکن یہ انکار بھی سراسر ادب و اخلاص و محبت پر مبنی تھا جیسا کہ ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔

فوراً ایک بڑی سینی میں بہت سی مٹھائی منگائی اور اس کو لیکر مع ایک خوبصورت عمامہ اور کچھ روپیہ کے حاضر خدمت ہوئے اور نہایت ادب کے ساتھ پیش کر کے بیعت کی درخواست کی بس اس سامان کا انتظار تھا۔ اسوقت یہ سامان مہیا نہ تھا اسی لئے تاخیر بیعت کی درخواست کر دی تھی اس زمانہ کے لوگوں میں چونکہ عموماً خلوص غالب تھا اور تصنع نام کو نہ تھا جیسا کہ خود اس واقعہ کی مجموعی ہیئت ہی سے مترشح ہو رہا ہے۔ لہذا حضرت حاجی صاحبؒ نے نہایت مسرت کے ساتھ یہ سب تحائف قبول فرما کر بیعت سے مشرف فرما لیا اور مٹھائی حاضرین میں تقسیم کرا دی گئی۔ چونکہ حضرت والا کے والد ماجد کا سلسلۂ بیعت خود بھی مقصود بالبیان تھا نیز یہ واقعہ فوائد مختلفہ پر مشتمل تھا اور اس کا وقوع اسی سفر حج میں ہوا جس میں خود حضرت والا کو بھی حضرت حاجی صاحبؒ سے دست بدست شرف بیعت حاصل ہوا تھا اس لئے ضمناً بیان کر دیا گیا۔

حضرت والا کا یہ پہلا سفر حج تھا اور یہ اسی سال ہوا جس سال حضرت والا فارغ التحصیل ہونے کے بعد ہی مدرس ہو کر کانپور تشریف لائے تھے یعنی آخر صفر سنہ ۱۳۰۱ھ میں حضرت والا کانپور تشریف لائے اور اس کے بعد شوال ہی میں یہ مبارک سفر ہو گیا۔ غرض حق تعالیٰ شانہ نے حضرت والا کے سارے مراحل دینیہ پے در پے انتہائی سہولت سے طے کرا دیے اس طرح کہ بزمانہ طالب علمی ہی ۱۲۹۹ھ میں جبکہ سن شریف صرف ۱۹ سال تھا غائبانہ شرف بیعت بذریعہ خط حاصل ہو چکا پھر ۱۳۰۱ھ میں جب کہ تقریباً بیس سال ہی کی عمر تھی تحصیل علوم ظاہری سے فراغ نصیب ہوا۔ فوراً ہی انتہائے علوم ظاہری کی صورت پیدا ہو گئی اور صفر ۱۳۰۱ھ میں یعنی حسن اتفاق سے اسی [illegible] دستی بیعت

[illegible]مدی کے بالکل شروع ہی میں جس کا حضرت والا کو اللہ تعالیٰ نے حدیث مشہور کی بعض تفاسیر پر مجدد بنایا ہے مدرس ہوکر کانپور تشریف لے آئے اور عمومی و خصوصی فیض رسانی مخلوق میں بذریعہ درس و وعظ مشغول ہوگئے پھر اسی سال زیارت حرمین شریفین اور زیارت حضرت پیر و مرشد و بیعت دست بدست سے مشرف ہوگئے اور ۱۳۰۲ھ میں واپس آکر پھر بدستور سابق نشر علوم ظاہری و تبلیغ احکام خداوندی میں بذریعہ درس و وعظ نہایت تندہی و مستعدی کے ساتھ ہمہ تن مشغول ہوگئے۔ اور ۱۳۰۷ھ تک زیادہ تر یہی شغل علمی رہا۔

گو اس درمیان میں ذکر و شغل بھی جاری رہا اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خط و کتابت بھی ہوتی رہی لیکن چونکہ اس زمانہ میں زیادہ تر علمی مشغلہ تھا اس لئے شروع کی خط و کتابت میں عام مضامین ہی پائے جاتے ہیں جیسا کہ مکتوبات امدادیہ سے معلوم ہوتا ہے جن میں سے ان خطوط کا جو حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت والا کو جواباً ابتداءً تحریر فرمائے ہیں [illegible] مکتوب اول مورخہ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۰۳ھ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا نے [illegible] صاحب کو اپنے ایک دوست کے عزیز صاحب کے انتقال کی خبر دی تھی [illegible] مکتوب [illegible] رجب المرجب ۱۳۰۳ھ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت والا نے حضرت حاجی صاحب [illegible] کی سرپرستی قبول فرمانے کی درخواست کی تھی جس کا نہایت مناسب جواب [illegible] مکتوب سوم مورخہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۰۶ھ میں حضرت حاجی صاحب [illegible] کے ترک شغل [illegible] اور عود شغل درس و تدریس پر بہت اظہار مسرت فرمایا ہے۔

غرض ان تینوں مکتوبات میں عام مضامین ہیں خاص ذکر و شغل کے متعلق [illegible] محرم ۱۳۰۷ھ سے شروع ہوتے ہیں [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کے حلقۂ توجہ میں شرکت فرمایا کرتے تھے اور اس شرکت کے اثر کے متعلق خود حضرت والا فرماتے ہیں کہ مجھکو اس زمانہ میں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مجھ میں نفسانیت کا نشا بہ بھی نہیں رہا اور گویا میں بالکل فرشتہ ہو گیا اھ۔ اس سے حضرت والا کی فطری استعداد باطنی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ نیز قبل بیعت بزمانۂ طالب علمی حضرت والا پر ایک بار اس درجہ خشیت کا غلبہ ہوا کہ اپنے استاد شفیق جامع ظاہر باطن حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گھبرائے ہوئے پہونچے اور بیتابانہ عرض کیا کہ حضرت کوئی ایسی تدبیر ارشاد فرمایئے جس سے اطمینان حاصل ہو جائے مولانا نے فوراً متنبہ فرمایا کہ توبہ کرو توبہ کرو یہ تو گویا کفر کی درخواست ہے کیونکہ الایمان بین الخوف والرجاء مسلمان کو تو اطمینان آخرت ہی میں ہو سکتا ہے۔ حضرت والا فرماتے ہیں کہ مولانا کے اس ارشاد سے میری آنکھیں کھل گئیں اور ایک معنی کر تسلی بھی ہو گئی کیونکہ جو حقیقت تھی وہ واضح ہو گئی۔

طالب علمی ہی کے زمانہ کا ایک واقعہ اور یاد آیا۔ کسی کتاب میں حضرت والا نے ایک واقعہ لکھا دیکھا کہ ایک پیر نے اپنے مرید سے پوچھا کہ کیا تم خدا کو جانتے ہو اس نے جواب دیا کہ میں خدا کو کیا جانوں میں تو آپ کو جانتا ہوں۔ یہ قول پڑھکر حضرت والا کو نہایت انقباض ہوا اور غصہ آیا اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ مقولہ پیش کر کے عرض کیا کہ دیکھئے حضرت غالی صوفیوں کی یہاں تک پیر پرستی بڑھ گئی ہے کہ پیر کے ہوتے ہوئے نعوذ باللہ اپنے کو خدا سے بھی مستغنی سمجھ لیا۔ مولانا نے نہایت لطافت کے ساتھ تاویل کی طرف اشارہ کر کے دریافت فرمایا کہ کیا تم خدا کو جانتے ہو حضرت والا کا ذہن فوراً اس امر کی طرف منتقل ہو گیا کہ واقعی حق تعالے جل شانہ کی کنہ کا علم تو کسی کو بھی نہیں چنانچہ یہی عرض کر دیا۔ مولانا نے فرمایا پھر اس کے قول کی بھی تاویل ہی کیوں نہ کر لی جائے کفر کا فتویٰ کیوں لگایا جائے اھ طالب علمی ہی کے زمانہ میں حضرت والا نے اپنے استاد خاص حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے مثنوی شریف بھی پڑھنی چاہی لیکن حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم مدرسہ نے منع فرما دیا اور فرمایا کہ تم مولانا کو مدرسہ میں بھی رہنے دو گے یا نہیں یہ اس لئے فرمایا کہ مولانا بڑے اہل دل تھے اگر مثنوی شریف پڑھاتے تو اتنا اثر ہوتا کہ مدرسہ کے کام کے نہ رہتے سب تعلقات چھوڑ چھاڑ بیٹھتے ان سب واقعات سے معلوم ہوا کہ حضرت والا کو طالب علمی ہی کے زمانہ سے طریق باطن سے لگاؤ اور تصوف کی کتابوں کا شوق تھا۔ اور حالات عالیہ کا ورود بھی ہوتا تھا مثلاً خشیت و نزاہت نیز متصوفین و اہل غلو سے اس زمانہ میں بھی حضرت والا کو انقباض تھا۔ اس انقباض کا ایک اور واقعہ یاد آیا۔ کچھ عرصہ ہوا کہ حضرت والا نے بزمانہ طالب علمی

ایک مسجد کے حجرہ میں بھی قیام فرمایا۔ سو ءِ اتفاق سے اسی مسجد کے دوسرے حجرے میں ایک غالی صوفی کا بھی مستقل قیام تھا۔ لیکن حضرت والا نے باوجود ایک عرصہ تک وہیں قیام فرمانے کے کبھی ان سے بات تک بھی نہیں کی۔

غرض حضرت والا کو طالب علمی ہی کے زمانہ سے جب کہ بالکل نوعمر تھے طریق باطن کا شوق تھا اور بعد بیعت یعنی ۱۲۹۹ھ ہی سے ذکر و شغل میں مشغول تھے لیکن جیسا ابھی بحوالہ مکتوبات امدادیہ کے مکتوب چہارم مورخہ ۲۲ محرم ۱۳۰۱ھ کے بیان کیا گیا ذکر و شغل کی طرف خاص اہتمام کے ساتھ توجہ ۱۳۰۱ھ میں ہوئی جس کے اثر سے یہاں تک متاثر ہوئے کہ حضرت حاجی صاحبؒ سے ترک تعلق ملازمت کا مشورہ لیا جیسا کہ اسی مکتوب چہارم کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے لیکن مصالح دینیہ کی بنا پر اجازت نہ ملی۔ مکتوب مذکور کا ضروری اقتباس بغرض توضیح مقام درج ذیل ہے۔

نامہ محبت شمامہ آں عزیز بانیر رسید از استماع حال ذوق و شوق آثار ترقی فہمید مسرت بر مسرت افزود خدائے تعالیٰ برکت زیادہ کند (الی قولہ) و ترک تعلق مصلحت نیست زیرا کہ ایں امر بجز تحیر و نہ زیب عیال را مضطرب گذاشتن قرین نا عاقبت اندیشی ست و رو بہ ہیچ ندارد خلق اللہ را فیض دینی رسانیدن راہ اقرب وصول الی اللہ ست .... الخ

یہ والا نامہ ۲۲ محرم ۱۳۰۱ھ کا تحریر فرمایا ہوا ہے اور ۱۳ صفر ۱۳۰۱ھ کے مکتوب [illegible] میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بادۂ عشق سے سیراب بنا کر تشنہ وار [illegible] کی اس زمانہ کی شدت تشنگی طلب ظاہر ہوتی ہے۔

ان جملہ واقعات و حالات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت والا ۱۳۰۱ھ سے ۱۳۱۵ھ تک لوٹنا تر شغل علمی و افاضۂ ظاہری میں مشغول رہے اور اس زمانہ میں [illegible] بہت سے سند حدیث لیکر چلے گئے اور ہزارہا بندگان خدا مواعظ حسنہ سے [illegible] درس و تدریس کی شان اور مفصل کیفیت باب ہشتم میں لکھی جا [illegible] باب دہم میں بیان کیا جا چکا ہے اعادہ کی حاجت نہیں البتہ [illegible] موقع نہ ہو کہ درس دینے میں بڑے بڑے [illegible] اور اس قدر ترتیب کرتے تقریر [illegible] اور طلبا کو سوفت [illegible] مواعظ کا یہ عالم تھا کہ پانچ پانچ چھ چھ [illegible] سات سات [illegible]

Marfat.com

فرماتے پھر بھی سامعین کی سیری نہ ہوتی۔ اور تمام مسلمانان کانپور جہاں ہر مشرب کے لوگ موجود تھے حضرت والا کے حسن بیان کے اس قدر گرویدہ ہو گئے تھے کہ محلہ محلہ طلبی ہوتی تھی یہاں تک کہ ایک بار مسلسل دو ماہ تک صرف نماز ہی کی ترغیب میں مختلف محلوں میں وعظ ہوتے رہے جن کا یہ اثر ہوا کہ مسجدوں میں نمازیوں کی کثرت سے جگہ باقی نہ رہی اور نماز کے شوق کی یہ حالت تھی کہ یکہ والے مسلمان سواریوں سے پوچھتے جاتے اور نماز یاد کرتے جاتے۔

غرض اس زمانہ میں حضرت والا کے قیام کی بدولت کانپور بلکہ گرد و نواح اور اطراف و جوانب میں بھی دین کا عام طور سے بہت زیادہ چرچا ہو گیا تھا کیونکہ مدرسہ کی جانب سے وقتاً فوقتاً بذریعہ اشتہارات و رسائل ضروری ضروری مسائل بھی شائع ہوتے رہتے تھے۔ چنانچہ احقر کو اپنے لڑکپن کی بات یاد ہے کہ اورئی ضلع جالون میں جو احقر کا وطن ثانی ہے اور جو کانپور سے تقریباً اسی میل پر واقع ہے غالباً اسی قسم کے کچھ مسائل حضرت والا کے مدرسہ سے پہونچے تھے تو ان سے متاثر ہو کر احقر کے والد صاحب مرحوم و مغفور نے اپنے استعمالی پاجامہ کے پائنچوں کو جو ٹخنوں سے نیچے تھے قطع کرا دیا تھا۔ اور نقشہ اوقات سحر و افطار اور مسائل صوم و اضحیہ وغیرہ تو ہمیشہ پونچتے ہی رہتے تھے۔

اس فیض ظاہری کے بعد اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ امت محمدیہ علی صاحبہا السلام والتحیۃ کو بواسطہ حضرت والا فیض باطنی سے بھی بہرہ اندوز فرمائے جس کے بغیر دین کی حقیقی تکمیل نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ یک بیک قلب مبارک میں ایک پر زور کشش غیبی نہایت شد و مد کے ساتھ محسوس ہوئی اور ذکر و شغل کا ذوق و شوق جو ابتدائے ارادت ہی سے دل نشین تھا نہایت جوش و خروش موجزن ہونے لگا اور وہ آتش محبت الٰہی جو بدو فطرت ہی سے طبع اقدس میں ودیعت فرما دی گئی تھی اور ابتدائے تولد ہی سے سویدائے قلب میں دبی ہوئی تھی جس کی جھلک بزمانہ نابالغی ہی چلہ کشی برفبار اور تہجد و نماز پچھلی راتوں کی سنسان گھڑیوں میں بصورت تہجد اور بزمانہ طالب علمی نوعمری ہی میں بشکل شدت اشتیاق بیعت اور بزمانہ مدرسی بہ ذیل التزام اوراد و اذکار پچھلی کا طرح مختلف اوقات میں سرسری طور پر نمودار ہوتی رہی تھی۔ اب کی بار کہ یہی وقت ضرورت اظہار تھا اس قوت کے ساتھ ابھری کہ نہ صرف حضرت والا کو ملکہ متعدی ہو کر ایک عالم کو سوختہ و فروختہ کر دیا اور کر رہی ہے بلکہ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اس کی شعلہ کاریاں اور آتشباریاں روز افزوں ہیں جیسا کہ مشاہد ہے اللھم زد فزد اللھم عممہ و نمہ۔

Marfat.com

یہ جوش و خروش اور ذوق و شوق سنہ ۱۳۰۱ھ میں پیدا ہوا جیسا کہ اوپر بہ تفصیل بحوالہ مکتوبات امدادیہ بیان کیا گیا۔

اب ادھر تو آتش طلب دل عشق منزل میں نہایت تیزی کے ساتھ شعلہ زن اور ادھر اپنے اور حضرت پیر و مرشد کے درمیان اتنا بعد کہ سمندر حائل سخت خلجان کہ کیونکر مقصود تک رسائی ہو اسی گرداب تحیر میں پیچ و تاب کھا رہے تھے کہ اتفاق سے حضرت والا کے ماموں صاحب قبلہ جناب پیرجی امداد علی صاحبؒ جو ایک مشہور اور زبردست صاحب حال و قال بلکہ مغلوب الحال درویش تھے جیسا کہ ان کے حالات سے جو باب دوم شرف نسب میں مذکور ہوئے معلوم ہو چکا ہے حیدرآباد سے وطن آتے ہوئے کانپور ہو کر گذرے۔ چونکہ حضرت والا کے مقیم کانپور ہونیکا حال معلوم تھا از راہ شفقت بزرگانہ بے اختیار ملنے کو جی چاہا اور اتر پڑے۔ چونکہ پیرجی صاحبؒ نہایت آزاد مزاج تھے اس لئے سرائے میں جا کر ٹھہرے اور حضرت والا کو کہلا بھیجا کہ اگر اپنی وضع کیخلاف نہ سمجھو تو یہاں آکر مجھ سے ملجاؤ بچپن کے بعد سے نہیں دیکھا دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ حضرت والا جب بہت کمسن تھے اور کلام اللہ حفظ کر رہے تھے اس وقت پیرجی صاحب سے بمقام کیرانہ ایک تقریب میں ملاقات ہوئی تھی جس میں حضرت والا کے والد ماجد بھی [illegible] حضرت والا شریک ہوئے تھے اور پیرجی صاحب نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ پیرجی صاحب نے [illegible] ایک رکوع بھی سنا تھا اور دعا بھی فرمائی تھی۔ اس کے بعد پھر ملنے کا موقع نہ ملا تھا [illegible] صاحب کا مستقل قیام بمقام حیدرآباد رہتا تھا اور چونکہ آزاد مزاج اور شان [illegible] بڑھی ہوئی تھی اس لئے ذہن میں بہت کم آنا ہوتا تھا جناب پیرجی صاحب [illegible] شورش عشقی تھی اور بالکل لاابالی اور قلندرانہ شان رکھتے تھے [illegible]

میں نہایت شوخی و بیباکی اور مزاج میں بے حد تیزی و آزادی [illegible]

[illegible] جن میں شان [illegible] آزادی بہت بڑھی ہوئی [illegible]

پر بڑے جوش اور ناز سے فرمایا کرتے تھے کہ [illegible]

ان سب مجموعہ حالات نے ان کو [illegible]

ملاقات [illegible] سے [illegible]

[illegible] زبان کے آزاد [illegible] تھے [illegible]

اور نہایت پختہ [illegible] باطنی [illegible] تھے [illegible]

Marfat.com

ریاضات و مجاہدات شاقہ کیے ہوئے تھے کہ ناک سے دماغ پگھل پگھل کر بہنے لگا تھا اور سوز و گداز کا یہ حال تھا کہ ان کے پاس بیٹھنے سے قلب میں ایک آگ سی لگ جاتی تھی اور دنیا سے نفرت اور تعلقات سے وحشت پیدا ہو جاتی تھی لیکن ان کے بعض اقوال و اعمال بلا تاویل شریعت پر منطبق نہ ہو سکتے تھے اور بعض دفعہ تاویل بھی بعید ہوتی تھی۔ یہ سب کچھ تھا لیکن جس حال میں بھی تھے نہایت صادق تھے۔ ریاکار یا دوکاندار نہ تھے۔ غرض حضرت شیفتہؒ کے اس شعر کے پورے پورے مصداق تھے ؎

آشنایاں شیوۂ بیگانگی خوش کردہ اند … پاکدامان بودن و آلودہ داماں زیستن

چونکہ زبردست صاحب حال و قال درویش تھے اس لئے صاحب سماع بھی تھے اور وہ بھی ایسے کہ سفر حضر میں آلات سماع ساتھ ساتھ رہتے جیسا کہ اکثر صاحب سماع درویشوں کا معمول ہے۔

ادھر تو ان کا یہ حال اور ادھر حضرت والا ایک مشہور متبع سنت عالم اسی لئے پیرجی صاحب نے یہ کہلا کر بھیجا تھا کہ اگر تم اپنی وضع کے خلاف نہ سمجھو تو مجھ سے سرائے میں آکر مل جاؤ اور اسی وجہ سے حضرت والا کے پاس جا کر نہیں ٹھہرے تھے بلکہ سرائے میں قیام فرمایا تھا۔ دیکھئے باوجود اس قدر آزاد مزاجی کے اہل علم کی کس درجہ رعایت تھی۔ غرض حضرت والا خبر پاتے ہی اپنے ماموں صاحب سے سرائے میں آکر ملے۔ اور باصرار عرض کیا کہ حضرت مکان تشریف لے چلیں کیونکہ اپنے ہمارا اور ایسے بزرگ مہمان کا سرائے میں قیام فرمانا کیونکر گوارا فرما سکتے تھے۔ پیرجی صاحب نے اپنی اسی آزاد مزاجی کی بناء پر جس کا اوپر ذکر کیا گیا فرمایا کہ میاں تم عالم باعمل ہو مجھے نہ لیجاؤ۔ دیکھنے والے کہیں گے کس لچے اور شہدے کو اپنے یہاں لے آئے ہیں مگر حضرت والا نے کسی طرح نہ مانا اور ساتھ لے ہی آئے اور پیرجی صاحب مع اپنے سب ساز و سامان کے جس میں آلات سماع بھی تھے حضرت والا کے یہاں آکر مقیم ہو گئے۔

مدرسہ والوں کو تعجب بھی ہوا لیکن جب پیرجی صاحب کی درویشانہ چلتی باتیں شروع ہوئیں تو سب کے دلوں میں ایک آگ سی لگ گئی اور اس قدر گرویدگی اور خوش عقیدگی بڑھی کہ سب پیرجی صاحب کا دم بھرنے لگے اور اصرار کر کے کئی دن تک ٹھہرا رکھا۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ ماموں صاحب میں اس قدر شورش اور سوزش تھی کہ کلمات سے آگ سی نکلتی ہوئی محسوس ہوتی تھی بس یہ شعر صادق آتا تھا ؎

غلام آں کلماتم کہ آتش افروزد … نہ آب سرد زند در سخن بر آتش تیز

حضرت والا کے قلب مبارک میں تو پہلے ہی سے آگ لگی ہوئی تھی۔ بس پیر جی صاحب کی آتش بیانی اور اثر سوز و گداز بیانی نے اس آگ کو اور بھی بھڑکا دیا اور بے اختیار قلب میں نہایت شدت کے ساتھ یہ تقاضا پیدا ہوا کہ ان سے تو جس طرح بھی بن پڑے دولت عشق محبوب حقیقی حاصل کی جائے اور رجوع کر کے خاص اہتمام کے ساتھ ذکر و شغل میں لگا جائے اگر کسی کو جنگل میں ایسی پیاس لگے کہ وہ بیتاب ہو جائے اور سامنے کسی گڑھے میں پانی نظر آئے جو کسی قدر خاک آمیز بھی ہو اور گرم بھی تو کیا وہ اپنی طبیعت کو روک سکے گا اور کیا وہ یہ سوچے گا اور اس کا انتظار کریگا کہ ابھی ٹھہریں گھر پہونچکر ٹھنڈا اور صاف پانی پئیں گے۔ درآنحالیکہ اس کا گھر ابھی بہت فاصلہ پر ہے۔ عقل کا تقاضا یہی سہی لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی صحیح ہے کہ ع عشق آمد عقل او آوارہ شد۔ شدت تشنگی میں تو ریت کو بھی پانی سمجھ لیا جاتا ہے اور اس کی طرف سبقت کی جاتی ہے پھر یہاں تو پانی خاک آمیز سہی۔ یہاں کیونکر صبر آ سکتا تھا اور کیوں نہ سبقت کی جاتی کیونکہ پاک تو وہ بھی ہے اور ایک درجہ میں منتفع بہ بھی ہے کما اشار الیہ العارف الرومی۔

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند صاف گر باشد ندانم چوں کند

بالخصوص خاک بیٹھ جانے کے بعد جب پانی نظر آئے اور خذ ما صفا و [illegible] کا مصداق بن سکے۔

اس واقعہ کی ٹھیک نظیر بقول حضرت والا فقہیات میں تو نبیذ تمر ہے کہ [illegible] سے [illegible] کی اجازت دی تھی اور جس حدیث سے اسپر استدلال کیا تھا اس میں حضور [illegible] کا یہ ارشاد مروی ہے تمرۃ طیبۃ وماء طہور اور ایک روایت میں [illegible] وماء عذب [illegible] احمد و الدارقطنی و ابن ماجۃ [illegible]

جو [illegible] ہو سکتی ہے مثال مذکور آب خالص [illegible] شراب [illegible]

آب خالص نہ ہونے کے وقت [illegible] تو وہ [illegible]

[illegible] طریق خالص پر قدرت نہ ہونے کے وقت [illegible]

[illegible] کو اس پر ترجیح دی [illegible] آب [illegible]

[illegible] طریق خالص تک رسائی ہوئے [illegible]

[illegible] نبیذ کی نظیر [illegible] دونوں میں [illegible]

[illegible]

ہم کو وجو باً اختیار کرنے کی ہے اسی طرح صاحب واقعہ کی اخیر تحقیق یہی ہے کہ طریق خالص کے نہ ملنے تک صرف اوراد ظاہری پر اکتفاء واجب ہے اور طریق غیر خالص کا اختیار کرنا بوجہ اس کے پرخطر ہونے کے جائز نہیں انتہی۔

غرض حضرت والا نے دیکھا کہ اپنے پیر و مرشد تو سمندر پار تشریف فرما ہیں اور یہاں شدت وعجلتِ طلب اور دل کی تڑپ کا یہ تقاضا ہے کہ بس کسی طرح جلد سے جلد مقصود تک رسائی نصیب ہو جائے اور اس کا بظاہر سامان بھی آنکھوں کے سامنے ہی موجود تھا بس پیر جی صاحب کی طرف بے اختیار جھک پڑے اور رجوع کیا جن سے بوجہ قرابت قریبہ بزرگانہ بہت ہی خاص توجہ کی بھی توقع تھی کیونکہ حضرت والا جناب پیر جی صاحب کی گویا اولاد ہی تھے اور اس حیثیت سے جانبین میں جو مناسبت اور کشش باہمی تھی وہ بھی ظاہر ہے۔ لیکن علم اور اپنے حضرات اکابر کے تعلق اور فیض صحبت کی یہ برکت ہوئی کہ خذ ما صفا ودع ما کدر کو بہرحال اپنا مطمح نظر اور نصب العین رکھا اور یہ شان حسن ظن اور وسعت خیال کی بالخصوص درویشوں کے ساتھ حضرت والا میں اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ شاید و باید اور ابتدائی زمانہ میں تو علاوہ وجوہ مرقومہ بالا یعنی شدت طلب وبعد از حضرت مرشد کے بقول حضرت والا دقائق طریق سے ناواقفی بھی منجملہ اسباب مذکور تھی۔ غرض اس رجوع پر حضرت حافظ شیرازی رہ کے یہ اشعار صادق آتے تھے ؎

دوستاں عیب من بیدل حیراں مکنید | گوہرے دارم و صاحب نظرے میجویم
گرچہ با دلق ملمع مے گلگوں عیب ست | مکنم عیب کزو رنگ ریائی شویم
واعظم گفت کہ خاک در میخانہ مبوے | گو مکن عیب کہ من مشک ختن میبویم

حضرت والا نے مختصراً اس رجوع کی اور اس وقت کی کیفیت کی حقیقت اپنے اس عریضہ میں تحریر فرمائی ہے جو حضرت مولانا گنگوہی رح کی خدمت میں اپنی معذوری ظاہر کرنے کے لئے تحریر فرمایا تھا وہ خط بضرورت اخفاء عن العوام غیر ذوی الافہام عربی میں لکھا تھا جس کا لفظ لفظ اثر میں ڈوبا ہوا اور کیف سے بھرا ہوا ہے۔ اس کے چند فقروں کو جو اس مقام کے مناسب ہیں بغرض مزید توضیح حالت اصل عبارت میں نقل کیا جاتا ہے۔ فیا مولنا واللہ انی کنت فی ذلک الزمان غریقا فی بحار الحیرۃ والطلب ٭ واتطلع الی من یخلصنی من ذا الوصب والنصب ٭ اذ نادی مناد من قریب من غیر ارادۃ وقصدی ٭ ھات ید لک بیدہ لنجیک من ھذا البحر اللجی ٭ وان الغریق یتشبث بکل حشیش ۔ لما ھو فیہ من الھرش

والتشویش ٭ وقد کنت من وراء البحار من حبیبی ٭ ومغیثی وطبیبی ٭ ومع ھذا ماترکت بحمد اللہ یوماً العمل بقول الاکابر ٭ خذ ما صفا ودع ما کدر۔ انتہی۔

غرض ان سب مجموعی حالات کا یہ قدرتی نتیجہ ہوا کہ حضرت والا نے اپنے مشفق مکرم ماموں حسب تمنا قبل سے رجوع کر کے خاص اہتمام کے ساتھ ذکر و شغل شروع کر دیا اور اب ۱۳۰۷ھ سے حضرت والا کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ پہلا دور تو علمی پرواز کا تھا اور یہ دوسرا دور عشقی سوز و گداز کا۔

بس ذکر و شغل کا اس طرح سے شروع فرمانا تھا کہ حضرت والا کا رنگ ہی بدل گیا۔ اور گویا بالکل کایا پلٹ ہی ہو گئی شغل باطن سے یہاں تک دلچسپی بڑھی کہ تعلقات سے نفرت ہو گئی اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بذریعہ عریضہ ترک ملازمت کا مشورہ لے لیا اور یہ مذکور ہو چکا ہے لیکن حضرت حاجی صاحبؒ نے خلق اللہ کو فیض دینی پہونچانے کی خدمت کو ترجیح دی اور ترک تعلق کی اجازت مرحمت نہ فرمائی کیونکہ ابھی اسکا وقت نہ آیا تھا تکمیل کا انتظار تھا چنانچہ حضرت والا نے حسب ارشاد حضرت حاجی صاحبؒ سلسلہ درس و تدریس بدستور جاری رکھا اور ذکر و شغل میں بھی مشغول رہے بالآخر ۱۳۱۰ھ میں اشتیاق وصول الی اللہ نے رفتہ رفتہ بڑھ کر اضطراب والتہاب کی صورت اختیار کرلی اور شدت و عجلت طلب نے اس درجہ بے چین کر دیا کہ کسی طرح سکون ہی نہ ہوتا تھا اسی کیفیت کو اصطلاح صوفیہ میں شوق سے تعبیر کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں اپنے اصل وسیلہ یعنی حضرت حاجی صاحب کا وہ پیر شفقت ارشاد یاد آ کر تازہ ہو گیا جو حاضری اول میں بکمال عنایت توجہ از خود فرمایا تھا کہ میاں اشرف علی تم میرے پاس چھ مہینے رہ جاؤ [illegible] فیض بنیاد دو تین برس سے برابر دل میں چھپا ہوا تھا کیونکہ اسوقت اس کی تعمیل والد ماجد [illegible] کے حقوق نے نہ کرنے دی تھی جیسا کہ بتفصیل بیان ہو چکا ہے۔

چونکہ اس ارشاد مبارک کی تعمیل کی حالت موجودہ میں اشد ضرورت [illegible] والد ماجد صاحب کی وفات سے وہ مانع بھی مرتفع ہو گیا تھا [illegible] مدت کے قیام مکہ معظمہ کے لئے [illegible] آپ [illegible] سے فراغت [illegible] انتظام بلکہ شروع فرما دیا اور [illegible]

وجاذبیت کی بدولت سب موانع مرتفع ہوتے چلے گئے اور بعون اللہ تعالیٰ وہ ارادہ جس کی تکمیل کی نوبت دس برس کی طویل مدت میں بھی نہ آسکی تھی چند ماہ ہی میں بسہولت و بلا دقت تکمیل کو پہونچ گیا۔ اور حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر صادق آگیا ؎

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید　　　خیرہ یوسف وار می باید دوید

اور حضرت والا اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں بمقام مکہ مکرمہ چھ ماہ قیام کرنے کی نیت سے گویا حضرت حافظ کی یہ غزل بزبان حال پڑھتے ہوئے روانہ ہوگئے۔

چو باد عزم سر کوئے یار خواہم کرد　　　نفس بہوئے خوشش مشکبار خواہم کرد
ہر آبروئے کہ اندوختم ز دانش و دیں　　　نثار خاک راہ آں نگار خواہم کرد
بہرزہ بے مے و معشوق عمر می گذرد　　　بطالتم بس از امروز کار خواہم کرد
بیاد چشم تو خود را خراب خواہم ساخت　　　بنا عہد قدیم استوار خواہم کرد
نفاق و زرق نہ بخشد صفائے دل حافظ　　　طریق رندی و عشق اختیار خواہم کرد

اور ذوق و شوق کا وہ عالم تھا جیسے حضرت حافظ رح نے فرمایا ہے ؎

بہواداری او ذرہ صفت رقص کناں　　　تا لب چشمۂ خورشید درخشاں بردم
من کز وطن سفر نگزیدم بعمر خویش　　　در عشق دیدن تو ہوا خواہ غربتم

غرض حضرت والا حضرت حاجی صاحب رح کی خدمت میں بصد اشتیاق حاضر ہوکر قیام پذیر اور بعد ذوق و شوق ہمہ تن مشغول استفاضۂ باطنی ہوگئے۔ مرکز پر پہونچنا تھا کہ سارا اضطراب والتہاب جو ایک عرصہ سے لاحق حال ہو رہا تھا مبدل بہ سکون و طمانیت ہوگیا اور اب وہ کیفیت رونما ہوئی جس کو اصطلاح صوفیہ میں انس کہتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر بہ تفصیل بیان کیا جا چکا ہے۔

حضرت حاجی صاحب رح تو اس خاص روحانی تعلق کی بناء پر جس سے متاثر ہوکر قبل تعارف ہی حضرت والا کو مکہ معظمہ طلب فرمایا تھا اور بوقت حاضری اول چھ مہینہ قیام کرنے کے لئے از خود ارشاد فرمایا تھا۔ پہلے ہی سے اشتیاق میں تھے۔ حضرت والا کے پہونچنے سے ایسے مسرور ہوئے جیسے بلاتشبیہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام سے مل کر مسرور ہوئے تھے بس پھر کیا تھا خاص الخاص توجہات و عنایات بے نمایاں شروع کردیں اکثر و بیشتر شفقت و عنایت فرماتے تھے کہ دوسروں کو حسد ہونے لگا تھا یہاں تک کہ حضرت ...

ارشاد فرمایا کرتے ہیں کہ میں یہ چاہا کرتا تھا کہ حضرت میرے اوپر اتنی عنایت و شفقت سب کے سامنے نہ فرمایا کریں تو اچھا ہو۔ آخر میں حاسدین سے حضرت والا کو اتنا اندیشہ ہوگیا تھا کہ ارادہ تو تھا پورے چھ مہینہ قیام فرمانے کا لیکن ہفتہ عشرہ قبل ہی رخصت ہوگئے کہ ابھی تو میں حضرت کے یہاں مقبول ہوں آئندہ کہیں لگائی بجھائی کرنے والے حاسدین حضرت کو میری طرف سے مکدر نہ کردیں اس لئے انشراح ہی کی حالت میں رخصت ہوجانا چاہئے۔

ادھر حاجی صاحب کی قوت افاضہ ادھر حضرت والا کی غایت استفاضہ بس تھوڑے ہی دنوں میں باہم اس درجہ مناسبت ہوگئی کہ حضرت حاجی صاحبؒ بے ساختہ یہ فرمانے لگے کہ بس تم پورے پورے میرے طریق پر ہو اور جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا جب کبھی حضرت والا کی کوئی تحریر یا تقریر دیکھنے یا سننے کا اتفاق ہوتا تو خوش ہوکر فرمانے لگتے کہ جزاکم اللہ تم نے تو بس میرے سینہ کی شرح کردی اور اگر دوران علوم و معارف میں کوئی کچھ سوال کرتا تو بجائے خود جواب دینے کے حضرت والا کی طرف اشارہ فرماتے کہ ان سے پوچھ لینا یہ اچھی طرح سمجھ گئے ہیں حالانکہ حضرت والا فرماتے ہیں کہ میں نہایت ادب سے حضرت کے سامنے ہمیشہ خاموش ہی بیٹھا رہتا تھا اور بہت ہی کم کبھی ضرورت ہی کے وقت کچھ بولنے کا اتفاق ہوتا تھا اھ۔

سبحان اللہ حضرت حاجی صاحبؒ کی بھی بصیرت باطنی کس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ اپنے نور [illegible] فراست ایمانیہ سے حضرت والا کی سخن فہمی اور حق شناسی کو معلوم فرمالیتے تھے [illegible] کہ باوجود حضرت حاجی صاحبؒ کے صریح تکلم کے بھی کبھی کسی نے بعد کو حضرت والا سے [illegible] کے حل اشکال نہ کیا۔ غرض غایت مناسبت کی بنا پر حضرت والا حضرت حاجی صاحبؒ [illegible] ہوگئے ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی ؏ تاکس نگوید بعد ازیں [illegible]

مناسبت کے متعلق ایک اور واقعہ یاد آیا حضرت حاجی صاحب [illegible] کو نصیحت کا خط لکھنا چاہا تو کئی صاحبوں نے مسودات [illegible] پیش کئے لیکن کوئی پسند نہ آیا پھر حضرت والا سے [illegible] حضرت والا کا مسودہ بہت پسند آیا [illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

شریف فرمایا کہ اچھا جیسی مرضی ہو چنانچہ وہ خط نہ بھیجا گیا لیکن بعد کو کئی بار فرمایا کہ اگر وہ خط بھیجدیا جاتا
امید تو تھی کہ اصلاح ہو جاتی۔ لیکن ہمارے دوستوں کی رائے نہ ہوئی۔

(فٹ نوٹ)۔ یہ خط حضرت والا کے رسالہ اصلاح الخیال کے اخیر میں طبع بھی ہو چکا ہے ۱۲)

اسی طرح تنویر کا ترجمہ اکسیر فی اثبات التقدیر بھی حضرت والا نے حضرت حاجی صاحب رح ہی کی
فرمائش پر مکہ معظمہ کے قیام میں کیا تھا۔ حضرت والا روز کا ترجمہ روز حضرت حاجی صاحب رح کو
سنا دیا کرتے تھے حضرت سن کر بہت خوش ہوتے اور مقدار کی زیادتی پر فرمایا کرتے کہ اللہ تعالے
تمہارے وقت میں برکت عطا فرمائی ہے چنانچہ بفضلہ تعالے یہ پیشینگوئی حرف بحرف راست ہوئی
جس پر حضرت والا کی صدہا تصانیف شاہد عدل ہیں۔ ایک بار بہت سے خطوط قریب پچاس کے
آگئے ختم پر حساب لگایا تو فی خط دو منٹ سے بھی کچھ کم صرف ہوا حالانکہ لمبے لمبے خطوط آتے ہیں
جن کے پڑھنے ہی میں کافی وقت صرف ہو جاتا ہے اور جواب لکھنا مزید برآں۔ اور وقت میں برکت
کی صورت اکثر و بیشتر منجانب اللہ یہ بھی واقع ہوتی رہتی ہے کہ جب کسی اہم دینی کام میں مشغولی ہوتی
تو مخل اوقات واقعات و حادثات سے حفاظت رہتی ہے۔ مثلاً جب خطوط زیادہ آگئے تو تعویذ
لینے والے بہت کم آئے چنانچہ جس روز پچاس کے قریب خطوط آگئے تھے جن کا ذکر ابھی کیا جا چکا
ہے اس روز دوران تحریر جوابات میں ایک بھی تعویذ لینے والا نہ آیا جس کا حضرت والا نے
حاضرین مجلس سے خاص طور پر تذکرہ بھی فرمایا اور اللہ تعالے کا شکر ادا کیا۔

نیز جس زمانہ میں تفسیر بیان القرآن تحریر فرمارہے تھے حضرت فرماتے ہیں کہ بفضلہ تعالے
ڈھائی برس کی طویل مدت میں میرا کان تک بھی گرم نہ ہوا اور ایک دن بھی ناغہ نہیں ہوا کبھی معمولی
شکایت نزلہ زکام تک کی بھی نہ ہوئی۔ حالانکہ اس دوران میں خاص تھانہ بھون ہی کے اندر طاعون کا
عرصہ تک زور رہا۔ اور اس معنی کر کسی قدر حرج بھی ہوا کہ نماز جنازہ اور دفن میں بکثرت شرکت
کرتا تھا لیکن یہ حرج ایسا نہ تھا کہ جس کا تدارک بعد کو نہ ہو سکے۔ میں اس زمانہ میں یہ دعا کرتا تھا کہ تفسیر
کے ختم ہونے تک نہ مروں اھ۔

حضرت والا کے وقت میں برکت اس طور پر بھی بہت ہو جاتی ہے کہ جب کچھ لکھنے بیٹھتے ہیں تو
مضامین کی آمد فوراً شروع ہو جاتی ہے اور اکثر دیکھا گیا کہ بہت اچھے اچھے خطوط کے جوابات جو
نہایت کافی و وافی و شافی نیز تصانیف میں بڑے بڑے دقیق مضامین علمیہ کی تقریریں بھی قلم برداشتہ
لکھی چلی جاتی ہیں [illegible] ہوتی ہے کہ کوئی ترمیم کرنی [illegible] اور [illegible] سے خالی پہلو [illegible]

Marfat.com

طرانداز نہیں ہونے پاتا۔ وقت میں برکت کی یہ صورت بھی اکثر دیکھی گئی کہ جس مضمون کو کسی کتاب میں ڈھونڈھنا چاہا یا تو اس کا موقع فوراً ذہن میں آگیا یا اتفاق سے ورق گردانی میں وہی مقام نکل آیا اور وقت ان سب سے زیادہ برکت انتہائی انضباطِ اوقات وحسن انتظام وعدم کاوش کے علاوہ اس طور پر بھی ظہور پذیر ہوتی ہے کہ جب کسی کام کو حضرت والا شروع فرما دیتے ہیں تو اس سے قلب کو فارغ کرنے کا اس درجہ تقاضا طبیعت میں پیدا ہوتا ہے کہ جب تک ختم نہیں فرما لیتے چین ہی نہیں آتا یہاں تک کہ بعض تصانیف کے ختم کے قریب رات رات بھر بیٹھے لکھتے رہے اور ایک منٹ کو بھی آرام نہیں فرمایا۔ چنانچہ خود احقر کی موجودگی خانقاہ میں بھی ایسا ہوا۔ خود فرمایا کرتے ہیں کہ چاہے توفیق بہ خدا کی نہ ہو لیکن میں اپنی طرف سے تو قلب کو فارغ رکھنے کی کوشش ہی کرتا رہتا ہوں تاکہ اگر کبھی توفیق ہو تو آسانی سے حق تعالے کی طرف قلب کو رجوع تو کر سکوں اور اس وقت کوئی مانع توتوجہ الی اللہ سے نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ الجھی ہوئی بات سے میری طبیعت پریشان ہو کر متغیر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ میں یہ چاہا کرتا ہوں کہ بات ختم ہو کر جلد یکسوئی حاصل ہو اور طبیعت الجھی نہ رہے۔ اور لوگ الجھی ہوئی باتیں کر کر کے طبیعت کو دیر دیر تک خواہ مخواہ الجھائے اور الجھائے رکھتے ہیں۔

نیز حضرت والا بفضلہ تعالے بہت کم بیمار پڑتے ہیں اور اگر کبھی کوئی شکایت ہوئی سے تو [illegible] جلد رفع ہو جاتی ہے۔ اکثر دیکھا گیا کہ مہینوں رہنے والی بیماری سے بھی دو تین دن ہی [illegible] ہو گئے اور کاموں میں معتد بہ حرج واقع نہ ہونے پایا ورنہ اس کثرت سے کام [illegible] کچھ دنوں کے لیے بھی رک جائیں تو پھر ان کا ختم کرنا ممکن نہ رہے کیونکہ [illegible] حضرت والا ہر وقت کسی نہ کسی کام ہی میں مشغول رہتے ہیں۔ بلکہ نہایت حیرت [illegible] میں کئی کئی کام کرتے رہتے ہیں اکثر دیکھا گیا ہے کہ حفظ تلاوت بھی جاری [illegible] کبھی بلا وقفہ خطوط کے جوابات بھی لکھتے رہتے ہیں طالبین بھی اپنے قلوب [illegible] ہیں اور توجہ بخش سے تو کسی وقت غافل ہی نہیں مصداق دل بیار و دست [illegible]

اوقات درمیش ہی رہا کرتے ہیں ان میں بھی غور و خوض فرماتے رہتے [illegible]

مسائل فلاں جگہ چلتے ہوئے سمجھ میں آیا۔ فلاں [illegible]

فلاں حالت میں حل ہوا [illegible]

والا بہت ہی کم بیمار ہوتے ہیں [illegible]

چھوڑتے جب تک کہ بالکل مجبور نہ ہو جائیں۔

Marfat.com

عجیب اتفاق ہے کہ آج ۱۱ رجمادی الثانی ۱۳۵۲ھ کو بھی حضرت والا کے کوکھ میں بہ دوران تحریر مضمون ہذا شدید ریاحی درد تھا جو گردہ کے قریب تک پہونچا ہوا تھا لیکن ضبط کئے ہوئے نماز فجر پڑھائی اور کسی پر ظاہر نہ فرمایا سب کو تعجب تھا کہ خلاف معمول چھوٹی سورتیں کیوں تلاوت فرمائیں پھر اور کام بھی کرتے رہے۔ آٹھ بجے کے بعد خدام کو پتہ چلا سینک وغیرہ تدابیر سے بحمد اللہ گھنٹہ بھر ہی میں درد بالکل جاتا رہا اور حضرت والا بدستور صبح کی مجلس میں تشریف رکھ کر طالبین کو مستفید فرماتے رہے گو شدید قسم کا درد تھا مگر حق تعالیٰ نے بہت جلد رفع فرما دیا فالحمد للہ حضرت والا نے بعد رفع درد فرمایا کہ چونکہ طبیعت کو اس قسم کی تکالیف کی عادت نہیں اس لئے تھوڑی دیر کی تکلیف میں بھی ایسا ضعف محسوس ہونے لگا جیسے مہینہ بھر بیمار رہا ہوں۔ ورنہ بالکل اندر تک سرایت کئے ہوئے معلوم ہوتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے بڑی جلدی فضل فرما دیا۔ یہ سب مضمون وقت کی برکت کے متعلق استطراداً معرض تحریر میں آگیا۔ اب میں پھر حضرت حاجی صاحبؒ کی توجہات وعنایات وبشارات کی حکایات نقل کرنے کی طرف عود کرتا ہوں۔

حضرت والا یوں تو اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں رہکر بفضلہ تعالیٰ سبھی باطنی دولتوں سے مالا مال ہوئے لیکن دوران قیام میں توحید کا انکشاف بدرجہ کمال ہوا جو اساس شریعت وطریقت اور گویا مغز روشنی ہے اور جس کا ثمرۂ لازمی عبدیت ہے جو سلوک کا اعلیٰ ترین مقام ہے اور یہی وہ دولتیں ہیں جن کے حضرت حاجی صاحب رح خاص طور سے حامل تھے اور جو سلسلہ امدادیہ کی طغرائے امتیاز ہیں اور جو حضرت حاجی صاحبؒ نے باذن اللہ تعالیٰ اپنے سینہ مبارک سے حضرت والا کے سینۂ مبارک میں بہ تمام وکمال منتقل فرما کر ہمیشہ کے لئے ودیعت فرما دی تھیں جن کے آثار ابتک حضرت والا کے اقوال وافعال اعمال واحوال نشست وبرخاست حرکات وسکنات سبھی سے روز روشن کی طرح نمایاں ہیں اور حضرت والا کے یہ فیوض وبرکات جو شرقاً وغرباً پھیلے ہوئے ہیں انہیں آفتاب وماہتاب کی شعاعیں اور تابشیں ہیں

دوران قیام مکہ معظمہ میں تو حضرت والا پر توحید کا اسقدر غلبہ تھا کہ اس زمانہ میں ایک نہایت پرکیف غزل بھی لکھی تھی جس میں سرتاسر توحید وجودی ہی کے مضامین تھے لیکن باوجود معنون کے موجّہ ہونیکے چونکہ بوجہ غلبۂ حال اس غزل کا عنوان خلاف ظاہر تھا اس لئے اس سے رجوع فرما لیا۔ اور چونکہ اس سے رجوع فرما چکے ہیں اس لئے اس کو اس جگہ درج کرنے کی بھی اجازت نہیں مرحمت فرمائی۔ تاہم حوالہ کی مصلحت سے احقر نے اس غزل کے صرف دو سادہ شعر اس جگہ لکھنے کی اجازت طلب کر لی ہے وہ یہ ہیں

Marfat.com

۵ خودی جب تک رہی اس کو نہ پایا | جب اس کو ڈھونڈ پایا خود عدم تھے

حقیقت کیا تمہاری تھی میاں آہ | یہ سب امداد کے لطف و کرم تھے

اس غزل میں اپنا تخلص آہ تجویز فرمایا اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں حضرت والا پر کس قدر غلبہ سوز و گداز تھا حضرت حاجی صاحب رح کو یہ غزل بوجہ حسب حال ہونے کے اس قدر پسند آئی تھی کہ بعض مشائخ کو جو زیارت کے لئے حاضر ہوئے تھے حضرت والا سے فرمائش کرکے خاص طور سے سنوائی اور جب حضرت والا سنا چکے تو حضرت حاجی صاحب رح نے ان سے فرمایا کہ یہ شخص قال نہیں ہے ان کا حال ہے۔

اسی زمانہ قیام مکہ معظمہ میں تنزلات ستہ کے مسئلہ پر جس کا توحید وجودی سے خاص تعلق تھا ایک رسالہ بھی حضرت والا نے تحریر فرمایا تھا جس کا نام "انوار الوجود فی اطوار الشہود" رکھا تھا۔ اس کا ایک جزو التجلی العظیم فی احسن تقویم بھی ہے جس میں انسان کی جامعیت کی تحقیق ہے۔ یہ مضامین بھی حضرت والا نے حضرت حاجی صاحب رح کو سنائے تھے حضرت حاجی صاحب رح سنکر [illegible] اور جوش میں آکر فرمایا کہ اس میں تو تم نے بالکل میرے سینہ کی شرح کر دی۔ اس ارشاد سے بھی اس امر کی صراحۃً تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت حاجی صاحب رح نے جو خاص چیز اپنے سینہ مبارک سے حضرت والا کے سینہ مبارک میں ودیعت فرمائی تھی وہ توحید تھی جیسا ابھی بیان کیا گیا۔ چونکہ یہ رسالے غلبہ توحید کے زمانہ کے لکھے ہوئے ہیں اس لئے ان کے مطالعہ سے [illegible] ملقب بہ ثانیہ اتباعیہ مضمون دہم نمبر اول مطبوعہ النور ماہ شوال مکرم [illegible] کو ممانعت فرما دی ہے اور خواص کو بھی ان کا درجہ بتلا دیا ہے کہ ان کو تحقیقات سے آگے [illegible]

اسی زمانہ غلبہ انکشاف توحید کا ایک اور واقعہ یاد آیا۔

حضرت والا سے ایک صاحب علم مولوی [illegible] صاحب نے جو مکہ معظمہ [illegible] وحدۃ الوجود کے مسئلہ کے متعلق اپنا شبہ ظاہر کیا کہ یہ تو بالکل خلاف [illegible] والا نے ارشاد فرمایا کہ آپ کسی [illegible] اس مسئلہ کی تقریر [illegible] اپنے منہ سے [illegible]

[illegible]

ایمان کا موقوف علیہ قرار دیدیا۔ جب انہوں نے خوش ہو کر حضرت حاجی صاحب رح سے اس واقعہ کو نقل کیا تو حضرت حاجی صاحب رح نے بہت مسرور ہو کر فرمایا کہ ہاں جی ہاں ان پر یعنی حضرت والا پر یہ مسئلہ خوب منکشف ہو گیا ہے ۔

اسی زمانہ کا ایک اور واقعہ حضرت والا ہی کا بیان فرمایا ہوا یاد آیا۔ قاری عبدالحق صاحب کے مدرسہ کا سالانہ جلسہ ہوا تو حضرت والا سے وعظ کا اصرار کیا گیا۔ حضرت والا نے مکہ معظمہ میں وعظ کو خلاف ادب سمجھا لہذا انکار فرمادیا ان لوگوں نے حضرت حاجی صاحب رح سے سفارش کرائی۔ پھر تو حضرت والا کو بادل ناخواستہ ادبًا اقرار کرنا ہی پڑا۔ جلسہ میں پہونچے تو ایک بڑے مکی عالم مفتی محمد عباس بھی موجود تھے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ان کے ہوتے ہوئے بھلا میری کیا مجال ہے کہ میں وعظ کہہ سکوں چونکہ لوگ بہت مشتاق تھے اس لئے انہوں نے ان عالم صاحب کے ذریعہ سے بھی فرمائش کرائی حضرت والا پھر مجبور ہو کر آمادہ ہو گئے جلسہ قرآت شروع ہوا ایک نہایت خوش لحن ترکی لڑکے نے قرآن شریف پڑھا۔ حضرت والا فرماتے ہیں کہ ایسا پُر درد پُر اثر لہجہ میں نے عمر بھر نہیں سنا تمام جلسہ پر ایک سناٹے کا عالم طاری ہو گیا اور میرے تو ہوش ہی بجا نہ رہے۔ ہچکی بندھ گئی۔ پھر جب مجھ سے وعظ کے لئے کہا گیا تو میں نے کہا کہ اگر مجھ سے وعظ کہلوانا تھا تو اس لڑکے سے قرآن شریف نہ سنواتے۔ اب تو میں بیان پر قادر نہیں رہا اور واقعی اس کی قرآت کا اتنا شدید اثر ہوا تھا کہ وعظ کہنے کی بالکل قدرت ہی نہ رہی تھی۔ ہاتھ پاؤں قابو میں رہے نہ دل قابو میں رہا نہ زبان قابو میں رہی۔ ان لوگوں کو بھی دیکھنے سے معلوم ہو گیا کہ میں اس وقت واقعی معذور تھا اھ ۔

چونکہ اس عذر کا لوگوں کے پاس کوئی علاج نہ تھا اس لئے مجبور ہو کر رہ گئے اور حضرت والا کے وعظ کے سننے کا اشتیاق ان کے دل ہی میں رہ گیا۔ چونکہ حضرت والا کا دل وہاں وعظ کہنے کو نہ چاہتا تھا اسلئے اللہ تعالیٰ نے غیب سے ایسا ہی سامان کر دیا کہ وعظ نہ ہو سکا۔ سچ ہے ع میدہد یزداں مراد متقیں۔ اس واقعہ سے حضرت والا کا غایت ادب و اثر و سوز و گداز قلبی ظاہر و باہر ہے اور یہ ناشی تھا۔ غلبۂ عبدیت و انکشاف توحید و عظمت حق سے جو اثر تھا حضرت حاجی صاحب رح کے فیض صحبت اور توجہ خاص کا۔

اب حاجی صاحب رح کی توجہات خاصہ کے چند واقعات نقل کئے جاتے ہیں ۔

ایک بار حضرت والا پر حضرت شیخ کی زیارت کا اس قدر اشتیاق غالب ہوا کہ مضطر ہو کر خلوت ہی کے وقت خدمت میں پہونچ گئے اور غایت اشتیاق کا عذر پیش کر کے معذرت کی کہ میں اس وقت خلوت میں مخل ہوا حضرت نے غایت خصوصیت کی بنا پر فرمایا کہ خلوت از اغیار نہ از یار اور لطف کے ساتھ باتیں فرماتے رہے ۔

ایک بار حضرت والا مجلس شیخ میں ذرا دیر کر کے حاضر ہوئے کیونکہ مزارات و مشاہد کی زیارت کے لئے چلے گئے تھے حضرت حاجی صاحب رح کو بربنا رِ خصوصیت حضرت والا کا بہت انتظار تھا تاخیر کا سبب پوچھا تو حضرت والا نے عرض کیا کہ مقامات مقدسہ و مزارات وغیرہ کی زیارت کرنے چلا گیا تھا۔ فرمایا بہت اچھا کیا جائے بزرگاں بجائے بزرگاں۔

ایک بار سلسلہ شاذلیہ کے ایک شیخ نے حضرت حاجی صاحب رح کی مع خدام کے دعوت کی حضرت حاجی صاحب رح نے اس شرط پر قبول فرمائی کہ سماع بھی ہو۔ اس پر بعض خدام کو جو علما ر تھے شرکت دعوت میں تامل ہوا اور حضرت حاجی صاحب رح سے عذر کر دیا لیکن حضرت والا بلا تامل ساتھ ہو لئے۔ اور جب آپس میں تذکرہ ہوا تو فرمایا کہ ہم تو ضرور شریک ہوں گے ہم حضرت سے زیادہ متقی نہیں ہیں۔ جب حضرت شریک ہو رہے ہیں تو ہمیں کیا تامل ہو سکتا ہے ع

مقتدی گر مے خورد معذور دار[illegible]

چنانچہ حضرت والا شریک ہوئے۔ وہاں پہونچے تو قبل طعام اُن شیخ کے خدام حلقہ باندھ کر کھڑے ہوئے۔ اور ان میں سے ایک نے کسی اسم الٰہی کا ذکر شروع کیا اس کے ساتھ اور وں نے بھی آواز ملا کر وہی ذکر کرنا شروع کر دیا۔ وہ شخص جو ابتدا کرتا ہے منشد کہلاتا ہے۔ کچھ دیر ایک ایک اسم کا ذکر کر کے سب خاموش ہو جاتے پھر منشد کچھ توحید کے عشقیہ اشعار پڑھتا۔ سا[illegible] نہایت دلکش لہجہ تھا اور منشد ایک [illegible] شخص تھے اس کے [illegible] ذکر کرنے [illegible] غرض سماع کیا تھا ایک نہایت پر لطف اور پر کیف مجلس ذکر تھی۔ [illegible] حضرت حاجی صاحب رح نے حضرت والا سے پوچھا کہ کچھ لطف بھی آیا۔ عرض کیا حضرت نہایت لطف آیا۔ [illegible] حضرت حاجی صاحب رح نے فرمایا کہ یہ سماع تھا جس سے ہمارے دوستوں [illegible] میں نے تو قصداً یہ شرط لگائی تھی تاکہ میں دکھلا دوں کہ سماع کی کیا [illegible] ہے۔

غرض حضرت حاجی صاحب [illegible] حضرت والا کی بلا تامل [illegible]

بخلاف بعض دیگر اہل علم خدام کے جنھوں نے شرکت سے [illegible] کے مرتبہ کے تحفظ کا اس قدر خیال تھا کہ ایک [illegible] اور ناواقفی سے ایک [illegible] ملفوظ [illegible] جانے کا اتفاق ہو [illegible] غایت تشویش [illegible]

سے عرض کیا کہ حضرت کی توجہ اور دعا کی برکت سے بہت اخلاق کے ساتھ پیش آیا اور مرضی کے موافق ہی مطلوب کے متعلق طے کر دیا حضرت بہت خوش ہوئے۔ حضرت والا نے اس واقعہ کو نقل فرما کر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رح کو اس کا بہت خیال رہتا تھا کہ میرے متوسلین کو کوئی نظر تحقیر سے نہ دیکھے خدام پر بہت ہی شفقت اور ان سے بہت ہی تعلق تھا اھ

حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا مع اپنی خالہ صاحبہ کے حضرت والا کے دوران قیام میں مکہ معظمہ پہنچ گئی تھیں۔ خالہ صاحبہ نے حضرت حاجی صاحب رح سے حضرت والا کے متعلق عرض کیا کہ ان کیلئے صاحب اولاد ہونے کی دعا کر دیجئے۔ حضرت حاجی صاحب رح نے باہر آ کر حضرت والا سے فرمایا کہ تمہاری خالہ مجھ سے دعا کے لئے کہتی ہیں کہ تمہارے اولاد ہو سو دعا تو میں نے کر دی ہے لیکن بھائی میرا جی تو یہی چاہتا ہے کہ جیسا میں ہوں ویسے ہی تم بھی رہو جو حالت میری ہے وہی حالت تمہاری بھی رہے۔ پھر دیر تک اس زمانہ کی اولاد کی خرابیاں فرماتے رہے۔ حضرت والا نے عرض کیا کہ جو حالت حضرت کو پسند ہے وہی حالت میں بھی اپنے لئے پسند کرتا ہوں یعنی بے اولاد رہنا۔ حضرت حاجی صاحب رح سن کر بہت مسرور ہوئے۔ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب رح کو حضرت والا سے اس درجہ خصوصیت تھی کہ ہر حالت کے اعتبار سے حضرت والا کی اپنے ساتھ مشابہت ہی چاہتے تھے تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری۔ چنانچہ اب تک تو باوجود دو عقد کر لینے کے اولاد ہوئی نہیں آئندہ جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو۔ یہ تو ظاہری مشابہت ہوئی اور بفضلہ تعالیٰ حضرت والا باطناً تو حضرت حاجی صاحب رح کے طریق کے پورے پورے حامل ہیں ہی۔

اسی طرح حضرت حاجی صاحب رح نے رخصت کے وقت حضرت بڑی پیرانی صاحبہ کے متعلق فرمایا کہ یہ تو ہمارے یہاں سے ایک بات سیکھیں گی آیا اڑایا، آیا اڑایا چنانچہ واقعی ان کا یہی حال ہے کہ نہ تنگی ہوتی ہے نہ جمع ہوتا ہے ماشاء اللہ اس قدر سیر چشمی و ایثار و ہمدردی ہے کہ جتنا بھی اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں اور ان کے حصہ میں آتا ہے سب اپنے اعزہ و مستحقین پر خرچ فرما دیا کرتی ہیں اور اپنی تنگی کی کچھ پروا نہیں فرماتیں بلکہ حضرت والا انہیں کی مصلحت کے لئے انتظام کے ساتھ خرچ کرنے کی تاکید بھی فرماتے رہتے ہیں۔ حضرت والا جیسے اور امور میں نہایت منتظم اور خوش تدبیر ہیں خرچ کرنے میں بھی ایسے ہی خوش انتظام ہیں کہ نہایت فراخی کے ساتھ ضروری ضروری موقعوں پر خرچ فرماتے ہیں۔ پھر بھی اکثر کچھ نہ کچھ ذخیرہ ہو ہی جاتا ہے لیکن اس کو جلدی ہی اہل حقوق میں تقسیم کر کے اور مناسب مواقع میں صرف فرما کر اپنی ملک سے خارج فرما دیتے ہیں۔

Marfat.com

غرض حضرت والا کے متعلق ہر امر میں حضرت حاجی صاحب رح کی یہی خواہش تھی کہ میرے ہی مشابہ رہیں۔ چنانچہ بفحوائے می دہد یزداں مراد متقیں۔ اللہ تعالے نے حضرت والا کو حضرت حاجی صاحب رح کے طریق انیق کا پورا پورا حامل اور سچا جانشین بنا کر آج ایک دنیا کو فیضیاب بنا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ تادیر اس فیض کو جاری رکھے اور اس ناکارہ کو بھی اخذ فیض کی کامل توفیق اور اہلیت بخشے آمین ثم آمین۔

ایک بار ندوہ کے کسی مولوی صاحب نے حضرت والا کی عدم شرکت ندوہ سے ناراض ہو کر حضرت حاجی صاحب رح سے شکایت کی کہ وہ ہم سے اختلاف کرتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحب نے فوراً تردید فرمادی کہ ان کی (یعنی حضرت والا کی) طبیعت میں تو خلاف کا مادہ ہی نہیں اور واقعی ع قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید حضرت والا ماشاء اللہ تعالے اس قدر اختلافات سے متنفر اور اس درجہ وسیع الخیال ہیں کہ جہاں تک ہو سکتا ہے اپنے مخالفین کے اقوال وافعال کی بھی تاویل [illegible] ہیں اور حسن ظن سے بہت کام لیتے ہیں گو عملاً موافقت نہ فرمائیں چنانچہ ابھی ایک [illegible] ہیں نہایت شدومد کے ساتھ فرما رہے تھے کہ جیسے کبھی ہم ہیں علماء کے [illegible] اس درجہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر سارے علماء اپنے مسلک [illegible] تب بھی ان کی بقا کے لئے دعائیں مانگتا رہوں کیونکہ گو وہ [illegible] کو برا کہیں لیکن وہ تعلیم تو قرآن و حدیث ہی کی کرتے ہیں ان کی [illegible] ہیں ان کو ضروری [illegible] مخالفان اسلام کے مقابلہ [illegible] کو ڈرانا چاہتے ہیں اور خدا جانتا ہے کہ اس وسعت [illegible]

اس کا منشا محض حفظ حدود ہے اھ۔

حضرت والا کی وسعت [illegible] حضرت والا کا ایک [illegible]

پیروں پر بھی [illegible]

کبھی بیاسی [illegible]

[illegible]

ثبت [illegible]

گو عقلاً و اعتقاداً [illegible]

[illegible]

اسی طرح [illegible]

سب کے ہر حال میں دعا گو ہیں اور سوائے مانگنے کے کسی فتنہ انگیزی یا شور و شر یا فرقہ بندی میں شامل نہیں بس اپنے بھیک مانگنے سے کام ہے۔ اسی طرح گو کفار پر اعتقاداً اور ایک کافی درجہ میں طبعاً بھی غصہ ہے لیکن یہ دیکھکر کہ تکوینی حیثیت سے اس میں بھی حکمتیں ہیں غیظ طبعی میں اعتدال رہتا ہے اور حکمتوں کی طرف حضرت حافظ رح نے اس شعر میں اشارہ بھی کیا ہے ؎

در کارخانۂ عشق از کفر ناگزیر است　　آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد

اسی طرح مولانا رومی رح نے بھی فرمایا ہے ؎

کفر ہم نسبت بہ خالق حکمت ست　　در بہ ما نسبت کنی کفر آفت ست

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ شان جامعیت کہ دو متضاد چیزوں کا حق ادا کیا جاوے ایک فرد ہے اس جمع بین الاضداد کی جس کو محققیت کی علامت کہا گیا ہے۔

حضرت والا پر حضرت حاجی صاحب رح اس قدر شفقت فرماتے تھے کہ جب کوئی پوچھتا کہ یہ کون ہیں تو یہ فرماتے کہ یہ میرے پوتے ہیں۔ حضرت والا فرماتے ہیں کہ کوئی دور کا رشتہ بھی حضرت حاجی صاحب رح نے فرمایا تھا جس کی بنار پر مجھے اپنا پوتا فرماتے تھے لیکن چونکہ روحانی رشتہ کے مقابلہ میں نسبی رشتہ کی میں کوئی حقیقت نہیں سمجھتا اس لئے نہ مجھے اس سے دلچسپی ہوئی نہ مجھے وہ تفصیل یاد رہی غایت خصوصیت و شفقت کی بنار پر حضرت حاجی صاحب رح حضرت والا کو نہ مولوی کے لفظ سے خطاب فرماتے نہ کوئی اور تعظیمی لفظ استعمال فرماتے بلکہ صرف میاں کا لفظ نام سے پہلے اضافہ فرما کر خطاب فرمایا کرتے۔ چنانچہ کئی وصیتیں بھی فرمائیں۔ مثلاً ایک بار ٹھنڈا پانی نوش فرما کر فرمایا میاں اشرف علی پانی جب پینا ٹھنڈا پینا تاکہ ہر بن مو سے الحمد للہ نکلے ورنہ زبان تو الحمد للہ کہے گی لیکن دل الحمد للہ کہنے میں شریک نہ ہوگا۔ یہ بھی بشارت دی کہ تمکو تفسیر اور تصوف سے خاص مناسبت ہوگی چنانچہ حضرت والا کی ان دونوں سے مناسبت تامہ اظہر من الشمس ہے اول کے متعلق حضرت والا کی شہرۂ آفاق تفسیر بے نظیر "بیان القرآن" شاہد عدل ہے اور ثانی کے متعلق تو حضرت والا کی ساری ہی تصانیف شواہد ہیں۔ حضرت حاجی صاحب رح کی اس بشارت کو نقل فرما کر حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میں چوک گیا ورنہ دیگر شعب دینیہ خصوص حدیث و فقہ کی مناسبت خاصہ کے لئے بھی حضرت حاجی صاحب رح سے دعا کرا لیتا۔

غایت خصوصیت کی بنار پر رخصت کے وقت حضرت حاجی صاحب رح نے اپنا کتب خانہ حضرت والا کے سپرد کرنا چاہا لیکن حضرت والا نے غلبۂ طلب فیض روحانی میں عرض کیا کہ حضرت کتابیں

کیا رکھا ہے کتابوں کو لیکر میں کیا کروں گا۔ اپنے سینۂ مبارک سے کچھہ دولت عطا فرما دیجئے۔ یہ سنکر حضرت حاجی صاحب رح کو جوش آگیا اور فرمایا ہاں میاں ہاں سچ تو ہے کتابوں میں کیا رکھا ہے ؎

صد کتاب و صد ورق در نار کن سینہ را از نور حق گلزار کن

چونکہ حضرت والا نے غلبۂ حال میں یہ انکار کیا تھا حضرت حاجی صاحب نے باوجودیکہ چاہنے کے اس حال کی رعایت سے اس وقت بالکل اصرار نہ فرمایا تاکہ وہ حال افسردہ نہ ہو جائے لیکن کچھہ عرصہ کے بعد ان کتابوں کا پلندہ بندھوا کر حضرت والا کے پاس ایک رئیس عازم ہندوستان کے ہمراہ بھیجنے لگے لیکن بعض حاسدین حضرت والا نے انہیں کتابوں کا ایک وقف نامہ جس پر حضرت حاجی صاحب رح کی مہر بھی خفیہ طور پر لیکر اُن لوگوں نے ثبت کرلی تھی پیش کردیا حضرت حاجی صاحبؒ مجبور ہوگئے لیکن بار بار یہی فرماتے رہے کہ مجھہ کو توقف کرنا بالکل یاد نہیں۔ پھر مرض وفات میں مولوی محمد سعید صاحب کیرانوی کو وصیت فرمائی کہ وہ کتابیں حضرت والا کو بھیجدی جائیں اور اگر وہ نہ لینا چاہیں تو پھر مدرسۂ صولتیہ میں رہیں۔ مولوی محمد سعید صاحب نے حضرت والا کو خط لکھا لیکن وہ گم ہوگیا اس لئے وہ مدرسہ ہی میں رہیں۔ بعد اطلاع حضرت والا نے فرمایا کہ اگر وہ خط مجھہ کو مل بھی جاتا تب بھی میں یہی تجویز کرتا۔

جب حضرت والا واپس تشریف لائے تو حضرت حاجی صاحب رح کاہ گاہ حاجیوں کی زبانی حضرت والا کو اس عنوان سے سلام کہلوا کر بھیجا کرتے کہ ہمارے مہین مولوی سے سلام کہدینا۔ (یعنی دقیقہ رس نکتہ شناس اور لطیف المزاج) اس سے حضرت حاجی صاحب رح کی اعلیٰ درجہ کی بصیرت باطنی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ گو حضرت والا غایت ادب سے حضرت حاجی صاحب رح کی خدمت میں بالکل خاموش بیٹھے رہتے تھے پھر بھی مذاق کا پورا پورا ادراک فرمالیا۔ حضرت والا نے واپسی کے بعد کچھہ رسائل مثلاً جزاء الاعمال، فروع الایمان [illegible] فرماکر حضرت حاجی صاحب رح کی خدمت میں بھیجے اور خصوصاً [illegible] اس کے اوپر مصرعہ مشہورہ پر اپنی طرف سے مصرعہ ثانی لگا کر [illegible]

سوئے دریا تحفہ آوردم صدف [illegible]

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان رسائل کو [illegible] ہوئے اور لکھوا بھیجا کہ الحمد للہ تعالیٰ [illegible] آپ کی [illegible]

راست آئی [illegible]

سے ترتیب وار اقتباس کرکے ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔ چونکہ یہ محض اقتباسات ہیں اس لئے خطوط کے حاملین کے نام یا آمد خطوط کی تاریخیں جن کا حوالہ خطوط میں ہے یا اور اسی قسم کے مضامین جن کا مقصود میں دخل نہیں حذف کردئے جائیں گے اور ایسے مقامات پر خالی جگہ چھوڑ کر نقطے لگا دیئے جائیں گے۔ نیز ہر اقتباس کے آخر میں مکتوب کا حوالہ بھی مع تاریخ درج کیا جائیگا تاکہ صاحب بصیرت کو حضرت والا کے مختلف مدارج ترقی باطنی پر بھی ایک اجمالی نظر ہو جاوے۔

(نمبر۱) تم کو چاہئے کہ ہمیشہ اپنے حال سے اور جو کوئی کیفیت جدید اپنے زمرہ دالوں میں پیش آوے اس سے مطلع کرو۔ (از مکتوب نمبر۱ مورخہ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۰۳ھ)

(نمبر۲) خداوند تعالے بتصدق اپنے حبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب مرادیں پوری فرما دے اور تمہارے دامن تمنا کو گوہر مقصود سے پر کرے آمین۔

(از مکتوب نمبر۲ مورخہ ۱۵ رجب ۱۳۰۴ھ)

(نمبر۳) اللہ تعالے . . آپ کو . . . . اپنے ماسوا سے اپنی طرف کرلے آمین۔
آپ نے طبابت کے شغل کو ترک کرکے کانپور تشریف لاکر دینیات کے شغل کا حال معلوم ہوا بہت خوشی ہوئی اللہ جل جلالہ آپ کی اس خدمت میں برکت دیکر آپ کے برکت وفیض سے تمام مسلمانوں کو مستفیض و مستفید کرے۔ میں نے قبل ہی آپکو مشورہ دیا تھا کہ دین کو خوب مضبوط پکڑنا چاہئے دنیا . . . خود ہی اچھی صورت میں خدمت کو حاضر رہیگی۔ بہرکیف آپ لوگ علماء ورثۃ الانبیاء ہیں آپ لوگوں کو اللہ تعالے نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے پیدا کرکے بڑے درجے عنایت کئے ہیں۔ پس اپنے مقصود کا خیال سب پر مقدم رکھنا چاہئے۔ (از مکتوب نمبر۳ مورخہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۰۶ھ)

(نمبر۴) نامہ محبت شمامہ آں عزیز باتمیز رسید از استماع حال ذوق وشوق آثار ترقی نہمید مسرت بر مسرت افزود خدائے تعالیٰ برکت زیادہ کند . . . خلق اللہ فیض دینی رسانیدن راہ اقرب وصول الی اللہ است

(از مکتوب نمبر۴ مورخہ ۲۲ محرم ۱۳۰۸ھ)

(نمبر۵) اللہ تعالیٰ آپکو بادۂ عشق سے سیراب بناکر تشنہ دار رکھے (از مکتوب نمبر۵ مورخہ ۱۲ صفر ۱۳۰۸ھ)

(نمبر۶) آپ کا محبت نامہ . . . معرفت . . . پہنچا کمال مسرور و مشکور کیا خداوند تعالیٰ آپ کو اپنی مرضیات [illegible]
[illegible]
ورنہ فقیر تو اپنے آپ کو خوب جانتا [illegible]
[illegible]

حفاظت میں رکھے۔ (از مکتوب نمبر ۸ مورخہ نامعلوم)

نمبر ۸) آپ کا خط........ وصول ہوا کمال مشکور کیا اللہ آپ کو ترقی دارین عطا فرما دے۔
ان ازیں گو کہ خط عزیزم مولوی احمد حسن صاحب سے آپ کے مع الخیر شہر کانپور میں پہونچنے کی خبر معلوم
ہی تاہم آپ کے خط کا بہت انتظار رہتا اور تعلق قلبی بھی زیادہ تھا۔ الحمد للہ کہ آپ مع ہمراہیان خیریت سے
پہنچے آپ کو یہ سفر مبارک ہو ہموارہ اپنے حالات سے اطلاع کرتے رہیں (از مکتوب نمبر ۹ مورخہ ۲ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ)
نمبر ۹) خط آپ کا........ وصول ہوا۔ نہایت مشکور کیا۔ اللہ تعالےٰ آں عزیز القدر کو ترقی دارین اور
اپنی محبت نصیب فرما دے۔ الحمد للہ فقیر بخیر ہے آپ کے لئے دعا کرتا ہے۔ آپ نے جو تحریر
بہت تحریر کیا ہے فقیر دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصداق لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ کا آپ کو کرے
الحمد للہ فقیر اس خبر سے بہت مسرور ہوا حق سبحانہٗ آپ سے مخلوق کو فیضیاب کرے اور برکات بزرگان
اور اپنی محبت عطا فرما دے۔ شاہ صاحب آپ کے پیر بھائی اور نیک بخت آدمی ہیں آپ شاہ صاحب
کے حال پر مہربانی رکھیں اور جربات اور ذکر وغیرہ دریافت کریں بتا دیا کریں اللہ تعالےٰ آپ سے خوش رکھے۔
(از مکتوب نمبر ۱۱ مورخہ ۱۸ ... ۱۳۱۲ھ)
نمبر ۱۰) خط آپ کا... وصول ہوا کمال ممنون و مشکور کیا اللہ تعالےٰ آں عزیز کو اپنی [illegible]
ذوق و شوق و حسن خاتمہ نصیب فرما دے... آپ کے لئے فقیر اکثر اوقات دعا [illegible]
مصروف رہتا ہے۔ (از مکتوب نمبر ۱۲ مورخہ ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ)
نمبر ۱۱) خط و شجرہ و رسالہ آپ کے وصول ہونے کمال مشکور کیا۔ اللہ تعالیٰ بزرگان سلسلہ [illegible]
و فیض نصیب فرما دے فقیر اور تمام غفار دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اللہ تعالیٰ آپ کو [illegible]
(از مکتوب نمبر ۱۳ مورخہ ... ۱۳۱۳ھ)
نمبر ۱۲) خط آپ کا مع ہدیہ جات نمازیوں... وصول ہوا کمال مشکور کیا اللہ [illegible]
محبت و رضا نصیب فرما دے فقیر کے حق میں دعائے حسن خاتمہ کریں [illegible]
نمبر ۱۳) آپ کا خط مع ہدیہ مبلغ پانچ روپیہ وصول ہوا کمال [illegible]
اپنی محبت و رضا و حسن خاتمہ نصیب کرے اور آپ [illegible]
آپ کی خیریت و کیفیت معلوم نہ ہوئی [illegible]
(از مکتوب نمبر ... مورخہ ۲۲ محرم ۱۳۱۳ھ)
(نمبر ۱۴) آپ نے [illegible]

نہایت ہی جی خوش ہوا مضمون عزیزی سے آگہی ہوئی آپ کے دونوں رسالے دیکھنے کو بہت جی چاہتا
اگر روانہ ہو گئے ہوں فہو المراد ورنہ فوراً روانہ کیجئے گا۔ (از مکتوب نمبر ۱۶ مورخہ ۸ صفر ۱۳۱۳ھ)

(نمبر ۱۵) السلام علیکم وقلبی لدیکم۔ الحمد للہ فقیر بہرحال خیریت سے ہے اور خیریت آنعزیز کی خدا کی
جناب سے شبانہ روز مطلوب۔ خط آپ کا . . . وصول ہوا کمال خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ آنعزیز کو
اپنی یاد اور ذوق و شوق اور مواجید میں سرشار اور مخمور رکھے۔ ہر دو رسالہ بلا تکلف فقیر جو دیں۔ ہر
طبع کریں یا ایک مرضی آنعزیز خالی فائدہ رسانی سے نہیں خیر الناس من ینفع الناس اوراق
تنویر کلی فقیر کے پاس پہونچے اور نسخے بہت پسندیدہ ہوئے . . . . . . مصارف طبع
سے فقیر کو بھی اطلاع کریں انشاء اللہ تعالیٰ یہاں سے بھی روانہ ہو سکتے ہیں مال فقیر جم از آنعزیز
دریغ نیست۔ دربارۂ شرکت ندوۃ العلماء آنکہ ؎

من نگویم کہ ایں بکن آں کن مصلحت بیں و کار آساں کن

جو آپ کی طبیعت کے موافق ہو کریں بلکہ سالک کو انقطاع عن الناس ضروری ہے اور ذکر شاغل
خود خدا النصیب کرتا ہے ہر کہ از حق انس گیرد از خلق وحشت گیرد آپ نے اور عزیزم مولوی محمد حسین
الہ آبادی نے جو بحث پیش کی وہ بہت بجا اور حق معلوم ہوتی ہے (از مکتوب نمبر ۱۷ مورخہ ربیع الآخر ۱۳۱۳ھ)

(نمبر ۱۶) اصل نسخہ مثنوی کا میں نے عزیزی احمد حسن صاحب اور آپ کو دیا ہے آپ دونوں صاحب
اپنے پاس رکھئے گا خدا برکت دیگا . . . کتاب اکسیر (انوار الوجود فی اطوار الشہود کلی) پہونچی آپ کے
خط کے مضمون سے آگہی ہوئی طبیعت نہایت خوش ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کو مبارک کرے انشاء اللہ
تعالیٰ دن بدن ترقی ہوگی باطن فقیر ہر وقت آپ کے ساتھ ہے اور جن جن صاحبوں نے بیعت خاندان
کے لئے درخواست کی ہے ان کو میں نے قبول کیا اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب فرماوے آمین آپ
ان کی استعداد کے موافق کچھ معمول بتلا دیجئے گا (از مکتوب نمبر ۱۸ مورخہ ۲۲ رجب ۱۳۱۳ھ)

(نمبر ۱۷) پس از دعیہ وافرہ و ترقیات متکاثرہ واضح رائے عزیز باد . . . . . راحت نامہ . . . موصول
ہوا موجب انشراح خاطر ہوا ماشاء اللہ آپ اور آپ کے متعلقین ذوق و شوق کی کیفیت سن کر طبیعت
نہایت ہی خوش ہوئی اللہ تعالیٰ ہمیں ذکر و شغل دائم مشغول رکھے دن بدن ترقی در ترقی فرمائے مقصود
اصلی تک پہونچائے آمین ثم آمین۔ (از مکتوب نمبر ۱۹)

(نمبر ۱۸) بعد دعائے ترقی مدارج مشاہدات واضح باد انشاء اللہ تعالیٰ ہمہ امور حسب مرضی شما
خواہند شد۔ (از مکتوب نمبر ۲۰ مورخہ یکم ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ)

Marfat.com

نمبر ۱۹) عزیزم جو آپ نے ہدیہ روانہ کئے وہ سب پہونچے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے حرمین شریفین مرحمت فرمائے اور اپنے دریائے محبت کا غواص بنائے اور مرادوں سے مالا مال فرمائے باطن فقیر [illegible] وقت آپ کے ساتھ ہے محبت قلبی چاہتے اس کی بدولت سب کچھ ہوتا ہے (از مکتوب نمبر ۲۱ موصولہ ۹ محرم ۱۳۱۴ھ)

نمبر ۲۰) بعد دعوات زائد ذوق و شوق مع الجمعیۃ و انشراح و انبساط خاطر واضح باد . . . انشاء اللہ تعالیٰ بعینہٖ صلاح و فلاح پذیر خواہد شد خاطر جمع دارند۔ (از مکتوب نمبر ۲۳ مورخہ ۱۳۱۲ھ غالباً)

نمبر ۲۱) سلام علیکم جو در خاطری . . گر از چشم دوری بدل حاضری . . . . راحت نامہ مشعر احوال باطنیہ مزید مع کوائف مختلفہ وصول ہوا آپ کے مژدہ ترقیات باطنیہ نے کمال مسرور کیا اللہ تعالیٰ شب و روز ترقی مزید فرماوے میں ہر وقت دست بدعا ہوں گو اس وقت میری طبیعت اچھی نہ تھی مگر آپ کی کیفیت سنکر بہت جی خوش ہوا افاقہ ظاہری محسوس ہونے لگا (از مکتوب نمبر ۲۵ مورخہ ۱۱ صفر ۱۳۱۴ھ)

نمبر ۲۲) ہمیشہ خیال آپ کا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو درجات علیا عطا فرماوے اور فیض آپ کا ہمیشہ جاری رہے۔ (از مکتوب نمبر ۲۶ مورخہ ۲۵ صفر ۱۳۱۴ھ)

نمبر ۲۳) اللہ تعالیٰ آں عزیز کو علی الدوام خوش و خرم رکھے اور اپنی یاد میں ہمیشہ مشغول [illegible] حسب استدعا آں عزیز عزیزی مولوی اسحاق علی صاحب کو میں نے داخل سلسلہ کیا اللہ تعالیٰ [illegible] فرماوے آمین آپ ان کے مناسب حال وظیفہ وغیرہ تلقین کر دیجئے گا۔

(از مکتوب نمبر ۲۷ مورخہ [illegible] ربیع الثانی [illegible])

نمبر ۲۴) جو جو کوائف و حالات مندرج تھے [illegible] غفار [illegible] [illegible]
[illegible] ترقی پذیر ہوں گے [illegible] چاہئے [illegible] حافظ [illegible]
[illegible]
[illegible] مناسب [illegible] ضرورت [illegible]
[illegible] چاہئے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

([illegible])

نمبر ۲۵) [illegible]

سُن کر بہت جی خوش ہوا اللہ تعالے کا ہزار ہزار احسان ہے کہ آپ کو یہ نعمت عطا فرمائی خداوند کریم اس میں ترقی عطا فرماوے اور ہمارے جمیع احباب کو نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ آپ کے حالات ماشاء اللہ سب محمود ہیں انشاء اللہ تعالے آپ کو خود ان کی محمودیت معلوم ہوجاوے گی۔ خدا کا شکر بجا لائیے اور اس سے زیادتی کے شب و روز طالب رہئے تھانہ بھون کے مقدمہ میں جو آپ نے تامل کیا نہایت عقلمندی کو کام میں لائے۔ عزیزم میری غرض یہ ہے کہ جہاں کہیں ہو با خدا رہو اور بالفعل کانپور کے لوگ آپ کے تہ دل سے مشکور ہیں آپ کی ذات سے ان کو فائدہ ہے لہذا بالفعل قیام کانپور مناسب و انسب معلوم ہوتا ہے جنتک یہاں کا تعلق خدا کو منظور ہے رکھئے بعد ازاں کچھ تھانہ بھون میں محض توکل بخدا خدا کا نام لیکر بیٹھ جائیے اور کسی نوع کوئی تعلق ظاہری نہ کیجئے وہ خود مسبب الاسباب ہے سب سامان آپ کے درست کردیگا انشاء اللہ تعالیٰ کوئی تردد نہ کرنا پڑے گا۔

(از مکتوب نمبر ۲۹ مورخہ ۱۶ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ)

(نمبر ۲۶) الحمد للہ سب کیفیت آپکی اچھی ہے خداوند کریم روز افزونی فرمائے آمین

(از مکتوب نمبر ۳۰ مورخہ ۱۳۱۴ھ)

(نمبر ۲۷) راحت نامہ آنعزیز۔۔۔ عین انتظاری میں۔۔۔ وصول ہوکر باعث مسرت قلبی آپ کے اور آپ کے متعلقین کے حالات سُن کر نہایت جی خوش ہوا اللہ تعالیٰ دن دونی رات چوگنی ترقی مرحمت فرمائے۔ آمین۔

(از مکتوب نمبر ۳۱ مورخہ ۲۱ ج ۱۳۱۴ھ)

(نمبر ۲۸)۔۔۔ فقط۔ عزیزم میاں مولوی سید اسحاق علی صاحب بعد سلام مسنون کے آپ نے خوب کیا آپ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ مولانا صاحب کو بجائے میرے معلوم کرنا جو ہدایت و ارشاد فرماویں عمل کرنا۔

(از مکتوب نمبر ۳۳ مورخہ ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۴ھ)

(نمبر ۲۹) کوائف معلوم ہوئے نہایت خوشی حاصل ہوئی انشاء اللہ تعالیٰ یوماً فیوماً ازدیاد انوار باطنی ہوگی اور خلق اللہ کو آپ کے ذریعہ سے فائدہ عظیم ہوگا ہر وقت ایک خیال خاص تمہاری طرف رہتا ہے۔۔۔ عزیزم مولوی اسحاق علی صاحب کو بعد سلام مسنون کے معلوم ہو کہ وہاں ضیاء القلوب و ارشاد مرشد ہے مطالعہ فرماویں اور مولانا سے اشکالات دفع کریں۔۔۔ اور مولانا صاحب کو میری جگہ جانکر دوسرے شغل و وظائف ذکر میں مشغول رہیں

(از مکتوب نمبر ۳۴ مورخہ ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۴ھ)

(نمبر ۳۰) خط آپ کا پہونچا نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رضامندی نصیب کرے۔۔۔ اور ایک عبا سبز رنگ کا بدست شاہ بہاء الدین صاحب دہلی روانہ کیا گیا ہے آپ کے سے

Marfat.com

قبول فرماویں　اور اللہ آپ کو زیادہ علم و فضل بخشے جس میں خلق اللہ کو نفع عام ہو اور تصانیف مفید و مقبول ہوں میرا تعلق آپ کی طرف اکثر اوقات رہتا ہے اور اس وقت فقیر یا بر کاب ہے امید دعا خاتمہ بالخیر کی رکھتا ہے . . . جبہ یعنی عبا کو آپ اپنے تصرف میں لاویں ۔

(از مکتوب نمبر ۳۵ مورخہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ)

(نمبر ۳۱) بہتر ہوا کہ آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے امید ہے کہ آپ سے خلائق کثیر کو فائدہ ظاہری و باطنی ہوگا اور آپ ہمارے مدرسہ و مسجد کو از سر نو آباد کریں میں ہر وقت آپ کے حال میں دعا کرتا ہوں اور خیال رہتا ہے ۔

(از مکتوب نمبر ۳۶ مورخہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ)

(نمبر ۳۲) آپ کے استقامت اور توکل میں کامیابی کی دعا کرتا ہوں اللہ تعالے ظاہری و باطنی فیض کو روز افزوں ترقی عطا فرماوے

(از مکتوب نمبر ۳۷ مورخہ ۹ رجب ۱۳۱۵ھ)

(نمبر ۳۳) بخدمت فیض درجت عمدۃ السالکین نخبۃ الواصلین حضرت ادام الحافظ [illegible] شاہ محمد اشرف علی التھانوی ادام اللہ عرفانہ ومحبتہ ۔　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خط آپ کا پہونچا نہایت مسرت حاصل ہوئی اور قلب کو فرحت ۔ اللہ تعالیٰ آں عزیز کو ترقی ظاہری و باطنی عطا فرماوے اور خلق اللہ کو مستفید لفوائد صوری و معنوی کرے آمین انشاء اللہ میں ہر وقت دعا کرتا ہوں کہ آپ سے خلقت کثیرہ کو فائدہ ہوگا اور سلسلہ جاری رہے گا ۔ ہر [illegible] نہایت خوشی ہوئی . . . وقت آخر ہے دعائے خاتمہ بالخیر کا طالب ہوں [illegible] میں یہ ہے کہ اگر ہو سکے ایک دفعہ آپ تشریف لاویں [illegible] کل [illegible] اپنے ہمراہ لیتے جاویں ۔ والا بالضرور کسی کے ہمراہ روانہ کروں گا ۔

(از مکتوب نمبر ۳۸ مورخہ [illegible])

(نمبر ۳۴) خط آپ کا پہونچا نہایت مسرت حاصل ہوئی اللہ آپ کو [illegible] کرے . . . . . اور محبت اور خیال آپ کا بیان کرنا نہایت [illegible] . . . [illegible] . . . کو سلسلہ بیعت خاندانی میں داخل کیا آپ [illegible] جو طالب ہو ان سب کو ذکر و اشغال بتانے کی اجازت [illegible] طرف سے ۔

([illegible])

(نمبر ۳۵) اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے [illegible]

(نمبر ۳۶) اللہ تعالیٰ آپ [illegible]

Marfat.com

(نمبر ۳۷) آپ کی حالت بہت اچھی ہے مقام شکر ہے ذٰلک فضل اللہ فقیر دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مخلصین سے شمار کرے۔
(از مکتوب نمبر ۴۲ مورخہ ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۱۶ھ)

(نمبر ۳۸) دو عدد رسالہ جزاء الاعمال بھی پہونچے فقیر کے پسند آئے فقیر دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کے ظاہر و باطن میں ترقی کرے
(از مکتوب نمبر ۴۳ مورخہ یکم ج ۲ ۱۳۱۶ھ)

(نمبر ۳۹) خط پہونچا الحمد للہ کہ آپ کے قلب کی حالت بہت اچھی ہے یہ مقام خوف و رجا ہے اسی کو ہیبت و انس کہتے ہیں کبھی ہیبت کبھی اُنس کا غالب ہوجاتا ہے دونوں کو ایک سمجھنا چاہئے۔
(از مکتوب نمبر ۴۴ مورخہ یکم رجب ۱۳۱۶ھ)

(نمبر ۴۰) خط آپ کا دوسرا بھی پہونچا پہلے خط کے جواب میں لکھدیا گیا ہے مکرر ہے کہ آپ کی حالت بھی بہت اچھی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کچھ ضرر نہ ہوگا فقیر دعا کرتا ہے ...... جو کچھ قلب پر وارد ہو بجانب اللہ خیال کرو جو واردات مضر ہوں گے اس مراقبہ سے سب دفع ہوجائیں گے۔
(مکتوب نمبر ۴۵ مورخہ ۱۹ رجب ۱۳۱۶ھ)

(نمبر ۴۱) آپ کی حالت بہت اچھی ہے۔ پہلے آپ کو لکھدیا گیا ہے ...... اس قسم کی گھاٹیاں طالب کو آیا ہی کرتی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ سب سے پار ہوجاؤ گے فقیر دعا کرتا ہے انہ سمیع قریب)
(مکتوب نمبر ۴۶ مورخہ ۸ شعبان ۱۳۱۶ھ)

(نمبر ۴۲) حالت آپ کی ماشاء اللہ بہت اچھی ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے جو کچھ بقیہ قبض ہے وہ بھی رفع انشاء اللہ تعالیٰ ہوجاوے گا فقیر دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مخلصین سے کرے۔ ..... دونوں کتابوں کو فقیر نے سنا بہت پسند آئیں اللہ تعالیٰ اختتام کو پہونچاوے۔
(از مکتوب نمبر ۴۷ مورخہ ۲۲ شوال ۱۳۱۶ھ)

(نمبر ۴۳) خط آپ کا پہونچا الحمد للہ آپ کی حالت بہت اچھی ہے (از مکتوب نمبر ۴۸ مورخہ ۱۴ ذالحجہ ۱۳۱۶ھ)

(نمبر ۴۴) آپ کی حالت اب الحمد للہ بہت اچھی ہے فقیر دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ ترقی فرماوے۔ کانپور سے آپ کے وہاں کے قیام کے بارہ میں خط آیا تھا جواب انکو لکھ دیا گیا تھا۔ آپ کو بھی تحریر ہے کہ فقیر کے نزدیک مستقل قیام آپ کا تھانہ بھون میں ضروری ہے باقی تعطیل وغیرہ کسی فرصت کے وقت یا کسی وقت طبیعت کچھ گھبراوے اگر تو کانپور بھی دورہ کریں اور ان لوگوں کی خبر گیری کریں اور طالب کے واسطے تو تھانہ بھون سے کچھ دور نہیں ہے چنانچہ کانپور بھی یہی مضمون جواب میں لکھا گیا ہے۔
(از مکتوب نمبر ۴۹ . ۱۵ محرم ۱۳۱۷ھ)

Marfat.com

(نمبر ۴۵) خط آپ کا پہونچا فقیر کا دل بہت خوش ہوا . . . ضعف کی یہ حالت ہے کہ ایک جانب سے دوسری جانب کروٹ لینا مشکل ہے اب تو یہی آرزو ہے کہ اللہ تعالے اس دار فانی سے جلد بلالے فقیر جملہ احباب کے لئے دعا کرتا ہے اللہ تعالے فائز المرام کرے گفتگو کی طاقت نہیں ہے . . . مناسب حال ہر شخص کے آپ خود تعلیم کریں　　(از مکتوب نمبر ۵ مورخہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۱۷ھ و ہذا آخر المکتوب)

نوٹ :- ان مکتوبات کے متعلق ضروری فوائد اور ان کے بعض الفاظ مصطلحہ تصوف کی تشریحات مجموعہ مکتوبات امدادیہ کے حاشیہ پر موجود ہیں جس کو ضرورت واقع ہو اس کتاب میں ملاحظہ فرمالے۔

احقر مولف عرض کرتا ہے کہ ناظرین نے ان اقتباسات مکتوبات امدادیہ سے خود اندازہ فرمالیا ہوگا کہ حضرت حاجی صاحب کو حضرت والا کے ساتھ کس درجہ خصوصی تعلق تھا اقتباس کی احتیاج نہیں . کیا ٹھکانا ہے محبت کا کہ حضرت والا کے ایک عریضہ حالات سے مترددہ ترقیات باطنیہ معلوم فرما کر اس قدر مسرور ہوئے کہ مرض ظاہری میں بھی افاقہ محسوس ہونے لگا جیسا اقتباس نمبر ۳۲ سے معلوم ہوا بعض دیگر واقعات عنایت خاص مناسب موقع پر بعد کو ذکر ہوں گے اور عجیب حسن اتفاق ہے کہ اپنے آخری والا نامہ میں جس کے بعد دو ماہ کے اندر ہی سفر آخرت فرمایا یہ ہدایت فرمائی کہ مناسب حال ہر شخص کے آپ خود تعلیم کریں۔ اس طرح اس دار فانی سے [illegible] حضرت والا کو اپنے بعد اپنا جانشین خاص تجویز فرما گئے ۔

مکتوبات کے سلسلہ میں ایک اور واقعہ بھی یاد آیا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ [illegible] والا کے کسی عریضہ حالات کو پڑھ کر ایک صاحب سے جو اس وقت موجود تھے ایک ایسی خاص [illegible] ارشاد فرمائی جو حضرت والا کی شان کو نہایت ہی ارفع و اعلیٰ قرار دیتی ہے اور ایک خاص [illegible] لیکن حضرت والا نے تا حیات اس کے اظہار سے ممانعت فرمادی ہے [illegible] ونمایات بعض حیثیتوں کے اقتباسات [illegible] حضرت والا [illegible] کیونکہ علم آتی ہیں یہ ہے جیسا تھا حضرت والا کو خانقاہ امدادیہ [illegible] بناکر بٹھایا جائے اور علوم معارف امدادیہ کو بواسطہ حضرت والا [illegible] ہی ہورہا ہے۔

اسی کا شہرہ حضرت حاجی صاحب [illegible] حضرت والا سے [illegible] فرمایا تھا جس کا ذکر مستقلاً آگے [illegible] اقتباسات مکتوبات میں آچکی ہے [illegible] یہاں بھی نقل کیا جاتا ہے۔ فرمایا کہ اگر کبھی [illegible] سے دل [illegible]

Marfat.com

تو مل سکتا تھا نہ بھون جا کر بیٹھ جانا۔ اور جب حضرت والا کا کانپور کا تعلق قطع فرما کر حسب الارشاد تھانہ بھون اگر مقیم ہوئے تو حضرت والا کو تحریر فرمایا، بہتر ہوا کہ آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے امید ہے کہ آپ سے خلائق کثیر کو فائدہ ظاہری و باطنی ہوگا اور آپ ہمارے مدرسہ و مسجد کو از سر نو آباد کریں میں ہر وقت آپ کے حال میں دعا کرتا ہوں اور خیال رہتا ہے (منقول از مکتوبات نمبر ۳۶ مورخہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ مکتوبات امدادیہ ملاحظہ ہو اقتباس نمبر ۳۱) اسی طرح مکتوب نمبر ۳۹ مورخہ ۱۶ رمضان شریف ۱۳۱۵ھ میں تحریر فرماتے ہیں" انشاء اللہ میں ہر وقت دعا کرتا ہوں کہ آپ سے خلقت کثیرہ کو فائدہ ہوگا اور سلسلہ جاری رہے گا پھر مدرسہ و مسجد و حجرہ کے احوال سے نہایت خوشی ہوئی (ملاحظہ ہو اقتباس نمبر ۳۳) الخ یہ سب ارشادات حقہ بالکل اس مصرعہ کے مصداق ثابت ہوئے سہ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید۔

جن حالات عالیہ کو آج ایک دنیا مشاہدہ کر رہی ہے حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ شروع ہی میں برسوں پہلے اپنے نور بصیرت سے کھلی آنکھوں مشاہدہ فرما رہے تھے اب یا تو اس کو فراست و پیشینگوئی سے تعبیر کیا جائے یا دعاؤں اور تمناؤں کا نتیجہ قرار دیا جائے جن سے مکتوبات بھرے پڑے ہیں یا ثانی کو اصل اور اول کو تابع سمجھا جائے حاصل سب کا ایک ہی ہے سہ

عباراتنا شتی و حسنک واحد و کل الی ذاک الجمال یشیر

خلاصہ یہ ہے کہ جو جو باطنی دولتیں بمشیت و اتفاقات خداوندی حضرت والا کے سینہ مبارک میں ودیعت فرمائی تھیں وہ سب کی سب حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس چھ ماہ کی قلیل مدت قیام ہی میں بجملہا عطا فرما کر اخذ بیعت کی اجازت عطا فرمادی اور اپنا جانشین و خلیفہ خاص بنا کر منصب ارشاد و تلقین پر متمکن فرمادیا اللہ اللہ وہ کیسی مسعود و مبارک اور خلاصہ از منہ ساعت تھی جس میں ایک قطب الارشاد حکیم الامت مجدد ملت ایک شیخ العرب والعجم کے دست مقدس و مبارک سے دنیائے اسلام سے رسوم و بدعات کو مٹانے اور اسلام کو اس کی اصلی صورت میں دکھانے مسلمانوں کو افراط و تفریط سے ہٹانے اور جادۂ مستقیم پر لانے علوم و معارف کے دریا بہانے اور عوام و خواص سب کو متمتع و مستفید فرمانے فیوض و برکات ظاہری و باطنی کو شرقاً و غرباً پھیلانے بڑے بڑے عقدہ ہائے لاینحل اور پیچیدہ و مسائل علمیہ و عملیہ کی گتھیاں سلجھاتے ہندگان خدا کو صحیح آداب عبودیت و اصول معاشرت سکھانے اور مسلمانوں کو صحیح معنوں میں مسلمان اور انسانوں کو صحیح معنی میں انسان بنانے تعلیم و تہذیب اسلامی کی خوبی و متانت کو عالم آشکارا اور تعلیم جدید و تہذیب نو کی ملمع کار دنظر فریب چادر رنگار کو پارہ پارہ کر کے اسکی دھجیاں اڑانے اور نئی روشنی کی مخفی ظلمات کھلی آنکھوں دکھلانے

اہل دنیا کے قلوب میں اہل دین کا سکہ بٹھانے۔ دین و اہل دین اور علم دین و اہل علم دین کی وقعت بڑھانے اور بڑے بڑے سرکشوں کے سر جھکانے۔ شبہات جدیدہ کو اصول منطق و فلسفہ ہی کی بنا پر باطل ٹھہرانے۔ اور بڑے بڑے معیان منطق و فلسفہ سے بھی کتاب و سنت کے احکام و اخبار و عقائد حقہ منوانے۔ اعلاء السنن میں احادیث تائیدیہ جمع کرا کر فقہ حنفی کو چار چاند لگانے۔ ہزاروں بے نمازیوں سے نماز پڑھوانے سود خواروں سے سود اور دیگر ناجائز آمدنی والوں سے ناجائز آمدنیاں ترک کرانے اور اہل حقوق کے حقوق دلوانے صدہا اہل معاصی کو معاصی ظاہرہ و باطنہ چھڑوانے۔ بڑے بڑے مہلک امراض روحانی کے نہایت سہل سہل اور شیر بہدف معالجات اور نادر طرق اصلاح بتانے نہایت باریک باریک مکائد نفس سمجھانے۔ بڑے بڑے مہلکات طریق کی طرف توجہ دلانے اور ہلاکت باطنی سے بچانے تصوف کو بجائے اس کے موجودہ مصنوعی عبا و قبا کے اس کا صدیوں کا اترا ہوا اصلی خرقہ دیرینہ پہنانے۔ اور سالکین کو سلف صالحین کے برگزیدہ اور بالکل مطابق کتاب و سنت طریق پر جو مدت دراز سے متروک تھا پھر چلانے ترغیب و ترہیب کے پر اثر مضامین سے روتوں کو ہنسانے اور ہنستوں کو رلانے۔ بالخصوص آیات و لطائف رحمت سنانے اور ہزارہا مایوسین کی ڈھارس بندھانے۔ اور نامرادوں کی مرادیں بر لانے۔ صدہا طالبین کو جن میں ہر اعلیٰ و ادنیٰ طبقہ اور پیشہ کے افراد شامل ہیں محبوب حقیقی تک باقرب طرق پہونچانے۔ غرض [illegible] دینی خصوصاً تفسیر و تصوف کے متعلق ہر ضروری خدمت باحسن و ابلغ وجوہ بجا لانے کے لئے سر پر آرائے منصب ارشاد ہوا۔

یہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا بلکہ اس لحاظ سے کہ دین محمدی علی صاحبہ السلام والتحیۃ کی [illegible] اور رسوم قبیحہ قدیمہ و بدعات سیئہ دیرینہ کی تردید آپ ہی کی بدولت ہونا تھی یہ واقعہ دنیا کے اہم ترین واقعات سے بھی زیادہ اہم واقعہ تھا جو قابل صد تہنیت و مبارکباد [illegible] ہزاروں [illegible]

جس پر حضرت حافظ شیرازی [illegible] گویا صادق آتا [illegible]

[illegible] حضرت حافظ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

اس مقام پر حضرت والا کے مختلف کارناموں کو متعدد و مسلسل متعاطفات کی صورت میں اسلئے جمع کر دیا گیا ہے کہ حضرت والا کی دینی خدمات پر اس سلسلہ میں ایک اجمالی نظر ہو جائے چنانچہ بحمد اللہ مذکورہ بالا اجمالی فہرست سے جو ابھی گذری یہ مقصود حاصل ہو گیا۔

السوق من الشوق

اس موقع پر حضرت والا کے دینی کارناموں کے تذکار نے اس احقر مؤلف معروف بہ مجذوب کے جذبات شوق کو اس درجہ برانگیختہ کیا کہ قلم سے ایک پوری نظم اور وہ بھی بزبان فارسی شدت ذوق و شوق میں نکل گئی حالانکہ احقر نے فارسی بالکل نہیں پڑھی یہاں تک کہ آمدنامہ بھی نہیں پڑھا۔ نہ اس سے قبل کبھی فارسی اشعار لکھنے کا اتفاق ہوا۔ کیونکہ فارسی زبان سے بالکل نابلد ہونے کی وجہ سے اس طرف توجہ ہی ممکن نہ تھی مجھے خود حیرت ہے کہ فارسی اشعار لکھنے پر کیونکر قدرت حاصل ہو گئی سوائے اس کے کیا سمجھا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو منظور تھا کہ حضرت والا کی مدح ہو چنانچہ ایک نااہل کو بھی اس کا بقدر ضرورت اہل بنا دیا۔

واقعہ یہ ہوا کہ دوران تحریر مقام ہذا میں احقر سے ایک صاحب نے یہ فرمائش کی کہ میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ العزیز کے منظوم شجرۂ فارسی میں اضافہ کرنے کیلئے حضرت والا کے توسل کے متعلق دو تین اشعار فارسی میں تصنیف کر دوں تاکہ حضرت والا کے خدام اس شجرہ کو پڑھتے وقت ان اشعار کو بھی پڑھ لیا کریں احقر نے فارسی نہ جاننے کا عذر پیش کر دیا لیکن جب بہت اصرار ہوا تو پھر میری فکر کی بھی پھر لیا تھا دیوانہ را ہوئے بس است مضامین مدحیہ کا دریا امنڈ آیا یہاں تک کہ پچیس سے اشعار پر جا کر قلم کو بہ جبر روکا گیا تب مشکل رکا۔ گویا حضرت والا کے منجھلے ماموں جناب پیر جی واجد علی صاحب کی جو بڑے زبردست ادیب فارسی تھے ذیل کی رباعی ہو بہو صادق آ رہی

وہ چہ شوق است کہ در دست قلم می رقصد　　　زدم انگشت بہ پہلو کہ صنم می رقصد

خامہ را بیں کہ بہ مضمون مبارکبادی　　　ہمچو مستان ازا باخم و چم می رقصد

اور گویا حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار منطبق ہو رہے تھے

ایں زماں جان دامنم بر تافتہ است　　　بوئے پیراہانِ یوسف یافتہ است

واجب آمد چونکہ بردم نام او　　　شرح کردن رمزے از انعام او

چونکہ احقر کی نظم مذکور اس مقام کے مناسب بھی ہے اور اسی پر متفرع بھی اس لئے بے اختیار جی

Marfat.com

چاہتا ہے کہ اس کو بھی حضرت والا کے کمالات و کارہائے نمایاں کی مذکورۂ بالا اجمالی فہرست کے سلسلہ میں یہاں درج کر دیا جاتے۔ امید ہے کہ ناظرین کرام بھی بعد ملاحظہ اس نظم کو بجائے لا طائل قرار دینے کے ہر طرح مناسب مقام ہی قرار دیں گے بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ نہایت پُر لطف و خوشگوار پائیں گے۔ اس نظم کے دو حصے ہیں اول حصہ میں دعائیہ اشعار ہیں ان کا عنوان "دعائے طالبین بدرگاہ رب العالمین" ہے دوسرے حصہ میں مدحیہ اشعار ہیں اس کا عنوان "دعوت سالکین برائے رجوع الی الصادقین" ہے اور مجموعہ کا نام "صدائے مجذوب" ہے۔ چونکہ دونوں قسم کے اشعار میں باہم ربط بھی ہے جیسا ملاحظہ سے معلوم ہوگا نیز دعائیہ اشعار کا کمال درجہ موزوں بھی ہوتا پھر یہ دعائیہ اشعار نافع اور دلچسپ بھی ہیں بالخصوص طالبین و سالکین کے لئے اس لئے پوری نظم کو ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے وہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

صدائے مجذوب

دعائے طالبین بدرگاہ رب العالمین

الٰہی رحم کن بر حال زارم — [illegible]

رہا از دستبرد نفس و شیطاں — بود ہر لحظہ زیں ہر دو [illegible]

بجز لطف تو [illegible] — [illegible] صدق [illegible]

بچشم لطف سوئے من نظر کن — [illegible] نفس و شیطاں [illegible]

دلم را کن ز سر خویش آگاہ — [illegible]

بحق حضرت اشرف علی شاہ — [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

ہزاراں با تو واصل شیخ و شاب اند — بدرگاہت ہزاراں باریابند
من ناکارہ را ہم بخش بارے — من آوارہ را ہم دہ قرارے
رہم دہ پیش من صد سد باب است — حجاب اندر حجاب اندر حجاب است
من محجوب را مجذوب گرداں — محب خویش وہم محبوب گرداں
کرامت کن الٰہی استقامت — عنایت کن عنایت کن عنایت
حیاتم را حیاتِ پاک گرداں — مماتم را مماتِ پاک گرداں
بجودم مشغول دار اندر حیاتم — اگر میرم بدہ یارب نجاتم
دم آخر بخیر انجام ما کن — بخلدم زیر پائے مصطفیٰ کن

دعوت سالکین برائے رجوع الی الصادقین

نہ تنہا لب دعا گو ایں دعا کن — دعا کن ہم تلاش رہنما کن
دریں رہ رہنما شرط وصول است — بجز سعی تو بیکار و فضول است
مگر رہبر بسے کم در جہانند — بشکل رہنمایاں رہزنانند
اگر خواہی شدن یا بندۂ حق — بشو از ہر کسے جویندۂ حق
بجو از حضرت اشرف علی شاہ — کہ ہست اہل جہاں را حجۃ اللہ
زجہد و جہد او تجدید دیں شد — بصدق و سیرت خود را جانشیں شد
مسمّٰی بود چوں از غیب اشرف — بعہد خویش شد لاریب اشرف
دلیل و ہادی راہ شریعت — امام و قدوۂ اہل طریقت
بہ علم ظاہر و باطن یگانہ — حکیم الامت و قطب زمانہ
برائے دردہائے دل دوائے — پئے امراض روحانی شفائے
زہر مصلح بعہد خود بہ است او — کہ ہم جراح وہم مرہم نہ است او
پئے تادیب چوں پُر قہر گردد — فدائے قہر او صد مہر گردد
بصورت مظہر شانِ جلالی — بمعنی مظہر شان جمالی
چہ پُر مہر آں نگاہ خشمگیں است — کہ در دلہا محبت آفریں است

ع یہ شعر حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کا ہے بامید قبول مناجات تبرکاً شامل کر دیا گیا ہے ۱۲ منہ

نگاہ مست او بیگانہ وار است
نگہ دزدیدہ بر ہر میگسار است

بسوزد او ہزاراں دل بہ آہے
کند سرمست صدہا در نگاہے

جہاں سوزد اگر در غمزہ آید
شکر ریزد اگر در خندہ آید

بہ لب خنداں بدل گریاں کند او
چہ در ظاہر چہ در پنہاں کند او

چہ گویم حال آں کو را ندیم است
عجب مجموعۂ امید و بیم است

عجب حالیست پیشش حال بندہ
بخندہ گریہ و در گریہ خندہ

بہ گویائیست صد اصلاح کوشی
ہزاراں معنی دارد خموشی

برائے وعظ گفتن او چو خیزد
[illegible] گلہا بریزد

الا اے طوطی گویائے اسرار
مبادا از شکر خالیت منقار

ز نور حق چو قلبش طور گشتہ
وجود او سراپا نور گشتہ

رخش آئینۂ حسن نگارست
برانگیزد بہ دلہا عشق یارے

سر او نقش صد فرزانہ دارد
کسے با او دل دیوانہ دارد

صراحی در بغل تسبیح در دست
کسی کم دیدہ چوں او زاہد مست

بذکر اللہ او رطب اللساں است
بیاد حق دلش ہم شادماں است

چہ خوش عیش و قتے خرم روزگارے
کہ بر لب ساغر و در بر نگارے

عجب پر جوش کیف ایں شراب است
[illegible] در سنین پیری شباب است

بہ دل بردن عجب با کمال است
عجب دلبر و پیرینہ سال است

بہ بیں اے خواجہ جاہ اشرف ما
بیا در خانقاہ اشرف ما

بخواہی دید اگر تو خواہی آمد
کہ قلندر قبائے شاہی آمد

عجائب کارہائے کارساز ند
کہ یکجا [illegible]

کہ بطام اعلی الشان [illegible]
گ[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

کہ [illegible]
[illegible]

چہ پیشش حاجت اظہار حال است
کہ حل عقدہ ہا بے قیل و قال است

چہ جائے قیل و قال گفتگوئے
کہ ایں بزم است بزم دیدروئے

بگوشِ ہوش بشنو ایں سخن را
مزن دم قفل زن پیشش دہن را

رہے پیدا بود از دل بہ دل کن
دلت را با دلِ او متصل کن

دلے کو با دل او بستہ گردد
اگر غارے بود گلدستہ گردد

مکن خود را تو غائب در دل او
تماشا کن عجائب در دلِ او

تن او با ہمہ بالائے فرش است
دلِ او با خدا بالائے عرش است

عجب فرحت گہے ایں خانقاہ است
عجب نزہت گہے ایں خانقاہ است

اگر فردوس بر روئے زمیں است
ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

یکے ساقی و میخواراں ہزارند
دو چشم مستِ او مشغول کارند

بمیخانہ بہار است و بہار است
کہ در وجد و طرب ہر میگسار است

خوشا ایں بادہ نوشانِ الٰہی
زہے رندی زہے شانِ الٰہی

مپرس از ذاکرانِ نیم شبہا
کہ مشغول اند با دلہا و لبہا

چہ پرسی لطفِ وردِ صبحگاہی
کہ ایں نغمہ بہ بست از مرغ ماہی

پر از ذکر است گو ہر حجرہ تنگ است
چہ خوش ایں نغمہ بے عود و چنگ است

دل اینجا میکند اللہ اللہ
کہ ہر دم بشنوی اللہ اللہ

چہ صحت بخش ہست اینجا فضائے
دل اینجا بے دوا یابد شفائے

کجائید اے خدا جویاں کجائید
کجائید اے شفا جویاں کجائید

بیائید اے طلبگاراں بیائید
بیائید اے دل افگاراں بیائید

تعالیٰ اللہ چہ عالی بارگاہے
کہ اینجا ہر گدائے بادشاہے

کس اینجا سیم و زر کارے ندارد
مگر با کس سر و کارے ندارد

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد

بیا خود ترک کن کبر و منی را
چہ گویم جلوہ ہائے دیدنی را

ز شرح فیض او قاصر زبان است
کہ کشتی بہ بحر بیکران است

بیا تا دیدہ گردد ایں شنیدہ
شنیدہ کے بود مانند دیدہ

بگویم غیر حق چوں اہر دیں است — یقیں کن ایں ہمہ عین الیقین است
کہ مجذوب ایں ہمہ بشنیدہ گوید — قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید
ز خاصان خدا اشرف علی است — ولی ہست و ولی ہست و ولی ہست
کہ قول و فعل و حال او گواہند — جمال و ہم کمال او گواہند
شک آوردن بجز بے حاصلی نیست — کہ کار اہل دل زو بد دلی نیست
ہر اہل عقل و دیں را او امام است — خلاف او شدن سودائے خام است
بدل ہر معترض ہم مائل اوست — زبان منکر مگر دل قائل اوست
زبغض او چہ سود دشمنان است — زیان است و زیان است و زیان است
نمی شاید بہ شیراں پنجہ کردن — کہ ہست ایں دست خود را رنجہ کردن
ہر آں کو با ولی حق ستیزد — برائے جنگ پیش حق بخیزد
چہ باک از دشمنان او کہ خوارند — چہ پیش مہر ذرات غبارند
ہمہ گیری نور او عیاں است — مگر بر شپرہ چشماں نہاں است
چناں سوز نہان او عیاں شد — کز انفاسش جہاں آتش بجاں شد
ہزاراں اندر آں و شعلہ دامن — بگشت از مشعلے صد شمع روشن
دلش از عشق دائم زندہ بادا — ابد اقبال او پایندہ بادا
چہ شد مجذوب اگر دیوانہ اوست — ہمہ عالم ہمیں پروانہ اوست

تمت بالخیر

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اب میں پھر اصل مقصود کی طرف عود کرتا ہوں جب حضرت والا شرف [illegible] شیخ العرب والعجم کی خدمت سے رخصت ہونے لگے تو حضرت [illegible] پر دو وصیتیں خاص طور سے فرمائیں ایک تو یہ کہ دیکھو میاں اشرف [illegible] حالت پیش آئے گی عجلت مت کرنا [illegible] دوسری وصیت [illegible] [illegible] ہو تو پھر [illegible] تعلق [illegible] میں ترک تعلق کو منع فرمایا تھا کیونکہ [illegible] میں حضرت والا [illegible]

فی الارض ہے بہ تمام وکمال منصبغ ہوکر اور اس طریق زبق کے جملہ مراحل ومدارج طے فرماکر اور جمیع کمالات واوصاف باطنی سے مشرف ومتصف ہوکر مراجعت فرمائے ہندوستان ہوئے اور حکیم الامت ہوکر امت محمدیہ علی صاحبہا السلام والتحیۃ کو امراض روحانی سے شفایاب کرنے اور دولت باطنی سے مالامال فرمانے میں مشغول ہوگئے ۔

حال ہی کی بات ہے کہ حاجی محمد بشیر صاحب لکھنوی نے خاص حضرت والا ہی کی مجلس میں بیان فرمایا کہ ان سے جناب بخشی نذیر حسن صاحب مرحوم کانپوری نے جو ایک دیندار صالح شخص تھے عرصہ ہوا اپنا ایک مفصل خواب اس زمانہ کا بیان کیا جب کہ حضرت والا مکہ معظمہ سے حضرت حاجی صاحب ؒ کی خدمت میں چھ ماہ قیام فرماکر واپس تشریف لارہے تھے اور روانگی کی اطلاع کانپور پہونچ چکی تھی ۔حاجی جی نے بیان کیا کہ مجکو اس خواب کا خلاصہ اب تک یاد ہے ۔ یعنی بخشی جی نے دیکھا کہ حضرت والا مکہ معظمہ سے ہندوستان واپس تشریف لے آئے اور جس وقت جہاز سے اترے دفعتہً سارے ہندوستان میں ایک روشنی سی پھیل گئی اور وہ تاریکی سی جو اس قبل کے لت خواب محسوس ہورہی تھی یک بیک دور ہوگئی اھ

آج تو الحمدللہ اس رویائے صالحہ کی تعبیر روز روشن کی طرح ظاہر ہورہی ہے اور کسی کو مجال انکار تو کیا مجال تامل بھی نہیں ہوسکتی لیکن اس وقت حیرت ہوئی ہوگی کہ یہ کیا خواب دیکھا کیونکہ گو کانپور کے لئے حضرت والا کی ذات بابرکات اس وقت بھی دافع ظلمات وناشر دینیات عموماً تسلیم کی جاچکی تھی لیکن اس قدر بے گیر فیوض وبرکات کا کسی کو کیا گمان ہوگا غرض حضرت والا سرچشمہ فیوض وبرکات ومنبع خیرات وحسنات ہوکر اپنے پیر ومرشد کی خدمت فیضدرجت سے بہ تمام وکمال بہرہ اندوز ہوکر کانپور واپس تشریف لے آئے ۔اور مشغول افاضۂ ظاہری وباطنی ہوگئے ۔اہل کانپور جو حضرت والا کے والہ شیدا تھے اس طویل مفارقت کے بعد نہایت شاندار اور بڑے زبردست پیمانہ پر استقبال کرنے کے اہتمام میں تھے جس کا حضرت والا کو پہلے سے احتمال قوی تھا لیکن چونکہ حضرت والا اپنی شان کو بالکل مٹاکر عبدیت کاملہ کے شرف سے مشرف ہوکر اپنے پیر ومرشد کی خدمت شریف سے تشریف لارہے تھے لہذا نہایت اہتمام سے اپنی آمد کا اخفاء فرمایا یہاں تک کہ ایک شخص بھی اسٹیشن پر نہ پہونچ سکا اور حضرت والا دفعتہً بلا اطلاع بطور خود مدرسہ آپہونچے مشتاقین کو بڑی حیرت اور حسرت ہوئی کیونکہ کانوں کان کسی کو خبر نہ ہونے پائی اور استقبال کے سارے ارمان اور سامان یوں کے یوں ہی رہ گئے ۔حضرت والا کا مدرسہ میں پہنچنا تھا

Marfat.com

تمام شہر میں مژدۂ تشریف آوری تاربرقی کی طرح دوڑ گیا اور مشتاقان زیارت جوق جوق آنے لگے اور پھر ایسا تانتا لگا کہ کسی طرح ختم ہی ہونے نہ آتا تھا۔ لوگوں نے اپنے قصد و اہتمامات استقبال کو بیان کیا تو حضرت والا نے فرمایا کہ اسی وجہ سے تو میں بے اطلاع چلا آیا۔

لوگوں کا خیال تھا کہ چونکہ گھر کے لوگ بھی ہمراہ تھے اسٹیشن پر بڑی زحمت ہوئی ہوگی۔ اس تذکرہ میں فرمایا کہ یہ زحمت بھی کچھ نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ اتفاق سے پلیٹ فارم ہی پر ایک ڈولی مل گئی اس میں گھر کے لوگوں کو سوار کرا کے اور اسباب کو ایک قلی پر لدوا کے اسٹیشن سے باہر تک آ گیا۔ پھر سواری میں بیٹھ کر یہاں چلا آیا۔ مجھے بھی کوئی زحمت نہ ہوئی اور اتنے سارے مسلمان بھی تکلیف سے بچ گئے ورنہ تکلفات میں کلفت ہی کلفت تھی۔ سادگی میں جو بات ہے وہ تکلف میں کہاں اھ۔ غرض حضرت والا مکہ معظمہ سے واپس تشریف لا کر پھر مشغول درس و تدریس و وعظ و تبلیغ ہو گئے اور مزید برآں ارشاد و تلقین بھی شروع فرما دیا مگر دیکھنے والے دیکھتے تھے اور حیرت کرتے تھے کہ یا اللہ کیا حال تھا اور کیا ہو گیا اب تو کچھ رنگ ہی اور تھا۔

چنانچہ احقر کو اپنے والد صاحب مرحوم و مغفور کا بہت پرانا قول اب تک خوب اچھی طرح یاد ہے فرماتے تھے کہ ہم نے مولانا کا ایک تو وہ زمانہ دیکھا تھا کہ نہایت سرخ و سفید [illegible] خوبصورت اور چمکتے ہوئے پٹہ دار بال خوش لباس ایسے کہ گویا ہر وقت دولھا بنے رہتے [illegible] جوانی کا وہ عالم تھا جس کو کہتے ہیں کہ شباب پھٹا پڑتا ہے اس کے بعد پھر وہ زمانہ [illegible] جب حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں قیام کرنے کے بعد تشریف لائے [illegible] اور اداس پژمردہ ژولیدہ حال نہ بالوں میں تیل کا اہتمام نہ کنگھی کا [illegible] انگرکھا نہ چمپک نہ بیل بوٹے صرف سادہ کرتہ اور پاجامہ حضرت والا [illegible] میرے بڑے گھر میں [illegible] کپڑے پہنا کے [illegible] بیل بوٹے کاڑھنے کا بہت شوق تھا۔

غرض حضرت والا [illegible] باغ [illegible] تھا لیکن اس [illegible] ہوتی تھی۔ گویا حضرت والا [illegible] کی خدمت [illegible] ہو کر تشریف [illegible] ۵

قبا دا گرد دو دکاکل پریشاں کردہ می آید   بہ بیں ایں بے سروساماں چہ ساماں کردہ می آید

حضرت والا پر اپنے پیرو مرشد کی خدمت سے واپسی کے کچھ عرصہ بعد پھر کیفیت شوقیہ الٰہیہ کا نہایت جوش وخروش کے ساتھ ورود ہوا اور حالت سابقہ نے عود کیا مگراب کی بار اس کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ قبل حاضری جو کیفیت شوقیہ تھی اس میں اضطراب تھا اس میں اشتیاق اس میں پریشانی تھی اس میں فرحت۔ اس میں کلفت تھی اس میں لذت وہ ایک گونہ ناگوار تھی یہ خوشگوار وہ سیرالی اللہ تھی یہ سیر فی اللہ۔ وہ دادوش طریق تھی یہ طواف کعبہ مقصود وہ عدم وصول سے ناشی تھی یہ وصول سے۔ وہ وقت طلب تھا یہ وقت وصول تھا وہ زمان ہجر تھا یہ زمان وصال۔ وہ دور حسرت تھا یہ دور شوق وہ تلوین تھی یہ تمکین وہ حالت مشاہدہ سے قبل کی تھی یہ بعد کی وہ اثر عشق تھا یہ اثر حسن بمصداق قطعہ حضرت حافظ شیرازی رح ؎

بلبلے برگ گلے خوشرنگ در منقار داشت   واندراں برگ ونواخوش نالہ ہائے زار داشت
گفتمش در عین وصل ایں نالہ وفریاد چیست   گفت مارا جلوۂ معشوق دراین کار داشت

غرض اس مرتبہ کی بےچینی بخلاف پچھلی مرتبہ کی بےچینی کے بڑے مزے کی بےچینی تھی۔ کیونکہ یہ بےچینی غایت انس مع اللہ سے ناشی تھی گویا شوق وانس دونوں سے مرکب تھی اور بجائے آثار اضطراب آثار اشتیاق نمایاں تھے جیسا کہ ابھی اوپر بہ تفصیل بیان کیا جاچکا ہے۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ مدرسہ کا رنگ ہی بدل گیا۔ درسی کتابوں کا سبق ہورہا ہے اور ادنی مناسبت سے تصوف کے مضامین بیان ہوا دھار تقریریں ہورہی ہیں اور طالبوں پر کیفیت وجد یہ طاری ہورہی ہے۔ بہت سے مدرسین اور طلبہ نے ذکر وشغل شروع کردیا اور حالات عجیبہ وکیفیات غریبہ کا ورود ہونے لگا۔

حضرت والا نے شروع شروع کے جوش افاضہ میں حلقہ توجہ بھی منعقد کردیا تھا۔ غرض مدرسہ مبدل بہ خانقاہ ہوگیا اس زمانہ کے جوش وخروش کا یہ عالم تھا کہ خود حضرت والا فرماتے ہیں کہ بس یہ جی چاہتا تھا کہ ساری دنیا کو ذاکر ومشاغل اور ولی کامل بنادوں۔ اس زمانہ کے رنگ کے دیکھنے والے اور حلقۂ توجہ میں شامل ہونے والوں میں سے بعض کو احقر نے بھی دیکھا ہے۔ مثلاً جناب شاہ لطف رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت والا کے ایک بڑے قوی الحال خلیفہ باکمال تھے۔ بارہا احقر کے سامنے کبھی کسی بات پر کبھی کسی شعر پر اس قدر شدید کیفیت طاری ہوجاتی کہ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑجاتے اور بے اختیار چیخنے چلانے اور بسمل کی طرح تڑپنے اور تلملانے لگتے ایک بار احقر کی درخواست پر منجملہ دیگر احباب نظم منصوری فرمایا۔ چونکہ بہت نحیف و

نازک مزاج تھے اور چڑھائی زیادہ چڑھنی پڑی سفر سے بجد تعب ہوا عین تکان کی حالت میں جبکہ سخت چڑھائی کے موقع پر سخت پریشان تھے اور ناگواری میں احقر سے شکایت فرما رہے تھے ۔ احقر نے یہ شعر پڑھ دیا ؎

یہ شکوہ بیوفائی کا یہ رونا کج ادائی کا مزا ہے دل لگانے کی مزہ ہے آشنائی کا

بس یہ شعر سننا تھا کہ تکان و تعب سب بھول گئے ۔ جوش میں آکر زور سے ایک چیخ ماری اور وجد میں آکر رقص کرنے لگے ۔ ان پر زیادہ تر خوف و خشیت ہی کا غلبہ رہتا تھا ۔ اور اکثر مغفرت کے تذکروں پر حال طاری ہو ہو جاتا تھا بارہا دیکھا گیا کہ بے اختیار ہو ہو کر موقع بے موقع حضرت والا کے پاس پہونچ جاتے اور مغلوبیت کی باتیں کرنے لگتے ۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اس قدر خوف و خشیت کا غلبہ میں نے کسی پر نہیں دیکھا جب وہ غلبۂ حال میں باتیں کرتے تو ان کی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا جیسے ان کا اس وقت کلیجہ پھٹا جا رہا ہے بروایت استادی جناب مولانا سراج احمد صاحب امروہوی جو حضرت والا کے خلیفہ مجاز ہیں ۔ ایک بار شاہ صاحب پر حضرت والا کی عدم موجودگی میں کہ نماز جماعت شدید کیفیت طاری ہوئی اور نماز میں بے اختیار اللہ اللہ کرکے کبھی صف سے آگے آجاتے کبھی پیچھے ہٹ جاتے ۔ حضرت والا کی واپسی سفر کے بعد بھی وہی حالت تھی حضرت والا نے جب پانی دم کرکے پلایا تب جاکر سکون ہوا ۔ حضرت والا نے تنبیہاً ایک اور صاحب سے جو کیفیات کے [illegible] متمنی رہتے تھے فرمایا کہ کیا آپ بھی اپنی ایسی ہی حالت چاہتے ہیں انہوں نے کہا نہیں حضرت یہ سخت حالت ہے اس کا تحمل کہاں تو باوجود ان کیفیات قویہ کے جو اتنک موجود تھیں شاہ صاحب حضرت والا کے زمانہ کانپور کے جوش و خروش کو اخیر وقت تک یاد فرماتے رہے اور حضرت والا سے ویسی ہی توجہ کے طالب رہے حضرت والا یہ فرماکر تسلی فرماتے رہے کہ وہ کیفیات سابقہ [illegible] اور موجودہ کیفیات لطیفہ روحانی ہیں ۔ ان کے مقابلہ میں وہ کوئی حقیقت نہیں رکھتیں

اس زمانہ کی توجہ کے آثار کی ایسی مثال تھی جیسے [illegible]

اور کچھ نہ بادل رہا نہ پانی ۔ زمین بدستور خشک کی خشک [illegible]

جیسے لگاتار پانی کی میو [illegible] برس رہی ہو [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

احقر نے ایک بار شاہ لطف رسول صاحب رح سے حضرت والا کے اس پرانے جوش خروش کے حالات سن کر حضرت والا سے عرض کیا کہ کبھی حضرت کو بھی وہ حالات و کیفیات یاد آتی ہیں۔ فرمایا کہ اگر کسی عورت کو اس کے شوہر نے چاندی کا چمکدار زیور اتار کر سر سے پاؤں تک سونے کے زیورات سے لاد دیا ہو جو چاندی کے زیور کے مقابلہ میں بظاہر ماند معلوم ہوتا ہے تو کیا وہ عورت اس اترے ہوئے چاندی کے زیور کو بھی کبھی یاد کرے گی یا برخلاف اس کے شوہر کا شکر ادا کرے گی کہ چاندی کا گھٹیا زیور اتار کر سونے کا بڑھیا زیور پہنا دیا۔

غرض حضرت والا کا حضرت حاجی صاحب رح کی خدمت میں قیام کرنے کے بعد کا زمانہ بہت ہی جوش خروش کا زمانہ تھا جس کے اثر سے طلبا و مدرسین بھی ذاکر شاغل ہو گئے تھے چنانچہ ایک طالب علم نے بھی حضرت والا کی دیکھا دیکھی بلا مشورہ اپنے طور پر ذکر شغل شروع کر دیا۔ اس سے انہیں ایک دن جبکہ وہ بوستاں کا سبق ایک اور مولوی صاحب سے پڑھ رہے تھے مندرجہ ذیل اشعار پر ایک سخت حالت طاری ہو گئی ؎

بہ مجنوں کسے گفت کائے نیک پے	چہ بودت کہ دیگر نیائی بحے
مگر در سرت شور لیلے نماند	خیالت دگر گشت و میلے نماند
چو بشنید بیچارہ بگریست زار	کہ اے خواجہ دستم ز دامن بدار
مرا خود دل دردمندست خیز	تو نیزم نمک بر جراحت مریز
نہ دوری دلیل صبوری بود	کہ بسیار دوری ضروری بود

اس قدر قوی حالت تھی کہ لا الٰہ الا اللہ کہتے ہوئے اور زور سے بھاگتے ہوئے بازار کی طرف نکل گئے۔ جو ملتا اس سے کہتے جاتے کہو لا الٰہ الا اللہ ایسا اثر تھا کہ جس سے کہتے وہ لا الٰہ الا اللہ کہنے پر اس وقت مجبور ہو جاتا۔ چنانچہ بہت سے ہندوؤں یہاں تک کہ ہندو کانسٹبلوں سے بھی لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کو کہا تو وہ بھی بے اختیار پڑھنے لگے ان طالب علم کے ماموں کہ وہ بھی طالب علمی کرتے تھے سخت پریشان ہونے لگے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میاں پریشان ہونے کی کیا بات ہے یہ تو خوش ہونے کی بات ہے کہ تمہارا بھانجہ ولی ہو گیا۔ تڑپنے وقت وہ اپنے بھانجہ کو دبا کر بیٹھ گئے تو حضرت والا نے منع فرما دیا کہ ایسا نہ کرو۔ تڑپنے دو ورنہ گھٹ کر دم نکل جانے کا اندیشہ ہے۔ ایسی شدید کیفیات میں یہی چاہئے کہ خوب تڑپنے دے۔ انہوں نے عذر کیا کہ چوٹ لگ جائے گی فرمایا کہ چوٹ تو دل پر لگ چکی اب ظاہری چوٹ کی اتنی رعایت رکھو کہ ان کو گرنے پڑنے مت دو مگر پکڑو نہیں

Marfat.com

جب بازار کی طرف بھاگے ہوئے گئے تو پیچھے پیچھے ان کے ماموں اور دوسرے لوگ بھی بھاگے اور بمشکل پکڑ کر لائے جب مدرسے میں پہونچے تو عصر کی نماز کا وقت ختم ہو رہا تھا حضرت والا نے فرمایا کہ گو یہ اس وقت مکلف نہیں مگر پھر بھی یہی اچھا ہے کہ ان سے نماز پڑھنے کے لئے کہا جائے۔ چنانچہ ان سے کہا گیا۔ لیکن انہیں لا الٰہ الا اللہ ہی کی رٹ لگی ہوئی تھی۔

چونکہ آداب وجد میں سے یہ ہے کہ صاحب وجد کی حاضرین بھی موافقت کریں لہٰذا حضرت والا کے ایک شاگرد مولوی محمد یونس صاحب نے یہ ترکیب کی کہ ان سے پہلے تو یہ کہا کہ لا الٰہ الا اللہ کا وضو کر لو۔ یہ سنتے ہی انہوں نے فوراً وضو کر لیا پھر کہا کہ لا الٰہ الا اللہ کی نماز بھی پڑھ لو۔ چنانچہ نماز کے لئے بھی کھڑے ہو گئے۔ لیکن نماز عجیب طرح کی پڑھی۔ بجائے اللہ اکبر کے آہ آہ کہتے تھے اور بجائے تلاوت وغیرہ کے اشعار عشقیہ پڑھتے تھے۔ اس وقت انہیں بہت اشعار یاد آتے چلے گئے۔ حالانکہ اس سے قبل انہیں کبھی اشعار پڑھتے ہی نہ سنا گیا تھا۔ اس نماز میں انھوں نے سجدے بھی بے تعداد کئے۔

رات بھر یہی کیفیت رہی یہاں تک کہ اس کیفیت کے سلب کرانے کی ضرورت محسوس ہوئی دوسرے روز ان کو حضرت والا نے ایک صاحب تصرف ولایتی درویش میاں خاکی شاہ کے پاس جو کانپور ہی میں رہتے تھے اور جن کی قوت توجہ حضرت والا کو معلوم تھی سلب کیفیت کے لئے بھیجا۔ انہوں نے کہا یہ خوب بات ہے کہ گولی تو ماردی خود اور اب نکلوانے بیٹھے ہیں مجھ سے کچھ تھوڑی سی توجہ کا عمل کیا اور دوسرے روز پھر آنے کے لئے کہا لیکن شب کو اس طالب علم نے خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرما رہے ہیں کہ اس فقیر سے کہہ دینا کہ کیا تیری کمبختی آئی ہے [illegible] سلب کرتا ہے۔ جب یہ خواب حضرت والا نے سنا تو اس طالب علم کو ان درویش کے پاس جانے سے منع فرما دیا۔

سوچنے سے دوسری تدبیر یہ ذہن میں آئی کہ ان کے [illegible]

چنانچہ حضرت والا نے ایک صاحب سماع صوفی سے کہا [illegible] تم ان کو اپنے یہاں لیجا کر ذرا سماع سنوا دو [illegible] ان صاحب نے [illegible] اس درخواست کو بہت خوشی کے ساتھ منظور کیا کیونکہ یہ بڑے فخر کی بات تھی [illegible] ہماری احتیاج ہوئی۔ چنانچہ وہ ان کو اپنی جماعت کے پاس لے گئے۔ لیکن جب وہ لوگ آلات [illegible] لیکر بیٹھے تو وہ طالب علم بہت [illegible] [illegible]

توڑ پھوڑ دوں گا۔ یہ کہکر وہاں سے بھاگ آئے پھر حضرت والا نے ایک خوش آواز بنگالی طالب علم سے جن کی آواز میں درد تھا کہا کہ تم ان کو کسی الگ جگہ لیجا کر کچھ اشعار سنادو اور اس جگہ اور کسی کو جانے کی اجازت نہیں دی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت خسرو رح کی یہ غزل ان کو خلوت میں لے جاکر سنائی سے

از ہجر تو دل کباب تا کے جاں در طلبت خراب تا کے

در مصحف روئے او نظر کن خسرو غزل و کتاب تا کے

ان اشعار کو سُن کر انہیں وجد آیا اور بیحد جوش خروش ہوا اور کھڑے ہو کر زور زور سے خود بھی یہ کہتے جاتے تھے۔ تا کے، تا کے، حضرت والا تک بھی یہ آواز آرہی تھی۔ جب دل کی بھڑاس اچھی طرح نکل گئی تو پھر سکون ہوگیا۔ غرض یہ تدبیر نافع ہوئی۔ انہیں طالب علم نے یہ بھی خواب میں دیکھا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ تم کسی سے بیعت ہو جاؤ انھوں نے جب عرض کیا کہ حضرت کس سے؟ تو فرمایا جس سے زیادہ اعتقاد ہو۔ چنانچہ انہوں نے حضرت والا سے یہ خواب بیان کیا۔ جواب میں فرمایا جس سے اعتقاد ہو اس سے بیعت ہو جاؤ انہوں نے کہا کہ مجھے تو آپ سے اعتقاد ہے یہ کہہ کر حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی حضرت والا نے اس بنا پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ ہے بلا تأمل بیعت فرمالیا۔ حضرت والا نے یہ واقعہ نقل کرکے فرمایا کہ یہ لوگ ان کیفیات کو نہ جانے کیا سمجھتے ہیں حالانکہ ان کی بس یہ حقیقت ہے کہ صرف چار دن تک تو خوب جوش و خروش رہا پھر ویسے کے ویسے ہی ہوگئے چنانچہ وہ صاحب تب تک ہیں لیکن بالکل کورے بقول شخصے چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات ہے۔ اھ

جناب شاہ لطف رسول صاحب رح کو جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے حضرت والا کے حلقہ توجہ میں کشف بہت ہونے لگا تھا۔ ایک بار حضرت والا کو شوق ہوا کہ جناب بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا کو توجہ دیں چنانچہ ان پر اس قدر اثر ہوا کہ ہاتھ پیروں میں تشنج پیدا ہوگیا اور حالت غیر ہونے لگی۔ یہانتک کہ خود حضرت والا بھی گھبرا گئے اور جلدی سے توجہ کو ہٹا کر پانی دم کرکے پلایا تب خدا خدا کرکے افاقہ ہوا۔

غرض بعد واپسی مکہ معظمہ کچھ عرصہ تک خوب ذکر و شغل کا ذوق و شوق احوال و مواجید کا طریان ورود اور افاضہ باطنی کا جوش و خروش رہا جیسا کہ مکتوبات امدادیہ کے مکتوب مؤرخہ ۸ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ سے بھی مترشح ہوتا ہے جس میں حضرت حاجی صاحب رح حضرت والا کو ارقام فرماتے ہیں کہ خط آپ کا بذریعہ ڈاک وصول ہوا کمال خوشی ہوئی اللہ تعالےٰ آں عزیز کو مدام اپنی یاد

Marfat.com

اور ذوق و شوق و مواجید میں سرشار اور مخمور رکھے۔ اھ (ملاحظہ ہو اقتباس نمبر ۱۵) لیکن جب مقامات متصلہ میں رسوخ ہو گیا تو اس شوق نے دوسرا رنگ اختیار کیا یعنی مقامات متوقعہ کی طلب شدید دامنگیر ہوئی جس نے مصداق اشعار ؎

مصلحت نیست مرا سیری ازاں آب حیات　　ضاعف اللہ بہ کل زماں عطشی

نگردد قطع ہرگز جادۂ عشق از دویدنہا　　کہ می بالد بخود ایں راہ چوں تاک از بریدنہا

بحر بیست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست　　آنجا جز اینکہ جاں بسپارند چارہ نیست

دوبارہ پھر ویسی ہی کیفیت اضطرابیہ والتہابیہ رونما کر دی جیسی قبل قیام مکہ مکرمہ ابتدائے حال میں طاری ہوئی تھی۔ لیکن ان دونوں کیفیتوں میں زمین و آسمان کا فرق تھا کیونکہ وہ کیفیت طلب ابتدائی سے ناشی تھی اور یہ طلب مزید سے۔ اور اس قسم کے تغیرات و تقلبات تو لوازم طریق سے ہیں۔ کیونکہ گو پانی کو سمندر میں پہونچکر سکون ہو جاتا ہے لیکن ہاں بھی مد و جزر اور تلاطم ساتھ لگا ہوا ہے جس کی قوت شدت اور شوکت و صولت پہلے سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ پہاڑوں کی سربفلک چوٹیوں پر بھی پہونچکر پھر گہری وادیوں سے سابقہ پڑتا ہے اور حدود بارگاہ شاہی میں داخل ہونے کے بعد بھی خاص خاص محلات میں پہونچنے کے لئے لمبی لمبی اور تیرہ و تار سرنگوں میں ہو کر گذرنا پڑتا ہے۔

غرض چونکہ اللہ تعالےٰ کو حضرت والا کا رفع مراتب کرنا منظور تھا بمضمون ہشیار [illegible] حضرت حاجی صاحب رح حضرت والا کی حالت باطنی نے پھر پلٹا کھایا اور پہلے سے بھی زیادہ [illegible] زور دکھایا۔ چنانچہ مصداق النہایۃ ھی العود الی البدایۃ پھر ویسی ہی حیرانی و پریشانی [illegible] جیسی قبل قیام مکہ مکرمہ لاحق ہوئی تھی بلکہ اس سے بھی بڑھکر کیونکہ یہ تشنگی طلب حقیقت [illegible] لذت آشنا ہو جانے کے بعد پیدا ہوئی تھی اور گو یہ پریشانی نہایت لذیذ پریشانی تھی [illegible] کے پھر کسی دستگیری کی شدید فوری ضرورت محسوس ہوئی۔ اور [illegible] لذت [illegible] ابتدائے سلوک میں ایک گونہ تسلی ہو چکی تھی یعنی [illegible] شفیق [illegible]

جن کو گاہ گاہ حالات کی اطلاع فرماتے ہی رہتے تھے اس [illegible] سے رجوع فرمایا۔ لیکن جو قلب [illegible] سخت [illegible] دوسرے رنگ کو کیونکر قبول کر سکتا تھا [illegible] ان کا [illegible] شریف و لطیف لہوں [illegible] اگرچہ [illegible] کا [illegible] والا خود بوجہ غلبہ حال [illegible]

Marfat.com

وتدابیرات مختلفہ نیز خاص اپنے مواجہ میں شغل روحی وغیرہ کرانے سے بھی بجز ازدیاد اضطراب وشدت تشنگی طلب کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

گو ان تدابیر سے شروع میں کسی قدر افاقہ کی سی صورت نظر آنے لگی تھی لیکن وہ افاقہ بالفاظ حضرت حاجی صاحب رح محض ظنی ومستعار تھا۔ قیام پذیر نہ تھا۔ جیسا کہ مکتوبات امدادیہ کے مکتوب ۲۳ کی نقل سے واضح ہوگا جو بعد کو درج کی جائے گی۔ اس اضطراب کا اصل سبب حسب ارشاد حضرت والا حصول مقصود کی غایت عجلت اور احوال وکیفیات غیر اختیاریہ کی شدت طلب ورغبت تھی۔ یہ مفرط یہاں تک بڑھا کہ اس نے مصداق ؎

نابدانی ہر کہ ایزداں بخواند از ہمہ کار جہاں بیکار ماند

سارے مشاغل سے دل اچاٹ کر دیا۔ نہ درس وتدریس سے دلچسپی رہی نہ افاضۂ ظاہر وباطنی کا شوق رہا۔ درس وتدریس کی جانب تو خیر بتکلف توجہ فرمانی ہی پڑی کیونکہ ایسا کرنا بوجہ مشاہرہ کے واجب تھا لیکن دیگر افاضات ظاہری وباطنی مثلاً وعظ وتلقین وغیرہ کو بالکل بند فرما دیا۔ کیونکہ اول خویش بعدہٗ درویش یہاں تو اپنی ہی تنکر پڑی ہوئی تھی۔ دوسروں کی فکر کا کسے ہوش تھا۔ وقت درس وتدریس سے بچا بس محبوب حقیقی ہی کی دھن اور دھیان میں گذرتا۔ غرض سب تعلقا غیر ضروریہ کو خیرباد کہہ کر یکسوئی اختیار فرمالی۔ یہاں تک کہ وعظ کہنا بھی موقوف فرما دیا جس کے اہل کانپور بے حد دلدادہ وگرویدہ اور ایک مدت مدید یعنی شروع قیام کانپور ہی سے یعنی خود کردہ والذت چشیدہ ہو رہے تھے۔

وعظ کا موقوف فرمانا تھا کہ تمام مسلمانان کانپور میں ایک ہل چل مچ گئی اور اس چشمۂ فیض سے جو تشنگان علوم ومعارف اشرفیہ آئے دن سیراب ہوتے رہتے تھے وہ ماہی بے آب کی طرح بیتاب ہو گئے اور طرح طرح سے حضرت والا پر وعظ فرمانے کے لئے زور ڈالنے لگے۔ ایک دن خود جناب عبدالرحمن خانصاحب مرحوم ومغفور جو بانی مدرسہ جامع العلوم تھے اور ایک معمر وصالح بزرگ تھے بیتابانہ حاضر خدمت ہوئے والہانہ یہ شعر پڑھا ؎

نصاب حسن در حد کمال است زکاتم دہ کہ مسکین وفقیرم

حضرت والا نے نہایت دردناک لہجہ میں فرمایا کہ حضرت میں تو خود ہی فقیر ہو رہا ہوں دوسرے کو کیا دوں۔ اھ جو اپنے کو اس قدر حرماں نصیب سمجھے ہوئے ہو اور جس پر عبدیت کا اتنا غلبہ ہو اسکو بھلا وعظ کہنے کی جس میں ایک صورت ترفع اور دعوے کی ہوتی ہے کیونکر جرأت ہو سکتی تھی۔

Marfat.com

اسی زمانہ میں مدرسہ کا جلسہ ہوا اس میں تو حضرت والا کے وعظ کی سب حضرات اراکین مدرسہ کو بہت ہی شدید ضرورت محسوس ہونے لگی اور بزبان حال کہنے لگے ؎

بنمائے رخ کہ خلقے والہ شود و حیراں   بکشائے لب کہ فریاد از مرد و زن برآید

شرکت جلسہ کے لئے بیرونی حضرات علما بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان کو ساتھ لے کر اراکین مدرسہ حاضر خدمت ہوئے اور ہر ایک ان حضرات نے نہایت شد و مد کے ساتھ وعظ کے لئے اصرار کرنے لگے۔ حضرت والا کے قلب سلیم میں حضرات اہل علم کا اس درجہ ادب و احترام ہے کہ تو تھ مولویوں کا بھی نہایت درجہ لحاظ فرماتے ہیں اور وہ تو [illegible] کو سفارشی بنا کر لائے تھے۔ حضرت والا کو نہایت درجہ تنگی واقع [illegible] کچھ نہ بنا سکا۔ فرما سکتے تھے نہ انکار [illegible] ہو کر گردن جھکا لی اور رونے لگے۔ یہ حال [illegible] صاحب [illegible] رحمۃ اللہ علیہ کا دل پانی پانی ہو گیا اور [illegible] ؎

عشق سے [illegible] آدمی [illegible]

پھر اپنے ساتھیوں سے [illegible]

مولوی شاہ سلیمان صاحب [illegible]

اصرار کرنے کے لئے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

میں سے وعظ کہنا چھوڑ دیا تھا [illegible]

[illegible]

[illegible]

زمانہ بیان [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ؎

[illegible]

اسی کیفیت کے متعلق ایک اور بھی مہتم بالشان واقعہ ہے جس کو حضرت والا اکثر بیان فرمایا کرتے ہیں چونکہ اس سے بھی اس کیفیت کی جس کو اس وقت بیان کیا جا رہا ہے توضیح و شرح ہوتی ہے اس لئے اس موقع پر اس کو بیان کر دینا مناسب ہے۔ اس واقعہ کو خود حضرت والا نے اپنے وعظ شکر المثنوی کے اخیر میں بہ تفصیل بیان فرمایا ہے لہذا مطبوعہ وعظ مذکور کے صفحات ۲۲ و ۲۳ سے بلفظہ نقل کیا جاتا ہے۔

حق تعالیٰ کی کسی نعمت کے روکنے میں کوئی مصلحت ہوتی ہے خود میرا واقعہ ہے کہ ابتدا میں میرا جوش زیادہ تھا ایک مرتبہ خیال ہوا کہ ہم کو طلب بھی ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ حق سبحانہ کو ہماری حالت کا علم ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ ان کو قدرت تامہ بھی حاصل ہے اور کریم رحیم بھی ہیں پھر ان باتوں کے ہوتے ہوئے دیر کیوں ہے اس کا جواب میری سمجھ میں کچھ نہ آیا جب بہت پریشانی بڑھی تو خیال ہوا کہ مولانا رومی رح سے مشورہ لو یہ خیال کر کے مثنوی کھولی تو پہلے صفحہ پر یہ اشعار نکلے جن میں چاروں مقدمے وہ تھے جو میں نے قائم کئے تھے اور پانچواں مقدمہ اور تھا جو کہ میرے ذہن میں نہ تھا جس کے نہ ہونے کے سبب میری سمجھ میں جواب نہ آتا تھا یعنی یہ کہ وہ حکیم بھی ہیں اور اس تاخیر میں حکمت ہے اشعار مذکورہ یہ ہیں ؎

چارہ می‌جوید پئے من درد تو   می‌شنودم دوش آہِ سردِ تو
می توانم ہم کہ بے ایں انتظار   رہ نمایم وادہم راہِ گذار
تا ازیں طوفان دوراں وارہی   بر سر گنج وصالم پا نہی
لیک شیرینی و لذاتِ مقر   ہست بر اندازۂ رنج سفر
آنگہ از فرزند و خویشاں برخوری   کز غریبی رنج و محنتہا بری

حاصل اشعار یہ ہے کہ یہ مسلم ہے کہ تمہارا درد عشق میرے وصال کی تدبیر کا طالب ہے (اس میں میرا مقدمہ اولے کو تسلیم کیا ہے) اور میں کل رات تمہاری آہِ سرد کو سنتا بھی تھا (اس میں میرے مقدمہ ثانیہ کو مانا گیا ہے) اور میں یہ بھی کر سکتا ہوں کہ تم کو اپنے وصال کی طرف رہنمائی کردوں اور تمہاں آنے کے لئے راستہ دیدوں تاکہ تم گردش زمانہ کے طوفان سے نجات پا جاؤ اور میرے گنج وصال پر پہنچ جاؤ (اس میں میرے مقدمہ ثالثہ کو تصریحاً اور رابعہ کو اشارۃً تسلیم کیا ہے) لیکن کسی قدر تاخیر میں حکمت یہ ہے کہ گھر کی راحت اور منزل کی لذت اسی قدر حاصل ہوتی ہے جس قدر کہ سفر میں تکلیف ہو اس لئے تم کو اپنے بال بچوں اور عزیز و اقارب سے مل کر لطف اس وقت حاصل ہوتا ہے

جب کہ سفر میں بہت کچھ تکلیفیں اور زحمتیں اٹھانی پڑیں۔ اس مضمون میں ایک مقدمہ تا مسہ بڑھایا ہے
اور میرے تمام مقدمات کو تسلیم کرکے اسی مقدمہ خامسہ سے شبہ کا جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے
کہ ہم حکیم بھی ہیں اور ہمارے کام مصلحت سے ہوتے ہیں اس توقف میں یہ مصلحت ہے کہ جب
تمہیں ہمارا وصال نصیب ہو تو تم ہیں اس کی قدر ہو۔"

اسی زمانہ میں جبکہ یہ کیفیت زور پر تھی ایک بار حضرت والا عید کے موقع پر وطن تشریف لئے
ہوئے تھے بعد نماز عید حسب عادت اہل قصبہ درگاہ شاہ ولایت صاحب میں موجود تھی جمع عام
بغرض فاتحہ حاضر ہوئے۔ وہاں سب کے سامنے ایک صاحب نے حضرت والا پر اعتراض کیا کہ آپ نے
اپنے ماموں پیرجی امداد علی صاحب رح سے رجوع نہ کرنا چاہئے تھا۔ آپ نے اپنی شان [illegible]
خلاف کیا۔ کیونکہ پیرجی صاحب رح کی حالت بے تکلف شریعت پر منطبق نہیں [illegible] حضرت والا [illegible]
اعتراض کے جواب دینے اور قیل وقال کرنے کے سارے مجمع کے سامنے [illegible]
اور قطع نزاع کے لئے اعتراف تصور کرلیا اور فرمایا کہ ہاں صاحب ہاں میں واقعی [illegible]
ہوں خدا کیلئے معاف کیجئے قیل وقال نہ کیجئے اس سے [illegible] تسلیم [illegible]
زیادہ برا ہوں جتنا آپ مجھے سمجھ رہے ہیں۔ اھ۔ اس واقعہ سے غلبہ [illegible] اور قیل وقال سے
وحشت کا جو کچھ اثبات ہوتا ہے وہ ظاہر ہے۔

اسی زمانہ جوش وخروش میں حضرت والا [illegible] کا ایک مکان [illegible] تھانہ بھون [illegible]
اس کے کہ شان ترک بہت بڑھی ہوئی تھی یہ تجویز کیا کہ [illegible] لفظ خانقاہ [illegible]
جناب پیرجی صاحب رح نے اس بنا پر [illegible] ایک [illegible]
کی سی صورت ہے۔ اھ

ان سب واقعات [illegible]
کوئی حال طاری تھا اس [illegible]
یاد آیا جو نقل کیا جاتا ہے [illegible] حضرت والا [illegible]
[illegible] وہ شعر یہ ہے ؎

[illegible]

Marfat.com

(از حضرت حافظ شیرازیؒ)

اے بادشہِ خوباں داد از غمِ تنہائی
دل بے تو بجاں آمد وقت ست کہ باز آئی

اے درد توام درماں در بسترِ ناکامی
وے یاد توام مونس در گوشۂ تنہائی

(از حضرت امیر خسروؒ)

حیراں شدہ ام در آرزویت
اے چشم جہانیاں بسویت

ماییم و تصورِ خموشی
آفاق ہمہ بگفتگویت

خسرو کشتہ تو اسیرست
چارہ چہ کنیا در کویت

جیسا کہ پہلے بہ تفصیل بیان کیا جا چکا ہے یہ اضطراب بہت پر لطف اضطراب تھا کیونکہ اس کا منشا حسب ارشاد حضرت والا محض غلبۂ رجاء اور شوقِ مطلوب تھا وہ اسید کامیابی تھا پریشانی تو تھی لیکن وحشت نہ تھی محبوب پریشانی تھی کیونکہ ذوق و شوق کی پریشانی تھی جس میں اسید وصل لذت تھی ۔ حضرت والا فرماتے ہیں یہی جی چاہتا تھا کہ بس سب کی یہی حالت ہو جائے اس سے حضرت والا کی غایت شفقت علی الخلق اور حسد سے اشاعت طریق کا اہتمام بیعت سے ثابت ہوتی ہے ورنہ اکثر اپنی دولت باطنی میں کسی دوسرے کی شرکت [illegible] کرتے ہیں ۔

غرض جب حضرت والا کی کیفیت شوقیہ حد سے زیادہ بڑھی اور [illegible] پیر جی [illegible] کی بھی تدابیر سے بجائے افاقہ و تسلی و پریشانی و اضطراب میں اور اضافہ ہوتا چلا گیا تب تو بہت گھبرائے اور خاص طور سے اپنے اصل دستگیر حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں عریضہ لکھا [illegible] پیر جی صاحبؒ سے رجوع کرنے کا بھی حال صاف صاف درج کر دیا کیونکہ بالکل [illegible] اور طلب صادق کی بنا پر رجوع کیا تھا بلکہ نہایت سادگی کے ساتھ اپنے پیر جی صاحب کی خدمت میں آتے جاتے رہنے کی خود حضرت حاجی صاحبؒ سے بھی اجازت طلب کی کیونکہ حضرت حاجی صاحبؒ سے خط و کتابت کرنے کے لئے بوجہ بُعد مکانی بہت طویل مدت درکار ہوتی تھی اور [illegible] عجلت طلب اور پے در پے تغیر اشد احوال کا یہ مقتضا تھا کہ جلد جلد عرض حال کیا جائے اور جہاں کہیں سے بھی ممکن ہو جلد سے جلد مقصود حاصل کیا جائے ۔ پھر خود حضرت حاجی صاحبؒ کا یہ معمولی ملفوظ بھی سنے ہوئے تھے فرمایا کہ [illegible] صاحب [illegible] میں اپنا بندہ نہیں بنانا چاہتا ۔ خدا کا بندہ بنانا چاہتا ہوں کیونکہ خدا مقصود ہے [illegible] مقصود نہیں [illegible] اور [illegible]

[illegible]

ضرورت ہو تو بیعت کی بھی اجازت ہے انتہیٰ۔

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے اس زمانہ میں بہت ہی زیادہ شوق طلب غالب تھا۔ اور گو میں نے اپنے ذہن میں یہ طے کر رکھا تھا کہ اخیر میں اپنے حضرت ہی سے بالخصوص [illegible] ہیں حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز سے رجوع کروں گا لیکن اس احتمال پر کہ شاید کوئی خاص بات اور جگہ بھی ہو تو لاؤ اسے بھی حاصل کرلیں اور یہ حضرات تو اپنے ہی ہیں ان سے تو آخر [illegible] رجوع کرنا ہے ہی، اور اگر اپنے حضرت سے پہلے رجوع کر لیا تو پھر [illegible] دوسرے سے رجوع کرنا باعث بے ادبی ہوگا۔

غرض جب وہ پریشان حالات کا خط حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں پہنچا تو [illegible] ملاحظہ فرمائیے۔ جناب [illegible] صاحب نے حضرت والا سے [illegible] آکر بیان کیا [illegible] خط پہنچا ہے تو اس کو پڑھ کر حضرت حاجی صاحب [illegible] کبھی باہر تشریف لاتے اور [illegible] [illegible]

[illegible]

اے صبا نکہتے از کوئے فلانے بمن آر — زار و بیمار غمم راحتِ جانے بمن آر
قلب بیحاصل ما را بزن اکسیر مراد — یعنی از خاکِ درِ دوست نشانے بمن آر
در غریبی و فراق و غم دل پیر شدم — ساغر می ز کفِ تازہ جوانے بمن آر

انہوں نے حضرت حاجی صاحب رح کا کرامت نامہ دیا اور زبانی پیغام بھی نقل کیا اور پھر یہ اشعار صادق آنے لگے ؎

بحمد اللہ چہ راحت یافت جان بیقرار من — کہ آمد ناگہاں نامہ ز سوئے شہریار من
بایں شکرانہ بردیدہ نہادم پائے قاصد را — کہ از نامہ منور کرد چشم انتظار من

حضرت والا فرماتے ہیں کہ قبل ظہر انہوں نے حضرت کا مجھے یہ پیغام سنایا تھا بس سنتے ہی ایسا معلوم ہوا جیسے دہکتے ہوئے تنور پر کسی نے بھری ہوئی مشک چھوڑ دی اور جلتے ہوئے سینہ پر برف کا ٹکڑا رکھ دیا ہو۔ عصر تک نصف سے بھی کم پریشانی رہ گئی اور مغرب تک تو بس بالکل مطلع صاف تھا۔ پریشانی کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ پھر میں نے صبح کو حضرت حاجی صاحب رح کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ جس کی پیشانی پر حضرت حافظ شیرازی رح کے یہ اشعار حسب حال لکھے ؎

دوش وقتِ سحر از غصہ نجاتم دادند — واندراں ظلمت شب آب حیاتم دادند
کیمیائیست عجب بندگی پیر مغاں — خاک او گشتم و چندیں درجاتم دادند

اور حضرت مولانا رومی کا یہ شعر بھی لکھا ؎

دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست — دست او جز قبضۂ اللہ نیست — اھ

اسی زمانہ میں حضرت والا نے حضرت حاجی صاحب رح کو خواب میں بھی اس طرح دیکھا کہ پیر جی کے متعلق فرما رہے ہیں کہ ان کے پاس نہ بیٹھا کرو خارش ہو جائے گی اھ یہ بھی غیبی دستگیری تھی۔

حضرت حاجی صاحب رح نے جو مذکورہ بالا پیغام زبانی دیتے وقت حضرت والا کے عریضۂ حالات کا جواب باصواب تحریر فرما کر دستی حوالہ فرمایا تھا۔ اس کے بعض خاص خاص فقرات کی نقل حسب وعدہ درج کی جاتی ہے۔ یہ مکتوب مجموعۂ مکتوبات امدادیہ کا تیئیسواں مکتوب ہے۔ حضرت حاجی صاحب رح اپنے اس مکتوب عجیب اسلوب میں حضرت والا کو تحریر فرماتے ہیں۔

" بعد دعوات زائد ذوق وشوق مع الجمعیت والانشراح وانبساط خاطر آں عزیز باد۔ خط آں عزیز رسید کیفیت حالات معلوم شد [illegible] [illegible]
دادہ [illegible] انا ظنی و [illegible] [illegible] [illegible]

طلبیدہ بودند از طرف نقیر اجازت است ذکا و اد و اشغال مختلف بحالت تلوین ہم زیان است زیرا کہ اثر ہر یک جدا گانہ است - ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است بلکہ باعث تفرقہ و تشویشات خاطر بجید وجہ زمودہ اند الی قولہ ایں علاج در ضیاء القلوب از صفحہ ۵۴ تا صفحہ ۵۵ مرقوم است بعمل آرند - انشاء اللہ تعالیٰ طبیعت صلاح و فلاح پذیر خواہد شد خاطر جمع دارند - ثم الی قولہ باقی حالات اینجانب زبانی مولوی عبدالرزاق صاحب معلوم خواہد شد . . . . . فقط ۱۳۱۰ھ غالبًا

یہ مکتوب راحۃ القلوب بڑے بڑے نادر حقائق طریق و رفع تشویش خاطر کی بڑی بڑی نافع تدابیر انیق سے مملو تھا لیکن جو اس والا نامہ بیض شمامہ کی روح تھی وہ حضرت کاتب یعنی حضرت حاجی صاحب کی قلبی دعا و توجہ تھی - چنانچہ حضرت والا فرماتے ہیں کہ تدابیر مرقومہ مکتوب کے استعمال کی ضرورت ہی واقع نہ ہوئی - پیغام زبانی سنتے ہی اور خط پڑھتے ہی تسلی ہوگئی اور (جیسا اوپر بیان کیا گیا) مغرب تک بالکل مطلع صاف تھا - پریشانی کا نام و نشان بھی نہ رہا کامل سکون ہوگیا - اھ احقر مؤلف عرض کرتا ہے حضرت حاجی صاحب رح کی یہ مرقومہ بالا بشارت کہ انشاء اللہ تعالیٰ طبیعت صلاح و فلاح پذیر خواہد شد خاطر جمع دارند ۔۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی جلد پوری فرما دی کہ برسوں کی پریشانی گھنٹوں میں ختم ہوگئی اور امداد غیبی نے حضرت والا کو گرداب تحیر و توحش سے نکال کر دفعۃً ساحل سلامت و سکون پر کھڑا کیا -

اپنے ماموں صاحب سے رجوع کرنے کے متعلق حضرت والا نے جو عریضہ نامہ حضرت [illegible] گنگوہی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں بزبان عربی تحریر فرمایا تھا اس میں اپنی معذوری کی تفصیل [illegible] الفاظ میں درج فرمائی ہے - [illegible] حصہ کا اقتباس جس میں کیفیت اضطرابیہ و [illegible] ہونے کا حال مسطور ہے اپنے موقع پر نقل [illegible] کو نقل کرنے کا ہے [illegible] میں حضرت [illegible] خود اپنے قلم [illegible] سے کیفیت [illegible] سکون ہونے کا تذکرہ [illegible] تحریر فرمایا ہے -

[illegible]

فاذا لا نام بكروانى هاثم   فانظر الى بحرمن يا هاد

يا سيدى لله شيئاً انه   انت لى المجدى والمجادى

فقد زادنى بضوئى وقال حيا وكرامه + واقامنى على ساحل السلامه + فلزمت شوقا وتمنيت ذوقا

دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند   واندراں ظلمت شب آب حیاتم دادند

کیمیائیست عجب بندگی پیر مغاں   خاک او گشتم و چندیں درجاتم دادند

ھ

فقد لسعت حية الهوى كبدى   فلا طبيب لها ولا راقى

الا الحبيب الذى شغفت به   فعنده رقيتى وترياقى

غرض بحمد اللہ تعالیٰ حضرت والا اپنے مرشد بزرگ کی دعا و توجہ کی برکت سے اس گھاٹی سے پار ہو گئے اور حسب ارشاد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی وقت سے اپنے ماموں صاحب سے علیحدگی اختیار فرمالی اور گو اس انقطاع تعلق کی پیر جی صاحب کو اطلاع کرنا حضرت والا کو بنا بر غایت ادب و حسن ظن و امکان تاویل گراں تھا اور اس میں بے ادبی محسوس فرماتے تھے لیکن شریعت کے تقاضا پر شریعت کو مقدم رکھا [illegible] فرما کر بتقاضائے [illegible] پیر جی صاحب کی خدمت میں نہایت ادب کے ساتھ ایک تحریری اطلاع [illegible] اور [illegible] تعلق مستفاض و استفادہ باقی رکھنے سے رہا۔ شریعت مقدسہ کے مطابق عمل کر دیا [illegible] خدمت حقوق تمام باوجود [illegible] عاصم آہ [illegible] ترک فرما دی [illegible] ادب [illegible] نہایت [illegible] ملحوظ رکھا اور اب تک نہایت ادب و محبت و حسن ظن کے ساتھ جناب پیر جی صاحب کے حالات اور حکمت آمیز ملفوظات اکثر لطف لے لے کر بیان فرمایا کرتے ہیں اور جناب پیر جی صاحب نے بھی ہمیشہ حضرت والا کے ساتھ حسن ظن اور محبت کا برتاؤ رکھا یہاں تک کہ ایک موقع پر جب کسی خادم نے حضرت والا کے اس قطع تعلق کی شکایت پیر جی صاحب سے کی تو انہوں نے سختی کے ساتھ روک دیا اور فرمایا کہ میری اس بات سے میرا [illegible] ہے [illegible] ہوں جیسے بچپن میں کسی [illegible] پیشاب بھی کر دیا ہو [illegible] اس کو ایک آدھ [illegible] کبھی مار دیا ہو گا [illegible] لیکن کسی دوسرے کو [illegible] کہ اسکو [illegible] حضرت والا فرماتے ہیں کہ مجھے [illegible] ماموں صاحب کے ایک مرید نے ان کا خط دکھایا۔ اس میں لکھا تھا کہ [illegible] شب فلاں شخص (یعنی حضرت والا) کی [illegible] تو مناسب [illegible] کا [illegible] شریعت کی [illegible]

Marfat.com

علاوہ ازیں اس غائبانہ اظہار تعلق و محبت کے خود حضرت والا کو بعد اس قطع تعلق کے بھی خط [illegible] لکھکر بھیجا تھا کہ مجھے ایک چیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سینہ بسینہ بطور امانت پہونچی تھی۔ تم جوان صالح تھے [illegible] اس امانت کے اہل تھے میں نے تمہیں وہ امانت دینی چاہی تھی لیکن تم نے لینا ہی نہ چاہا۔ اگر اب بھی لینا چاہو تو میں اب بھی وہ امانت تمہیں دینے کے لئے تیار ہوں اھ۔ حضرت والا نے جواب [illegible] لکھ بھیجا کہ اگر وہ چیز شریعت کے موافق ہے تو میں لینے کیلئے حاضر ہوں لیکن اگر سر مو بھی شریعت کے [illegible] ہے تو مجھے اس سے معاف رکھیں۔

غرض حضرت والا نے بضرورت شرعیہ جناب پیر جی صاحب رحمۃ سے نہایت ادب [illegible] خوبی کے ساتھ علیحدگی اختیار فرمالی جس سے حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز [illegible] اس معاملہ میں خط وکتابت ہو رہی تھی بہت مسرور ہوئے اور بہت تحسین فرمائی اس خط [illegible] خلاصہ اوپر گذر چکا ہے جو کہ ایک جزو ہے۔ اس مکاتبت کا اسی کا دوسرا جزو مسئلہ مولود [illegible] بھی ہے جس کا خلاصہ خود حضرت والا کے قلم مبارک کا لکھا ہوا یادیاران تذکرہ حضرت مولانا [illegible] رحمۃ اللہ علیہ مصنفہ حضرت والا سے نقل کیا جاتا ہے وہ اقتباس یہ ہے۔

میں مدت تک مسائل مختلف فیہا میں اہل الحق و اہل البدعۃ کے متعلق باوجود [illegible] [illegible] و محمد للہ ایک غلطی میں مبتلا رہا اور اس غلطی پر بہت سے خیالات اور بہت سے عمل [illegible] یعنی بعض اعمال رسمیہ مثل مجلس متعارف میلاد شریف و امثالہا سے جو [illegible] عوام الناس کو مطلقاً اور ان عوام الناس کے ساتھ خواص کو بھی روکتے ہیں [illegible] مذموم اور ان کے مباشر کو ہمیشہ ملوم سمجھتا تھا اور بیعت عقیدہ کی [illegible] عوام الناس [illegible] پر متنبہ اور مطلع کرتا رہتا تھا لیکن یہ بات میرے خیال میں [illegible] میں [illegible] حضرت [illegible] معمول ہی نہ ہوگا [illegible] ضرورت نہیں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] تھا کہ [illegible] وقت تو [illegible] [illegible] میں [illegible] مخالف [illegible] سے اور [illegible] ہوئی۔

[illegible]

[illegible] اس کے خلاف [illegible] [illegible]

Marfat.com

ہوا کروں کہ خود ہی نہایت رافت و شفقت سے مولوی منور علی صاحب دربھنگوی مرحوم سے اس امر پر بہت ہی نسبت تاسف ظاہر فرمایا اور اسی غلطی کے شعبوں میں سے ایک شعبہ یہ بھی واقع ہوا تھا کہ بعضے درویشوں سے جن کی حالت کا انطباق شریعت پر تمام تر خالی نہ تھا میں نے خیال حسن ظن ماصفا و دع ما کدر بعض اذکار و اشغال کی تلقین بھی حاصل کر لی تھی اور آمد و رفت و صحبت کا بھی اتفاق ہوتا تھا اور لزوم مفاسد کی نسبت وہی خیال تھا کہ خواص کے عقائد خود درست ہوتے ہیں وہاں مفسدہ لازم نہیں اور عوام کو حق و باطل پر بذریعہ تنبیہ کر دینا انسداد مفسدہ کے لئے کافی ہے سو حضرت نے نہایت ملاطفت کے ساتھ اس پر بھی تاسف ظاہر فرمایا اور نہایت کرم یہ قابل ملاحظہ ہے کہ جیسا حدیثوں میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت کرم و حیا سے بالمشافہ کسی پر عتاب نہ فرماتے تھے اسی طرح حضرت قدس سرہ نے باوجود حاضری کے بعد مدتوں کے بالمشافہ کبھی اس سے تعرض نہیں فرمایا اور اس سے زیادہ لطف و کرم یہ کہ اگر کبھی کسی نے اعتراض کیا تو میرے فعل کی تاویل اور اس کو محمل حسن پر محمول فرمایا اور اسی غلطی کی ایک فرع یہ تھی کہ حضرت پیر و مرشد قبلہ و کعبہ حاجی صاحب رح نے ایک تقریر در باب رفع تنازع و اختلاف مسائل معہودہ میں اجمالاً ارشاد فرمائی اور مجھ کو اس کی تفصیل کا حکم دیا چونکہ میرے ذہن میں وہی خیال جما ہوا تھا اس کی تفصیل بھی اسی کے موافق عنوان سے حیز تحریر میں لایا اور حضرت حاجی صاحب کے حضور میں اس کو سنایا۔

چونکہ حضرت کو بوجہ لزوم خلوت و قلت اختلاط مع العوام و بنابر غلبہ حسن ظن عوام کی حالت اور جہالت اور ضلالت پر پورا اطلاع نہ تھا لامحالہ اس مفصل تقریر کو پسند فرمایا اور کہیں کہیں اس میں اصلاح اور کمی بیشی بھی فرمائی اور ہر چند کہ وہ عنوان میرا تھا مگر چونکہ اصل مضمون حضرت کا ملفوظ و ارشاد تھا اور قلمبند کرنے کا حکم دیا تھا لہذا حضرت رح نے اس تقریر کو اپنی ہی طرف سے لکھوایا اور اپنے دستخط و مہر سے مزین فرمایا اور اپنی ہی طرف سے اشاعت کی خواہش کی جو بعنوان "فیصلہ ہفت مسئلہ" شائع کر دیا گیا جس کو بعضے کم فہموں نے اپنی بدعات کا مؤید سمجھا حتیٰ کہ [illegible] ذالک کیونکہ ان مفاسد کا اس میں صراحۃً رد ہے صرف خوش عقیدہ و خوش فہم لوگوں کا ایسے رخصت و وسعت [illegible] خیال مذکور ہے کہ [illegible] مفاسد کا خیال نہیں کیا [illegible] حضرت قدس سرہ نے اس کے متعلق مولوی منور علی صاحب سے تذکرہ فرمایا [illegible] سے ذکر کیا تو حضرت کے [illegible] تشویش نہیں [illegible] نے اس بارے میں [illegible] جانبین سے تحریرات ہوئیں اور وہ تحریرات سوانح میں چھپ چکی ہیں۔

Marfat.com

بالجملہ نتیجہ یہ ہوا کہ بصیرت و تحقیق کے ساتھ اپنی غلطی پر بفضلہ تعالےٰ اطلاع ہو گئی اور اس پر اطلاع ہونے سے ایک باب عظیم علم کا جو کہ مدت تک مغلق تھا مفتوح ہو گیا جس کا ملخص یہ ہے کہ مدار نہی فی الواقع فساد عقیدہ ہی ہے لیکن فساد عقیدہ عام ہے خواہ فاعل اس کا مباشر ہو خواہ اس کا سبب ہو پس فاعل اگر جاہل عامی ہے تو خود اسی کا عقیدہ فاسد ہو گا اور اگر وہ خواص میں ہے تو گو وہ خود صحیح العقیدہ ہو مگر اس کے سبب سے دوسرے عوام کا عقیدہ فاسد ہو گا اور فساد کا سبب بننا بھی ممنوع ہے اور گو تقریر سے اس فساد پر تنبیہ عوام کی ممکن ہے مگر کل عوام کی اس سے اصلاح نہیں ہو سکتی اور نہ سب تک اسکی تقریر پہونچتی ہے پس اگر کسی عامی نے اس خاص کا فاعل ہونا تو سنا اور اصلاح کا مضمون اس تک نہ پہونچا تو یہ شخص اس عامی کے ضلال کا سبب بن گیا اور ظاہر ہے کہ اگر [illegible] کوئی شخص سبب بن جائے تو برا ہے اور جو مسئلہ کہ بعض مصلحتیں تو شرعی ہوں لیکن [illegible] کہ جس فعل میں مصلحت اور مفسدہ دونوں مجتمع ہوں اور وہ فعل شرعاً مطلوب بالذات نہ ہو تو اس فعل ہی کو ترک کر دیا جائے گا پس اس قاعدہ کی بنا پر ان مصلحتوں کی تحصیل کا اہتمام نہ کریں گے بلکہ ان مفاسد سے احتراز کے لئے اس فعل کو ترک کر دیں گے البتہ جو فعل ضروری ہے [illegible] وہاں اس فعل کو ترک نہ کریں گے بلکہ حتی الامکان ان مفاسد کی اصلاح کی جاوے گی جیسا کہ [illegible] و مسائل فقہیہ سے یہ سب احکام [illegible] ظاہر ہیں مگر یہ مخفی تھا [illegible] میں بند [illegible] بھی دیا ہے [illegible] خیال کی تصحیح ہو گئی [illegible] اصلاح بفضلہ تعالیٰ ہو گئی چنانچہ خلاف شریعت [illegible]

[illegible]

[illegible]

اُس کیفیت کا ورود ہوا جس کو اصطلاح صوفیہ میں شوق کہتے ہیں خدمت پیر و مرشد میں پہونچکر وہ شوق مبدل بہ اُنس ہوگیا اور یہ اُنس اُس شوق سے ارفع تھا۔ واپسی پر پھر شوق کا ورود ہوا جو اُس اُنس اور اُس پچھلے شوق سے بھی ارفع تھا۔ اس کے بعد پھر بہ توجہاتِ حضرت حاجی صاحب رح شوق مبدل بہ اُنس ہوگیا۔ جیسا ابھی بہ تفصیل بیان کیا جا چکا ہے۔ اس اُنس مع اللہ کی شان ساری کیفیات ماسبق سے ارفع و اعلیٰ تھی جس کا لازمی اثر بقول مشہور یہ ظہور پذیر ہوا "ہر کہ از حق اُنس گیرد از خلق وحشت گیرد"، اور جس کا حسب ارشاد حضرت مولانا رومی یہ نتیجہ ہوا ؎

تا بدانی ہرکرا ایزد بخواند   از ہمہ کارِ جہاں بے کار ماند

چنانچہ رفتہ رفتہ حضرت والا کو تعلقات سے وحشت شروع ہوئی اور گو جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے اسی قسم کی وحشت قبل قیام مکہ معظمہ بھی ایک بار لاحق ہوئی تھی لیکن چونکہ وہ زمانہ تلوین کا تھا۔ اور وہ کیفیت بھی تلوین ہی سے ناشی تھی اور راسخ نہ تھی اور اس لئے حضرت حاجی صاحب رح نے اجازت نہ چاہیئے پر اُس وقت بھی حضرت والا کو ترک تعلق کی اجازت نہ دی تھی اور اب کی بار کی وحشت عن الخلق تمکین سے ناشی تھی اس لئے راسخ بھی تھی اور بر وقت بھی تھی یہ بھلا کیونکر فرو ہو سکتی تھی (اور اس وحشت کے عروض سے حضرت حاجی صاحب رح کے اس ارشاد کے ظہور کا وقت آگیا جو فرمایا تھا کہ جب کانپور سے دل برداشتہ ہو تو تھانہ بھون جا بیٹھنا)

چنانچہ اُنس مع اللہ کے ساتھ وحشت عن الخلق بھی یوماً فیوماً ترقی کرتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ حضرت والا کو کانپور جیسے محبوب مقام اور درس و تدریس جیسے دیرینہ و دلچسپ شغل سے بھی متوحش کر دیا۔ کیونکہ یہ وہ وقت تھا کہ اب حضرت والا کو ہر طرح کامل و مکمل بنا کر خالص افاضۂ باطنی ہی کے لئے منجانب اللہ وقف فرما دیا گیا تھا۔

غرض وہ کوئی بہت بھی نہ یہ غلبی تھا جس نے حضرت والا کا کانپور سے دل برداشتہ کر دیا [illegible] حضرت والا کو کانپور اس وجہ سے بھی [illegible] جب حضرت حاجی صاحب رح نے حضرت والا کو رخصت [illegible] وصیت فرمائی تھی کہ اگر کبھی کانپور کے تعلق سے دل برداشتہ ہو تو پھر دوسری جگہ [illegible] تھانہ بھون جا کر بیٹھ جانا [illegible] حضرت والا کو تعجب ہوا تھا کہ حضرت یہ کیوں [illegible] دل حضرت والا کا کانپور سے [illegible] لگا [illegible] وہاں کے لوگوں کی محبت [illegible] [illegible] کا نپور [illegible] [illegible] حضرت نے [illegible]

اچھی قید لگا دی نہ میرا دل کبھی کانپور سے برداشتہ ہوگا نہ ترک کانپور کی نوبت آئے گی لیکن ؎

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں — مید ہد یزداں مراد متقین

اکا ظہور تو بالضرور ہونا ہی تھا اور اللہ تعالیٰ کو تو اب حضرت والا سے کام ہی اور لینا تھا یعنی حضرت حاجی صاحب رحمہ کا بہمہ وجوہ قائم مقام اور جانشین خاص بناکر قدیم خانقاہ امدادیہ واقع تھانہ بھون کو جو حضرت حاجی صاحب رحمہ کی موجودگی میں مشائخ کے طبقہ میں دکّان معرفت کے لقب سے یاد کیجاتی تھی از سر نو آباد کرانا اور اس دکّان معرفت کو پھر وہی رونق اور گرم بازاری بخشنا اور اس مرکز پر بٹھلاکر علوم و معارف امدادیہ سے اکناف عالم کو بہرہ اندوز فرمانا۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا۔ اور اب اس خانقاہ پر بحمد اللہ تعالیٰ دکّان معرفت کا پرانا لقب پھر بالکل صادق آنے لگا اس کی آبادی خانقاہ کی یہی صورت ہوئی جو اسوقت بیان کی جارہی ہے۔

غرض ۱۳۱۵ھ کے ختم پر حضرت والا شغل درس و تدریس اور تعلق کانپور کو [illegible] پر بالکل آمادہ ہوگئے لیکن اہل کانپور جن کو حضرت والا کے حسن [illegible] حسن بیان نے انتہا درجہ کا گرویدہ کرلیا تھا پیچھا چھوڑنا کوئی آسان کام نہ تھا [illegible] بہت ہی حسن تدبیر اور بلیغ [illegible] کے ذریعہ [illegible] ہوسکے ورنہ [illegible] حضرت والا [illegible] پہلے سے ذرا بھی [illegible] ہوجاتی تو ہرگز نہ آنے دیتے۔ سبحان اللہ کیا خدا داد خوش [illegible] تھی [illegible] لیا لفظی [illegible] اختیار فرمایا اور اس خوبی سے مدرسہ کے تعلق ملازمت کو بتدریج ترک فرمایا [illegible] اس کے کسی انتظامی شعبہ میں [illegible] خلل پیش آیا نہ ذرا بھی [illegible] واقع ہوا جس کا حضرت والا کو [illegible] تردد تھا اور اس کی بڑی [illegible] مدرسہ کو [illegible] نقصان [illegible]۔

چنانچہ حضرت [illegible]

[illegible]

Marfat.com

یعنے خود حضرت والا کو تو سرپرست مدرسہ بنایا جاتا ہے اور اُن کی جگہ موجودہ مدرس دوئم مولوی محمد اسحاق صاحب بردوانی کو مدرس اول مقرر کیا جاتا ہے اور اسی ترتیب سے سب مدرسین کو ترقی دی جاتی ہے اسپر بھی بعضوں کو شبہہ ہوا اور اس تجویز کی مخالفت کرنے لگے لیکن حضرت والا نے اُن کو مصلحت اخفاء ڈانٹا کہ آپ لوگ میری ترقی اور میری سرپرستی کو پسند نہیں کرتے اسپر وہ بیچارے خاموش ہو گئے۔

اسباق کا یہ انتظام فرمایا کہ قریب الفراغ طلبہ کے اسباق یہ کہکر اپنے ذمہ لے لئے کہ اُن کے اسباق مختلف اساتذہ کے پاس ہیں اور وہ زیادہ وقت نہیں دے سکتے اور ان کو زیادہ وقت کی ضرورت ہے تاکہ جلدی فارغ ہو سکیں اور میرے پاس وقت زیادہ ہے اس لئے ان کے اسباق مجتمعاً میں اپنے ذمہ رکھتا ہوں۔ اس سے حضرت والا کا مقصد یہ تھا کہ میرے چلے جانے سے کسی طالب علم کا مطلق حرج نہ ہو کیونکہ قریب الفراغ طلبہ کے اسباق سے تو بعد فراغ سبکدوشی ہو جائیگی اور پھر کوئی سبق میرے پاس نہ رہجائے گا بقیہ طلبہ بدستور دیگر مدرسین سے پڑھتے رہیں گے۔ اب رہا شکست کا انتظام اس کی یہ صورت اختیار فرمائی کہ خود ہی ایک مسجد میں بیٹھ گئے اور وجہ یہ بیان کی کہ فارغین کی جماعت [illegible] آ رہی ہے [illegible] مدرسہ کی [illegible] نہیں لینا چاہتا مسجد میں تعلیم دینا جائز ہے۔ لہٰذا میں تو مسجد میں پڑھاؤں گا اور میری درسگاہ میں مولوی محمد اسحاق صاحب بردوانی مدرس اول ہو کر پڑھایا کریں گے۔

غرض اس لطائف کے ساتھ مولوی محمد اسحاق صاحب کو بطرح مدرس اول [illegible] بنا کر مدرسہ کو اُن کے سپرد کر دیا یہاں تک کہ جو بعض انتظامی امور مدرسہ [illegible] اُن کو بھی کم فرصتی کا عذر ظاہر فرما کر مولوی صاحب ہی کے سپرد فرما دیا بعض [illegible] میں نام میرا ہی لکھا جاتا ہے [illegible] قطع تعلق کا شبہہ نہ ہو اور نہ خلل ہو [illegible] چنانچہ مولوی صاحب [illegible] نام [illegible] اشرف علی [illegible] محمد اسحاق [illegible] اور حضرت والا کے ترک تعلق کے بعد بھی [illegible] مولوی محمد اسحاق صاحب جب تک جامع العلوم [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

جیسا کہ سوچا تھا بہ آسانی یہ عذر پیش کر سکے کہ ابھی پڑھنا چاہتا ہوں کیونکہ فارغ التحصیل ہونے میں مجھ کو مشقت بہت پڑی ہے جس سے تکان ہو گیا ہے لہذا ابھی کچھ دن آرام لینے کی ضرورت ہے کوئی پابندی تو رہی نہ تھی کیونکہ تنخواہ لینا بعد ہی کو ٹھیرا تھا لہذا آزادی کے ساتھ رخصت لیا وطن تشریف لے آئے لیکن کبھی کو قطع تعلق کے ارادہ کی مطلق اطلاع نہ ہونے دی ایک شخص نے البتہ تھانہ بھون سے وہاں کے ایک صاحب کو بذریعہ خط اطلاع کر دی تھی کیونکہ حضرت والا نے بعض اہل وطن کو اپنے اس ارادہ سے قبل ترک تعلق ہی مطلع کر دیا تھا لیکن جب اُن صاحب نے حضرت والا سے پوچھا کہ کیا یہ خبر صحیح ہے تو حضرت والا نے بغرض اخفا اُن کو ڈانٹا کہ کیا تم کو یہاں سے میرے بھیجنے کا فرض ہے مجھے اس کی شکایت ہے کہ تمہارے دل میں یہ خیال ہی کیوں پیدا ہوا [illegible]

[illegible]

جب حضرت والا نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مستقل قیام تھانہ بھون کی اطلاع کی تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر بہت اظہار مسرت فرمایا اور پے در پے خطوط میں دعائیں تحریر فرماتے رہے اور نہایت وثوق کے ساتھ یہ تحریر فرماتے رہے کہ بہتر ہوا آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے امید ہے کہ آپ سے خلائق کثیر کو فائدہ ظاہری و باطنی ہوگا اور سلسلہ جاری رہے گا اھ

حضرت والا نے وطن پہونچنے کے بعد بھی کئی مہینہ تک اپنے واپس نہ آنے کے قصد سے کانپور والوں کو مطلع نہ کیا اور برابر مدرسہ کے حالات دریافت فرماتے رہے اور مشورے دیتے رہے۔ جب ہر طرح اطمینان ہوگیا کہ مدرسہ کے سب کام اچھی طرح چل رہے ہیں اور کوئی اندیشہ انتظامات مدرسہ میں خلل پڑنے کا نہ رہا اُس وقت حضرت والا نے مطلع کر دیا کہ اب میرا ارادہ آنے کا نہیں ہے اور حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر جو بالکل حسب حال تھا لکھ بھیجا ؎

از قیل و قال مدرسہ حالے دلم گرفت
یک چند نیز خدمت معشوق می کنم

جب کانپور والوں کے پاس حضرت والا کا اس مضمون کا خط پہونچا تو اُن کے قلق اور اندوہ کی کوئی انتہا نہ تھی حضرت والا کی واپسی کانپور کی برابر کوشش کرتے رہے۔ بالآخر آپس میں مشورہ کر کے بصد الحاح یہ درخواست پیش کی کہ مدرسہ کا کوئی کام آپ کے ذمہ نہ ہوگا بس کانپور میں صرف قیام رکھا جائے اور ہم لوگ بجائے پچاس روپیہ ماہوار کے سو روپیہ ماہوار کی خدمت ہمیشہ کرتے رہیں گے۔ اس سے اندازہ کر لیا جائے کہ اہل کانپور حضرت والا کے کس درجہ گرویدہ تھے۔ حضرت والا نے خشک جواب دینے کے بجائے لکھ بھیجا کہ میں نے وطن کی سکونت حضرت حاجی صاحب (قدس اللہ سرہ العزیز) کے ایماء سے اختیار کی ہے حضرت ہی کو لکھا جائے۔ چنانچہ اُن لوگوں نے حضرت حاجی صاحب قبلہ کی خدمت میں بھی بہت الحاح اور اصرار کے ساتھ التجا کی کہ حضرت والا کو کانپور میں قیام کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی جائے لیکن حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو خود ہی اس صورت کے مدتوں پہلے سے مجوز تھے وہاں سے اس کی اجازت کیونکر مل سکتی تھی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ حضرت والا کے مستقل قیام تھانہ بھون کو صرف مناسب ہی نہیں بلکہ خلق اللہ کے نفع کے لئے ضروری خیال فرماتے تھے جس کا ضروری ہونا اب تو سب کو مشاہد ہو رہا ہے لیکن اُس وقت حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی جیسے صاحب بصیرت اس جزم کے ساتھ یہ رائے قائم فرما سکتے تھے چنانچہ اپنے مکتوب ۹م مورخہ ۹ محرم ۱۳۱۵ھ میں تحریر فرماتے ہیں کہ فقیر کے نزدیک مستقل قیام آپ کا تھانہ بھون میں ضروری ہے باقی تعطیل وغیرہ کسی فرصت کے وقت یا جس وقت طبیعت کچھ گھبرائے تو کانپور کا

Marfat.com

بھی دورہ کریں اور ان لوگوں کی خبر گیری کریں اور طالب کے واسطے تو تھانہ بھون کانپور سے کچھ دور نہیں ہے۔ چنانچہ کانپور کو بھی یہی مضمون جواب میں لکھا گیا ہے اھ (ملاحظہ ہو اقتباس نمبر ۲۴۲) چنانچہ حسب ارشاد حضرت حاجی صاحب رح جب وہ لوگ بلاتے حضرت والا ہو آتے اور اکثر بلاتے ہی رہتے اور حضرت بھی نہایت خوشی سے وہاں جایا کرتے کیونکہ ان حضرات کی محبت اور خلوص کی وجہ سے حضرت والا کو بھی وہاں کے لوگوں سے بہت محبت تھی اور اب تک ہے۔ لیکن اب تو مدت سے سفر ہی منقطع ہے۔

جناب حاجی عبدالقیوم صاحب کے والد ماجد جناب حاجی محمد یعقوب صاحب [illegible] کانپور میں نہ تھے جب حضرت والا وہاں سے رخصت ہو کے [illegible] جب واپس آئے اور انہوں نے دیکھا کہ حضرت والا تیار ہو چکے [illegible] قصد نہیں ہے تو نہیں ہے [illegible] تو مدرسہ میں تالا لگا کر کنجی ان کی جیب میں ڈال دینا اور کہہ دینا کہ [illegible] ہی لیتے جائیے لوگوں نے کہا کہ انہوں نے اپنے ارادہ سے کسی کو مطلع ہی [illegible] خبر بھی کس کو تھی کہ واپس نہ آنے کے ارادہ سے جا رہے ہیں۔

اس واقعہ سے حضرت والا کی کمال [illegible] [illegible] جس مدرسہ سے کوئی تعلق [illegible] مدرسہ کی [illegible] [illegible] اللہ [illegible]

ترک ملازمت کا [illegible]

[illegible]

(یعنی کانپور) کا تعلق خدا کو منظور رہے رکھئے بعد ازاں پھر تھانہ بھون میں محض توکل بخدا خدا کا نام لیکر بیٹھ جائیے اور کسی نوع کوئی تعلق ظاہری نہ کیجئے وہ خود مسبب الاسباب ہے سب کام آپ کے درست کردے گا انشاء اللہ تعالےٰ کوئی تردد نہ کرنا پڑے گا اھ چنانچہ بفضلہ تعالےٰ یہی ظہور پذیر ہوا اللہ تعالےٰ نے نہایت فراخی کے ساتھ فتوحات ظاہری بھی عطا فرما رکھی ہیں اور حضرت والا ماشاء اللہ تعالےٰ ہر لحاظ سے شاہانہ زندگی بسر فرما رہے ہیں۔ حالانکہ ہدایا قبول فرمانے میں بہت ہی تنگی اور احتیاط فرماتے ہیں اور متعدد شرائط جو عین مصلحت اور مناسب ہیں مقرر فرما رکھی ہیں ان کے خلاف ہرگز قبول نہیں فرماتے چنانچہ بڑی بڑی رقمیں اور قیمتی قیمتی اشیاء آئے دن واپس ہوتی رہتی ہیں لیکن اللہ تعالےٰ پھر اس سے بھی زیادہ موافق شرائط کے عطا فرما دیتے ہیں۔ یہ سب حضرت حاجی صاحب رح کی دعا اور تجویز کی برکت ہے اسی لئے حضرت والا منجملہ آداب توکل کے یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بلا شیخ محقق کی رائے کے اسباب کو نہ چھوڑے۔

جب حضرت والا نے اپنے والد ماجد کے ترکہ میں سے بعض مشتبہ اموال کو نہ لینا چاہا تو حضرت مولانا گنگوہی رح نے بھی ارشاد فرمایا تھا کہ اگر لو تو شوق سے گنجائش ہے اور اگر نہ لو تب بھی انشاء اللہ تم کو روزی سے کبھی پریشان نہ کرینگے جب اتنی دعائیں شامل حال تھیں پھر کیوں نہ غیبی امداد ہوتی۔

اس کے متعلق حضرت والا کا طالب علمی کے زمانہ کا ایک خواب یاد آیا۔ دیکھا کہ ایک تالاب جس میں بجائے پانی کے چاندی فوارے کی طرح ابل رہی ہے۔ میرے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تعبیر دی تھی کہ انشاء اللہ تعالےٰ دنیا تمہارے پیچھے پیچھے پھرے گی اور تم اس کی طرف رخ بھی نہ کرو گے چنانچہ الحمد للہ یہی ہو رہا ہے۔ بفحوائے اتته الدنیا وھی راغمۃ یہ تو مال کے متعلق خواب تھا ایک خواب میں جاہ کی بھی بشارت عطا فرمائی گئی تھی وہ خواب خود حضرت والا کے قلم مبارک کی لکھی عبارت میں "اصدق الرؤیا فی تشریف بعض الاشراف بالبشریٰ" سے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

"ایک مردانہ مکان ہے جیسا حضرت استاذی مولانا محمود حسن صاحب رح کا ہے اس کے چبوترہ پر ایک بزرگ بہت لطیف و نازک بہت سفید کپڑے پہنے ہوئے ایک مکلف چارپائی اور مکلف بستر پر تشریف رکھتے ہیں انھوں نے مجھ کو ایک پرچہ لکھکر اور مہر لگاکر دیا یہ مہر پرچہ کی تمام جوانب میں جابجا لگی ہوئی تھی میں نے اسکو پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ ہمنے تم کو عزت دی اور مہر میں تھا "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲) پھر اسی خواب میں

(۱) اس رسالہ کا مفصل پتہ فہرست تالیفات جو سوانح ہذا کے آخر میں منسلک ہے درج ہے ۱۲ منہ

Marfat.com

ایک دنیادار کے مردانہ مکان میں ایک دنیوی حاکم کو میز کرسی لگائے دیکھا اُس نے بھی ایک پرچہ پر [illegible]
اور مہر کر کے دیا اُس میں بھی یہی مضمون تھا "ہم نے تم کو عزت دی" مگر مہر کے حروف پڑھے نہ جاتے تھے۔

یہ دونوں خواب بفضلہ تعالیٰ ہو بہو صادق آئے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو دین و دنیا دونوں میں ایسی عزت عطا فرمائی کہ فی زماننا بے نظیر ہے جیسا کہ آج عالم آشکارا ہے۔ بڑے بڑے اہل دولت اور [illegible] ذی وجاہت و ذی اقتدار نوابان و رؤسا و عہدہ داران بلکہ بعض والیان ملک تک حضرت والا کی [illegible] نہایت نیازمندی کے ساتھ رجوع ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں اور حضرت والا نہایت استغنا [illegible] کے ساتھ اور اُن کے مرتبہ کے موافق اُن سے برتاؤ فرماتے ہیں گو یہ امر مدار قبولیت عند اللہ ہرگز نہیں [illegible] عادت اللہ یہی رہی ہے کہ ایسے حضرات کی جانب جن سے عام خدمت دینی لینی ہوتی ہے اور جن کو [illegible] بنانا ہوتا ہے ہر طبقہ کے ذی وجاہت افراد کو بھی مائل کرا دیا جاتا ہے تاکہ نفع عام ہو۔

حضرت والا توکل کے اندر جو حضرت حاجی صاحب رح کی تعمیل ارشاد میں اختیار کیا گیا [illegible] مستقل تھے کہ شروع شروع میں کسی قدر قرض ہو گیا تو حضرت والا نے حضرت مولانا گنگوہی کی [illegible] دعا کے لئے عرض کیا اور غالباً حضرت حاجی صاحب کو بھی تحریر [illegible] مکتوب نمبر ۳۷ مورخہ ۶ رجب [illegible] میں تحریر [illegible] دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ظاہری اور باطنی فیض کو روز افزوں ترقی عطا فرمائے [illegible]

اور حضرت مولانا گنگوہی رح نے حضرت والا سے پوچھا کہ [illegible] کی تحریک کروں حضرت والا نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ [illegible] صرف دعا ہے باقی حضرت حاجی صاحب نے [illegible] تعلق [illegible] ممانعت فرما دی ہے لیکن اگر حضرت کی [illegible] سمجھوں گا اور یہ سمجھوں گا کہ [illegible] تجویز فرما دی ہے۔ کیونکہ تجویز [illegible]

یہ سن کر حضرت مولانا گنگوہی نے فوراً [illegible]

حاجی صاحب کی ممانعت ہے [illegible]

قرض سے [illegible]

[illegible] اور بحمد اللہ تعالیٰ [illegible]

[illegible] ساتھ خلق اللہ کی [illegible]

حضرت مولانا گنگوہیؒ حضرت والا کی خدمات دینی کے حالات سن سنکر نہایت مسرور ہوتے تھے۔ ایک بار حضرت والا سے اظہار مسرت فرما کر آخر میں فرمایا کہ بھائی میراجی تو جب خوش ہوگا جب تمہارے پاس کچھ اللہ اللہ کرنے والے بھی جمع ہو جائیں گے۔ حضرت والا نے عرض کیا کہ آپ کی دعا سے انشاء اللہ یہ بھی ہو جائے گا۔ چنانچہ بحمد اللہ حضرت مولانا رح کی یہ آرزو جلدی ہی پوری ہو گئی۔ اور طالبین حضرت والا کی طرف کثرت سے رجوع کرنے لگے۔ اور اللہ اللہ کرنے والوں کا ایک مجمع کا مجمع خانقاہ میں رہنے لگا اور بفضلہ تعالیٰ ابتک یہ سلسلہ روز افزوں ہے الحمد للہ۔ خود حضرت مولانا گنگوہیؒ بھی کبھی کبھی اپنے پاس آنے والے طالبین کو حضرت والا کے پاس بھیج دیا کرتے تھے بلکہ یہ سلسلہ وقت قیام کانپور ہی سے جاری تھا۔

مستقل قیام تھانہ بھون کے بعض حالات باطنیہ

۱۳۱۵ھ تک کے باطنی حالات اور تغیرات و ترقیات سلوک جو حضرت والا کو مختلف اوقات میں واقع ہوتے رہے بتفصیل بیان کئے جا چکے ہیں۔ اب جو بنیاد ۱۳۱۵ھ سے شروع ہوا اس کے یعنی مستقل قیام تھانہ بھون کے بعد کے حالات معرض تحریر میں لائے جاتے ہیں جو قدرتی طور پر بہت ہی خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ اب تو حضرت والا سارے تعلقات کو چھوڑ کر منازل سلوک ہی کے طے کرنے کی بالکل فارغ اور اسی کام کے واسطے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے ہمہ تن وقف کر چکے تھے اور زیادہ امداد یہ تھانہ بھون میں اسی غرض سے آکر مستقلاً قیام پذیر ہو گئے تھے یہاں کی کیفیات باطنیہ کا کیا ٹھکانا ہے۔ انس مع اللہ کا اسقدر غلبہ ہوا کہ ملنے جلنے والوں سے سخت وحشت ہونے لگی۔ لیکن بے مروتی کو بھی دل گوارا نہ کرتا تھا۔ مجبور ہو کر یہ ارادہ کیا کہ لوگوں سے علیحدہ ہو کر آبادی سے باہر سکونت اختیار کیجئے لیکن حضرت والا نے باوجود تقاضائے شدید بلا استشارۂ بزرگاں بطور خود ایسا کرنا ہرگز مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ مولانا گنگوہیؒ سے لوگوں کے ہجوم کی شکایت کر کے آبادی سے باہر رہنے کی اجازت طلب کی۔ مولانا نے اس کی اجازت نہ دی۔ فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کا یہ طریق نہیں رہا۔ ایسا کرنا مناسب نہیں۔ البتہ اگر لوگوں سے ملنے جلنے کو جی نہیں چاہتا اور حرج اوقات ہوتا ہے تو سب کو جواب دو [illegible] جب اپنے کو تنگی ہو تو پھر کسی کی مروت کس کا لحاظ۔ اس ارشاد پر ایک شعر یاد آیا ؎

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد
فدائے یک تن بیگانہ کآشنا باشد

چنانچہ پھر حضرت والا نے ایسا ہی کیا بقول حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ ؎

Marfat.com

باتو پیوستم و از غیر تو دل ببریدہ ام — آشنائے تو ندارد سر بیگانہ خویش

ور زیادہ تر وقت خلوت ہی میں اور اپنے محبوب حقیقی سے راز و نیاز ہی میں گذارنے لگے

بقول حضرت آشفتہ رحمۃ اللہ علیہ

چہ خوش است باتو بزمے بنہفتہ ساز کردن — در خانہ بند کردن سر شیشہ باز کردن

ور بقول حضرت حافظ رحمۃ اللہ علیہ

ذکر رخ و زلف تو دلم را — وردیست کہ صبح و شام دارد

تمہید مضمون قبض و بسط معمول بہ الشیخ فی الصحبۃ

(جو عنقریب آنے والا ہے)

غرض بعد ترک تعلق مدرسہ حضرت والا کانپور سے اپنے وطن مالوف تھانہ بھون میں [illegible] مقیم خانقاہ امدادیہ ہو کر ہمہ تن مشغول بحق ہو گئے بقول [illegible]

[illegible] جاناں [illegible] مستغرق — بہ ذکر [illegible]

[illegible]

[illegible]

یہ بھی ہے کہ اس کو ایک حال پر نہ رکھا جائے لہٰذا اکثر و بیشتر سالکین کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا یہی معاملہ رہتا ہے کہ قبض و بسط یا خوف و رجا یا ہیبت و انس یا عروج و نزول یا بطور حاصل یوں کہیے کہ نشیب فراز طریق حسب خصوصیات استعداد سالک مختلف منازل پر مختلف ازمنہ میں مختلف الوان سے کم و بیش عمر بھر میں پیش آتے رہتے ہیں۔ اسی قبض و بسط کو کسی نے اس عنوان سے بیان کیا ہے

رباعی

خواندی مارا و باز راندی مارا　　راندی مارا و باز خواندی مارا
در شہر و خرابہ و بدشت و گلزار[۱]　　اے عشق کجا کجا رساندی مارا

غرض سالک کے حالات میں برابر تغیرات و تقلبات لگے رہتے ہیں اور اس کے قلب پر جو کہ جلوہ گاہ محبوب حقیقی ہے کبھی تجلی جمال اور کبھی تجلی جلال کا ورود ہوتا رہتا ہے جو حقیقتاً ایک ہی نور کی شعاعیں ہوتی ہیں جس کو حضرت حافظ رح نے اس عنوان سے بیان فرمایا ہے ؎

ایں ہمہ عکس مے و نقش مخالف کہ نمود　　یک فروغ رخ ساقیست کہ در جام افتاد

اور ہر چہ آں خسرو کند شیریں بود کی مصداق کیونکہ محبوب کی تو ہر ادا محبوب ہوتی ہے جیسے ارشاد حضرت حافظ شیرازی رح ؎

اے ہمہ شکل تو مطبوع و ہمہ جائے تو خوش　　دلم از عشوۂ شیریں شکر خائے تو خوش
ہمچو گلبرگ طری ہست وجود تو لطیف　　ہمچو سرو چمنی ہست سراپائے تو خوش
ہم گلستان خیالم ز تو پر نقش و نگار　　ہم مشامِ دلم از زلف سمنسائے تو خوش
شیوہ ناز تو شیریں خط و خال تو ملیح　　چشم و ابروئے تو زیبا قد بالائے تو خوش
پیش چشم تو بمیرم کہ بداں بیماری　　میکند درد مرا از رخ زیبائے تو خوش
در بیابان فنا گرچہ ز ہر سو خطرست　　میرود حافظ بیدل بتولائے تو خوش

اسی نالب حقیقت آئینہ کے موافق حضرت والا کو بھی ترک تعلقات اور قیام وطن کے تقریباً ایک سال بعد دوران سلوک میں بسلسلہ ترقیات باطنیہ ایک نہایت ہیبتناک اور دشوار گزار گھاٹی پیش آئی یعنی قلب پر دفعتاً ایک ایسی سخت کیفیت کا ورود ہوا جس نے آن واحد میں اس سارے انشراح و سکون باطنی کو جو ایک عرصہ سے حاصل تھا یک قلم غارت کر دیا اور حضرت والا ایک شدید ترین قسم کے غم و اندوہ میں مبتلا ہو گئے اور بزبان حال بلکہ حضرت والا تو خیال ہے

---

[۱] یہ شعر حضرت عبداللہ انصاری کا ہے ۱۲ منہ

Marfat.com

[illegible] غالباً بزبان قال بھی بار بار بیساختہ یہ شعر پڑھتے تھے ؎

درون سینۂ من زخم بے نشاں زدہ　　　بہ حیرتم کہ عجب تیر بے کماں زدہ

چونکہ حضرت والا کی یہ حالت باطنی بہت ہی مہتم بالشان اور گویا سلوک کی آخری گھاٹی تھی اس لئے بغرض امتیاز اس کی تفصیل لکھنے کے قبل اس کا ایک عنوان بھی تجویز کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جیسا اس سے قبل بھی ایک مضمون خاص کا السوق من الشوق عنوان تجویز کیا جا چکا ہے وہ عنوان یہ ہے۔

النعیم فی الجحیم

اس داستان غم کو شروع کرنے کے قبل خود صاحب واقعہ یعنی حضرت والا کا ایک نہایت برمحل شعر زیب عنوان کرتا ہوں وہ شعر یہ ہے ؎

نوش [illegible] عیش ما　　　عیش [illegible] ریش ما

اس کے بعد بنام خدا اس کی تفصیل بیان کرتا ہوں ؎

دریں دریائے بے پایاں دریں طوفان موج افزا　　　دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا

اس دردناک افسانہ کی ابتدا ایک ناگہانی قتل کے خونیں [illegible] سے ہوتی ہے [illegible] یہ شعر صادق آتا ہے ؎

نمیدانم حدیث نامہ چون است　　　ہمی بینم کہ عنوانش بخون است

بیان واقعات غایتہ قبض و بسط

واقعات کی تفصیل یہ ہے کہ [illegible] جناب [illegible]
کو جو چرتھاول کے زمین [illegible] اور [illegible] سب [illegible] تھے [illegible]
نے شہید کر دیا اس حادثہ عظیم کی خبر پاتے ہی [illegible]
چرتھاول پہونچیں اور حضرت والا ہی کے اہتمام [illegible]
حضرت والا ہی کے مواجہ میں [illegible]
کا [illegible] منظر [illegible] حضرت والا کے [illegible]
[illegible] بطور [illegible] اور [illegible]
[illegible]

Marfat.com

فارغ ہوکر تشریف لائے اور آکر دہلیز میں بیٹھے تو گھر کے اندر سے مستورات کے رونے کی آواز آئی قلب تو زخمی ہو ہی چکا تھا اس سنتے ہی اس پر ایسی کاری چوٹ لگی کہ بے چین ہو گئے اور سخت اضمحلال قلبی عارض ہو گیا یہاں تک کہ اختلاج کی سی کیفیت محسوس ہونے لگی۔

ابھی ایک تاثر سے قلب سبکدوش نہ ہونے پایا تھا کہ دو تین ہی دن کے بعد سسرال میں ایک اور غمی ہو گئی جس کے سلسلہ میں گنگوہ جانا ہوا۔ اس واقعہ سے مجروح قلب کو ایک اور صدمہ پہونچا اور چوٹ کھائے ہوئے دل پر ایک اور چوٹ لگی۔ گو اپنی حقیقت میں تو یہ دوسرا حادثہ پہلے حادثہ کے برابر سخت نہ تھا لیکن وہ پچھلے تاثر کے بڑھا دینے میں معین ہو گیا اسی حال میں کہ قلب سخت ماؤف و متاثر ہو رہا تھا پچھلی رات کو تہجد کے لئے وضو کرتے ہوئے ایک بیک بلا اختیار ایک خطرہ منکرہ کا ورود ہوا جس کا محمل چند الفاظ تھے جو دفعۃً متخیلہ میں واقع ہو گئے گو یہ کوئی نئی بات نہ تھی کیونکہ اس قسم کے خطرات سالکین کو پیش آتے ہی رہتے ہیں بلکہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم بھی خطرات سے خالی نہ تھے جیسا کہ حدیث ذالک صریح الایمان سے ثابت ہے اور خود حضرت والا کو بھی اس سے قبل بھی اور بعد بھی اس قسم کے خطرات آئے ہوں گے لیکن اس مرتبہ اس درجہ شدید اثر ہوا کہ حضرت والا اپنی زندگی ہی سے بیزار ہو گئے گویا صاف یہ

ذوقے چناں ندارد بے دوست زندگانی　　　بے دوست زندگانی ذوقے چناں ندارد

یہاں تک کہ خودکشی تک کے وسوسے آنے لگے چنانچہ خود فرماتے تھے کہ ایک بار ایک کھیت میں ٹہلنے گئے اس وقت پاس اس وقت اتفاق سے بندوق موجود تھی۔ بار بار یہی جی میں آتا تھا کہ اس سے اپنی گردن کے لئے فیر کر کے اپنے ناپاک وجود سے دنیا کو پاک کر دوں کیونکہ میں اس حالت کو بہت ادنیٰ سمجھتا اور سمجھتا اپنے آپ کو فرعون اور ہامان سے بھی بدتر باوجود اپنے کو مومن اور ان کو کافر سمجھنے کے سمجھتا تھا اور چونکہ یہ ذوقیات ہیں اس لئے تقریب فہم کے لئے بس اس سے زیادہ شرح نہیں کر سکتا کہ یوں سمجھتا تھا کہ جس بلا میں وہ لوگ مبتلا تھے اس سے تو ان کو ایمان لا کر ایک منٹ میں چھٹکارا ہو سکتا تھا اور میں جس بلا میں مبتلا ہوں اس سے سالہا سال میں بھی خلاصی ممکن نہیں اھ۔

فائدہ از حضرت والا اس حالت کے تکرر و مشابہ حقیقی کو ان دلائل نقلی سے رفع کیا جانا جو سے ممکن ہے فی الرسالۃ القشیریۃ عن جعفر وہ احق فی الجنۃ قال من ظن ان نفسہ خیر من نفس فرعون فقد اظہر الکبر۔ اور اس سے بڑی الجھن کم ہو گئی

حضرت اسامہ صحابی رضؓ کا یہ قول ہے حتی تمنیت انی اسلمت یومئذ رواہ مسلم فی باب تحریم قتل الکافر بعد قولہ لا الٰہ الا اللہ من کتاب الایمان جو ایک جہاد میں اُن سے غلطی ہو جانے پر انھوں نے فرمایا تھا جسکی شرح میں امام نوویؒ فرماتے ہیں معناہ لم یکن تقدم اسلامی بل ابتدأت لأن الاسلام یجب ما قبلہ من وقال ہذا الکلام من عظم ما وقع فیہ اھ وجہ الدلالۃ ظاہر حیث رجح بعض الاحوال المذمومۃ علی بعض الاحوال المحمودۃ لکون الاول اقرب الی دفع الضرر من الثانی لتعارض مع ان حقیقۃ الامر عکسہ فی نفسہ اور حضرت والا نے اس حالت کی شدت کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ بڑی مصیبت یہ تھی کہ اگر ذکر کرنے بیٹھتا جو کہ قرب کی حالت تھی تو ساتھ کے ساتھ وہ خطرۂ منکرہ بھی عود کرتا اور اگر عود خطرہ سے بچنے کی غرض سے ذکر کو منقطع کرنا چاہتا جو کہ بُعد تھا تو اس کو بھی کسی طرح دل گوارا نہ کرتا گویا یہ حالت تھی ؎

من شمع جانگدازم تو صبح دل کشائی　　سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی
نزدیک آنچنانم دور آنچناں کہ گفتم　　نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی

غرض سخت کشمکش میں مبتلا تھا اور ایسی شدید حالت تھی کہ باوجود صحت بدنی [illegible] حیات پر ہزار درجہ ترجیح دیتا تھا اھ۔

اسبابِ اشتدادِ خطرہ

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ اس خطرۂ منکرہ کے اس درجہ موثر ہو جانے کے تین سبب [illegible] اول تو یہ کہ پے در پے [illegible] حالات نے (جن کا ذکر ابھی کیا گیا) قلب کو پہلے ہی سے [illegible] تھا جس کی وجہ سے اس میں تاثر و انفعال کی کیفیت اور قبول خطرہ کی استعداد [illegible] جب اس خطرۂ منکرہ کا وقوع ہوا تو قلب بوجہ غایت ضعف و اضمحلال [illegible] لہذا وہ دلنشین ہوکر رہ گیا [illegible] بہت زیادہ [illegible] [illegible] کوئی مشاہد چیز نہیں [illegible] قلب کی حالت [illegible] [illegible]

گھوم پھر کر دیکھا اور جب اس کو اندر سے خالی پایا تو اس سے خوش ہوا کہ اس کی نطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ یہ اپنے قابو میں نہ ہوگا (یعنی جب یہ خالی ہے تو میں اس کے اندر آسانی سے حلول کر سکوں گا چنانچہ مشہور بھی ہے "خانۂ خالی را دیو میگیرد") الفاظ حدیث موصوف کے یہ ہیں۔ عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لما صوّر اللہ آدم فی الجنۃ ترکہ ما شاء اللہ ان یترکہ فجعل ابلیس یطیف بہ فینظر ما ھو فلما راٰہ اجوف عرف انہ خلق خلقًا لا یتمالک۔ رواہ مسلم۔

تیسرا سبب شدت تاثر کا یہ تھا کہ وہ خطرہ منکرہ صورۃً کمال محبت کے منافی تھا لہذا بے انتہا شاق گذرا۔ اھ

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ ایسے خطرہ پر جو صورۃً کمال محبت کے منافی نظر آتا تھا اسدرجہ غم وانداہ کا طاری ہو جاتا تو خود کمال محبت پر دال تھا بفحوائے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ذالک صریح الایمان لیکن کمال محبت میں تو صورت بعد بھی مضطرب کر دینے کے لئے کافی ہے بمصداق ؎

بر دل سالک ہزاراں غم بود ‏ ‏ ‏ ‏ گر ز باغ دل خلالے کم بود ‏ ‏ ‏ ‏ (یعنی یکماں تھوڑا)

تدابیر السداد اشتداد خطرات

تاثر خطرہ کے اشتداد و امتداد کے ان ہر سہ اسباب کو بیان فرمانے کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ ان ہر سہ اسباب سے سالکین کے واسطے خطرات کے اثر کے اشتداد و امتداد کے انسداد کے لئے تین نہایت مفید اور کارآمد دستور العمل مستفاد ہوئے۔

اوّل یہ کہ سالک حتی الوسع اپنے قلب کی تقویت اور تفریح کے لئے مقویات و مفرحات کا استعمال اور اسباب مشوشۂ قلب سے حتی الامکان اجتناب رکھے تاکہ قلب میں قوت رہے اور ایسے احوال کا تحمل کر سکے اور منجملہ اسباب قویہ مشوشۂ قلب کے کسی ایسے واقعۂ حزن کا جسکی تدبیر اختیار سے خارج ہو (مثلاً کسی کی موت) خواہ اس حزن کا منشاء اپنا درد ہو یا کسی کی ہمدردی ہو یا اس کے آثار و نتائج متیقنہ یا محتملہ کا ذہن میں استمرار استحضار یا زبان سے اس کا تکرار ہے یعنی بقصد اس کو سوچنا اور اس میں خوض و فکر کرنا یا اس کا بکثرت تذکرہ کرنا کہ اس سے قلب ایک معتد بہ درجہ میں متاثر ہو کر مشوش اور مضمحل ہو جاتا ہے اور واقعۂ خوف سے حزن طبعی ہونا گو غیر اختیاری ہے جو مضر بھی نہیں لیکن اس کا بار بار یاد کرنا یا ذکر کرنا اختیاری ہے اور مضر بھی ہے۔ چنانچہ اسی بناء پر نصوص میں لا تحزن اور لا تحزنی وارد ہے کیونکہ منہی عنہ ہونا دلیل ہے اختیاری ہونے کی اور جس طرح اس کا احداث یا ابقاء اختیاری ہے اسی طرح

اُسکا ازالہ بھی اختیاری ہے جس کا طریق تجربہ متائید بالنص سے یہ ہے کہ کسی اہم واجب یا مباح یا طاعت میں قلب کو مشغول کر دیا جائے کلمہ استرجاع کی تعلیم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اسکا حاصل ایک مراقبہ خاص ہے تعزیت کی حقیقت بھی یہی ازالہ ہے اُس کا لقب شرعی اور عنوان لغوی خود اس کا مساعد ہے ایک عارف کا ایک مقولہ بھی اس کا صریح مؤید ہے کما فی طبقات الانباری عن الحسین بن عبد اللہ الصفیی قال لا یقطعک شیٔ عن شیٔ الا اذا کان القاطع اتم واکمل واعلی عندک فان کان مثلہ او دونہ فلا یقطعک فالحکم لما غلب علی القلب اور واقعۂ غم کی یاد کی مذکورہ بالا ممانعت میں جو کثرت کی قید لگائی اُس کی وجہ یہ ہے کہ بالکل تذکرہ نہ کرنا اور ضبط میں مبالغہ کرنا بھی تجربہ سے مضر ثابت ہوا ہے کہ سب غبار اندر ہی اندر رہنے سے طبیعت گھٹ جاتی ہے اور اس کی قوت واقعۂ غم گھٹ جاتی ہے اسلئے مصلحت یہ ہے کہ شروع شروع میں گاہ گاہ اپنے کسی بے تکلف ہمدم سے اعتدال کے ساتھ حدود شرعیہ میں رہ کر اُس واقعۂ غم کا کسی قدر تذکرہ بھی کر لیا کرے اسکی بھی تائید نص سے ہوتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرزند حضرت ابراہیم کی وفات پر روئے بھی اور یہ بھی ارشاد فرمایا انا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون اور دوسرے کے ساتھ اپنی ہمدردی کو بھی حد کے اندر رکھے اور وہ حد یہ ہے کہ دوسرے کو نفع تو پہونچ جائے لیکن اپنے کو ضرر نہ پہونچے اس کے لئے اپنی عقلی ہمدردی کافی ہے اور طبعی ہمدردی کو صرف اُسی حد تک رہنے دیا جائے جس حد تک عقلی ہمدردی کے ساتھ ہونے کے لئے ضروری ہو۔ اس سے آگے نہ بڑھنے دیا جائے ورنہ تجربہ سے یہ بھی ثابت ہوا ہے زیادہ ہمدردی اور ترحم سے قلب کو تو تکلیف ہوتی ہی ہے بعض اوقات خلاف شریعت [illegible] پیدا ہونے لگتے ہیں جو سخت اندیشہ کی بات ہے

دوسرے ترک مشاغل مباحہ میں مبالغہ نہ کرے اور بالکلیہ یکسوئی اختیار نہ کرے [illegible] ایسی چیزیں بھی مہیا رہیں جو اس قسم کے خطرات کو آنے سے روکیں اور [illegible] چیسا پڑو [illegible] جیسے اگر کوئی شخص [illegible] ہوا سے فنا کرنا چاہے تو [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

تیسرے خطرات کے اشتداد و امتداد کے انسداد کی اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں کہ اُن کی طرف التفات ہی نہ کرے۔ یہانتک کہ بقصد دفع بھی التفات نہ کرے بلکہ ذکر میں توجہ کے ساتھ مشغول ہو جائے لیکن توجہ میں بھی مبالغہ اور تندہی نہ کرے ورنہ کاوش کرنے سے طبیعت تھک کر ملول ہو جائے گی اور پھر خطرات کا اثر ہونے لگے گا پھر ذکر میں مشغول ہو جانے کے بعد بھی اس کا منتظر نہ رہے کہ خطرات بند ہوئے یا نہیں کیونکہ باوجود ایک طرف توجہ قائم ہو جانے کے بھی دوسرے خیالات اگر بلا قصد آویں تو وہ مخل یا منافی یکسوئی کے نہیں کیونکہ خزانۂ خیال میں تو بہت سی اشیاء ہوتی ہیں وہ ضرور سامنے آئیں گی جیسے کوئی شخص بہت سے نقطوں میں سے ایک مرکزی نقطہ پر نظر جمائے رکھے تو نظر کی شعاعیں ادھر ادھر ضرور پھیلیں گی اور جو پاس والے نقطے ہیں وہ بھی بلا قصد نظر کے سامنے ضرور رہیں گے لیکن مستقل طور پر نظر اُسی ایک مرکزی نقطہ پر قائم رہیگی۔ اھ

یہ تو خطرات کے اشتداد و امتداد کے انسداد کی تدابیر مذکور ہوئیں اور اگر اشتداد و امتداد واقع ہو چکا ہو تو بصورت حال حضرت والا کو پیش آئی اُس کے رفع کی تدابیر بعد کو مذکور ہوں گی کیونکہ ترتیب کا مقتضا یہ ہے کہ پہلے اس ابتلاء کے واقعات کی تفصیل کو جو اس وقت بیان کی جارہی ہے مکمل کیا جائے پھر جو جو اسرار و حکم الٰہیہ اس ابتلاء میں مضمر تھیں اُن کو بیان کیا جائے گا۔ اُس کے بعد اشتداد و امتداد خطرات کے رفع کی تدابیر انشاء اللہ تعالیٰ معرض تحریر میں لائی جائیں گی لہٰذا بمقتضائے ترتیب ہذا اب واقعات کی بقیہ تفصیل عرض کی جاتی ہے۔

بقیہ تفصیل واقعات غلبۂ قبض و ہیبت

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حسن اتفاق سے ابتدائے ابتلاء تہجد کے وقت گنگوہ کے قیام میں پیش آیا تھا چنانچہ حضرت والا نے صبح کو حضرت مولانا گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہو کر استعجالاً عرض حال کیا۔ حضرت مولانا نے ارشاد فرمایا کہ التفات نہ کیا جائے۔ پھر حضرت والا تھانہ بھون واپس تشریف لے آئے چونکہ اسباب مذکورہ کی بناء پر قلب میں انفعال کی کیفیت حد درجہ پیدا ہو گئی تھی اس لئے وہ خطرۂ منکرہ برابر عود کرتا رہا اور روز بروز زور ہی پکڑتا چلا گیا جس سے کیفیت انفعالیہ میں اور بھی ترقی ہوتی چلی گئی *فَأَطْلَقُوا جَبْرًا* یہاں تک کہ اختلاج قلب کے شدید دورے پڑنے لگے اور حضرت والا چند روز ہی میں ایسے کمزور ہو گئے جیسے کوئی مدتوں کا مریض ہو۔

حکیم مولوی محمد صدیق صاحب گنگوہی سے جو اپنے مقام مصب یعنی گڑھی پختہ سے تھانہ بھون آئے

Marfat.com

ہوئے تھے بغرض معالجہ رجوع کیا گیا۔ مولوی محمد یونس صاحب مرحوم جو حضرت والا کے شاگرد تھے اور حضرت والا ہی سے بیعت بھی تھے قارورہ لیکر گئے۔ حکیم صاحب نے قارورہ دیکھ کر کہا کہ مجھے حیرت ہے یہ شخص زندہ کس طرح ہے۔ کیونکہ قارورہ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ حرارت غریزیہ بالکل فنا ہو چکی ہے۔ مولوی صاحب نے واپس آ کر ازراہ سادگی حضرت والا کے سامنے یہی قول بلفظہ نقل کر دیا۔ حضرت والا نے اُنھیں بہت ڈانٹا کہ تم نے یہ کیا حماقت کی۔ بھلا ایسی بات بھی کہیں مریض سے کہی جاتی ہے اور پھر مریض بھی مریض قلب۔ وہ بہت نادم ہوئے اور کہنے لگے کہ واقعی مجھے حماقت ہوئی۔ لیکن اب تو ہو گئی اب کیا کروں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اب یہ کرو کہ پھر اس قارورہ کو پھینکوا دو اور راستہ ہی سے لوٹ کر تھوڑی دیر بعد آ کر مجھے کہو کہ میں حکیم صاحب کے پاس پھر قارورہ لیگیا تھا اب وہ کہتے ہیں کہ میری پہلی رائے غلط تھی یہ تو اچھے خاصے ہیں کوئی اندیشہ کی بات نہیں۔ مولوی صاحب نے اس پر طالبعلمانہ اشکال پیش کیا کہ اس سے کیا ہوگا آپ تو خود ہی مجھے یہ سب سکھا کر بھیج رہے ہیں فرمایا تمھیں اس سے کیا جو میں کہہ رہا ہوں تم یہی کرو۔ کیونکہ الفاظ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اثر رکھا ہے چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور حضرت والا واقعی اپنے قلب کو اس وقت دیکھتے تھے کہ اس غیر واقعی اطلاع سے بھی اُسکو بہت سکون ہوا اور اُس وحشت میں کمی ہو گئی جو پہلی خبر سے پیدا ہو گئی تھی کیونکہ قلب کی حالت تو اُس زمانہ میں بہت ہی نازک ہو رہی تھی ذرا ذرا سی بات کا اثر ہوتا تھا کیوں نہ ہو ع **نیست بیماری چو بیماری دل**۔

جب طبیب کے علاج سے کچھ نفع نہ ہوا تو حضرت والا نے خود ہی یہ علاج تجویز [illegible] میں جانا چاہئے اور دوست احباب سے ملنا چاہئے کیونکہ حضرت والا کو جیسا [illegible] مشتمل مباحثہ میں [illegible] منجملہ اسباب تشویش ہونے منکشف ہو چکا تھا۔ جب حضرت والا نے [illegible] کا قصد فرمایا تو بعض محبین اہل وطن نے حضرت مولانا گنگوہی [illegible] سے بہت فیض پہنچ رہا ہے ان کو سفر سے منع فرما دیا جائے [illegible]

[illegible]

حضرت والا نے [illegible]

[illegible]

فطرت ہونے کی بنا پر اپنے فہم خداداد سے ان خارجی تدابیر نافعہ کو عمل میں لائے اور اُدھر حضرت مولانا گنگوہی ؒ سے برابر بذریعہ خطوط بھی اور حاضر ہو ہو کر بھی عرض حال کرتے رہے۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت مولانا گنگوہی ؒ شروع سے اخیر تک برابر اسی ایک تجویز پر قائم رہے کہ خطرات منکرہ کی طرف التفات نہ کرو اور ہمیشہ اسی پر زور دیتے رہے۔ جس سے مولانا ؒ کی اعلیٰ درجہ کی شانِ ارشاد معلوم ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ دعا اور توجہ بھی خاص طور سے فرماتے رہے۔ حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت مولانا گنگوہی ؒ کا ایک یہی ارشاد کہ خطرات کی طرف التفات نہ کرو مولانا ؒ کے امام فن ہونے کی کافی دلیل ہے۔ اھ

اب اس حالت کے متعلق حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز کے بعض والا نامجات کا اقتباس مکاتیب رشیدیہ سے لیکر نقل کیا جاتا ہے وھو ہذا۔

(مکتوب اول) خط آپ کا موصول ہو کر کاشف ما فیہ ہوا۔ اگر یہ خوف و حزن امور آخرت سے ہے تو محمود ہے (چنانچہ واقع بھی یہی تھا کیونکہ امر منکر پر اگرچہ وہ غیر اختیاری ہو طبعاً محزون ہونا اُس کا منشا بجز حُبِّ حق کے کیا ہو سکتا ہے۔ پھر اس حُزن سے خوف بعد ناشی ہوا اور ان سب کا آخرت میں سے ہونا ظاہر ہے) بزرگوں کو اسی خوف سے بڑی بڑی شدت سے قبض واقع ہوا حتیٰ کہ بعض نے جان بھی دی۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں ؎

جانِ صدیقاں ازیں حسرت بریخت — کاسماں بر فرقِ ایشاں خاک بیخت

پس ایسی حالت اور اس صورت میں تو جائے شکر ہے نہ جائے غم۔ امام غزالی ؒ اسی غم میں بیت المقدس میں دس سال تک پریشان اور محزون رہے کہ اطباء اُن کے علاج سے عاجز ہو گئے آخر ایک یہودی طبیب نے اُن کو دیکھا اور تشخیص کی کہ ان کو کوئی حسی مرض نہیں ہے بلکہ خوفِ آخرت ہے اس کا کوئی علاج نہیں ہے پس مژدہ ہو کہ حق تعالےٰ نے یہ دولت آپ کو دی۔ ایسے حزن پر ہزار فرحت قربان اور اس حالت کی موت شہادت کبریٰ ہے اور اگر کوئی امر دیگر ہے تو اُس کا جواب بدون دریافت حقیقت حال کے میں نہیں لکھ سکتا۔ اور یہاں آنے کے باب میں جو آپ استفسار فرماتے ہیں تو بقول ع او خویشتن گم است کرا رہبری کند۔ مگر معہذا اگر آپ تشریف لاویں گے تو خود ہی امید نفع کی رکھتا ہوں کہ صحبتِ صلحاء جس قدر میسر آوے غنیمت ہے فقط والسلام۔

(مکتوب دوم) آپ کے خط سے کیفیت معلوم ہوئی میں آپ کے لئے دعاء خیر کرتا ہوں

(الی قولہ) وسوسہ مذکورہ میں اندیشہ سوء خاتمہ بھی منجملہ اوہام ہے اس کو حتی الوسع دفع کرتے رہیں اور اجر تکفیر سیئات) بھی یقینی ہے انشاء اللہ تعالیٰ الخ ۱۵ شعبان ۱۳۱۶ھ

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ سے رجوع کرنے کے علاوہ حضرت والا اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کو بھی جلد جلد اطلاع حالات کرتے رہتے اور وہاں سے بھی تدبیرات و بشارات و دعوات حاصل ہوتی رہیں چنانچہ مکتوبات امدادیہ کے مکتوب نمبر ۱۴ مورخہ یکم رجب ۱۳۱۶ھ میں تحریر فرماتے ہیں کہ الحمد للہ آپ کے قلب کی حالت بہت اچھی ہے یہ مقام خوف و رجا ہے اسی کو ہیبت و انس کہتے ہیں کبھی ہیبت کبھی انس کا غالب ہو جاتا ہے دونوں کو ایک سمجھنا چاہئے اھ دوسرے مکتوب نمبر ۱۴ مورخہ ۱۹ رجب ۱۳۱۶ھ میں تحریر فرماتے ہیں خط آپ کا دوسرا بھی پہونچا پہلے خط کے جواب میں لکھدیا گیا ہے مکرر یہ ہے کہ آپ کی حالت بھی بہت اچھی ہے انشاء اللہ تعالیٰ کچھ ضرر نہ ہوگا فقیر دعا کرتا ہے (الی قولہ) جو کچھ وسوسے وارد ہوں منجانب اللہ خیال کرو جو واردات مضر ہوں گے اس مراقبہ سے سب دفع ہو جائیں گے اھ پھر مکتوب نمبر ۴۴ مورخہ ۷ شعبان ۱۳۱۶ھ میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی حالت بہت اچھی ہے پہلے آپ کو لکھدیا گیا ہے (الی قولہ) اس قسم کی گھاٹیاں طالب کو آیا ہی کرتی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ سب سے پار ہو جاؤ گے فقیر دعا کرتا ہے انتہیٰ قریب اھ

پھر مکتوب نمبر ۴ مورخہ ۲۲ شوال ۱۳۱۶ھ میں بھی یہی تحریر فرماتے ہیں کہ حالت آپ کی [illegible] بہت اچھی ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے جو کچھ بقیہ قبض ہے وہ بھی رفع انشاء اللہ تعالیٰ ہو جائے گا فقیر دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مخلصین سے کرے اھ پھر مکتوب نمبر ۱۱ مورخہ [illegible] ۱۳۱۶ھ میں بھی استحسان حالت تحریر فرمایا اور پھر مکتوب نمبر [illegible] مورخہ ۱۵ محرم [illegible] [illegible] فرماتے ہیں کہ آپ کی حالت اب الحمد للہ بہت اچھی ہے فقیر دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ ترقی [illegible] اھ ۔ واقعات اور مکتوبات کی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً ایک سال تک [illegible] رہا اور یہ سال حضرت والا کے دور سلوک کا گویا تمام امتحان تھا بجز خود حضرت والا کے کوئی دوسرا کیا سمجھ سکتا بقول [illegible]

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنیں ہائل [illegible]

اسے ترا ندے [illegible] [illegible]

چنانچہ حضرت والا [illegible] الاھل الاستفادہ [illegible] ایک [illegible]

سخت باطنی پریشانی کا [illegible]

وعقبات و بلیات آپ نے لکھی ہیں یہ تو سو حصوں میں سے ایک حصہ بھی نہیں جو جو بعض کو پیش آتے ہیں اسوقت مجھ کو بعض (مراد خود حضرت والا) کے احوال یاد آ گئے اور سر سے پاؤں تک اس نے مجھ کو ہلا دیا ہے کہ مشکل سے اپنے کو سنبھال کر لکھنے کو موقوف نہیں کیا الخ (منقول از مقدمہ تبویب تربیت السالک) اس تحریر کی تاریخ ۱۸ محرم ۱۳۳۲ھ ہے یعنی حالت غلبۂ ہیبت کے فرو ہو جانے کے پندرہ برس بعد بھی اسکی کیفیت کے محض تصور نے حضرت والا کو سر سے پاؤں تک ہلا دیا۔ اللہ اکبر اسی سے ناظرین اندازہ فرمائیں کہ جس کیفیت کے محض تصور نے اور وہ بھی اتنی طویل مدت گذر جانیکے بعد اس درجہ اثر کیا اسکے عین طریان کے زمانہ میں حضرت والا پر کیا گذری ہوگی

غرض جس حالت کا بیان کیا جا رہا ہے وہ بہت ہی شدید قسم کی حالت تھی جس کا اتنی مدت تک تحمل بہ اعانت خداوندی و بہ توجہات بزرگان حضرت والا ہی جیسے عالی ظرف اور راسخ الایمان سے ہو سکا ورنہ کوئی دوسرا ہوتا تو وہ بدحواسی میں ضرور اپنے ایمان یا جان یا ایمان اور جان دونوں کا سخت نقصان کر بیٹھتا چنانچہ خود احقر کو بعض اہل قبض کے حالات معلوم ہیں جن کی ایسی خطرناک حالت ہو گئی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت والا کی برکت و دعا و توجہ سے جلد افاقہ نہ ہو جاتا تو وہ کہیں کے بھی نہ رہے تھے نہ دین کے نہ دنیا کے دونوں ہی جہان سے گئے گذرے تھے حالانکہ حسب ارشاد حضرت والا ان کی حالت ہزارواں حصہ بھی اس حالت کی نہ تھی جو خود حضرت والا پر طاری ہوئی تھی۔

حضرت والا کی تواضع اور صدق طلب بھی قابل صد ہزار آفریں ہے کہ اپنے کو بعد تکمیل بھی کبھی بزرگوں سے مستغنی نہیں سمجھا۔ جب بھی ضرورت پیش آئی بلا ادنیٰ تامل علاوہ اپنے پیر و مرشد کے اپنے بڑے رتبہ کے پیر بھائیوں سے بھی عرض حال کرتے رہے اور مشورے لیتے رہے چنانچہ علاوہ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز کے حضرت حاجی سید محمد عابد صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی جو حضرت حاجی صاحبؒ کے خلیفۂ مجاز تھے اس حالت کو ظاہر کیا۔ سید صاحب نے بھی حال سن کر حضرت والا کی بہت تسلی فرمائی۔ اور فرمایا کہ یوں سمجھنا چاہئے کہ یہ خطرات قلب میں داخل نہیں ہو رہے بلکہ خارج ہو رہے ہیں جیسے اگر چور گھر کے اندر چوری کرنے کے لئے گھسے تب بھی دروازہ پر نظر آتا ہے اور اگر گھر والوں کے جاگ پڑنے کے بعد بھاگنے لگے تب بھی دروازہ ہی سے گذرتا ہوا نظر آتا ہے آہ اس قول کو نقل فرما کر حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میں پہلے حاجی محمد عابد صاحب کو بزرگ تو سمجھتا تھا لیکن سچی بات یہ ہے کہ شیخ اور مربی باطن اس درجہ کا نہ سمجھتا تھا لیکن اس ارشاد کو سن کر مجھے معلوم ہوا کہ شیخ اور مربی بھی کامل درجہ کے تھے اھ۔

غرض بفضلہ تعالیٰ حضرت والا سلوک کی اس دشوارگذار اور آخری گھاٹی سے بہ توجہات

وتدبیرات و دعواتِ بزرگان پار ہو گئے اور حسنِ اتفاق دیکھئے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کی یہ بشارت کہ انشاء اللہ تعالیٰ سب گھاٹیوں سے پار ہو جاؤ گے حضرت حاجی صاحبؒ کی حیات ہی میں سا پوری ہو گئی کیونکہ حضرت والا کی اس حالت کے فرو ہونے کے چند ماہ بعد ہی دنیا سے فانی سے رحلت فرما گئے گویا اپنے سامنے ہی حضرت والا کو سب گھاٹیوں سے پار کرا گئے اور حضرت حافظ شیرازی رح کا یہ شعر صادق آگیا ؎

آں پریشانیٔ شبہائے دراز و غمِ دل ہمہ در سایۂ گیسوئے نگار آخر شد

اس جگہ حضرت حافظ شیرازی رح کی دو غزلیں بھی یاد آگئیں جن میں سے پہلی غزل حالتِ ابتلاء کے اور دوسری غزل حالتِ سکون کے مناسب ہے وہ دونوں غزلیں بمناسبت مقام ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

پہلی غزل

(مناسب حالتِ ابتلاء)

نفس برآمد و کام از تو بر نمی آید — فغاں کہ بختِ من از خواب [illegible]
نگہ بروئے دل آرائے یار من ورنہ — [illegible]
دریں خیال بسر شد دریغ عمر عزیز — بلائے زلف سیاہت [illegible]
نہاں بحسرتِ خاکِ درِ تو می میرم — کہ آب زندگیم [illegible]
بسے حکایتِ دل ہست با نسیم سحر — ولے بہ بختِ من امشب [illegible]
قد بلندِ ترا تا ببر نمی گیرم — درخت کام [illegible]
مقیم زلفِ تو شد دل [illegible] — [illegible]
ہمیشہ [illegible] — [illegible]
[illegible] شد دل حافظ رمید [illegible] — [illegible]

دوسری غزل

(مناسب حالتِ سکون)

[illegible] — [illegible]

آں ہمہ ناز و تنعم کہ خزاں می فرمود
عاقبت در قدم باد بہار آخر شد

بعد ازیں نور بہ آفاق دہیم از دل خویش
کہ بخورشید رسیدیم و غبار آخر شد

آں پریشانی شبہائے دراز و غم دل
ہمہ در سایۂ گیسوئے نگار آخر شد

ساقیا عمر دراز و قدحت پر مے باد
کہ بسعی تو [illegible] اندوہ خمار آخر شد

خطاب بشیخ ۱۲
شکر ایزد کہ باقبال کلہ گوشۂ گل
نخوت باد دے و شوکت خار آخر شد

صبح امید کہ بد معتکف پردۂ غیب
گو بروں آئے کہ کار شب تار آخر شد

گرچہ آشفتگی کار من از زلف تو بود
حل ایں عقدہ ہم از روئے نگار آخر شد

در شمار ارچہ نیاورد کسے حافظ را
شکر کاں محنت بیحد و شمار آخر شد

اس حالت کے طریان کے زمانہ میں حضرت والا نے بیعت ہونا اور تعلیم و تلقین فرمانا سب موقوف فرما دیا تھا کیونکہ اس حالت میں تو حضرت والا اپنی فکر میں شب و روز مبتلا تھے دوسروں کی جانب توجہ کرنے کی کہاں فرصت تھی اور کسے ہوش تھا۔ طالبین بیعت اصرار کرتے لیکن حضرت والا عذر فرما دیتے اور از راہِ تدین صاف صاف فرما دیتے کہ ایسی حالت میں مجھ سے رجوع کرنا بالکل بے سود ہے کیونکہ میں تو اپنے ہی غم میں گرفتار ہوں لیکن ایک صاحب پر ایسا غلبۂ اعتقاد کا غلبہ ہو گیا اور باوجود اس کے کہ حضرت والا نے صاف طور پر تنبیہ فرما دیا تھا کہ کچھ نفع نہ ہوگا پھر بھی اصرار کر کے بیعت ہو ہی گئے مگر حسب ارشاد حضرت والا بیعت سے اُن کی حالت میں کوئی اصلاحی تغیر واقع نہ ہوا اور حضرت والا کی فراست کہ کچھ نفع نہ ہوگا بالکل صحیح ثابت ہوئی۔

حضرت والا کی اس خاص حالت باطنی یعنی غلبۂ ہیبت کے متعلق ضروری ضروری واقعات بیان کیے جا چکے اب آخر میں خود صاحب واقعہ یعنی حضرت والا کے قلم مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ میں اس حالت کی مختصر کیفیت جو حضرت والا نے اپنی تصنیف یاد یاراں (تذکرہ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز) میں بضمن احسانات مولانا ممدوح تحریر فرمائی ہے درج ذیل کی جاتی ہے وہی ہذا۔

"اور دوسرا احسان متعلق باطن کے سو اس کی تفصیل میں چونکہ خفیات کا اظہار بھی ہے اور نیز وہ قصہ بھی نہایت دردناک اور ناگوار ہے اس لیے محض اس اجمال پر اکتفا کرتا ہوں کہ میری شامت اعمال و کثرت معاصی سے (یہ سوء ظن بنفسہ قابل تقلید ہے " مؤلف) مجھ پر ایسی ایک

؎ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ بعد سکون غلبۂ قبض و ہیبت ایسا ہی ہوا اور ہو رہا ہے ۱۲ خدمت یعنی ظل خلافت مرشد ۱۲

حالت شدید طاری ہوئی تھی کہ باوجود صحت بدنی کے زندگی سے مایوسی تھی بلکہ موت کو ہزار ہا درجہ حیات پر ترجیح دیتا تھا اور اس کو اس سے زیادہ عنوان سے تعبیر نہیں کر سکتا ؎

دوگونہ رنج و عذاب ست جان مجنوں را		بلائے فرقت لیلیٰ و صحبت لیلیٰ

اُس وقت حضرت قدس سرہ نے دعا و تعلیم و ہمت سے خاص توجہ فرمائی جس سے ہوش و حواس درست ہوئے اور جان میں جان آئی اور اس حالت سے نجات ملی اور پھر اس کے زوال کے منافع بحمد اللہ محسوس ہوئے ... [illegible] ... اور حکم بھی یہی ہے۔ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔

[illegible]

[illegible]

شرح کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ غلط فہمی واقع نہ ہو صاحب مقام ہوجانیکے یہ معنی نہیں کہ سالک تغیرات احوال سے بالکل ہی خالی ہوجاتا ہے کیونکہ حسب ارشاد حضرت والا تغیرات عارضی تو بربنائے مصالح لوازم سلوک سے ہیں جو رسوخ کامل اور تمکین تام کے حصول کے بعد بھی سالکین کے احوال میں گاہ گاہ واقع ہوتے رہتے ہیں لیکن ان میں اشتداد و امتداد و اعتداد نہیں ہوتا جیسے صحت کاملہ کے حاصل اور اعتدال مزاج قائم ہوجانیکے بعد بھی موسم کے بدلنے یا دیگر اسباب خارجی سے احیانًا کبھی زکام ہوجاتا ہے کبھی طبیعت کسلمند ہوجاتی ہے کبھی بخار بھی چڑھ آتا ہے مگر اس قسم کی عارضی شکایات صحت طبعیہ کے منافی نہیں ہوتیں غرض اعتبار غالب حالت کا ہے اگر سالک میں آثار مقام غالب ہیں تو وہ صاحب مقام ہے گو احیانًا اس میں آثار حال کا بھی ظہور ہو اور اگر آثار حال غالب ہیں تو وہ صاحب حال ہے گو احیانًا اس میں آثار مقام بھی پائے جائیں جیسے وہ شخص صحیح المزاج ہے جسمیں آثار صحت غالب ہوں گو کبھی کبھی کسی خلط کا غلبہ بھی ہوجائے اور وہ شخص مریض ہے جسمیں آثار مرض غالب ہوں گو کبھی کبھی اس کو افاقہ بھی ہوجاتا ہو۔

غرض کاملین پر بھی کبھی کبھی غلبۂ حال ہوجاتا ہے لیکن وہ منافی کمال نہیں ہوتا۔ بلکہ حضرات انبیاء علیہم السلام پر بھی کبھی کبھی ان حضرات کی شان کے موافق غلبۂ حال طاری ہوا ہے چنانچہ یوم بدر میں حضور سرور عالم سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس ابتہال کے ساتھ دعا فرمائی تھی وہ بھی غلبۂ حال ہی سے ناشی تھا بلکہ گاہ گاہ فرشتوں سے بھی غلبۂ حال منقول ہے حالانکہ ان میں انفعال بشری بھی نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا فرعون کے منہ میں کیچڑ ٹھونسنا روایت ترمذی میں مذکور ہے۔ لیکن صاحب مقام پر جو غلبۂ حال ہوتا ہے اس میں وہ حدود سے خارج نہیں ہوتا بخلاف صاحب حال کے کہ وہ کبھی حدود سے بھی خارج ہوجاتا ہے کہ اسکو گناہ نہیں ہوتا کیونکہ بوجہ مغلوبیت وہ اس وقت مرفوع القلم ہوتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت والا کو بحمد اللہ تعالیٰ اس قبض شدید و مدید کے بعد پھر اس درجہ کا قبض کبھی پیش نہیں آیا اور بفضلہ تعالیٰ حالت باطنی میں ایک مستحکم کیفیت تمکن و رسوخ کی پیدا ہوگئی لیکن حسب تحقیق بالا عارضی تغیرات سے بالکل خالی کیونکر رہ سکتے ہیں وہ تو عادةً لوازم سلوک سے ہیں اور سالک کو صاحب مقام ہوجانیکے بعد بھی گاہ گاہ پیش آتے رہتے ہیں جن میں سے اکثر تو عام طور پر ظاہر بھی نہیں ہوتے پاتے لیکن بعض ظاہر بھی ہوجاتے ہیں چنانچہ حضرت والا کا بھی ایک واقعہ غلبۂ حال کا احقر کو ثقہ راویوں سے معلوم ہوا جو چند ہی سال ہوئے دوران وعظ میں بمقام مسجد خانقاہ تھانہ بھون میں پیش آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ دوران وعظ میں حضرت والا نے کسی مضمون کے سلسلہ میں بہت جوش اور نہایت کیف کے ساتھ مثنوی شریف کے یہ اشعار پڑھے ؎

اے حریفاں راہ ہا را بست یار	آہوئے لنگیم و او شیر شکار	جز بہ تسلیم و رضا کو چارۂ	در کف شیر نر خونخوارۂ

بس دوسرے شعر کا پڑھنا تھا کہ حضرت والا پر حالت کا اس قدر غلبہ ہوا کہ بے اختیار زور سے

ایک چیخ نکل گئی اور دیر تک خود بھی بیحد مضطرب رہے اور سامعین کو بھی مضطرب رکھا خصوصیت مضمون اور قرائن حالیہ و مقامیہ سے صاف نمایاں تھا کہ یہ کیفیت غلبۂ ہیبت سے ناشی ہے اس کیفیت کا عود گویا اس شعر کا مصداق تھا

بار گلبانگِ پریشاں میزنم   آتش اندر عندلیباں میزنم

اللہ اللہ وہ کیفیت بھی کس قوت کی کیفیت ہوگی جس نے حضرت والا جیسے کوہِ استقلال کو بعد حصولِ تمکین تام بھی از جا رفتہ کر دیا کیوں نہ ہو صاحب مقام کے بھی صبر و استقلال کی آخر ایک حد ہوتی ہے جب اُس سے کسی ایسی قوی کیفیت کا وُرود ہوتا ہے جسکی قوت اُس حد سے متجاوز ہوتی ہے تو اُس سے فی الحال مغلوب ہو جاتا ہے لیکن فی المآل جلدی ہی پھر اُس پر غالب آجاتا ہے امتداد نہیں ہونے پاتا نہ زیادہ اشتداد ہوتا ہے اور اس قسم کا غلبہ بھی کبھی کبھی ہوتا ہے بکثرت نہیں ہوتا اور اگر ایسی قوی کیفیت کا ورود غیر صاحب مقام پر ہو تو اُسکی تو جان ہی کے لالے پڑ جائیں غرض اس قسم کا غلبۂ حال منافیِ تمکین نہیں بلکہ اُس کو بھی باعتبارِ حقیقت ایک درجہ کی تمکین ہی کہنا زیبا ہے بقول حضرت شیفتہ ؎

باحسنش ایں جنوں کہ تو بینی تحمل ست   ناصح ملامتے مکن ایں ناشکیب را

یہ تو وہ غلبۂ حال تھا جس کا حاضرین پر اظہار ہو گیا۔ اسکے علاوہ خفیف و لطیف کیفیات کا ورود تو ہوتا ہی رہتا ہے جو اپنی ذات میں تو عظیم اور قوی ہوتی ہیں لیکن محل وُرود کی قوتِ تحمل اور استقلال تمکین کی وجہ سے اُنکے آثار بصورت غلبہ نمایاں نہیں ہونے پاتے لیکن ایسی کیفیات لطیفہ روحانیہ کے آثار لطیفہ بھی صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں رہتے چنانچہ حضرت والا کی بات بات سے آثار خشیت ایسے نمایاں ہوتے رہتے ہیں کہ طریق سے ادنیٰ مناسبت [illegible] بھی اُن کا بوضاحت و بسہولت ادراک کر سکتا ہے اور کرتا رہتا ہے اُن آثار کی چند مثالیں بھی آئندہ بیان [illegible] علم و ہیبت میں عرض کی جائیں گی جو اس دعوے کی دلیل ہونگی۔ اگرچہ حضرت والا کے کمالات [illegible] کھلے ہوئے ہیں کہ صاحب نظر و انصاف اور غیر معاند کو ہرگز کسی دلیل کی حاجت نہیں ؎

آفتاب آمد دلیل آفتاب   گر دلیلت باید از وے رو متاب

لیکن ؎

مغز را خالی کن از انکار یار   تا کہ ریحاں یابی از گلزار یار

اب [illegible]

[illegible] مثال پر ختم کیا جاتا ہے حضرت والا نے ایک [illegible]

وضو کیلئے گرم پانی [illegible]

[illegible] جس سے آنکھوں [illegible]

ہوتی ہے جیسی [illegible]

ہوتی ہیں جن میں [illegible]

عود الی السابق

حضرت والا کے اس ابتلاء شدید کی جسکو اصطلاح صوفیہ میں ہیبت سے تعبیر کرتے ہیں جو قبض کی اعلیٰ ترین قسم ہے اور جس کا طریان کاملین ہی پر ہوتا ہے ضروری تفصیلات سے بعون اللہ تعالیٰ و بحمدہ فراغت ہوئی۔

اب بعض آیات و احادیث اور ابیات عارفین و عشاق جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر احوال میں نزول بلاء عادۃً لوازم سلوک سے ہے بطور نمونہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

آیات

(قولہ تعالیٰ) لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ و قولہ تعالیٰ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ الآیۃ وقال العارف الرومی رح فی حاصلہ

حق تعالیٰ گرم و سرد و رنج و درد	بر تن ما می نہد اے شیر مرد
خوف و جوع و نقص اموال و بدن	جملہ بہر نقد جان ظاہر شدن

وقولہ تعالیٰ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ وقولہ تعالیٰ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ وقولہ تعالیٰ اِذْ جَاۗءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا وقولہ تعالیٰ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً (فی الجلالین کفقر وغنی وسقم وصحۃ وفی جامع البیان بالمضار والمنافع)

احادیث

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا فی حدیث طویل فی قصۃ فترۃ الوحی زاد البخاری حتی حزن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما بلغنا حزنا غدا منہ مرارا کی یتردی من رؤس شواہق الجبال فکلما اوفی بذروۃ جبل لکی یلقی نفسہ منہ تبدی لہ جبرئیل فقال یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انک رسول اللہ حقا فیسکن لذلک جاشہ وتقر نفسہ۔ وقال العارف الرومی فی حاصلہ

مصطفیٰ را ہجر چوں بفراختے	خویش را از کوہ می انداختے
تا بگفتے جبرئیلش ہیں مکن	کہ ترا بس دولت است از امر کن
مصطفیٰ ساکن شدے ز انداختن	باز ہجراں آوریدے تاختن
باز خود را سرنگوں از کوہ او	می فگندے از غم و اندوہ او
باز پیدا گشتے آں جبرئیل	کہ مکن ایں کہ تو شاہی بے بدیل
ہمچنیں می بود تا کشف حجاب	تا بیابید آں گہر را او ز جیب

Marfat.com

بہر ہر محنت چو خود را می کشند	اصل محنتہا ست ایں چوں کشند
اے خنک آں کو فدا کردہ است تن	بہر آں کارزد فدائے او شدن
یارے آں مقبلی [illegible] ایں [illegible]	کاندراں صد زندگی در کشتن است

عن سعد قال سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای الناس اشد بلاء فقال الانبیاء ثم الامثل فالامثل یبتلی الرجل علی حسب دینہ فان کان فی دینہ صلبا اشتد بلاؤہ و ان کان فی دینہ [illegible]

زاں بلاہا کانبیا برداشتند سر بچرخ ہفتمیں افراشتند

وان کان فی دینہ رقۃ ہون علیہ فما زال کذلک حتی یمشی علی الارض ما لہ ذنب [illegible] رواہ ابن ماجۃ [illegible]

اقوال عارفین و عشاق

(از عارف شیرازی)

زپیچ زلف [illegible] (۱) [illegible]

تحصیل عشق [illegible] (۲) [illegible]

الا یا ایہا الساقی [illegible] (۳) [illegible]

درویست در عشق [illegible] (۴) [illegible]

بحریست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست (۵) [illegible]

بانگ [illegible] (۶) [illegible]

[illegible] عشق [illegible] (۷) [illegible]

[illegible] (۸) [illegible]

مرغ [illegible] (۹) [illegible]

[illegible] (۱۰) [illegible]

تا [illegible] (۱۱) [illegible]

[illegible] (۱۲) [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

از حضرت عراقی رح

بہ عالم ہر کجا رنج و بلا بود (۱۵) بہم کردند و عشقش نام کردند

از نواب مصطفیٰ خاں صاحب شیفتہ رح

شعلۂ خوجانگداز و لمعۂ روتاب سوز (۱۶) ہاں نہ پنداری کہ در وصل است آساں زیستن

درخرابات یکے نیست کہ رسوا نبود (۱۷) بلبلے نیست بہ گلزار کہ شیدا نبود

آسودہ خاطری و تجلی طلب کنی (۱۸) ایں برق کے بجز دل ناشاداں رسد

اتصالِ دوست آساں نیست بیش از اتصال ۱۹ انفصالِ تن زجان و جاں زتن خواہد شدن

از حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رح

جانِ صدیقاں ازیں حسرت بریخت (۲۰) کا سماں بر فرق الشیاں خاک بیخت

از عارف رومی رح

اینچنیں شیخے گدائے کو بکو (۲۱) عشق آمد لاأبالی فاتقوا

از حضرت جامی رح

لناز د عشق راکنج سلامت (۲۲) خوشا رسوائی کوے ملامت

متفرقات

ما پرورئیم دشمن و مامی کشیم دوست (۲۳) کس را رسد نہ چون و چرا در قضائے ما

قطعہ

تا بلا بر کسے قضا نکنیم (۲۴) نامِ او در رازِ اولیا نکنیم

ایں بلا گوہر خزانۂ ماست (۲۵) گو ہرِ خود بکس عطا نکنیم

نوٹ۔ یہ کل اشعار پچیس ہیں۔

اب حسب وعدہ سالکین کے فائدہ بالخصوص اہلِ ابتلاء کی تسلّی کے لئے اس حالت رفیعہ یعنی قبض وہیبت کی چند خاص خاص حکمتیں بھی نمونہ کے طور پر بیان کی جاتی ہیں و باللہ التوفیق

بیان حکمتِ حالتِ قبض وہیبت

اس فصل کے تین جزو ہیں۔ جزوِ اوّل میں انشاء اللہ تعالیٰ وہ حکمتیں بیان کی جائیں گی جو حضرت والا کے مجموعی حالات کے مشاہدہ سے بداہۃً مفہوم ہوتی ہیں۔ جزوِ دوم میں اُن حکمتوں کو

Marfat.com

نقل کیا جائے گا جو خود حضرت والا نے اپنی بعض تحریرات میں ارقام فرمائی ہیں اور جزو سوم میں وہ حکمتیں درج کی جائیں گی جو آیات و احادیث اور کلام قوم میں منتشر طور پر مذکور رہیں۔

جزو اول۔ حضرت والا کا یہ باطنی ابتلا بمصداقِ ارشادِ خداوندی عَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ محض صورۃً ابتلا تھا حقیقۃً سرچشمۂ الطافِ ربُّ العلیٰ اور منبع رحمتِ خدا تھا جس کے اندر نہ صرف خود حضرت والا کی بے انتہا ترقیاتِ باطنیہ خاصہ مضمر تھیں بلکہ طالبین کی بیشمار مصالح دینیہ عامہ بھی مستتر تھیں۔ اُسوقت تو حضرت والا اس بلائے ناگہانی سے بیحد پریشان تھے کہ یا اللہ میں کس مصیبت میں گرفتار ہو گیا لیکن یہ خبر نہ تھی کہ اس ظلمات کی تیرگی میں چشمۂ آب حیات موجیں مار رہا ہے اور یہ جو غم و اندوہ کی گھنگھور گھٹا قلبِ محزون پر چاروں طرف سے چھائی ہوئی ہے درحقیقت نزول باران رحمت الٰہی کا پیش خیمہ ہے۔ حضرت والا کو جو جو ترقیات باطنیہ خاصہ اس ابتلا سے حاصل ہوئیں ان کا تفصیلی علم تو بھلا کسی کو کیا ہو سکتا ہے کیونکہ ؎

میانِ عاشق و معشوق رمزیست کراماً کاتبیں راہم خبر نیست

اور نہ اس تفصیل کو حضرت والا سے دریافت کرنے کی کوئی جرأت کر سکتا ہے بمصداق ؎

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغباں بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ [illegible]

لیکن اجمالاً اتنا سب اہل طریق کو معلوم ہے کہ سلوک کا اعلیٰ ترین مقام مقام [illegible] اور یہ بھی مسلمات اہل طریق سے ہے کہ ایسے شدید و مدید قبض میں جیسا کہ حضرت والا کو پیش آیا [illegible] قدم رہنے کے بعد سالک بعون اللہ تعالیٰ مقام عبدیت میں نہایت [illegible] اور راسخ القدم ہو جاتا ہے کیونکہ متصرف حقیقی کے تصرفات عظیمہ کو خود اپنے اندر مشاہدہ کرنے کے [illegible] درپیچ اور لاشئے محض ہونا روز روشن کی طرح آشکارا ہو جاتا ہے [illegible] وہ بفضلہ تعالیٰ نزول کامل سے جو ترقیات باطنیہ کی انتہائی منزل ہے [illegible] وہ فراز ہو جاتا ہے نیز چونکہ [illegible] احوال قلب [illegible] ہوتا ہے۔ اس سے عدم غلبہ [illegible] کی حالت میں [illegible] نسبت تصدوق [illegible] سے ہمیشہ [illegible] بھی نہ محسوس کرتے ہوئے اس [illegible] وہ اس حالت کو محض موہبت خدا اور [illegible] وقت [illegible] ہوتا ہے خوش [illegible]

والا کرام اُس کا اقتضاء طبعی اور تفویض کامل وفنا تام اُس کا شعار زندگی ہوجاتا ہے یا بطور حاصل یوں کہئے کہ عبدیتِ محضہ اُس کی صفت لازمہ و بندگی و سرافگندگی اُس کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت والا کی ذات عالی صفات کے اندر ان اوصاف جلیلہ کا تحقق بدرجہ اتم اودنےٰ بصیرت رکھنے والوں کو بھی ملاحظہ حالات و مصنفات اور استماع ملفوظات وارشادات سے رات دن کالشمس فی نصف النہار مشاہدہ ہورہا ہے حاجت بیان نہیں کیونکہ عیاں راچہ بیان اور بیان بھی کیا جائے تو کیا کیا اور کیونکر کیونکہ ان اشعار کا مضمون صادق آرہا ہے ؎

دامانِ نگہ تنگ وگلِ حسن تو بسیار　　گلچین بہار زتو داماں گلہ دارد
گر مصور صورتِ آں دلستاں خواہد کشید　　لیک حیرانم کہ نازش راچساں خواہد کشید

تاہم چند واقعات بطور نمونہ گذارش کئے جاتے ہیں۔

(واقعہ نمبر ۱) بارہا قسم کھا کھا کر فرمایا کرتے ہیں کہ میں اپنے آپ کو کسی مسلمان سے حتی کہ اُن مسلمانوں سے بھی جن کو لوگ فساق و فجار سمجھتے ہیں فی الحال اور کفار سے بھی احتمالاً فی المآل افضل نہیں سمجھتا اور آخرت میں درجات حاصل ہونیکا کبھی مجھے وسوسہ بھی نہیں ہوتا کیونکہ درجات تو بڑے لوگوں کو حاصل ہوں گے۔ مجھے تو جنتیوں کی جوتیوں میں بھی جگہ مل جائے تو اللہ تعالےٰ کی بڑی رحمت اس سے زیادہ کی ہوس ہی نہیں ہوتی اور اتنی ہوس بھی بربنار استحقاق نہیں بلکہ اس لئے کہ دوزخ کے عذاب کا تحمل نہیں اور یہ جو میں بضرورتِ اصلاح زجر و توبیخ کیا کرتا ہوں تو اُس وقت یہ مثال پیش نظر رہتی ہے جیسے کسی شہزادے نے جرم کیا ہو اور بھنگی جلاد کو حکم شاہی ہوا ہو کہ اُس شہزادے کو دُرّے لگائے تو کیا اُس بھنگی جلاد کے دل میں دُرّے مارتے وقت کہیں یہ بھی وسوسہ ہوسکتا ہے کہ میں اس شاہزادے سے افضل ہوں۔ غرض کوئی مومن کیسا ہی بداعمال ہو میں اس کو حقیر نہیں سمجھتا بلکہ فوراً یہ مثال پیش نظر ہوجاتی ہے کہ اگر کوئی حسین اپنے منہ پر کالک مل لے تو اس کو جاننے والا کالک کو بُرا سمجھے گا لیکن اُس حسین کو حسین سمجھے گا اور دل میں کہے گا کہ یہ جب کبھی بھی صابون سے منہ دھولے گا پھر اس کا وہی چاند سا مُنہ نکل آئے گا۔ غرض مجکو صرف فعل سے نفرت ہوتی ہے فاعل سے نفرت نہیں ہوتی اھ

(واقعہ نمبر ۲) ایک بار احقر نے حضرت والا کے ایک ذی فضل معتقد کا یہ قول نقل کیا کہ میں آخرت میں اپنا کوئی عمل ایسا نہ پیش کرسکوں گا جو خالص ہو۔ اس کو سُنکر حضرت والا جو اُس وقت کسی خدکر جمۂ کلام رہتا تھے گھٹنے ٹیکے بے اختیار رک گئے اور چہرۂ مبارک پر بہت نمایاں آثار سخت خجلت وندامت

کے ظاہر ہونے لگے اور غلبہ عبدیت سے بیٹھے بیٹھے کسی قدر جھک بھی گئے اور پھر تھوڑی دیر تک اسی ہیئت سے ساکت بیٹھے رہنے کے بعد بہت حسرت کے لہجہ میں فرمایا کہ جی ہاں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے لائق کیا کوئی عمل پیش کیا جا سکتا ہے پھر لیلۃ اللبن والی حکایت بیان فرمائی۔

(واقعہ نمبر ۳) ایک بار فرمایا کہ جب میں کسی کے ہدیہ کو رد کرتا ہوں تو گو وجہ کے ساتھ ہو لیکن بہت ڈرتا ہوں کیونکہ غور کرنے سے کسی قدر شائبہ کبر کا ہوتا ہے جس سے نہایت خوف ہوتا ہے اللہ تعالیٰ معاف فرماویں۔ استغناء اور کبر میں فرق نہایت دشوار ہے۔ دونوں بہت متشابہ ہیں کبھی اس میں دھوکہ ہو جاتا ہے کہ جس کو ہم استغنا سمجھ رہے ہیں وہ دراصل ہوتا ہے کبر خدا ہی محفوظ رکھے تو انسان محفوظ رہ سکتا ہے ورنہ ہمارا ہر قول فعل حال قال سب ہی پر خطر ہے کوئی حالت خطرہ سے خالی نہیں مجھے تو اب وہ شعر اکثر یاد آیا کرتا ہے جو کبھی بچپن میں پڑھا تھا سعدی

من نگویم کہ طاعتم بپذیر ۔۔۔ قلم عفو بر گناہم کش

بلکہ بروئے حدیث (یعنی قول حضرت عمرؓ) کہ ہمارے جو اعمال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں ہوئے ہیں وہ تو مقبول ہو جاویں اور حضور کے بعد جو ہوئے ہیں اگر ان پر مواخذہ نہ ہو تو غنیمت ہے اجر کی ہم ہوس نہیں کرتے [illegible] ہم تو بس حق تعالیٰ خود ہماری طاعات کو معاف فرماوے۔ اور طاعت تو خیر کیا تبدیل معافی ہوتیں مطلب یہ ہے کہ خود [illegible] وہ معاف فرماوے کیونکہ جن کو ہم اپنی طاعت سمجھ رہے ہیں وہ درحقیقت طاعات کی صورت [illegible] کوئی بے ڈھنگے طور سے پنکھا جھل رہا ہو یا اور کوئی خدمت کر رہا ہو تو وہ [illegible] ہوگا کہ ہم خدمت کر رہے ہیں حالانکہ بعضوں کی خدمت سے الٹی اذیت ہوتی ہے لیکن [illegible] دلشکنی کی وجہ سے اُن کو منع نہیں کیا جاتا اسی طرح ہماری طاعات ہیں کوئی [illegible] کہ ہم نے گھنٹہ بھر تک اللہ اللہ کیا ہے یہ خبر نہیں کہ وہاں [illegible] تک نہیں پر میں کہتا ہوں کہ ہم لوگوں پر گر مواخذہ نہ ہو تو غنیمت ہے [illegible] ہیں تو بس یہ التجا ہے کہ حق تعالیٰ [illegible]

(منقول از حسن العزیز جلد اول ملفوظ نمبر [illegible])

(واقعہ نمبر ۴) ایک ذی وجاہت [illegible]

[illegible]

[illegible] صاحب نے [illegible]

Marfat.com

زبانی بفضلہ تعالےٰ خلاف توقع بہت جلد مرض کا استیصال ہوگیا۔ جس سے ڈاکٹروں کو بھی حیرت تھی۔ اُن رئیس صاحب نے حضرت والا کو لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے حضور والا کی دعا کو قبول فرمالیا اور ہم لوگوں کو زندہ درگور ہونے سے بچالیا۔ جب انتہائی وحشت ہوئی تو حضور والا کو تار دیا قاضی کی دوڑ مسجد تک اھ احقر کو بھی یہی لکھا تھا کہ قاضی کی دوڑ مسجد تک۔ جب کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے تو حضرت قبلہ ہی کو دعا کے لئے تکلیف دی جاتی ہے۔ اور بفضلہ تعالےٰ ہمیشہ کامیابی ہوتی ہے۔ قاضی کی دوڑ مسجد تک کے فقرے پر حضرت والا نے غایت تواضع سے نہایت لطافت کے ساتھ تحریر فرمایا کہ مسجد مگر بے چھت کی جسمیں نہ سردی کا بچاؤ نہ دھوپ کا نہ بارش کا مگر معتقدین چھتریاں کھول کر کھڑے ہوجاتے ہیں اور نام مسجد کا وہ چھتری آپ کی محبت اور حُسن ظن ہے (جس کی برکت سے اللہ تعالےٰ فضل فرمادیتے ہیں ۱۲)

(**واقعہ نمبر ۵**) ایک سلسلۂ کلام میں نہایت پُر اثر اور بہت ہی پستی اور شکستگی کے لہجہ میں فرمایا کہ نہ علم کا اعتبار نہ عمل کا اعتبار نہ حال کا اعتبار نہ مقام کا اعتبار کسی شے کا اعتبار نہیں یہاں تک کہ جو سب سے زیادہ ضروری چیز ہے یعنی ایمان اُس کے بقاء کا بھی کیا اعتبار کیونکہ قضاء و قدر سب جکڑ بند ہیں۔ کیا معلوم کس کے لئے کیا مقدر ہوچکا ہے۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ آدمی جانتا ہے کہ یہ گناہ ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس سے بچنا بھی اختیاری ہے لیکن پھر اُس میں مبتلا ہوتا ہے اور اپنے اختیار سے اپنے آپ کو اُس میں مبتلا کرتا ہے آخر وہ کون ہے جو اس کو کشاں کشاں لے جارہا ہے اور پھر دلائل سمعیہ وعقلیہ سے یہ بھی واجب کہ جبر کا بھی عقیدہ نہ رکھو اور واقع میں بھی جبر نہیں۔ بہت ہی نازک بات ہے اور بہت ہی ڈرنے کا مقام ہے اپنی کیسی ہی اچھی حالت ہو ہرگز ناز نہ کرے اور دوسرے کی کیسی ہی بُری حالت ہو ہرگز اُس پر طعن نہ کرے کیا خبر ہے کہ اپنی حالت اس سے بھی بدتر ہوجائے۔ پھر اپنا واقعہ کچی گڈھی کے وعظ کا (جس میں بیان پر قدرت ہی نہ ہوسکی تھی اور مجبوراً وعظ موقوت کرنا پڑا تھا جس کا مفصل حال باب ہشتم "مواعظ حسنہ" میں گذر چکا ہے) بیان فرماکر فرمایا کہ بھلا کس چیز پر ناز کیا جائے۔ ہمارا علم و عمل حال و مقام سب خدا کے قبضہ میں ہے ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لہا وما یمسک فلا مرسل لہ من بعدہ۔ اللہ تعالےٰ جس رحمت کو کشادہ کرنا چاہیں کوئی اُس کا روکنے والا نہیں اور جس رحمت کو روکنا چاہیں کوئی اسکا کشادہ کرنیوالا نہیں کوئی چیز انسان کے مستقل اختیار میں نہیں۔ ایک بار نہایت خشیت کے لہجہ میں فرمایا کہ دیا سلائی

Marfat.com

کی طرح سارے موادِ خبیثہ نفس میں موجود ہیں بس رگڑ لگنے کی دیر ہے۔ اللہ تعالے نے جب تک رگڑ سے بچا رکھا ہے بچے ہوئے ہیں۔ فرعون وہامان کو نہیں بچایا اُن میں وہ مادّے سلگ اُٹھے اللہ تعالیٰ ہی محفوظ رکھے تو انسان محفوظ رہ سکتا ہے ورنہ ہر وقت خطرہ ہے مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

علتِ ابلیس انا خیرٌ بدست این مرض در نفسِ ہر مخلوق ہست

اکثر گمراہ فرقوں کے عقائد واہیہ کے تذکروں میں بے اختیار ہاتھ جوڑ جوڑ کر اللہ تعالے سے نہایت عجز و نیاز کے لہجہ میں عرض کرنے لگتے ہیں اے اللہ اپنے قہر سے بچائیو اور حضرت مولانا رومیؒ کا یہ شعر پڑھنے لگتے ہیں ؎

از شرابِ قہر چوں مستی دہی نیستہا را صورتِ ہستی دہی

اور فرمانے لگتے ہیں کہ جب اللہ تعالے کا قہر ہوتا ہے تو باطل چیزیں بھی حق نظر آنے لگتی ہیں اور اوہام باطلہ بھی حقائق کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

(واقعہ نمبر ۶) رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ کے آخری جمعہ کی نماز کے بعد ایک انبوہ کثیر حضرت سے مصافحہ کرنے کے لئے بیتابانہ منتظر تھا۔ حضرت والا نے بجائے اس کے کہ اپنی جگہ سے اٹھنے کے بعد ہی سے مصافحہ کی اجازت دیں سب کو روک دیا کہ جب تک میں حوض پر جا کر نہ بیٹھ جاؤں کسی سے مصافحہ نہ کروں گا کیونکہ ہجوم کی کثرت سے بباعث کبر سنی گر جانے کا اندیشہ تھا [illegible] غرض کے لئے حوض تک اس طور پر تشریف لے گئے کہ اپنے دونوں ہاتھ الگ الگ دو [illegible] ہاتھوں میں دیدیئے۔ اگر چلتے ہوئے کوئی مصافحہ کے لئے بڑھتا تو فرما دیتے کہ میرے ہاتھ تو [illegible] ہیں اگر ابھی مصافحہ کرنا ہو تو ان سے مصافحہ کر لو جن کے ہاتھوں میں میرے ہاتھ ہیں [illegible] حوض پر بیٹھ کر مصافحہ کروں گا۔ پھر حوض پر بیٹھ کر دیر تک اطمینان کے ساتھ لوگوں سے [illegible] سے فارغ ہونے کے بعد جائے نشست پر تشریف لا کر فرمایا کہ میں تو واقعی [illegible] ہوں کہ ایک نادر شخص کے اتنے مسلمان محبت کرنے والے ہیں لیکن [illegible] اگر میں یہ انتظام نہ کرتا تو ہجوم [illegible] میں لوگوں کے [illegible] اندیشہ تھی۔ اب اطمینان کے ساتھ سب سے [illegible] کیا سبب کہ اتنے سارے محبت کرنے والے مسلمانوں میں سے کوئی بھی نہ [illegible] کہ نعوذ باللہ سب مغفور اور دوزخی [illegible] اگر اتنے مسلمان محبت کرنے والوں [illegible] مرحوم ہوں تو کیا جلد دوزخ میں جلتا ہوا دیکھ [illegible]

وہ مجکو دوزخ سے نہ نکلوا لیگا اھ۔

(واقعہ نمبر ۷) بارہا فرمایا کہ یہ جو اصلاح نفس کی سہل سہل اور نافع تدابیر اللہ تعالےٰ ذہن میں ڈال دیتے ہیں یہ سب طالبین ہی کی برکت ہے میرا کوئی کمال نہیں اللہ تعالےٰ کو منظور ہے کہ میرے بندوں کی اصلاح ہو اور نفع پہونچے لہذا ایک ناکارہ سے خدمت لے رہے ہیں اور جس کو اپنے علوم و معارف پر ناز ہو طالبین سے الگ ہوکر تو ذرا دیکھے واللہ جو بالکل ہی چٹ نہ ہو جائے کیونکہ اللہ تعالےٰ اوروں ہی کے نفع کے لئے اُس کو یہ علوم و معارف عطا فرما رہے ہیں ع خاص کند بندہ مصلحت عام را۔ ماں یہ ناز نہ کرے کہ میں بچہ کو دودھ پلاتی ہوں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ ہی کو منظور ہے کہ بچہ کی پرورش ہو اسلئے اُس نے گوشت میں بھی دودھ پیدا کر دیا ہے یہ جو دودھ چھاتیوں میں سے اُبل رہا ہے یہ بچہ کے جذب ہی کی برکت ہے۔ اگر ماں بچہ کو دودھ پلانا چھوڑ دے تو پھر دودھ ہی خشک ہو جائے اسی طرح اگر کنویں میں ڈول نہ ڈالا جائے اور پانی نہ نکالا جائے تو نیا پانی آنا بند ہو جائے۔ غرض اگر شیخ القا چھوڑ دے تو تلقی بھی بند ہو جائے۔ اھ

(واقعہ نمبر ۸) ایک اہل علم سے جنکو شیخ کی تلاش تھی اور جن سے حضرت والا پوچھ اسکے کہ اُنمیں خودرائی اور اعتراض کا مادہ تھا کشیدہ خاطر تھے۔ فرمایا کہ میں مسجد میں کھڑے ہوکر آپکو یقین دلاتا ہوں اپنے حضرات میں سے کسی سے بھی آپ جس روز بیعت ہو جائیں گے اور مجکو مطلع کر دیں گے انشاء اللہ تعالےٰ اُسی وقت سے میرے قلب کے اندر شائبہ بھی کسی قسم کے تکدر کا آپ کی جانب سے نہ رہے گا پھر میں آپکو اپنا دوست اور اپنے کو آپ کا خادم سمجھوں گا باقی اپنی غرض کے حصول کا یہاں پر آپ خیال بھی نہ لائیں کیونکہ میں آپ جیسے ذی علم کی دستگیری کا ہرگز اہل نہیں ہوں اسپر اگر آپ کہیں تو میں حلف اٹھا سکتا ہوں اھ (ماخوذ از حسن العزیز جلد اول ملفوظ نمبر ۹۲) اسی کے مناسب حضرت والا کا ایک حال کا ملفوظ بھی ہے۔ فرمایا کہ میرے اندر علم ہے نہ عمل ہے نہ کوئی کمال ہے لیکن الحمد للہ اپنے خلو کا اعتقاد تو ہے اللہ تعالےٰ بس اسی سے فضل فرما دے گا اھ۔

(واقعہ نمبر ۹) ایک طالب نے ایک سخت مرض نفسانی کا علاج حضرت والا سے بذریعہ تحریر پوچھا حضرت والا نے جواب دیا جس سے بفضلہ اُن کا وہ سخت مرض بالکل زائل ہو گیا۔ عرض کیا گیا کہ حضرت والا کی تعلیم میں تو کھلی ہوئی برکت ہے۔ فرمایا کہ میری تعلیم میں کیا رکھا ہے حقیقت میں اللہ تعالےٰ کی تائید ہے۔ اللہ تعالےٰ کا رسا ہیں میں کیا چیز ہوں۔ چمار کو سڑک کوٹنا نہیں آتا مگر انجنیر اپنا ہاتھ اُس کے دُرمٹ پر رکھکر اُس سے درمٹ چلواتا ہے تو سڑک کٹ جاتی ہے۔ امر اصلاح میں میرے

Marfat.com

علم کو دخل نہ فہم کو۔ خدا نے ایک کام میرے سپرد کیا ہے وہ میری مدد کرتے ہیں میرا کچھ بھی کمال نہیں اھ

(واقعہ نمبر۱۰) حضرت والا پر حضرت حق جل و علیٰ شانہ کے ادب کا اس قدر غلبہ رہتا ہے کہ ادنےٰ ایہام بے ادبی سے بھی سخت اجتناب فرماتے ہیں اگر سلسلۂ کلام میں کسی کا بے ادبی کا قول نقل کفر کفر نباشد کے طور پر نقل فرمانے کا اتفاق ہوتا ہے تو اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر نہایت عجز و نیاز کے ساتھ بے اختیار فرمانے لگتے ہیں الٰہی توبہ الٰہی توبہ۔ متعدد اشعار میں جن میں بے ادبی کا ایہام تھا نہایت لطیف اصلاحیں بھی فرمائی ہیں مثلاً اس شعر میں ؎

فارغ از دغدغۂ گبر و مسلماں کردی اے جنوں گرد تو گردم کہ چہ احساں کردی

الفاظ "گبر و مسلماں" کے بجائے دست و گریباں تجویز فرمائے ہیں اور ؎

خود بخود آں بت عیار بہ بر می آید نہ بزور و نہ بزاری نہ بزر می آید

میں بجائے بت عیار کے شہِ مختار کر دیا ہے جو بقیہ الفاظ کے بھی نہایت مناسب ہے اور ؎

سوئے زلفش نظرے کردن و ریش دیدن گاہ کافر شدن و گاہ مسلماں بودن

میں دوسرے مصرعہ کو یوں کر دیا ہے "گاہ شاداں شدن و گاہ پریشاں بودن" اس میں لفظ پریشان زلف کے بھی مناسب ہے اور ؎

ہمہ شہر پر ز خوباں منم و خیال ماہے چہ کنم کہ چشم بدبیں نکند بکس نگاہے

میں بجائے چشم بدبیں کے چشم بد خو یا چشم یک بیں کر دیا۔

(واقعہ نمبر۱۱) ایک صاحب نے کسی خواب کی بنا پر جس میں ان کو تنبیہ کی گئی تھی کہ تم بزرگوں [illegible] سے [illegible] رکھتے ہو اُن سے جلد توبہ کر کے حضرت والا سے [illegible] کی [illegible] جناب سے بھی معافی چاہتا ہوں۔ حضرت والا نے فوراً اُن کے ہاتھ پکڑ کر علیحدہ [illegible] کر اجی حضرت یہ آپ کیا کرتے ہیں مجھ سے معافی مانگنے کی [illegible]

میں کیوں داخل کرتے ہیں اس میں تو بزرگوں کا ذکر [illegible]

میں تو قسم کھاتا ہوں کہ میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا [illegible]

[illegible]

[illegible] بھی نہیں [illegible]

[illegible] میں [illegible] کوئی تعریف کے قابل بات [illegible]

[illegible]

Marfat.com

نہیں ہوتا اور اگر کوئی میری ایک تعریف کرتا ہے تو اسی وقت اپنے دس عیب میرے پیش نظر ہو جاتے ہیں دوسرے یہ کہ آپ نے جو کچھ میرے بارہ میں برا بھلا کہا ہوگا تو عدم واقفیت کی وجہ سے کہا ہوگا اس لئے آپ معذور ہیں۔ تیسرے یہ کہ میں مدت سے یہ دعا مانگ رہا ہوں اور اب بھی تازہ کر لیا کرتا ہوں کہ اے اللہ میری وجہ سے اپنی کسی مخلوق پر مواخذہ نہ کیجیو۔ جو کچھ کسی نے میرے ساتھ برائی کی ہو یا آئندہ کرے وہ سب میں نے دل سے معاف کی۔ اس لئے مخلوق خدا کو میری طرف سے بالکل بے فکر رہنا چاہیے کوئی اپنے دل میں شبہ نہ رکھے آپ بھی میری طرف سے بے فکر رہیے میں ہمیشہ ہی سب کو دل سے معاف کر چکا ہوں۔ آپ بھی اس عموم میں آگئے بلکہ اگر کبھی ضرورت ہو تو میری طرف سے پوری اجازت ہے کہ جو کچھ آپ چاہیں مجھے کہہ سن سکتے ہیں پھر فرمایا کہ اگر میں معاف نہ کروں یا کروں اور دوسرے کو عذاب بھی ہوا تو مجھے کیا نفع حاصل ہوا اھ (ماخوذ از حسن العزیز جلد اول ملفوظ نمبر ۶۰۲)

ایک بار فرمایا کہ اگر میں معاف نہ کروں تو کیا میں کسی کو اپنی وجہ سے دوزخ میں جلتا ہوا دیکھ سکوں گا۔ استغفر اللہ۔ یہ بھی فرمایا کہ اس معافی میں حقوق مالیہ وغیرہ کو کوئی صاحب داخل نہ سمجھ لیں ورنہ لوگ میری چیزیں ہی اٹھا لے جائیں صرف دست و ستم مراد ہے۔

(واقعہ نمبر ۱۲) کئی بار فرمایا کہ گو میں اعمال میں تو بہت کوتاہ ہوں لیکن الحمد للہ اپنی اصلاح سے غافل نہیں ہمیشہ ہی ادھیڑ بن لگی رہتی ہے کہ فلاں حالت کی یہ اصلاح کرنی چاہیے فلاں حالت میں یہ تغیر کرنا چاہیے غرض کسی حالت پر قناعت نہیں اور گو میں نجات کو اعمال پر منحصر نہیں سمجھتا محض فضل پر سمجھتا ہوں لیکن بندہ کے ذمہ یہ اللہ تعالے کا حق ہے کہ اس کے اوامر کو بجا لائے اور نواہی سے اجتناب رکھے اس لئے مجکو اپنی اعمال کی کوتاہی پر سخت ندامت ہے اور ہمیشہ اپنی اصلاح کی فکر رہتی ہے۔ اھ اپنے کسی منتسب کی دینداری اور تقویٰ کے حالات سن کر فرمایا کرتے ہیں کہ وہ باپ بڑا خوش قسمت ہے جس کی اولاد کمالات میں اس سے بڑھ جائے۔ یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اللہ تعالے کو میرا نیک نام کرنا منظور ہے کہ جو پہلے سے نیک ہیں انہیں کو میرے پاس بھیجدیتے ہیں۔ اور میں مفت میں نیک نام ہو جاتا ہوں ؎

نے دام خوش نہ دانہ خوش امّا ز اتفاق ہر بار شاہباز در افتد بہ دام ما

ایک بار یہ بھی فرمایا کہ جس نے جو فن مجھ سے سیکھا وہ اس فن میں مجھ سے بڑھ گیا۔ غرض حیرت ہے کہ باوجود کمالات ظاہری و باطنی میں یگانہ روزگار ہونے کے اور بعض خاص کمالات کو تحدث بالنعمۃ کے طور پر اپنے اندر تسلیم کرتے ہوئے بھی حضرت والا اپنی کو ہیچ در ہیچ سمجھتے ہیں۔ اور عجب و کبر کا نام و نشان تک بھی نہیں جیسا ان بعیت

Marfat.com

پر روز روشن کی طرح واضح ہے و ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ۱۲

نوٹ

یہ بارہ واقعات بطور نمونہ عرض کئے گئے جن کا آیت فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا کے ساتھ عدد میں اتفاقی توافق ہو گیا۔

تنبیہ

حضرت والا کے ان واقعات و اقوال کو نقل کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے اقوال و احوال عبدیت کے متعلق حضرت والا کی ایک ضروری تحقیق بھی اس جگہ نقل کر دی جائے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ العزیز بھی بقسم فرمایا کرتے تھے کہ میرے اندر کوئی کمال نہیں اس پر ایک معتقد نے حضرت والا کی خدمت میں اشکال پیش کیا کہ دو حال سے خالی نہیں اگر قسم سچی ہے تو مولانا کے کمالات کی نفی ہوئی جاتی ہے اور اگر سچی نہیں تو مولانا نے خلاف واقعہ قسم کیوں کھائی اس کے متعلق کیا عقیدہ رکھا جائے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ مولانا کو اپنی قسم میں سچا بھی سمجھا جائے اور کمالات کا اعتقاد بھی رکھا جائے کیونکہ مولانا جو نفی فرما رہے ہیں وہ کمالات متوقعہ کی اور ہم جو اعتقاد کئے ہیں وہ کمالات واقعہ کا لہٰذا کوئی تعارض نہیں اھ۔ اس پر احقر عرض کرتا ہے کہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی بہت بلند مینار پر چڑھتا چلا جا رہا ہو اور اس کی نظر اوپر کو ہو تو وہ انتہائی بلندی پر بھی پہونچ کر یہی سمجھے گا کہ میں نے ابھی کچھ بھی اونچائی طے نہیں کی کیونکہ آسمان کی بلندی تو ابھی اتنی ہی معلوم ہوتی ہے تو گویہ ٹھیک ہے کہ آسمان کی بلندی کے لحاظ سے ابھی اس نے گویا کچھ بھی اونچائی طے نہیں کی لیکن اگر زمین سے دیکھا جائے تو وہ بہت اونچائی پر پہونچا ہوا ہے بقول حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ ؎

آسماں نسبت بعرش آمد فرود ... ایک بس عالیست پیش خاک تو

چونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ شانہ کی تجلیات لامتناہی ہیں اس لئے سالک خواہ کسی مقام پر پہونچ جاوے وہ اپنے کو ہنوز روز اول کا مصداق اور تہی دست ... بالکل سچا ہوتا ہے بمصداق ما عرفناک حق معرفتک وغیرہ ؎

اے برادر بے نہایت درگہیست ... [illegible]

نیست کس را از حقیقت آگہی ... [illegible]

اس جگہ [illegible] صاحب [illegible] حضرت والا کے [illegible]

[illegible]

Marfat.com

بڑھتا ہے تو اس کو ہر درجہ حاصلہ بلحاظ درجات متوقعہ بالکل پست بلکہ لا شئ محض معلوم ہوتا ہے
یہی بنا حضرت والا کے مذکورہ بالا اقوال و احوالِ عبدیت کی ہے اور اسی قسم کے اقوال و احوال اکابر
طریق سے بھی بکثرت منقول ہیں جیسا کہ واقف سے مخفی نہیں اور یہی بنا وہاں ہوتی تھی غرض عارف
کی جتنی بصیرت بڑھتی جاتی ہے عظمتِ حق کا انکشاف روز افزوں ہوتا چلا جاتا ہے اور آدابِ عبودیت
کے روز بروز نئے نئے دقائق پیش نظر ہوتے چلے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی عبادات
وطاعات کو خواہ کتنی ہی کامل ہوں حقوقِ عظمت حق کے لحاظ سے ہیچ در ہیچ سمجھتا ہے اور اس کا یہ سمجھنا بالکل
حق بجانب ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کی عظمت کا حق کسی طرح ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی وجہ سے عارف
کو اپنی کسی درجہ کی بھی حالت پر قناعت نہیں ہوتی اور کسی درجہ کی بھی اصلاح پر اطمینان نہیں ہوتا
اور یہی وجہ ہے کہ وہ قسمیں کھا کھا کر اپنے کمالات کی نفی کرتا رہتا ہے۔ تم التنبیہ

یہ تو اُن منافع خاصہ کا اجمالی ذکر تھا جو خود حضرت والا کو اس حالت ہیبت کی طریان سے بفضلہ
تعالیٰ حاصل ہوئے اور طالبین کے مصالح عامہ تو ظاہر و باہر ہیں کیونکہ کامل رہبر وہی ہو سکتا ہے
جس کو ہر قسم کے نشیب و فراز طریق کا ذاتی تجربہ ہو چکا ہو اور ہر طرح کے عقبات خود اس کو پیش آ چکے
ہوں چنانچہ خود حضرت والا ہی فرمایا کرتے ہیں کہ مجھ کو سخت سے سخت حالات پیش آ چکے ہیں۔ یہ
احوال باطنی کا ایسا تجربہ ہو گیا ہے کہ کسی سالک کی کتنی ہی اُلجھی ہوئی حالت ہو اور وہ کیسی ہی باطنی پریشانی
میں مبتلا ہو بحمد اللہ مجھ کو اس کے معالجہ کے باب میں ذرا بھی تردد لاحق نہیں ہوتا اور بفضلہ تعالیٰ ایسی ایسی
تدبیریں ذہن میں آ جاتی ہیں کہ ان کے استعمال سے وہ نہایت سہولت اور سرعت کے ساتھ اس
حالت سے نکل جاتا ہے۔ بالخصوص وساوس و خطرات کی تشخیص ماہیت اور تجویز علاج میں تو اللہ تعالیٰ
نے مجھ کو ایسی بصیرت عطا فرما دی ہے کہ آج کل کم لوگوں کو ہوگی ولا فخر اھ

اس ارشاد کی تصدیق ایک دو سے نہیں بلکہ بلا مبالغہ صدہا سالکین سے ہو سکتی ہے جن کو
حضرت والا نے بعون اللہ تعالیٰ سخت سخت عقبات سلوک سے نہایت سہولت و سرعت کے ساتھ
بہت ہی مختصر مختصر کلمات حکمت آیات اور نہایت سہل سہل تدابیر پُر تاثیر ارشاد فرما فرما کر پار کرایا ہے
اور پار کرا رہے ہیں جن میں سے بعض کا حال تربیت السالک کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اور
بعض تو یہاں تک پریشان تھے کہ خودکشی پر آمادہ ہو گئے تھے لیکن ان کو حضرت والا کے ایک ہی خط سے
بفضلہ کامل تسلی ہو گئی اور پھر وہ اپنے ارادہ سے باز آ گئے۔

بریلی میں ایک صاحب علم رئیس تھے جو مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے

Marfat.com

شاگرد تھے۔ مرض وفات میں ان پر وساوس کا اس درجہ ہجوم ہوا کہ انھیں اپنے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہونے لگا گھبرا کر حضرت والا کو بواسطہ منشی اکبر علی صاحب مرحوم جو حضرت والا کے چھوٹے بھائی تھے اور اس زمانہ میں بریلی میں بعہدہ سکریٹری میونسپلٹی ممتاز تھے تکلیف تشریف آوری دی حضرت والا کو مریض پر اسقدر شفقت ہوتی ہے کہ اس کی درخواست کو حتی المقدور ضرور پوری فرماتے ہیں چنانچہ تشریف لے گئے۔ ان رئیس صاحب نے فوراً تخلیہ کرایا اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا حضرت والا نے تسلی آمیز تقریر فرمائی کہ ان کی ساری پریشانی دور ہوگئی اور وہ اس قدر مسرور ہوئے کہ بعد کو جتنے دن حضرت والا کا وہاں قیام رہا روزانہ بہ اصرار مکلف کھانے بھجواتے رہے حالانکہ حضرت والا کا قیام اپنے بھائی صاحب ہی کے مکان پر رہا۔ پھر قریب ہی زمانہ میں وہ رئیس صاحب بہ برکت ارشادات حضرت والا نہایت ہشاش بشاش دنیا سے رخصت ہوئے۔

۱۳۱۹ھ میں ایک وکیل صاحب کانپوری کو جو ایک درجہ میں صاحب علم بھی تھے احیاء العلوم کی کتاب الخوف کے مطالعہ سے سوء خاتمہ کا اس قدر اندیشہ ہو گیا تھا کہ مایوسی کی سی کیفیت ہو گئی تھی اور قریب تھا کہ نماز روزہ سب چھوڑ دیں۔ اسی زمانہ میں حسن اتفاق سے حضرت والا بتقریب سفر [illegible] تشریف لائے۔ انہوں نے وہ عبارات پیش کیں حضرت والا فرماتے ہیں کہ ان پر اس قدر خوف کا غلبہ تھا کہ ان سے عبارت بھی اچھی طرح نہیں پڑھی جاتی تھی حضرت والا نے ان کے اشکالات [illegible] بخش جوابات دیئے جن سے ان کی پوری تسلی ہوگئی۔ پھر انہیں کی فرمائش پر ان جوابات کو حضرت والا نے قلمبند بھی فرمالیا جن کا مجموعہ بصورت رسالہ موسومہ بہ خاتمہ بالخیر طبع بھی ہو چکا ہے [illegible] برکات اسی غلبہ ہیبت کے ہیں جو حضرت والا پر طاری ہو چکا ہے جس کی بدولت حضرت [illegible] دستگیری اہل ابتلا میں بفضلہ تعالیٰ کامل دستگاہ حاصل ہوگئی ہے کہ ان کی نظیر [illegible]

اس پر جناب محترمہ بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا کا ارشاد فرمائی ہوئی [illegible]

غلبہ ہیبت کے زمانہ میں [illegible] پریشان تھے اس کا حال [illegible]

پریشانی بہت زیادہ بڑھتی تو اپنا غم ہلکا کرنے کے لئے [illegible]

[illegible] کی یعنی حضرت بڑی پیرانی صاحبہ [illegible]

[illegible] باتوں کے نہایت مناسب [illegible]

[illegible] کہ مجھے ان کے جوابات سے بہت [illegible] ہوتی تھی [illegible]

[illegible]

ہوگئی کیونکہ جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابتداءً نزول وحی سے خوف زدہ ہوگئے تھے تو اس وقت ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے بھی حضور کی بہت تسلی فرمائی تھی حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا نے حضرت والا کی اس حالت غلبہ ہیبت کے فرو ہوجانے کے بعد بھی حضرت والا کو خوش کرنے کے لئے اس ابتلاء کی ایک نہایت اچھی مثال دی۔ فرمایا کہ اس کی ایسی مثال ہوئی جیسے کسی کو کہیں جانا ہو اور راستہ باغ کے اندر سے ہو لیکن اس کے برابر برابر ہی جھاڑ جھنکار بھی ہوں اور وہ اتفاق سے جھاڑ جھنکاڑ میں ہوکر چلنے لگا تو گو کانٹوں کی وجہ سے اس کا تمام بدن لہولہان ہوگیا اور نہایت پریشانی اٹھانی پڑی لیکن راستہ برابر قطع ہوتا رہا اور آگے چل کر پھر وہ اسی پر بہا رراستہ پر پڑ گیا۔ ایسے شخص کو تکلیف تو بیشک سخت ہوئی لیکن قطع مسافت میں کوئی حرج واقع نہیں ہوا اور اس تجربہ سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ وہ دوسروں کی بہت اچھی طرح رہبری کر سکے گا یعنی اگر کوئی سالک اس قسم کی پریشانی میں مبتلا ہو جائے گا تو وہ اس کو بہت آسانی کے ساتھ اس سے نکال سکے گا اھ اس مثال سے یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ ابتلائے قبض وہیبت کی تکلیف تو بیشک سخت ہوتی ہے لیکن قطع طریق میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔

غرض یہ ابتلاء شدید خود حضرت والا کے لئے نیز مسترشدین کے لئے بھی سراسر رحمت ہی رحمت تھا۔ بعون اللہ تعالیٰ بیان حکمت حالت قبض وہیبت کے جزو اول سے فراغت ہوئی۔ اب بنام خدا اس جزو دوم کو شروع کرتا ہوں یعنی ان حکمتوں کو نقل کرتا ہوں جو خود حضرت والا نے اپنی بعض تحریرات میں ارقام فرمائی ہیں وباللہ التوفیق۔

جزو دوم

یعنی حالت قبض وہیبت کی ان حکمتوں کا بیان جو خود حضرت والا نے اپنی بعض تحریرات میں ارقام فرمائی ہیں

(۱) حضرت والا ایک طالب کے طویل خط کے جواب میں جو مبتلائے قبض ووساوس تھے رسالہ مسمی بہ الابتلاء لاھل الاصطفاء کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں اب بعض منافع ومصالح وساوس وبعض اقسام قبض اور میل الی المعصیت کے سالک کے حق میں بیان کرکے اس عجالہ کو ختم کرتا ہوں اس باب میں چند مضامین لطائف رحمانیہ ہیں جن کو دیکھ کر مبتلائے بلیہ بیساختہ یہ کہہ کر پوری تسلی

Marfat.com

حاصل کرے گا ؂

الا لا تجارن اخوا سلیۃ فنازمن الطاف خفیہ

نمبر۱- اس شخص کو کبھی عجب نہیں ہوتا سمجھتا ہے کہ میں بدحال ہوں -

نمبر۲- ہمیشہ ترساں رہتا ہے اپنے علم و عمل پر ناز نہیں ہوتا سمجھتا ہے کہ میرا علم و عمل و حال کیا چیز ہے اس کی حقیقت دیکھ چکا ہوں -

نمبر۳- اگر یہ عقبہ پیش آچکتا ہے شیطان کے مقابلہ میں اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے اس سے ڈرتا نہیں کہ بس اس سے زیادہ کیا کرے گا۔ اور بدون اس کے گذرے ہوئے لطیف الطبع کو ہر مفسر صحبت تک سے اندیشہ رہتا ہے جس کو میں نے ایک بار بیان کیا تھا کہ اس کی وجہ لطافت طبع معلوم ہوتی ہے -

نمبر۴- مرتے وقت اگر دفعتہً یہ حالت پیش آتی تو پریشان ہو کر خدا جانے کس کس خیال میں مرتا اگر یہ عقبہ گذر جاوے تو اس کے تحمل کی قوت ہو جاتی ہے اگر اس وقت بھی ایسا ہوا تو پریشان اور [illegible] پر بدگمان نہ ہوگا اطمینان و محبت حق میں جان دے گا-

نمبر۵- یہ شخص محقق ہو جاتا ہے دو [illegible] مبتلا کی دستگیری آسانی سے کر سکتا ہے -

نمبر۶- ہر وقت اپنے اوپر حق تعالیٰ کی رحمت دیکھتا ہے کہ [illegible] کو ایسی نعمتیں عطا فرماتے ہیں -

نمبر۷- اس حدیث کے معنی برأی العین دیکھ لیتا ہے کہ مغفرت [illegible]
[illegible] سے ہوگی وغیر ذلک مما لا یحصٰی اور میں نے اس مجموعہ [illegible]
پیدا ہونے والی ہے (منقول از مقدمہ تبویب تربیت السالک)

(۲) ایک طالب نے جن پر ہیبت کا غلبہ تھا ایک طویل [illegible] خدمت [illegible]
یہ تھا کہ کچھ عرصہ سے میں حالاً اور وجداناً اپنے اندر کفر کی حالت [illegible]
فرق نہیں لیکن ذوقاً اپنے اعمال و افعال [illegible]
جواب تحریر فرمایا -

(جواب) مبارک ہو یہ حالت ہیبت کہلاتی ہے جو حالت [illegible]
ہے صحیح بخاری میں ستر صحابہ کی نسبت [illegible]
جلد یہ حالت مبدل بہ انس ہو جاوے گی [illegible]
جس میں [illegible] منافع حاصل ہوتے زوال عجب [illegible]
(منقول از تبویب تربیۃ السالک باب پنجم)

(۳) ایک اور اہل قبض کے طویل خط کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں میں نے پورا خط پڑھا کوئی بات پریشان ہونے کی نہیں ہے یہ حالت قبض کہلاتی ہے جس کے اسباب مختلف ہوتے ہیں چنانچہ ایک سبب یہ بھی ہے کہ تحمل سے زیادہ کام کیا جائے۔ آپ کو یہی سبب پیش آیا اور یہ بری حالت نہیں ہے محمود اور نافع ہے بلکہ محققین نے اس کو بسط سے ارفع کہا ہے کہ اس سے اخلاق رذیلہ کا معالجہ زیادہ ہوتا ہے۔ بہر حال نہ لاعلاج ہے اور نہ خدانخواستہ یہ محرومی کی علامت ہے تمام ذاکرین کو قریب قریب یہ حالت پیش آتی ہے پھر اس سے نجات بھی ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اور ترقی ہوتی ہے ایک علامت اس کے محمود ہونے کی خود آپ نے لکھی ہے یعنی حب شیخ۔ مطرود اس سے محروم رہتا ہے۔ غرض بالکل تسلی رکھیں اور ذکر و شغل تھوڑا تھوڑا شروع کریں اور اپنی رائے سے نہ بڑھا دیں۔ مجھ کو معمولات کی اطلاع کرتے رہیں اور میری تعلیم کے موافق عمل کریں انشاء اللہ تعالیٰ روز بروز ترقی ہوگی (منقول از تبویب تربیت السالک باب پنجم)

(۴) ایک اہل قبض کو تحریر فرماتے ہیں " حق تعالیٰ رحیم و حکیم ہیں جس شوق و ذوق سوز و گداز کو آپ کمال سمجھتے ہیں نہ وہ کمال ہے اور جس خشکی اور وسوسہ کو آپ نقصان سمجھتے ہیں وہ نقصان ہے اگر آپ کو وہ کیفیات حاصل ہوتیں چونکہ آپ ان کو بڑی چیز سمجھتے ہیں ضرور عجب پیدا ہوتا خدا تعالیٰ نے عجب سے بچایا خدا تعالیٰ کی نعمت ہے اور اس پر شکر واجب نہ کہ بالعکس شکایت کی جاوے۔

آنکس کہ تو نگرت نمی گرداند ✽ او مصلحت تو از تو بہتر داند

اس مضمون میں یہ باطنی دولت بھی داخل ہے۔ اور جس چیز کو آپ نقصان سمجھ رہے ہیں اگر یہ نہ ہوتی تو آپ میں یہ انکسار نہ پیدا ہوتا جو بڑی نعمت ہے اور اس پر بھی شکر واجب۔ البتہ چونکہ اسمیں احتمال ناشکری کا ہے اس لئے اب اس کی حقیقت سمجھ لیجئے تاکہ اسپر بھی شکر کیجئے معلوم ہوتا ہے تربیت السالک کے مضمون کو آپ ذہن سے نکال دیتے ہیں۔ کلیہ سمجھ لیجئے کہ جو افعال اختیاری ہیں ان میں اللہ و رسول کے خلاف نہ کیا جاوے تو پھر احوال خواہ کچھ ہی ہوں وہ چونکہ غیر اختیاری ہیں ان کی کچھ پرواہ نہ کرنا چاہئے کام کئے جائیے۔ آپ محروم نہیں ہیں ایک وقت میں یہ امر تحقیقاً بھی معلوم ہو جائے گا اب تقلیداً مان لیجئے (منقول از تبویب تربیت السالک باب پنجم)

(۵) ایک اور اہل قبض کو تحریر فرماتے ہیں " مبارک مبارک یہ وہ حالت ہے کہ میری تمنا دل سے اپنے متعلقین کے لئے اس کے طاری ہونے کی بشرط البصیرۃ و الاستقلال ہوا کرتی ہے اور اس کے منافع اس قدر ہیں کہ احصار میں نہیں آتے مثلاً عجب و کبر کی جڑ کٹ جانا ہر وقت استحضار اپنے محل

تصرف قہر میں ہونے کا۔ وساوس، خطرات غیر اختیار یہ یعنی تصرفات شیطانیہ کی انتہا معلوم ہوکر جھجک نکل جانا جو کہ شرعاً عین مطلوب ہے اگر مرتے وقت کسی کو ایسی حالت پیش آوے وہ طبعاً گھبرا جاوے اور خدا جانے گھبراہٹ میں کیا سمجھ بیٹھے حالتِ حیات و علم میں اس کے پیش آجانے سے اس کا محقق ہو جاتا ہے اگر وقت مرگ پیش آوے وہ مؤثر نہیں ہوتی وغیر ذلک من المنافع والمصالح جن سب کا خلاصہ فنائے تام ہے اور اس کے بعد جو بسط ہوتا ہے وہ بھی بے نظیر ہوتا ہے۔ الحمدللہ اس حالت کے منافع حق تعالےٰ نے مجھ کو بھی مشاہدہ کرائے ہیں تب ہی سے اس کو حصول مقصود کے لئے مثل جزو اخیر علّت تامہ کے سمجھ رہا ہوں اور اسی سے اپنے احباب کے لئے اس کا متمنی ہوتا ہوں مکرر مبارکباد دیتا ہوں۔ (منقول از تبویب تربیت السالک باب پنجم)

ناظرین حضرت والا کے اس جواب ہی سے اندازہ فرمالیں کہ حضرت والا کو اس حالت سے کسقدر منافع حاصل ہوئے ہیں اور اس حالت کا طریان عموماً سالکین کے لئے کس درجہ ضروری تصور فرماتے ہیں۔

(۶) ایک اور مبتلائے پریشانی کو تحریر فرماتے ہیں جنھوں نے یہاں تک لکھ دیا تھا کہ اس ورطہ نا پیدا کنار سے بساحل تسلی پہونچا دیجئے گا ورنہ اس نابکار ناہنجار بدکردار بدشعار کو جان تلف کرنے کے لئے فتوی کی کوئی حاجت باقی نہیں رہی۔

جواب

یہ حالت قبض کہلاتی ہے اور منافع میں یہ بسط سے بھی زیادہ ہے۔ گو [illegible] وقت وہ منافع معلوم نہ ہوں مگر بعد میں اکثر معلوم بھی ہو جاتے ہیں اور اگر معلوم بھی نہ ہوں [illegible] حاصل تو ہوتے ہیں اور حصول ہی مقصود ہے نہ کہ اس حصول کا علم چنانچہ حالات اس وقت [illegible] ہیں یہ غایت انکسار و عبدیت کے آثار ہیں [illegible] قرب کے [illegible] اکابر کا الہام ہے۔ انا عند المنکسرۃ قلوبھم قال العارف [illegible]

نیم خاطر تیز کردن نیست راہ [illegible]

ہرگز پریشان نہ ہوں ذکر جس قدر ہوسکے [illegible] اس میں [illegible] بھی نہ ہو اور جس میں زیادہ کلفت ہو اس [illegible] اور استغفار کی [illegible] کثرت رکھیں اور جب تک یہ حالت رہے [illegible] اطلاع دیتے رہے [illegible] انشاءاللہ تعالےٰ بہت جلد رفع ہو جاوے گی سب کو یہ حالت پیش آتی ہے [illegible]

Marfat.com

ہونے کی۔ یہ سب رستہ ہی کی گھاٹیاں ہیں۔ (منقول از تربیت السالک باب پنجم)

(۷) ایک اور اسی قسم کے طویل خط کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں" یہ تغیرات طبعی و نفسانی ہیں نہ کہ روحانی و قلبی سو ایسے تغیرات مضر تو کیا نافع ہوتے ہیں۔ عجب کا علاج ان سے ہوتا ہے عبدیت کی حقیقت کا اس میں مشاہدہ ہوتا ہے فنا نصیب ہونے کے لئے اعین ہو جاتی ہے فی الحقیقت یہ قسم ہے قبض کی جس کی یہ حکمتیں ہیں اختیاری کام کی پابندی ایسے ہی وقت دیکھنے کے قابل اور محل امتحان ہے اگر اس امتحان میں پاس ہو گیا اعلیٰ درجہ کے نمبر کا مستحق ہو گا خوب غور کر کے سمجھئے کئی بار اس کو پڑھئے میں بھی دعائے خیر کرتا ہوں۔ (منقول از تربیت السالک)

نوٹ اس قسم کی اور بھی تحریریں ہیں لیکن بخوف طوالت ان سات ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے حضرت والا کی تحریرات بالا سے ناظرین کو بطور نمونہ حالت قبض و ہیبت کی چند حکمتیں معلوم ہونے کے علاوہ یہ بھی بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اگر خود حضرت والا پر ایسی حالت نہ طاری ہو چکی ہوتی تو اس جزم و قوت اور وثوق و بصیرت کے ساتھ دوسروں کی ہرگز تسلی نہیں فرما سکتے تھے اور یہ امر بھی اس حالت کے طریان کی بڑی حکمتوں میں سے ہے الحمد للہ حالت قبض و ہیبت کی خود حضرت والا کے قلم مبارک سے ارقام فرمائی ہوئی حکمتوں کی نقل سے فراغت ہو گئی۔ اب حضرت والا کی زبان مبارک سے بھی ارشاد فرمائی ہوئی ایک حکمت خاص اور درج کر کے اس جزو دوم کو ختم کیا جاتا ہے اسی حالت کا تذکرہ تھا۔ فرمایا کہ اس حال میں سالک یہ دیکھ کر پریشان ہوتا ہے کہ میرے لئے چاروں طرف سے راستے بند کر دیئے گئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی اس میں یہ مصلحت ہوتی ہے کہ سب طرف سے مایوس ہو کر میری ہی طرف رجوع ہو اور اس سد باب سے مقصود اپنے سے محجوب کرنا نہیں ہوتا بلکہ شیطان سے بچا کر خود اپنی پناہ میں لینا مقصود ہوتا ہے۔ جیسے ماں اپنے بچہ کو کسی مکان میں مقید کر کے چاروں طرف کے کیواڑ بند کر دے کیونکہ باہر ریچھ ہے تو بچہ گھبراتا ہے اور سخت پریشان ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ ماں نے میرے اوپر بڑا ظلم کر رکھا ہے لیکن اس نادان کو یہ خبر نہیں کہ ماں کا مقصود اس کو محبوس کرنا نہیں بلکہ باہر جو ریچھ پھر رہا ہے اس سے بچانا اور اپنی پناہ میں لینا مقصود ہے۔ انتہی کلامہ

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ چاروں طرف سے راستے بند کر دیئے جانے کی یہ صورت ہوتی ہے سالک ان خطرات واہیہ کو جس نہج سے بھی دفع کرنا چاہتا ہے وہ ہرگز دفع نہیں ہوتے بلکہ وہ دفع کی جتنی زیادہ کوشش کرتا ہے اتنا ہی زیادہ ان کا ہجوم اور زور بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اپنی پناہ میں لینا اس طور پر ہوتا ہے کہ جب دفع کی سب کوششیں بیکار بلکہ مولم ثابت ہوتی ہیں تو مجبور اور مایوس ہو کر انکو چھوڑ دیتا ہے اور پھر اضطراراً اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے جس سے فوراً سکون محسوس ہونے لگتا ہے چ

Marfat.com

اس تجربہ کے بعد بجائے دفع کی کوشش کے وہ توجہ الی اللہ ہی کے دائما قائم رکھنے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ اس میں بعون اللہ تعالیٰ کامیاب ہو کر خطرات کا استیصال ورنہ کم از کم اضمحلال ضرور ہو جاتا ہے۔ جس سے اذیت جاتی رہتی ہے اور اس سے بھی بہتر اور اقرب توضیح اپنی ارشاد فرمودہ مثالِ مذکور کی خود حضرت والا نے بعد کو فرمائی وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ سالک کو اس تنگی میں اس لئے مبتلا کرتے ہیں کہ وہ مُہلکاتِ باطنی عُجب و کبر سے محفوظ رہے۔ اور اگر اُس کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا جاتا تو رذائل نفس کے پنجہ میں جا پھنستا اور ہلاک ہو جاتا اھ۔

جزوسوم

یعنی بعض وہ آیات و احادیث و اقوال عارفین جن میں حالتِ قبض و ہیبت کی حکمتیں منتشر طور پر مذکور ہیں۔

آیات

(**قولہ تعالیٰ**) عسی ان تکرھوا شیئا و ھو خیر لکم (**و قولہ تعالیٰ**) و لیمحص اللہ الذین امنوا (**و قولہ تعالیٰ**) ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم و یعلم الصابرین (**و قولہ تعالیٰ**) و لیبتلی اللہ ما فی صدورکم و لیمحص ما فی قلوبکم (**و قولہ تعالیٰ**) ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا و لیعلمن الکاذبین۔ وقیل فی حاصلہ ؎

در محبت ہر کہ او دعوے کند — صد ہزاراں امتحاں بروے کند
گر بود صادق کشد بار جفا — ور بود کاذب گریزد از بلا

وقال العارف الشیرازی فی حاصلہ

خوش بود گر محک تجربہ آید بمیاں — [illegible]

وقیل فی [illegible]

بحکم [illegible] انساں زرو [illegible] — [illegible]
اگر [illegible] — [illegible]

احادیث

(حدیث) اشد الناس بلاء [illegible]

Marfat.com

فی دینہ صلبًا اشتدّ بلاءہ وان کان فی دینہ رقۃ ھوّن علیہ فما زال کذلک حتی یمشی ع
الارض مالہ ذنب۔ رواہ الترمذی وابن ماجۃ والدارمی۔

اقوال عارفین

از عارف رومیؒ

نالم آں را نالہا خوش آیدش (۱)	از دو عالم نالہ و غم بایدش
عاشقم بر رنج خویش و درد خویش (۲)	بہر خوشنودیِ شاہِ فردِ خویش
خاکِ غم را سرمہ سازم بہر چشم (۳)	تا زگوہر پُر شود دو بحر چشم
اشک کاں از بہر او بارند خلق (۴)	گوہر است و اشک پندارند خلق
زاں بلاہا بر عزیزاں بیش بود (۵)	کاں تجمّش یار با خوباں نمود
طفل می لرزد ز نیشِ احتجام (۶)	مادرِ مشفق ازاں غم شادکام
تا نہ گرید کودکِ حلوا فروش (۷)	بحرِ بخشائش نمی آید بجوش
تا نگرید ابر کے خندد چمن (۸)	تا نگرید طفل کے جوشد لبن
ہر کجا پستی است آب آنجا رود (۹)	ہر کجا مشکل جواب آنجا رود
ہر کجا دردے دوا آنجا رود (۱۰)	ہر کجا رنجے شفا آنجا رود
چونکہ قبضے آیدت اے راہرو (۱۱)	آں صلاح تست آتش دل مشو
گر ہمارہ فصلِ تابستاں بُدے ۱۲	سوزشِ خورشید در بستاں زدے
گر ترش روئیست آں دی مشفق ست (۱۳)	صیف خنداں است اما محرق است
چونکہ قبض آید تو دروے بسط بیں (۱۴)	تازہ باش وچیں میفگن بر جبیں
قند شادی میوۂ باغِ غم است (۱۵)	ایں فرح زخم ست وآں غم مرہم است
غم چو آئینہ است پیشِ مجتہد ۱۶	کاندراں ضد می نماید روئے ضد
بعد ضد رنج آں ضدِ دگر (۱۷)	رو دہد یعنی کشاد و کروفر
ایں دو وصف از پنجہ دستت ببیں (۱۸)	بعد قبضِ مشت بسط آید یقیں
پنجہ را گر قبض باشد دائما (۱۹)	یا ہمہ بسط او بود چوں مبتلا
زیں دو وصفش کار و مکسب منتظم (۲۰)	چوں پرِ مرغ ایں دو حال او را مہم

امتحانہائے زمستان وخزاں ۲۱ تابِ تابستان بہار ہمچو جاں
تا بروں آرد زمین خاک رنگ (۲۲) ہرچہ اندر جیب دارد لعل وسنگ
تا میانِ قہر ولطف آں خفیہا (۲۳) ظاہر آید ز آتشِ خوف ورجا
آں بہاراں لطف وشحنہ کبریاست (۲۴) واں خزاں تہدید وتخویف خداست
پس مجاہد را زمانے بسطِ دل (۲۵) یک زمانے قبض ودرد وغش وغل
زانکہ ایں آب وگلے کابدانِ ماست (۲۶) منکر ودزدِ ضیائے جانہاست
بندہ می نالد بحق از درد ونیش (۲۷) صد شکایت می کند از رنج خویش
حق ہمی گوید کہ بے ایں رنج ودرد (۲۸) مر ترا لابہ کناں وراست کرد
زیں سبب بر انبیا رنج وشکست (۲۹) از ہمہ خلق جہاں افزوں ترست
پوست از دارو بلاکش می شود (۳۰) چوں ادیم طائفی خوش می شود
آدمی را نیز چوں آں پوست داں (۳۱) از رطوبتہا شدہ زشت وگراں
تلخ وتیز ومالش بسیار دہ (۳۲) تا شود پاک ولطیف وبافرہ
ور نمی تانی رضا دہ اے عیار (۳۳) کہ خدا رنجت دہد بے اختیار
کہ بلائے دوست تطہیر شماست (۳۴) علم او بالائے تدبیر شماست
چوں صفا بیند بلا شیریں شود (۳۵) خوش شود دارو چو صحت بیں شود
من عجب دارم ز جویائے صفا (۳۶) کو رمد در وقتِ صیقل از جفا
گر بلا آید ترا اندہ مبر (۳۷) در زیاں بینی عوض او را مخور
کاں بلا دفع بلاہائے بزرگ (۳۸) واں زیاں منع زیانہائے سترگ

تمثیل گر بختن مومن وبے صبری در بلا باضطراب وبیقراری نخود بجوش تا بیروں جہد [illegible]

بشنو ایں تمثیل [illegible] خود بداں ۳۹ [illegible]
ہر زمانے می برآید وقت جوش (۴۰) [illegible]
[illegible] کہ بالا [illegible] (۴۱) [illegible]
زاں [illegible] (۴۲) [illegible]
[illegible] (۴۳) [illegible]
اے نخود می جوش اندر ابتلا ۴۴ [illegible]

Marfat.com

زاں حدیثِ تلخ می گویم ترا (۴۵) تاز تلخیہا فرو شویم ترا
ہرکہ او اندر بلا صابر نشد (۴۶) مقبلِ ایں درگہ ناخر نشد

از عارف شیرازی رح

ابیات

جاں فدائے توکہ ہم جانی وہم جانانی (۴۷) ہرکہ شد خاک درت رست ز سرگردانی
من شکستۂ بد حالِ زندگی یابم (۴۸) دراں زماں کہ بہ تیغ غمت شوم مقتول

غزل

ازآں زماں کہ فتنۂ چشمت بمارسید (۴۹) ایمن ز شرِ فتنۂ آخر زماں شدم
اوّل زحرفِ لوح وجودم خبر نبود (۵۰) درمکتبِ غمِ تو چنیں نکتہ داں شدم

نوٹ

یہ اشعار جن میں حالت قبض وہیبت کی حکمتیں مذکور ہیں پچاس ہیں - یہ عدد برعایتِ اہمیت مضمون اُن اشعار کے عدد سے مضاعف ہے جن میں اس کا ذکر ہے کہ اکثر احوال میں نزول بلا لوازم سلوک سے ہے اور جن کو بیان واقعات غلبۂ قبض وہیبت کے ختم پر ذیلی عنوان عود الی السابق کے تحت میں بعد نقل آیات واحادیث درج کیا گیا ہے اور چونکہ اس حالتِ قبض وہیبت کے معالجہ کا بیان جو آگے آتا ہے بیانِ حکمت سے بھی زیادہ اہم ہے اس لئے معالجۂ قبض وہیبت کے ذیل میں جو اشعار آئندہ درج کئے جائیں گے اُن کا عدد انشاء اللہ تعالیٰ ان اشعار متضمن حکم کے عدد سے بھی مضاعف یعنی سنوا ہوگا - احقر نے ان ہر سہ اقسام کے اشعار کو منتخب کرکے حضرت والا کی خدمت میں پیش کیا تو جن جن اشعار کا عنوان کچھ بے باکانہ سا تھا اُن کو حذف فرمادیا اور بعض اشعار کے بعض الفاظ میں مناسب ترمیم فرمادی اور اشعار کے عدد کی مذکورہ بالا تحدید بھی حضرت والا ہی کی موزونیت طبع لطیف کا نتیجہ ہے

الحمد للہ بیانِ حکمتِ حالتِ قبض وہیبت کے تینوں اجزاء یعنی جزوِ اوّل وجزوِ دوم وجزوِ سوم سے فراغت حاصل ہوئی - اب اشتداد وامتداد خطرات کے رفع کی تدابیر ذکر کی جاتی ہیں اُن کا وعدہ سابقہ اثنائے بیان واقعۂ ہیبت میں جہاں ضمناً تدابیر انسداد خطرات مذکور ہیں گذر چکا - اس مضمون کا عنوان "معالجۂ حالتِ قبض وہیبت" تجویز کیا جاتا ہے -

Marfat.com

مُعالجہ حالتِ قبض وہیبت

بیانِ حکمتِ حالتِ قبض وہیبت کے عنوان سابق البیان کی طرح حُسن اتفاق سے عنوانِ زیر بیان کا بھی تین ہی جزو پر مشتمل ہونا ذہن میں آیا گویا یہ معالجہ ایک نسخہ ہے جس کے تین جزو ہیں جنکی تفصیل یہ ہے۔

جزو اوّل۔ مطالعہ کتب ذیل مصنفہ حضرت والا مع مطالعۂ جملہ مضامین عنوان سابق البیان یعنی بیان حکمتِ حالتِ قبض وہیبت (۱) رسالہ خاتمہ بالخیر (۲) رسالہ الابتلاء لاہل الاصطفاء (۳) رسالہ خیر الاخیار فی خیر الاختیار جو کتاب کمالاتِ اشرفیہ کے آخر میں طبع ہوکر شائع ہوا ہے (۴) تبویب تربیۃ السالک باب ہشتم۔

جزو دوم۔ مطالعہ بعض مضامین متفرقہ منقولہ ذیل از حضرت والا یہ مضامین دو حصّوں پر مشتمل ہیں حصّہ اول تحریرات۔ حصّہ دوم تقریرات۔

حصّہ اوّل تحریرات

(۱) (الف) نقل ضمیمہ رسالہ خاتمہ بالخیر۔

ضمیمہ۔ ایک موذی مرض کے علاج میں۔ خطرہ ہر چند مواخذہ کی چیز نہیں جیسا او پر تحقیق [illegible] کا غلبہ و ہجوم طبیعت کو بہت پریشان کر دیتا ہے اور انتہا درجہ کا حزن والم قلب پر طاری [illegible] امراض شرعیہ میں سے تو نہیں ہے اس حیثیت سے اس کا علاج ضروری نہیں مگر امراض [illegible] سے سخت درجہ کا مرض ہے اس لئے اس کا علاج سہل و مجرب و مختصر بیان کیا جاتا ہے [illegible] حقیقت بلا اختیار نفس کا کسی بری چیز کی طرف متوجہ ہو جانا ہے چونکہ [illegible] وعلماً ثابت ہے کہ نفس جس وقت ایک طرف متوجہ ہوتا ہے دوسری [illegible]

جب کسی بری چیز کا خیال دل میں آوے تو [illegible] فوراً اس کے اسباب میں غور کرے کہ اس سے [illegible] کی طرف خیال متوجہ کر دے اس سے وہ برا خیال خود بخود [illegible]

[illegible]

[illegible]

انشاء اللہ تعالیٰ اس تدبیر سے اُس کا اثر بلکہ خود وہ خطرہ ہی متخیلہ سے بالکل نکلجائے گا۔ علاج کلی اُس کا یہی ہے۔ حدیث میں جو ایسے وقت میں بعض اذکار یا مطلق ذکر کی ترغیب دی گئی ہے اُس سے یہ علاج مستنبط ہے۔ باقی معالجات جو مشائخ کے نزدیک معمول ہیں جیسے تصور شیخ یا پاس انفاس یا تخیّل نقش اسم ذات وہ سب اسی کلی کی جزئیات ہیں۔ اور اگر خطرات سے پریشان ہو کر ضعف قلب یا خفقان یا نحافت جسم یا کسی مرض کے عروض کی نوبت آگئی ہو تو علاج مذکور کے ساتھ مقویات و مفرحات قلب و غذائے نفیس اور ادویہ مرض عارضی کا استعمال بھی کیا جانا ضرور ہے۔ چونکہ بعض سالکین کو یہ عقبہ پیش آتا ہے جس سے اُن کے ظاہری و باطنی انتظام میں خلل پڑ جاتا ہے اس لئے اس کی اصلاح عرض کردی گئی اس علاج کو سہولت و اختصار کی وجہ سے بے قدری کی نظر سے نہ دیکھیں امتحان کر کے اس کا نفع ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۱ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ

نوٹ متعلقہ ضمیمہ بالا (از مؤلف سوانح) چونکہ قریب زمانہ ہی میں خود حضرت والا کو یہ عقبہ سخت پیش آچکا تھا اس لئے نہایت بصیرت کے ساتھ دیگر اہل ابتلاء کے لئے یہ علاج اکسیر و مجرب تحریر فرما دیا گیا۔ ۱۲

(ب) نقل مضمون (متعلق حدیث ان اللہ تجاوز لامتی عما حدثت بہ انفسہا الخ) **ملقب بہ الحصص** فی حکم الوسوسہ جزو التشرف جلد سوم زیر عنوان "علاج الوسوسۃ باستحضار العفو عنہا" ۱۲

حدیث شریف۔ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کے لئے اُن کے خیالات سے تجاوز فرما دیا ہے جن کی وہ اپنے جی سے باتیں کرتے ہیں جب تک کہ اُن کو مُنھ سے نہ نکالیں یا اُن کو عمل میں نہ لاویں۔ عزیزی نے کہا ہے کہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اُن کے سینہ میں جو وسوسے پیدا ہوں۔ حفنی نے کہا ہے کہ (خیال) کے مراتب پانچ ہیں ایک ہاجس دوسرا خاطر تیسرا حدیث النفس چوتھا ہم پانچواں عزم۔ پس جب کوئی بات قلب میں ابتداءً واقع ہوئی اور اُس نے نفس میں کوئی حرکت نہیں کی اُس کو ہاجس کہتے ہیں پھر اگر اُس شخص کو توفیق ہوئی اور اوّل ہی سے اُس کو دفع کردیا تو وہ مابعد کے مراتب (کی تحقیق) کا محتاج نہ ہوگا اور اگر وہ نفس میں دورہ کرنے لگے یعنی وقوع ابتدائی کے بعد اُس کے نفس میں اس کی آمد و رفت ہونے لگے مگر اُس کے کرنے نہ کرنے کا کوئی منصوبہ نفس نے نہیں باندھا اُس کو خاطر کہا جاتا ہے۔ جب نفس کرنے نہ کرنے کا برابر درجہ میں منصوبہ باندھنے لگا اور ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہوتی اُس کو حدیث نفس کہتے ہیں سو یہ تین درجے ایسے ہیں کہ ان پر نہ عقاب ہے اگر یہ شر میں ہے اور نہ ثواب ہے اگر خیر میں ہے۔ پھر جب اس فعل کو کرلیا تب اُس فعل پر عقاب یا ثواب ہوگا اور

Marfat.com

ہاجس اور خاطر اور حدیث النفس پر نہ ہوگا (جیسا بعض علماء اس طرف بھی گئے ہیں) پھر جب نفس میں فعل یا عدم فعل کا منصوبہ ترجیح فعل کے ساتھ ہونے لگا لیکن وہ ترجیح قوی نہیں ہے بلکہ مرجوح ہے جیسا وہم ہوتا ہے اُس کو ہم کہتے ہیں اس پر ثواب بھی ہوتا ہے اگر وہ خیر میں ہے اور عقاب بھی ہوتا ہے اگر شر میں ہے۔ پھر جب فعل کا رجحان قوی ہوگیا یہاں تک کہ جازم مصمم بن گیا کہ ترک پر قابو نہیں رہا اس کو عزم کہتے ہیں اس پر بھی ثواب ہوتا ہے اگر خیر میں ہے اور عقاب ہوتا ہے اگر شر میں ہے اور میں کہتا ہوں کہ لفظ وسوسہ تینوں مرتبوں کو عام ہے یعنی ہاجس اور خاطر اور حدیث النفس سو وسوسہ کی ان تینوں قسموں پر مواخذہ نہیں ہے اور دونوں حالتوں میں حکم معافی کا مختلف نہیں ہوتا اور حدیث النفس پر مواخذہ نہ ہونا تو حدیث صحیح سے ہے (جو اوپر مذکور ہوئی) اور بقیہ دو پر (یعنی ہاجس و خاطر پر) عدم مواخذہ بالاولی ہے کیونکہ جب حدیث النفس معاف ہے تو اس کے ماقبل کے درجات (یعنی ہاجس و خاطر جو کہ اس سے اَہْوَن و اَدْوَن ہیں) بدرجہ اولی معاف ہوں گے اور اگر تم کو یہ خلجان ہو کہ حدیث کی بناء پر حدیث کی معافی کا حکم اس پر موقوف ہے کہ حدیث میں (حدیث النفس کے) اصطلاحی معنی مراد ہوں سو اسکی کیا دلیل ہے تو اس اس خلجان کو اس طرح دفع کر دو کہ یہ اصطلاح عین لغت ہے اور نصوص معنی لغویہ پر محمول ہوسکتے ہیں جب تک معانی لغویہ پر کوئی شرعی اصطلاح طاری نہ ہو جائے اور یہاں طاری نہیں ہوئی پس لغوی معنی ہی مراد ہوں گے اور لغوی معنی (حدیث النفس کے) وہی ہیں جو [illegible] پر ذکر کیا [illegible]

عدم مواخذہ کا راز یہ ہے کہ یہ اس کا فعل نہیں [illegible] پر ایک ایسی شے وارد [illegible] ہے نہ اُس کا کوئی تصرف ہے اور خاطر کا درجہ [illegible] کے بعد ہے اگرچہ یہ شخص [illegible] ہے کہ ہاجس کے اول ہی وارد ہونے کے وقت اس کو ہٹا [illegible] مثلاً کسی دوسرے [illegible] لگ جاوے) لیکن چونکہ [illegible] حدیث النفس سے کم ہے [illegible] حدیث النفس حدیث کی [illegible] ہے اس لئے [illegible] معاف ہے اور اس [illegible]

اشکال یہ ہے کہ [illegible]

پر مواخذہ نہ ہوا [illegible]

نہیں ہوتا) اگر [illegible]

مواخذہ نہیں ہوتا [illegible]

[illegible] ہونا لازم آتا ہے [illegible]

کوئی [illegible]

Marfat.com

اختیاری اور دوسری اختیاری میں کیا فرق ہے کہ عزم پر تو مواخذہ ہوتا ہے اور حدیث النفس پر مواخذہ نہیں ہوتا باوجودیکہ اختیاری ہونے میں دونوں شریک ہیں۔ وجہ حل ہونے کی یہ ہے کہ اختصاص مرتبہ اختیاری ہی کے اعتبار سے ہے اور فرق درمیان خاطر و حدیث النفس کے اور درمیان عزم کے یہ ہے کہ خاطر و حدیث النفس کا دفع اگرچہ اختیاری ہے مگر اُس کے لئے قصد کی ضرورت ہے اور اس قصد سے اکثر ذہول ہو جاتا ہے پس ہاجس (اس ذہول کی حالت میں) اکثر خاطر اور حدیث النفس کی طرف (بلا قصد) منجر ہو جاتا ہے سو اس (خاطر و حدیث النفس) پر مواخذہ ہونا کلیات شرعیہ کے خلاف نہیں (کیونکہ یہ بایں معنی اختیاری ہے کہ اس کا دفع اختیاری تھا جب دفع نہ کیا تو بقاء اختیاری ہوا اور اس بناء پر کسی امت کا اس کا مکلف ہونا کلیات شرعیہ کے خلاف نہ تھا) لیکن رحمت الٰہیہ نے اس اُمت کو یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ اس درجہ کو معاف کر دیا جیسے اصر و اغلال (بوجھ اور اطواق یعنی احکام شدیدہ) کہ جو امم سابقہ پر تھے اس امت سے ہلکا کر دیا پس یہ مرتبہ اختیاری ہے لیکن اس میں شدت تھی اس لئے یہ اصر و اغلال کی ایک فرد تھی باقی رہا عزم تو ہاجس اس کی طرف اس طرح سے مفضی نہیں ہوتا بلکہ وہ قصد مستقل سے پیدا ہوتا ہے پس یہ فرق ہے عزم میں اور حدیث النفس میں تو مدار عفو وہ اضطرار ہوا جو ذہول کے سبب سے ہو اور مدار مواخذہ عزم مستقل ہوا (جب یہ بات ہے) تو اگر گناہ کا حدیث النفس بھی عزم مستقل سے ہو اگرچہ عزم معصیت نہ ہو جیسے کسی نامحرم عورت کے تصور سے (قصداً) لذت حاصل کرنا سو ظاہر یہ ہے کہ اس پر مواخذہ ہوگا اور ایسا التذاذ میرے نزدیک اس حدیث کے عموم میں داخل ہوگا کہ نفس (بھی زنا کرتا ہے اور اُس کا زنا یہ ہے کہ وہ) تمنا کرتا ہے اور اشتہاء کرتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ قلب میلان کرتا ہے اور تمنا کرتا ہے (اور ظاہر ہے کہ التذاذ بدون اشتہاء و میلان کے ہو نہیں سکتا پس یہ التذاذ بھی زنا ہوا) اور اس حدیث کا مستحضر رکھنا وساوس کا علاج عظیم ہے جس کا مشائخ استعمال کرتے ہیں (اور اسی حیثیت سے اس رسالہ میں یہ حدیث لائی گئی ہے) اور بعض اکابر (جیسے امام غزالیؒ) کا کلام اس مقام پر اور طرح ہے لیکن اصل مقصود نہیں بدلتا (یعنی اختیاری پر مواخذہ اور غیر اختیاری پر عدم مواخذہ خواہ حقیقتاً غیر اختیاری ہو خواہ حکماً) و بلقب بیان ھذا الحدیث بالحصحصۃ فی حکم الوسوسۃ۔

(۳) ایک طالب کو حق پر ہیبت کا اس قدر غلبہ تھا کہ ضعف جسمانی بھی ہو چلا تھا اور لکھا تھا کہ شاید اس ہیبت میں گھل گھل کر مثل برف کے ختم ہو جاؤں گا۔ تحریر فرماتے ہیں۔ یہ ہیبت اور حزن مبارک اور رفیع حالات میں سے ہے اگر اس میں ختم ہو جائے شہادت کبریٰ ہے مگر سنت کا مقتضاء یہ ہے کہ

Marfat.com

جہانتک اپنا علم اور قدرت کام دے اعتدال اور تعدیل کو اپنا مستقر اصلی بنائے۔ ہیبت کے ساتھ اُنس اور حزن اور سوء ظن بنفسہ کے ساتھ رجاء رحمت اور فناء کے ساتھ بقاء اور نیستی کے ساتھ ہستی اور مبالغہ فی التواضع کے ساتھ مشاہدۂ نعمت کا اہتمام و استحضار کرے تاکہ ختم ہونے سے پہلے دوسروں کا خاتمہ درست کر سکے۔ کیفیات مذکورۂ بالا سابقہ میں صاحبِ نسبتِ راسخہ کو اضطرار کم ہوتا ہے اکثر سوچنے سے بڑھ جاتی ہیں تو یہ سوچنا طریق میں مضر سمجھا جاتا ہے حدیث کے یہی معنی ہیں۔ سدّدوا و قاربوا واستقیموا ولن تحصوا و من شاق شاق اللّٰہ علیہ اور حافظ شیرازیؒ نے اسی معنی میں کہا ہے ؎

دوش با من گفت پنہاں راز دانِ تیز ہوش … کز شما پنہاں نشاید داشت رازِ میفروش

گفت آساں گیر بر خود کارہا کز روئے طبع … سخت میگردد جہاں بر مردمانِ سخت کوش

آپ کو اگر آثار ہیبت و سوء ظن بنفسہ کا زیادہ غلبہ ہوا کرے تو یہ سوچا کیجئے کہ بیش بریں نیست کہ ہم بھالت ہیں ناقص اور عاصی ہیں تو خدا تعالیٰ کے یہاں جس طرح کاملین کی نجات ہو گی اسی طرح پر تابعین کی بھی ہو گی اگر صدر نشین نہ ہوں گے تو صفِ نعال ہی میں جگہ مل رہے گی اگر اولیت نہ ہو گی تو [illegible] لگنے کے بعد ہی سہی بس یہ سمجھکر اللّٰھم اغفرلی کی کثرت کرنی چاہئے انشاء اللہ تعالیٰ مزاج درست ہو جائے گا اور اگر اسپر بھی قبض مغلوب نہ ہو بعد رمضان یہاں فوراً آ جانا چاہئے [illegible] (از تربیت السالک باب پنجم)

نوٹ از مؤلف۔ سبحان اللہ کس بصیرت و قوت اور توجہ و شفقت کے ساتھ تدارک [illegible] اور بصورتِ عدم رفع قبض کس جزم و اعتماد سے خود اپنے پاس بغرض معالجہ طلب فرمایا [illegible] و برکات اس کے ہیں کہ خود حضرتِ والا پر تحت غلبہ ہیبت طاری ہو چکا تھا لہٰذا خوب [illegible] لیے احوال [illegible] فرماتے ہیں وہ [illegible] کا مصداق ہوتا ہے اور [illegible] ابتلاء پر غایت [illegible] شفقت کے ساتھ توجہ فرماتے [illegible]

(۳) ایک اور طالب کو جنہوں نے ایک طویل [illegible]

میں ایمان کی [illegible] اور خوشی [illegible] اپنے [illegible]

ہے) تحریر فرمایا۔ جو کچھ [illegible] حالت لکھی ہے [illegible]

نہایت رفیع ہیں اور دونوں سے [illegible]

قبض کے غلبہ کے وقت [illegible]

[illegible]

(۴) ایک طالب کو جو بوجہ حالتِ قبض سخت پریشانی میں مبتلا تھے تحریر فرمایا۔ آپ کا حال اچھا خاصہ ہے۔ عبادت کے مختلف طریقے ہیں فکر بھی عبادت ہے ذکر بلا قید عدد بھی عبادت ہے اپنے کو ذلیل وخوار قاصر وناقص سمجھنا بھی عبادت ہے غرض مقصود ہر حال میں حاصل ہے ہاں مذموم حالت دو ہیں ایک معصیت دوسری غفلت سو یہ بفضلہ تعالیٰ نہیں ہے۔ رہا غلبہ (جوش وخروش) اور شوق یہ حالاتِ عارضہ میں سے ہے اس کا فقدان سالک کو مضر نہیں اور نہ یہ کیفیت بعینہ قائم ودائم رہ سکتی ہے جن حجابات کا آپ کو شبہ ہو گیا ہے وہ محض وہم ہے اور کچھ نہیں ہے۔ آپ بلا دلیل محض تقلید سے میری تحریر پر مطمئن رہئے اور اپنے کام میں سہولت اور راحت سے لگے رہئے۔ پریشانی سے البتہ قلب ضعیف ہو جاتا ہے جس میں مضر ہونے کا احتمال ہے۔ غرض نہ آپ مریض نہ علاج کے محتاج البتہ فن کے نہ جاننے سے اپنی صحت کی خبر نہیں سو یہ بھی کوئی ضرر کی بات نہیں اھ (منقول از تبویب تربیۃ السالک باب پنجم)

(۵) بعض اہل قبض کے مختلف خطوط کے جوابات جن میں اسباب وتشخیص وعلاج مذکور ہیں ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

(الف) یہ قبض ہے اسکی طرف التفات نہ کرو۔ کام میں لگے رہو اور استغفار کی کثرت رکھو ۔ منافع بسط سے بھی زیادہ ہیں صبر وتسلیم ورضا وتفویض اس کے آداب میں سے ہے۔

(ب) یہ حالت جو آپ نے لکھی ہے قبض کہلاتی ہے اس کے اسباب مختلف ہیں اور معالجات بھی مختلف اگر آپ سے کوئی معصیت نہیں ہوئی اور غیر جنس لوگوں سے اختلاط بھی نہیں ہوا تو اس کا سبب امتحان ہے توکل اور صبر سے کام لیجئے اور استغفار کیجئے اور میرے مواعظ وتربیۃ السالک دیکھیئے کہ رحمت حق متوجہ ہو۔

(ج) یہ قبض ہے اس کا سبب کبھی کوئی تغیر طبعی طبّی ہوتا ہے کبھی معصیت کبھی محض امتحان طلب اس لئے جہاں سبب کی تشخیص نہ ہو سکے سب معالجات کو جمع کیا جاوے۔ یعنی طبیب سے نبض وغیرہ دکھلا کر تعدیل مزاج کی جاوے اور بلا التفات وتردّد کام میں لگے رہنا چاہئے (منقول از تبویب تربیۃ السالک باب پنجم)

(۶) ایک اہل قبض کو تحریر فرماتے ہیں۔

صبر کن حافظ بہ تلخی روز وشب | عاقبت روزے بیابی کام را

شرح اس صبر کی یہ ہے کہ جتنے کام اختیاری ہیں کئے جائیں اور جو امر غیر اختیاری پیش آوے اس میں

Marfat.com

ذرا جنبش نہ کریں نہ کچھ تجویز کریں بس خدا کے سپرد کر کے خاموش رہیں (منقول از تبویب تربیۃ السالک باب پنجم)

(۷) بعض مختلف مبتلایانِ خطرات کو جو قطع خطرات کی بعض تدابیر ارقام فرمائیں وہ ذیل میں نقل کیجاتی ہیں

(الف) وساوس کوئی پریشانی کی چیز نہیں۔ پریشانی سے قلب ضعیف ہو جاتا ہے جس سے دو ناہجوم ہو جاتا ہے بجز بے پروائی اور بے التفاتی کے اور کوئی تدبیر نہیں بلکہ بہتر ہے کہ اس پر خوش ہو اس سے قلب کو قوت ہوتی ہے اور وساوس کو قبول نہیں کرتا بہت جلد قطع ہو جاتے ہیں اور حقیقت میں جب اس میں گناہ نہیں تو پھر پریشانی کیوں ہو۔

نوٹ۔ یہ طالب حضرت حاجی صاحبؒ ہی کے سلسلہ کے ایک شیخ سے بیعت تھے جو اُس وقت مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے اس جواب کی برکت سے اس قدر نفع ہوا کہ پھر انہیں صاحب کا دوسرا خط آیا جسمیں لکھا تھا کہ الحمدللہ اب نہ وساوس کا ہجوم ہے نہ اوہام و ہواجس کا تلاطم سب قطعی طور سے نیست و نابود ہو گئے۔ حضور کا کس زبان سے اور کیسے شکریہ ادا کیا جائے جو اس اڑے وقت میں دستگیری فرمائی ہے الخ۔

(ب) ایک طالب نے لکھا کہ کبھی ایسے وساوس قلب پر آتے ہیں جن سے ایمان کا خطرہ رہتا ہے۔ حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ۔ یہ تو رحمت ہے کیا حدیث میں آپ نے ذاک صریح الایمان نہیں پڑھا اور اس میں بڑی حکمت ایک یہ ہے کہ اس سے عجب کی جڑ کٹ جاتی ہے اور عدم [illegible] یقینی اور منصوص ہے۔

(ج) اس کی خاص تدبیر اور اس کی کوشش اور اس میں کاوش نہ فرمائیے [illegible] بقصد ذکر کی طرف رکھئے اس سے شدہ شدہ خود سب خطرات قطع ہو جائیں گے (یہ سب تبویب تربیۃ السالک باب ہشتم سے منقول ہیں۔)

(د) اس کا تو سہل علاج یہ ہے کہ جب ایسے تخیلات کا ہجوم ہو اپنے قصد [illegible] نیک خیال کی طرف فوراً متوجہ ہو جانا اور متوجہ رہنا چاہئے اس کے بعد [illegible] آویں اُن کا رہنا یا آنا یقیناً غیر اختیاری ہے کیونکہ متقابلات [illegible] جمع نہیں ہو سکتے بس اشتباہ رفع ہو گیا۔ اور اگر بالفرض [illegible] ذہول ہو جاوے تو جب تنبیہ ہو [illegible] پھر اسی طریق عمل [illegible] چاہئے (منقول از تبویب [illegible] تربیۃ السالک [illegible]

رجب المرجب ۱۳۵۳ھ)

حصّۂ دوم تقریرات

(۱) فرمایا کہ سالک کو خطرات منکرہ سے پریشان نہ ہونا چاہئے نہ اُن کی بنا پر اپنے کو مردود سمجھنا چاہئے کیونکہ اُن خطرات کو تو شیطان قلب میں ڈالتا ہے جیسے کوئی بُری بُری باتیں کسی کے کان میں کہے اور سننے والے کو اُس کے روکنے پر قدرت نہ ہو تو باوجود ناگوار ہونے کے اُس کو مجبوراً بلا قصد و بلا اختیار سننا ہی پڑے گا یعنی وہ سامع ہوگا مستمع نہ ہوگا نہ متکلم ہوگا لہٰذا اُس کا کیا قصور بلکہ اُس کو جو ناگواری کی وجہ سے اذیت ہو رہی ہے اس کا اُس کو اجر ملے گا۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی اپنے محبوب بادشاہ کے دربار میں حاضر ہونے کے لئے نہایت شوق کے ساتھ جھپٹا ہوا چلا جا رہا تھا کہ راستہ میں اُس کا دشمن ملا اور اُس کو اس ارادہ سے باز رکھنے کے لئے اُس کو سُنا سُنا کر بادشاہ کی شان میں بے ادبی کے کلمات بکنے لگا تو گو ناگوار تو بہت ہوگا لیکن عقل اور طلب کا مقتضا یہی ہے کہ اُس نالائق اور نمک حرام کی بیہودہ بکواس کی طرف التفات ہی نہ کیا جائے ورنہ اگر ردّ وکد شروع کر دی تو حاضریٔ دربار کے وقت کے گزر جانے کا اندیشہ ہے۔ بس اُس کو چاہئے کہ صبر کئے ہوئے خاموشی کے ساتھ چلتا چلا جائے جب دربار میں رسائی ہو جائے گی تو اوّل تو وہ کم بخت آپ ہی پیچھا چھوڑ دے گا ورنہ کان پکڑ کر نکلوا دیا جائے گا چنانچہ اکثر عادۃ اللہ یہی ہے کہ بعد وصول تمام خطرات فنا ہو جاتے ہیں اور اگر بمقتضائے اسباب و مصالح خاصہ پھر بھی فنا نہ ہوں تب بھی کچھ غم نہ کرے کیونکہ خطرات غیر اختیاریہ پر مطلق مواخذہ نہیں نہ وہ معصیت ہیں البتہ اذیت و کلفت ضرور ہوتی ہے مگر اُس پر بھی اجر ملتا ہے اور درجے بڑھتے ہیں۔

(۲) فرمایا کہ خطرات کی خاصیت بجلی کے تار کی سی ہے کہ اگر اُس کو اپنی طرف کھینچنے کی نیت سے ہاتھ لگایا جائے تب بھی وہ لپٹتا ہے اور اگر ہٹانے کی نیت سے ہاتھ لگایا جائے تب بھی وہ لپٹتا ہی ہے بس خیریت اسی میں ہے کہ اُس کو ہاتھ ہی نہ لگایا جائے نہ جلبًا نہ سلبًا اسی طرح خطرات و وساوس سے امن کی صورت یہی ہے کہ اُن کی طرف التفات ہی نہ کیا جائے نہ جلبًا نہ سلبًا۔

(۳) فرمایا کہ قلب کی مثال شاہی سڑک کی سی ہے جس پر امیر غریب شریف رذیل سب ہی چلتے ہیں کسی کو روک ٹوک نہیں کہ ایک دوسرے کو روکے۔ اگر چمار اور بھنگی بھی چل رہے ہیں تو حرج ہی کیا ہے وہ اپنے [illegible] اپنے راستہ چلتا رہے۔ اسی طرح قلب کی ساخت ہی منجانب اللہ اس طرح کی

واقع ہوئی ہے کہ اُس میں اچھے بُرے سبھی قسم کے خیالات کا وُرود ہوتا رہتا ہے۔ کسی کو اس مطالبہ کا حق نہیں کہ میرے قلب میں اچھے ہی اچھے خیالات آیا کریں بُرے خیالات بالکل آویں ہی نہیں۔ اگر بلا اختیار بُرے خیالات آتے ہیں تو کیا ڈر ہے ہاں قصداً بُرے خیالات نہ لائے نہ قصداً انکو باقی رکھے اور پھر اطمینان وسکون کے ساتھ اپنے کام میں لگا رہے خطرات منکرہ کی طرف التفات ہی نہ کرے۔

(۴) فرمایا کہ۔ سالک یہ سمجھ کر پریشان ہوتا ہے کہ خطرات قلب کے اندر سے پیدا ہو رہے ہیں حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ شیطان خارج سے اُن خطرات کو قلب میں ڈالتا ہے جیسے کوئی کوٹھری میں غلہ بھرا ہو تو یہ بات نہیں ہے کہ وہ غلہ کوٹھری کے اندر سے پیدا ہوا ہو بلکہ [illegible] وہاں سے لاکر کوٹھری میں بھر دیا گیا ہے اھ۔ یہ تو حضرت والا نے خطرات کے وارد علی القلب ہونے کے متعلق تحقیق بیان فرمائی اور بعد وُرود اُن کے واقع فی داخل القلب ہونے کے متعلق فرمایا کہ اگرچہ [illegible] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خطرات قلب کی تہ میں گھسے ہوئے ہیں لیکن درحقیقت یہ بات [illegible] خطرات داخل قلب میں واقع نہیں ہوتے بلکہ [illegible] قلب میں رہتے ہیں اور جو چیز داخل قلب [illegible] نہیں ہوتے بلکہ اُن کا اثر اور محض انعکاس ہوتا ہے کیونکہ داخل قلب [illegible] صرف عقیدہ راسخہ ہوا کرتا ہے (کما یفہم من قولہ تعالیٰ ولما یدخل الایمان فی قلوبکم) [illegible] جو ایک محض وہمی اور سطحی چیز ہے اور کچھ بھی نہیں (کما یفہم من قولہ [illegible] حائد علی قلب ابن آدم فاذا ذکر اللہ خنس واذا غفل وسوس [illegible] قائمۃ فی [illegible]) [illegible] فرمایا اس کی ایسی مثال ہے جیسے آئینہ [illegible] اس کا عکس آئینہ کے اندر [illegible] آئینہ کے [illegible] اور جو چیز آئینہ کے اندر نظر آ رہی ہے وہ [illegible] میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔

(۵) فرمایا شیطان [illegible] قلب [illegible]

میں [illegible]

کیونکہ شیطان کا قلب [illegible]

[illegible]

[illegible]

تو [illegible]

Marfat.com

ڈالنا ہی چھوڑ دے گا۔ علاوہ بریں خطرات پر عقلاً خوش ہونے سے قلب میں قوت پیدا ہوگی اور پھر یہ قوت بھی خود معین ہوجاے گی دفع خطرات میں۔ اور جب خطرات دفع ہوجائیں گے تو پھر طبعی غم بھی جاتا رہے گا۔ اس طرح عقلی مسرت طبعی مسرت کا بھی سبب ہوجائے گی۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ اس کا مجکو بھی ذاتی تجربہ ہوچکا ہے کہ خطرات پر مغموم ہونے سے قلب میں سخت ضعف عارض ہوجاتا ہے جس سے خطرات کا اور زیادہ ہجوم ہوتا ہے اور سخت اذیت پہونچتی ہے اور اس امر کا عقلی اطمینان ہوجانے کے بعد کہ یہ خطرات نعوذ باللہ سوءِ اعتقاد سے ناشی نہیں ہیں بفضلہ تعالیٰ فوراً سکون طبعی بھی حاصل ہوجاتا ہے کیونکہ اس اطمینان کے بعد پھر اُن خطرات کا پورا اندفاع ورنہ کم از کم تقلیل ضرور ہوجاتی ہے۔ چنانچہ حال ہی میں بوجہ تبخیر احقر کے قلب و دماغ میں خطرات واہیہ کا سخت ہجوم تھا جس سے شدید غم و حزن طاری رہتا تھا۔ میرے اُستاد مکرم جناب مولانا سراج احمد صاحب سے بہ سلسلۂ گفتگو جو ذکر آیا تو اُنھوں نے خود اپنے تجربہ کی بناء پر میرے احتمال تبخیر کی بہت قوت کے ساتھ تائید کی اور فرمایا کہ یہ حالت یقیناً تبخیر ہی کی وجہ سے ہے اور اس کی طبّی اُصول پر اس طرح تقریر فرمائی کہ مجکو اُس وقت کامل یقین ہوگیا کہ ان خطرات کا سبب واقعی تبخیر ہی ہے نعوذ باللہ سوءِ اعتقاد نہیں بس اس کا یقین ہونا تھا کہ قلب کی تشویش فوراً دفع ہوگئی اور اُسی وقت انقباض طبعی مبدّل بہ انشراح و انبساط ہوگیا۔ پھر اس انبساط سے قلب کو قوت پہونچی جس نے تبخیر ہی کو دفع کردیا کیونکہ غم بھی اکثر موجب تبخیر ہوجایا کرتا ہے۔

غرض کبھی عوارض طبعیہ سے بھی خطرات کا ہجوم ہونے لگتا ہے بالخصوص ضعف قلب و دماغ۔ اور اس تبخیر سے جس کو اصطلاحِ طب میں دُخانِ مراق سے تعبیر کرتے ہیں جس سے فساد متخیلہ عارض ہوکر انسان اوہام باطلہ میں مبتلا ہوجاتا ہے اور کبھی خطرات کے غم سے بھی عوارض طبعیہ لاحق ہوجاتے ہیں جو موجب ہوجاتے ہیں ازدیادِ خطرات کے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کبھی عوارض سبب ہوتے ہیں اور خطرات مسبب اور کبھی خطرات سبب ہوتے ہیں اور عوارض طبعیہ مسبب۔ ایسی حالتوں میں طبیب جسمانی سے بھی رجوع کرنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت والا اکثر اہل ابتلاء کو یہ بھی مشورہ دیا کرتے ہیں لیکن فرمایا کرتے ہیں کہ خطرات غیر اختیاریہ خواہ کسی سبب سے ہوں نہ موجب مواخذہ ہیں نہ قابلِ اندیشۂ و غم گو طبعی حزن و غم مذموم نہیں بلکہ یہ ایمان کی علامت ہے لیکن عقلاً بے فکری کو بہرحال غالب رکھنا چاہئے تاکہ وہ حزنِ طبعی مضمحل ہوجائے اور موجب پریشانی نہ ہو۔

احقر کے واقعۂ مذکورۂ بالا سے یہ بھی تجربہ ہوا کہ خیال کے بدل جانے سے بھی خطرات دفع ہوجاتے

ہیں۔ چنانچہ حضرت والا سالک کے لئے اس مراقبہ کا کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے بے حد نافع ہونا بتاکید فرمایا کرتے ہیں بلکہ یہاں تک فرمایا کرتے ہیں کہ اگر اپنی حالت اللہ تعالیٰ کی محبت کے قابل نہ بھی ہو تب بھی حسب بشارت انا عند ظن عبدی بی یہی نیک گمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے اھ اور محبت حق کے آثار بھی موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان بنایا اور دین کی فکر عطا فرمائی۔ اور خطرات منکرہ پر طبعی غم نصیب فرمایا جو صریح علامت ہے ایمان کی۔ اس مراقبۂ محبت میں علاوہ اور منافع باطنیہ کے جن کے بیان کا یہ موقع نہیں یہ بھی بڑا نفع ہے کہ یہ مراقبہ خطرات کے دفع کا نہایت قوی الاثر اور مجرب بلکہ ضروری علاج ہے کیونکہ خطراتِ منکرہ کی بنا پر سالک کو بوجہ غایتِ خشیت و ناواقفی اس حالت پر بُعد کا اور اپنے او پر مبغوض عند اللہ ہونے کا وہم ہو جاتا ہے جو درحقیقت خلاف واقع ہوتا ہے لہذا القاعدۃ العلاج بالضد اس وہم کا علاج محبوب عند اللہ ہونے کا مراقبہ ہے جو ایسی حالت میں مطابق حقیقت کے بھی ہے کیونکہ خطرات مؤمنین و مقبولین ہی کو پیش آتے ہیں۔ کافرین و مردودین کو پیش نہیں آتے جس کا سبب یہ ہے کہ شیطان کافرین و مردودین کی جانب سے تو مطمئن رہتا ہے کیونکہ وہ تو گمراہی میں اس کا کامل اتباع کر ہی رہے ہیں۔ اور جب ایسے ضررِ عظیم میں اُن کو مبتلا کر رکھا ہے تو اس کو ضرورت ہی کیا ہے کہ خطرات میں جو مطلق مضر دین نہیں اُن کو مبتلا کرے (اور یہی مضمون اختصار کے ساتھ عنقریب [illegible] سوم [illegible] بسلسلۂ احادیث بضمن شرح حدیث ذالک صریح الایمان امام نووی کی عبارت [illegible] میں منقول ہوگا) البتہ مومنین و مقبولین کے درپے رہتا ہے کہ اگر ہو سکے تو اُن کو خطرات [illegible] سے گمراہ کرے ورنہ کم از کم پریشان ہی کرے۔ لہذا اس کی خواہش [illegible] خطراتِ منکرہ کو عقلاً منکر سمجھا جائے اور اپنے اختیار کو ان سے ہرگز متعلق [illegible] حدوثاً نہ بقاءً نہ اُن کے مقتضا پر عمل کی نوبت آنے دی جائے اور [illegible] کو علامتِ ایمان سمجھ کر اسے عقلاً مطمئن اور مسرور رہے کہ بحمد اللہ [illegible]

دوم کے حصۂ اول کے فقرہ (د) میں جو حضرت والا کا [illegible] معمول بنا کر بے فکری اور اطمینان کے ساتھ اپنے اوراد [illegible] دلچسپی و عدم دلچسپی مشغول [illegible] کہ وہ بھی رفتہ رفتہ ہو جاتے ہیں [illegible]

(۶) فرمایا خطرات [illegible]

ہیں شیطان کی مناسبت [illegible]

Marfat.com

اور پیچھا کرتا ہے اور اگر اُس کی طرف التفات ہی نہ کیا جائے نہ ڈرا جائے نہ بھاگا جائے تو آپ ہی خاموش ہوکر واپس چلا جاتا ہے لہذا خطرات کا بہترین علاج یہی ہے کہ اُن کی طرف التفات ہی نہ کیا جائے اور خوض تو ہرگز ہرگز نہ کیا جائے۔ کیونکہ خطرات کے اندر بس خوض کرنا ہی غضب ہے اس سے بجائے شفا ہونے کے اور زیادہ پریشانی بڑھتی ہے اور خطرات کا بہت زیادہ ہجوم ہونے لگتا ہے اور گو اُن کا ہجوم دین کے لئے مطلقاً مضر نہیں کیونکہ بوجہ غیر اختیاری ہونے کے معصیت نہیں لیکن اُن سے اذیت بے حد ہوتی ہے اور اُن سے نجات پانے کی جو تدابیر بتائی جاتی ہیں وہ بھی دفع اذیت ہی کے لئے بتائی جاتی ہیں نہ کہ معصیت ہونے کی بنا پر کیونکہ اپنے آپ کو بلا ضرورت مشقت اور پریشانی میں ڈالنا بھی تو مناسب نہیں۔

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ کبھی خطرات کا سبب لطافت طبع اور ذکاوت حس ہوتی ہے جس پر یہ مصرعہ صادق آتا ہے ع اے روشنیٔ طبع تو بر من بلا شدی۔ کبھی عوارض طبّیہ کبھی رذائل نفسانیہ کبھی تصرفات شیطانیہ کبھی معاصی اور کبھی حق تعالیٰ کی جانب سے طلب کا امتحان ہوتا ہے اور کبھی ان اسباب میں سے ایک سے زائد اسباب بھی جمع ہوجاتے ہیں۔ اس صورت میں جب سبب کی تشخیص نہ ہوسکے تو سب معالجات کو جمع کرلیا جائے لیکن ہر صورت میں علاوہ معالجات خاصہ کے سب کا مشترک علاج یہی ہے کہ التفات نہ کرے اور خوض نہ کرے نہ خطرات میں نہ اُس کے اسباب میں۔

نیز حضرت والا رذائل نفسانیہ کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ ملکات رذیلہ پر مواخذہ نہیں کہ وہ غیر اختیاری ہیں۔ افعال پر مواخذہ ہے جو اختیاری ہیں۔ ملکات رذیلہ کے مقتضا پر بس عمل نہ ہونے دے۔ باقی اس فکر میں نہ پڑے کہ ملکات رذیلہ زائل ہوجائیں۔ کیونکہ وہ زائل نہیں ہوا کرتے البتہ مجاہدات اور تکرار مخالفت نفس سے مضمحل ہوجاتے ہیں وجہ یہ ہے کہ وہ جبلی ہیں اور جبلت بدلا نہیں کرتی البتہ افعال جبلی نہیں اختیاری ہیں اُن کا صدور نہ ہونے دے اور اس غم میں پڑے کہ میری جبلت ہی کیوں ایسی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خالق بھی ہیں اور حکیم بھی ہیں اُن کی اس میں سیکڑوں حکمتیں ہیں۔ نیز رذائل نفس سے کون خالی ہے کم و بیش سب میں موجود ہیں الا ما شاء اللہ کیونکہ نفس کی ساخت ہی ایسی رکھی گئی ہے لیکن جب تک وہ رذائل قوت سے فعل میں نہ لائے جاویں اور اُن کا ظہور بذریعہ صدور اعمال نہ ہو کوئی مواخذہ نہیں۔ جیسے دیاسلائی میں سب مادّے جل اٹھنے اور بھڑک اٹھنے کے موجود ہیں لیکن اگر اُن کو [illegible] تو جیب میں لئے پھرئیے کوئی اندیشہ نہیں [illegible] [illegible]

Marfat.com

(۷) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب نے خطرات کا عجیب وغریب علاج ارشاد فرمایا تھا وہ یہ کہ یوں سوچا کرے کہ اللہ اکبر اللہ تعالیٰ نے قلب کو بھی کیسا بحر مواج بنایا ہے کہ خطرات موجوں کی طرح اُمڈے ہی چلے آتے ہیں کسی طرح روکے رکتے ہی نہیں کیا خدا کی قدرت ہے کیا خدا کی صنعت ہے اس کو نقل فرما کر حضرت والا نے فرمایا کہ سبحان اللہ کیا لطیف معالجہ ہے کہ جن خطرات کو سالک آلۂ بُعد سمجھ رہا تھا انہیں کو مرآۃ جمال خداوندی بنا کر سبب قرب ومشاہدہ بنا دیا۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا ایک اور بھی لطیف معالجہ جو خود حضرت والا کے لئے حضرت والا کی حالت رفیعہ اور شان عالی کے مناسب تحریر فرمایا تھا اس جگہ نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے مکتوب نمبر ۷۵ مورخہ ۱۹ رجب ۱۳۱۶ھ میں جس کی نقل نقول مکتوبات امدادیہ میں نمبر ۴۰ پر پہلے اپنے موقع پر پیش کی جا چکی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ جو قلب پر وارد ہو متجانب اللہ خیال کرو تو وارداتِ مضر ہوں گے اس مراقبہ سے سب دفع ہو جائیں گے۔

ضروری تنبیہ - بعون اللہ تعالیٰ وبفضلہ حضرت والا کے ارشاد فرمودہ تحریری وتقریری معالجات خطرات کی نقل سے فراغت ہوئی۔ اب آخر میں ان سب معالجات کے متعلق حضرت والا ہی کی ارشاد فرمائی ہوئی ایک نہایت ضروری تنبیہ نقل کی جاتی ہے جس کو حضرت والا نے [illegible] حضرت کو سن کر نہایت اہتمام کے ساتھ بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ اس قدر ضروری [illegible] بغیر اس کے یہ سارا مضمون ہی معالجات خطرات کا ناکامل رہ جاتا ہے۔ وہ تنبیہ یہ ہے کہ [illegible] بالا معالجوں کی شرط نفع یہ ہے کہ ان معالجوں کو معالجہ سمجھ کر دفع خطرات کی نیت سے [illegible] بلکہ مستقل اعمال مفیدہ سمجھ کر اختیار کیا جائے اور نتیجہ نافعہ یعنی اندفاع خطرات وغیرہ کا انتظار [illegible] ورنہ اس انتظار سے تعجیل اور تعجیل سے تقاضہ اور تقاضے سے تشویش پیدا ہو [illegible] کے ہوتے ہوئے خطرات کیونکر دفع ہو سکتے ہیں [illegible] انتظار [illegible] اس پر بالکل آمادہ رہا جائے [illegible]

جو کام ہم کو بتایا گیا ہے بس وہ ہم کر رہے ہیں [illegible]

امر واقعی و حقیقی [illegible]

تو ان کو اپنی مخلوق کے اندر [illegible]

کے اندر جو چاہیں تصرف فرماتیں [illegible]

اجمالاً یہ اعتقاد رکھا [illegible] بالکل [illegible]

تفصیلی حکمتیں معلوم نہ ہوں اھ

الحمد للہ معالجۂ قبض و ہیبت کے جزو دوم سے بھی فراغت حاصل ہوئی۔ اب اس کا جزو سوم ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

جزو سوم

مراقبہ و استحضار بعض آیات و احادیث و تکرار بعض اشعار اہل استبصار بہ تفکر و اعتبار جو ذیل میں مذکور ہیں

آیات

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا لَھَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْھَا مَا اکْتَسَبَتْ و تکرار مناجات ہذا رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ونیز تکرار مناجات ہذا رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ ونیز تکرار مناجات ہذا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ضروری تفسیر آیت لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا

از بیان القرآن توضیح مضمون وان تبدوا الخ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا لَھَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْھَا مَا اکْتَسَبَتْ (یعنی ہم نے جو پہلی آیت میں کہا ہے کہ نفوس کی پوشیدہ باتوں پر بھی محاسبہ ہوگا اس سے مراد امور غیر اختیاری نہیں بلکہ صرف امور اختیاریہ ہیں کیونکہ) اللہ تعالی کسی شخص کو (احکام شرعیہ میں) مکلف نہیں بناتا۔ (یعنی ان امور کو واجب یا حرام نہیں فرماتا) مگر اسی کا جو اس کی طاقت (اور اختیار) میں ہو۔ اس کو ثواب بھی اسی کا ہوتا ہے جو ارادہ سے کرے اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے (اور جو وسعت سے باہر ہے اس کا مکلف نہیں کیا گیا اور جس کے ساتھ قصد اور ارادہ متعلق نہیں اس کا ثواب ہے نہ عذاب اور وساوس طاقت سے خارج ہیں تو ان کے آنے کو حرام اور ان کے نہ آنے دینے کو واجب نہیں کیا اور نہ ان پر عذاب رکھا)

نوٹ۔ اگر کسی صاحب کو مزید تفصیل و تحقیق کا شوق ہو تو وہ سورۂ بقرہ کے آخری رکوع کی پوری تفسیر کو بیان القرآن مصنفہ حضرت والا میں ملاحظہ فرمالیں ۱۲

Marfat.com

احادیث

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تجاوز عن امتی ما وسوست بہ صدورھا ما لم تعمل بہ (ای ما دام لم یتعلق بہ العمل ان کان فعلیا) او تتکلم (ان کان قولیا) متفق علیہ وعنہ قال جاء ناس من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسألوہ انا نجد فی انفسنا ما یتعاظم احدنا ان نتکلم بہ قال او قد وجدتموہ قالوا نعم قال ذاک صریح الایمان۔ رواہ مسلم

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جاءہ رجل فقال انی احدث نفسی بالشیٔ لان اکون حممۃ احب الی من ان اتکلم بہ قال الحمد للہ الذی رد امرہ الی الوسوسۃ۔ رواہ ابو داؤد۔

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی الشیطان احدکم فیقول من خلق کذا من خلق کذا حتی یقول من خلق ربک فاذا بلغہ فلیستعذ باللہ [illegible] متفق علیہ۔ وعنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ذلک شیئا فلیقل اٰمنت باللہ ورسلہ متفق علیہ۔ وعنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فی مثل ھذا) فاذا قالوا ذلک فقولوا اللہ احد اللہ الصمد [illegible] ولم یکن لہ کفوا احد ثم لیتفل عن یسارہ ثلاثا ولیستعذ باللہ من الشیطان [illegible]

رواہ ابو داؤد (مشکوٰۃ باب الوسوسۃ)

قال النووی [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] صریح الایمان [illegible] بل ھو صریح الایمان لان استعظام ھذا [illegible] اعتقادہ انما یکون ممن استکمل الایمان ایمانا محققا [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

علامۃ [illegible]

وعند ذلک فلیقل اٰمنت باللہ [illegible] فلیستعذ [illegible]

[illegible]

Marfat.com

ظاهر الحديث انه صلى الله عليه وسلم امرهم ان يدفعوا الخواطر بالاعراض عنها والرد لها من غير استدلال ولا نظر في ابطالها الى قوله لما كان امرا طاريا بغير اصل دفع بغير نظر في دليل اذ لا اصل له ينظر فيه وقال في معناه اذا عرض له هذا الوسواس فليلجأ الى الله تعالى في دفع شره عنه وليعرض عن الفكر في ذلك وليعلم ان هذا الخاطر من وسوسة الشيطان وهو انما يسعى بالفساد والاغواء فليعرض عن الاصغاء الى وسوسته وليبادر الى قطعها بالاشتغال بغيرها۔

اشعار اہل استبصار

ازحضرت عارف رومیؒ

رنج راحت شد چو مطلب شد بزرگ (۱) گرد گلہ توتیائے چشم گرگ

پس زبون وسوسہ باشی دلا (۲) گر طرب را باز دانی از بلا

گر مرادت را مذاق شکر است (۳) بے مرادی نے مراد دلبر است

ناخوش او خوش بود بر جان من (۴) دل فدائے یار دل رنجان من

عاشقم بر لطف و بر قہرش بجد (۵) اے عجب من عاشق ایں ہر دو ضد

غم چو بینی زود استغفار کن (۶) غم بامر خالق آمد کار کن

در بلیات جہاں صبّار باش (۷) گاہ نعمت شاکر جبّار باش

صنع حق را بین و مکر خود بہل (۸) اے ز صنعش مکر مکاراں خجل

چونکہ مکرت شد فنائے صنع رب (۹) بر کشائی یک کمینے بو العجب

کہ کمینہ ایں کمیں باشد بقا (۱۰) تا ابد اندر عروج و ارتقا

از برائے ایں کمیں سعی بکن (۱۱) تا بری بوئے ز علم من لدن

چونکہ بر میخت ببندد بستہ باش (۱۲) چوں کشاید چابک و برجستہ باش

کوئے نومیدی مرو کامیدہاست (۱۳) سوئے تاریکی مرو خورشیدہاست

ازحضرت عارف شیرازیؒ

دعا

اے پادشہِ خوباں داد از غمِ تنہائی (۱۴) دل بے تو بجاں آمد وقت است کہ باز آئی

اے دردِ تو ام درماں در بسترِ ناکامی (۱۵) وے یادِ تو ام مونس در گوشۂ تنہائی

در دائرۂ قسمت ما نقطۂ پرکاریم (۱۶) لطف آنچہ تو اندیشی حکم آنچہ تو فرمائی

زیں دائرۂ مینا خونیں جگرم مے دہ (۱۷) تا حل کنم ایں مشکل زیں ساغرِ مینائی

ایضاً

جز آستانِ توام در جہاں پناہے نیست (۱۸) سرِ مرا بجز ایں در حوالہ گاہے نیست

ایضاً

در تیرہ شبِ ہجرِ تو جانم بہ لب آمد (۱۹) وقت است کہ ہمچوں مہِ تاباں بدر آئی

جاں مید ہم از حسرت دیدارِ تو چوں صبح (۲۰) باشد کہ چو خورشید درخشاں بدر آئی

برخاکِ درت بستہ ام از دیدہ دو صد جوے (۲۱) باشد کہ تو چوں سرو خراماں بدر آئی

برائے تسلی (غزل)

یوسف گم گشتہ باز آید بہ کنعاں غم مخور (۲۲) کلبۂ احزاں شود روزے گلستاں غم مخور

ایں دلِ غمدیدہ حالت بہ شود دل بد مکن (۲۳) ویں سرِ شوریدہ باز آید بساماں غم مخور

دورِ گردوں گر دو روزے بر مرادِ ما نگشت (۲۴) دائما یکساں نماند حالِ دوراں غم مخور

ہاں مشو نومید چوں واقف نۂ از سرِ غیب (۲۵) باشد اندر پردہ بازیہائے پنہاں غم مخور

ہر کہ سرگرداں بعالم گشت و غمخوارے نیافت (۲۶) آخر الامر بہ غمخوارے رسد [illegible] غم مخور

در بیاباں گر بشوقِ کعبہ خواہی زد قدم (۲۷) سرزنشہا گر کند خارِ مغیلاں غم مخور

گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد بس بعید (۲۸) ہیچ راہے نیست کاں را نیست پایاں غم مخور

اے دل ار سیلِ فنا بنیادِ ہستی بر کند (۲۹) چوں ترا نوح است [illegible]

گر بہار [illegible] باشد باز بر تخت چمن (۳۰) چترِ گل [illegible]

[illegible] و در کنجِ [illegible] خلوت شبہائے تار (۳۱) تا [illegible] غم مخور

[illegible]

[illegible] بہ نازم [illegible]

چہ حیاے [illegible] [illegible]

[illegible]

Marfat.com

اے دل صبور باش مخور غم کہ عاقبت (۳۴) ازشام صبح گردد و از شب سحر شود
حافظ مکن اندیشہ کہ آں یوسف مصری (۳۵) باز آید و از کلبۂ احزاں بدر آئی
از غم و درد مکن نالہ و فریاد کہ دوش (۳۶) زدہ ام فالے و فریاد رسے می آید
صبر کن حافظا بہ تلخی روز و شب (۳۷) عاقبت روزے بیابی کام را
در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست (۳۸) بر صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست
روزے برسی بہ وصل حافظ (۳۹) گر طاقت انتظار داری

نصیحت (غزل)

عاشقاں را بر سر خود حکم نیست (۴۰) ہرچہ فرمانِ تو باشد آں کنند
خوش برآ از غصہ اے دل کاہل راز (۴۱) عیشِ خوش در بوتۂ ہجراں کنند

دیگر

میاں عاشق و معشوق فرق بسیار است (۴۲) چو یار ناز نماید شما نیاز کنید
بجانِ دوست کہ غم پردۂ شما ندرد (۴۳) گر اعتماد بر الطافِ کار ساز کنید

دیگر

از حشمت اہل جہل بکیواں رسیدہ اند (۴۴) جز آہ اہلِ فضل بکیواں نمی رسد
حافظ صبور باش کہ در راہِ عاشقی (۴۵) ہر کس کہ جاں نداد بجاناں نمی رسد

دیگر

باغباں گر پنج روزے صحبت گل بایدش (۴۶) بر جفائے خار ہجراں صبر بلبل بایدش
اے دل اندر بندِ زلفش از پریشانی منال (۴۷) مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش
نازہا زیں نرگسِ مستانہ می باید کشید (۴۸) ایں دلِ شوریدہ گر آں زلف و کاکل بایدش
با چنیں زلف و رخے بادش نظر بازی حرام (۴۹) ہر کہ روئے یاسمین و جعد سنبل بایدش
تکیہ بر تقوی و دانش در طریقت کافریست (۵۰) راہ رو گر صد ہنر دارد توکل بایدش

دیگر

روزے اگر غمے رسدت تنگدل مباش (۵۱) رو شکر کن مباد کہ از بد بتر شود
گویند سنگ لعل شود در مقام صبر (۵۲) آرے شود و لیک بخونِ جگر شود

خواہم شدن بمیکدہ گریاں و دادخواہ (۵۳) کز دست غم خلاص دل آنجا مگر شود

ابیات

عاشق مخمور غم گر وصل خواہی (۵۴) خون بایدت خورد در گاہ و بیگاہ
جام مے و خون دل ہر یک بہ کسے دادند (۵۵) در دائرۂ قسمت اوضاع چنیں باشد
از خلاف آمد عادت بطلب کام کہ من (۵۶) کسب جمعیت از آں زلف پریشاں کردم
تو بندہ گلہ از پادشہ مکن اے دل (۵۷) کہ شرط عشق نباشد شکایت از کم و بیش
بہ دُرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش (۵۸) کہ آنچہ ساقی ما ریخت عین الطاف است
مشو فریفتۂ رنگ و بو تدرو نرگس (۵۹) کہ زنگ غم ز دلت جز مئے مغاں نبرد
بہ ورد عشق بیاز و خموش شو حافظ (۶۰) رموز عشق مکن فاش پیش اہل عقول
حافظ از باد خزاں در چمن دہر مرنج (۶۱) فکر معقول بفرما گل بے خار کجاست
بر آستانۂ تسلیم سر بنہ حافظ (۶۲) کہ گر ستیزہ کنی روزگار بستیزد
صحبت عافیت گرچہ خوش افتاد اے دل (۶۳) جانب عشق عزیز است فرو مگذارش
بہ پائے شوق گر ایں رہ بسر شدے حافظ (۶۴) بدست ہجر ندادے کسے عنان فراق
طبیب عشق منم بادہ خور کہ ایں معجون (۶۵) فراغت آرد و اندیشۂ خطا ببرد
جز آب آتشیں یعنی شراب (۶۶) حل نمی گردد مرا ایں مشکلات

ہمت افزائی (غزل)

روزگاریست کہ سودائے بتاں دین من است (۶۷) غم ایں کار نشاط دل غمگین من است
یارب ایں کعبۂ مقصود تماشا گہ کیست (۶۸) کہ مغیلان طریقش [illegible]

ابیات

مرا گدائے تو بودن ز سلطنت خوشتر (۶۹) [illegible] بودن است
عالم از نالۂ عشاق مبادا خالی (۷۰) کہ خوش آہنگ و فرح بخش ہوائے دارد
ناز پرورد تنعم نبرد راہ بدوست (۷۱) عاشقی شیوۂ رندان بلاکش باشد
خام را طاقت پروانۂ پرسوختہ نیست (۷۲) [illegible] جانبازی [illegible]

Marfat.com

عشق بازی کارِ بازی نیست اے دل سرباز (۷۳) زانکہ گوئے عشق نتوان زد بچوگانِ ہوس
میل من سوئے وصال قصد او سوئے فراق (۷۴) ترک کام خود گرفتم تا بر آید کام دوست
با دلِ خونیں لبِ خنداں بیاور ہمچو جام (۷۵) نے گرت زخمے رسد آئی چو چنگ اندر خروش
فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب (۷۶) کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے
فراز و شیبِ بیابانِ عشق دام بلاست (۷۷) کجاست شیردلے کز بلا نہ پرہیزد
گر موج خیز حادثہ سر بر فلک زند (۷۸) عارف بآب تر نکند رخت بخت خویش
زیر شمشیرِ غمش رقص کناں باید رفت (۷۹) کانکہ شد کشتۂ او نیک سرانجام افتاد
حافظا شاید اگر در طلب گوہر وصل (۸۰) دیدہ دریا کنم از اشک و در وغوطہ خورم

از حضرت شیخ شیرازی

طلبگار باید صبور و حمول (۸۱) کہ نشنیدہ ام کیمیا گر ملول
اگر مردِ عشقی کم خویش گیر (۸۲) وگرنہ رہِ عافیت پیش گیر
مترس از محبت کہ خاکت کند (۸۳) کہ باقی شوی چوں ہلاکت کند
خوشا وقت شوریدگانِ غمش (۸۴) اگر ریش بینند وگر مرہمش
دمادم شراب الم در کشند (۸۵) وگر تلخ بینند دم در کشند
اسیرش نخواہد رہائی ز بند (۸۶) شکارش نجوید خلاص از کمند
صبوری ترا کامگاری دہد (۸۷) نہ رنج و بلا رستگاری دہد

از حضرت عطارؒ

گرہمی داری فرح را انتظار (۸۸) در بلا جز صبر نبود ہیچ کار
(از نواب مصطفیٰ خان صاحب شیفتہ متخلص بہ حسرتی در فارسی)

ابیات

خواہی کہ دمے چند بہ آرام بر آری (۸۹) خونیں جگر و خستہ دل و سوختہ جاں باش
اے عندلیب جائے تو در خاطر گل است (۹۰) گو برق سوز و باد ببر آشیانہ را
ریزند گلِ وصل بہ دامانِ محبت (۹۱) یک نالہ بہ شب ورکش و صد خندہ سحر کن
حسرتیؔ دل شاہد عدل است ملول محزوں مباش بیت عشرت باز ایں بیت الحزن خواہد شدن

Marfat.com

منتظر باش ومکن شکوہ واز دیر مرنج (۹۳) وعدہ وصل منزہ از تقاضا نبود

متفرقات

قطعہ

عاشقی چیست بگو بندہ جاناں بودن (۹۴) دل بدست دگرے دادن وحیراں بودن

سوئے زلفش نظرے کردن و درویش بدن (۹۵) گہ شاداں شدن وگاہ پریشاں بودن

غزل

بہ تیغ ادائے تو سر می فروشم (۹۶) بہ نوک سنانت جگر می فروشم

اسیری ز پرواز گلزار بہتر (۹۷) بکنج قفس بال و پر می فروشم

ابیات

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو (۹۸) دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو

اگرچہ دور افتادم بایں امید خورسندم (۹۹) کہ شاید دست من بار دگر جاناں من گیرد

[illegible]

نوٹ: یہ سو اشعار [illegible] آخر میں جو اشعار درج کئے گئے ہیں [illegible] بعون اللہ تعالیٰ [illegible] الحمد للہ تعالیٰ [illegible] العیدفی [illegible]

[illegible]

اب [illegible]

طیب الطیبہ لشیب الہیبہ

ملقب بہ اربعین للمجروحین

یعنی

خلاصۂ مہمات مسائل علمیہ و عملیہ متعلقہ حالت قبض و ہیبت

ملتقط از رسالۃ الغیبہ فی الہیبہ بحذف واقعات و دلائل

(اس خلاصہ میں بلالحاظ ترتیب رسالہ کی اصل عبارات جا بجا سے نقل کی گئی ہیں بجز چند الفاظ زائدہ کے جو کہیں کہیں ربط ظاہر کرنے کے لئے بڑھائے گئے ہیں لیکن امتیاز کے لئے ان الفاظ کو بین القوسین محصور کر دیا گیا ہے ۱۲)

(۱) اکثر احوال میں نزول بلاعادۃ لوازم سلوک سے ہے۔

(۲)۔ اکثر و بیشتر سالکین کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا یہی معاملہ رہتا ہے کہ قبض و بسط یا خوف و رجا یا ہیبت و انس یا عروج و نزول کم و بیش عمر بھر پیش آتے رہتے ہیں اور اس کے قلب پر جو کہ جلوہ گاہ محبوب حقیقی ہے کبھی تجلی جمال اور کبھی تجلی جلال کا ورود ہوتا رہتا ہے۔

(۳) **تدابیر انسداد اشتداد خطرات** اول یہ کہ سالک حتی الوسع اپنے قلب کی تقویت اور تفریح کیلئے مقویات و مفرحات کا استعمال اور اسباب مشوشۂ قلب سے حتی الامکان اجتناب رکھے تاکہ قلب میں قوت رہے اور ایسے احوال کا تحمل کر سکے اور منجملہ اسباب قویہ مشوشۂ قلب کے کسی ایسے واقعۂ حزن کا جس کی تدبیر اختیار سے خارج ہو (مثلاً کسی کی موت) خواہ اس حزن کا منشاء اپنا درد ہو یا دوسرے کی ہمدردی ہو یا اس کے آثار و نتائج متیقنہ یا محتملہ کا ذہن میں استمرار استحضار یا زبان سے اس کا تکرار ہے یعنی بقصد اس کو سوچنا اور اس میں خوض و فکر کرنا یا اس کا بکثرت تذکرہ کرنا کہ اس سے قلب ایک معتد بہ درجہ میں متاثر ہو کر مشوش اور مضمحل ہو جاتا ہے اور واقعۂ حزن سے حزن طبعی ہونا گو غیر اختیاری ہے جو مضر بھی نہیں ہے لیکن اسکا بار بار یاد کرنا ذکر کرنا اختیاری ہے اور مضر بھی ہے اور جس طرح اسکا احداث یا ابقاء اختیاری ہے اسی طرح اسکا ازالہ بھی اختیاری ہے جس کا طریق تجربہ نشاید بالنص سے یہ ہے کہ کسی اہم واجب مباح یا طاعت میں قلب کو مشغول کر دیا جاوے اور واقعۂ غم کی یاد کی مذکورہ بالا ممانعت میں جو کثرت کی قید لگائی اسکی

وجہ یہ ہے کہ بالکل تذکرہ نہ کرنا اور ضبط میں مبالغہ کرنا بھی تجربہ سے مضر ثابت ہوا ہے کہ سب غبار اندر ہی اندر رہنے سے طبیعت گھٹ جاتی ہے اور اس کی قوت دافعۂ غم گھٹ جاتی ہے اس لئے مصلحت یہ ہے کہ شروع شروع میں گاہ گاہ اپنے کسی دیندار ہمدرد سے اعتدال کے ساتھ حدود شرعیہ میں رہ کر اس واقعۂ غم کا کسی قدر تذکرہ بھی کر لیا کرے۔ اس کی تائید نص سے ہوتی ہے۔ (دونوں جزوں کی نصوص تائید یہ اصل میں مذکور ہیں) اور دوسرے کے ساتھ اپنی ہمدردی کو بھی حد کے اندر رکھے اور وہ حد یہ ہے کہ دوسرے کو نفع تو پہونچ جائے لیکن اپنے کو ضرر نہ پہونچے اس کیلئے بس عقلی ہمدردی کافی ہے اور طبعی ہمدردی کو صرف اسی حد تک رہنے دیا جائے جس حد تک عقلی ہمدردی کے موثر ہونے کے لئے ضروری ہو اس سے آگے نہ بڑھنے دیا جائے ورنہ تجربہ سے یہ بھی مضر ثابت ہوا ہے۔ زیادہ ہمدردی اور ترحم سے قلب کو تکلیف ہوتی ہی ہے بعض اوقات خلاف تسلیم و تفویض خیالات پیدا ہونے لگتے ہیں جو سخت اندیشہ کی بات ہے۔

دوسرے ترک مشاغل مباحہ میں مبالغہ نہ کرے اور بالکلیہ یکسوئی اختیار نہ کرے تاکہ ایسی چیزیں بھی مہیا رہیں جو اس قسم کے خطرات کو آنے سے روکیں لیکن ان مشاغل مباحہ میں [illegible] کا بڑھانا داخل نہیں کہ وہ بھی مضر ہیں صرف تعلقات انتظامی و تفریحی کافی ہیں مثلاً انتظامات [illegible] سیر و تفریح، مطالعہ تواریخ وغیرہ۔

تیسرے خطرات کی طرف التفات ہی نہ کرے یہاں تک کہ ان کے دفع کی بھی [illegible] بلکہ ذکر میں توجہ کے ساتھ مشغول ہو جائے لیکن توجہ میں بھی مبالغہ [illegible] ورنہ [illegible] طبیعت تھک کر ملول ہو جائے گی [illegible] خطرات کا اثر ہونے لگے گا۔

(۴) ارشادات حضرت حاجی صاحب [illegible] قلب پر [illegible]

مضر ہوں گے اس مراقبہ سے سب دفع ہو جائیں گے [illegible]

نے قلب کو کبھی [illegible] بنا رکھا [illegible] کی طرف [illegible]

رکھتے ہی نہیں کیا خدا کی قدرت ہے [illegible]

صاحب کے [illegible]

(۵) تدبیر فرمودہ [illegible]

نہیں ہو [illegible]

پر نظر [illegible]

ہوا نظر آتا ہے (ختم ہوا ارشاد حاجی محمد عابد صاحب دیوبندی رحمہ کا)

(۶) کاملین پر بھی کبھی غلبۂ حال ہو جاتا ہے لیکن وہ منافی کمال نہیں ہوتا۔

(۷) صاحب مقام پر جو غلبۂ حال ہوتا ہے اس میں وہ حدود سے خارج نہیں ہوتا۔ بخلاف صاحب حال کے کہ وہ کبھی حدود سے بھی خارج ہو جاتا ہے گو اس کو گناہ نہیں ہوتا کیونکہ بوجہ مغلوبیت وہ اسوقت مرفوع القلم ہوتا ہے

(۸) صاحب مقام پر بھی کیفیات کا ورود ہوتا ہے لیکن ان کیفیات میں لطافت ہوتی ہے کیونکہ وہ روحانی ہوتی ہیں برخلاف اس کے صاحب حال کی کیفیات نفسانی ہوتی ہیں جن میں ثقل ہوتا ہے۔

(۹) مبتلائے قبض وہیبت کو تکلیف تو بیشک سخت ہوتی ہے لیکن قطع طریق میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔

(۱۰) وساوس بعض اقسام قبض میں چند خفی الطاف رحمانیہ ہیں (الف) اس شخص کو کبھی عجب نہیں ہوتا سمجھتا ہے کہ میں بدحال ہوں (ب) ہمیشہ ترساں رہتا ہے اپنے علم وعمل پر ناز نہیں ہوتا سمجھتا ہے کہ میرا علم وعمل وحال کیا چیز ہے اس کی حقیقت دیکھ چکا ہوں (ج) اگر یہ عقبہ پیش آچکتا ہے شیطان کے مقابلہ میں اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے اس سے ڈرتا نہیں کہ بس اس سے زیادہ کیا کر لیگا اور بدون اس کے گذرے ہوئے لطیف الطبع کو ہر مضر صحبت تک سے اندیشہ رہتا ہے (د) مرتے وقت اگر دفعۃً یہ حالت پیش آ تو پریشان ہو کر خدا جانے کس کس خیال میں مرتا اگر یہ عقبہ گذر جاوے تو اس کے تحمل کی قوت ہو جاتی ہے اگر وقت بھی ایسا ہوا پریشان تو حق تعالیٰ پر بدگمان نہ ہوگا اطمینان ومحبت حق میں جان دیگا (ہ) یہ شخص محقق ہو جاتا دوسرے مبتلا کی دستگیری آسانی سے کر سکتا ہے (و) ہر وقت اپنے اوپر اللہ تعالے کی رحمت دیکھتا ہے کہ ایسے نالائق کو ایسی نعمتیں عطا فرماتے ہیں۔ (ز) اس حدیث کے معنی برائے العین دیکھ لیتا ہے کہ مغفرت عبد کی عمل سے نہ ہوگی رحمت حق سے ہوگی وغیر ذلک مما لا یحصی

(۱۱) قبض کے اسباب مختلف ہوتے ہیں چنانچہ ایک سبب یہ بھی ہے کہ تحمل سے زیادہ کام کیا جائے۔

(۱۲) محققین نے اسکو یعنی قبض کو بسط سے ارفع کہا ہے کہ اس میں اخلاق رذیلہ کا معالجہ زیادہ ہوتا ہے تمام ذاکرین کو قریب قریب یہ حالت پیش آتی ہے پھر اس سے نجات بھی ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اور ترقی ہوتی ہے۔

(۱۳) جس شوق وذوق سوز وگداز کو آپ کمال سمجھتے ہیں نہ وہ کمال ہے اور جس خشکی اور وسوسہ کو آپ نقصان سمجھتے ہیں نہ وہ نقصان ہے (نوٹ: یہ ایک خط کی عبارت ہے ۱۲)

(۱۴) کلیہ سمجھ لیجئے کہ جو افعال اختیاری ہیں ان میں اللہ ورسول کے خلاف نہ کیا جاوے تو پھر احوال خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں وہ چونکہ غیر اختیاری ہیں ان کی کچھ پرواہ نہ کرنا چاہیئے آپ محروم نہیں ہیں ایک وقت میں

یہ امر تحقیقاً بھی معلوم ہو جاویگا اب تقلیداً مان لیجئے۔ (نوٹ) یہ بھی ایک خط کی عبارت ہے ۱۲

(۱۵) میری (یعنی حضرت والا کی ۱۲) تناول سے اپنے متعلقین کے لئے اس کے (یعنی حالت قبض کے) طاری ہونیکی بشرط البصیرت والاستقلال دعا کرتی ہے اور اس کے منافع اسقدر ہیں کہ احصار میں نہیں آتے جن سب کا خلاصہ فنائے تام ہے اور اس کے بعد جو بسط ہوتا ہے وہ بھی بے نظیر ہوتا ہے۔

(۱۶) عین قبض کے وقت گو (اس کے) منافع معلوم نہ ہوں مگر بعد میں اکثر معلوم بھی ہو جاتے ہیں اور اگر معلوم بھی نہ ہوں تب بھی حاصل تو ہوتے ہیں اور حصول ہی مقصود ہے نہ کہ اس حصول کا علم ہرگز پریشان نہ ہوں ذکر جسقدر ہو سکے کر لیا کیجئے اگرچہ کسی قدر تکلف ہی کرنا پڑے اور اگر یہ اس میں دلچسپی بھی نہ ہو اور جس میں زیادہ کلفت ہو اس کو تخفیف کر دیجئے اور استغفار کی قدرت کثرت نہیں جبتک یہ حالت رہے ہفتہ میں ایک بار دو بار اطلاع دیتے رہیئے۔ سب کو یہ حالت پیش آتی ہے بلکہ اس سے خوش ہوا کہ علامت ہے راہ قطع ہونیکی یہ سب رستہ کی گھاٹیاں ہیں [illegible]

(۱۷) یہ تغیرات (یعنی تغیرات احوال) طبعی و نفسانی ہیں نہ کہ روحانی و قلبی ہوا ایسے تغیرات [illegible] ہیں عبدیت کی حقیقت کا ان میں مشاہدہ ہوتا ہے فنا و نیستی [illegible] کی پابندی ایسے ہی وقت دیکھنے کے قابل اور محل امتحان ہے اگر اس امتحان میں [illegible] درجہ کے نمبر کا مستحق ہوگا۔

(۱۸) [illegible] حالت یعنی حالت قبض [illegible] طرف سے [illegible] حالانکہ اللہ تعالیٰ [illegible] سے مایوس ہو کر میری [illegible] طرف رجوع ہو اور [illegible] مقصود [illegible] ہوتا بعد شیطان سے [illegible] مقصود ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ [illegible] مبتلا کرتے ہیں کہ وہ [illegible] باطنی عجب و کبر سے محفوظ رہے [illegible] اور زوال نفس سے [illegible] اور [illegible] ہوتا۔

(۱۹) [illegible]

[illegible]

[illegible]

(۲۰) [illegible]

(۲۱) [illegible]

Marfat.com

سنت کا مقتضا یہ ہے کہ جہاں تک اپنا علم وقدرت کام دے اعتدال و تعدیل کو اپنا مستقر اصلی بنائے
ہیبت کے ساتھ انس اور حزن و سوء ظن بنفسہ کے ساتھ رجاء رحمت اور فناء کے ساتھ بقاء اور نسیج
کے ساتھ مستی اور مبالغہ فی التواضع کے ساتھ مشاہدہ نعمت کا اہتمام و استحضار کرے۔

(۲۲) اگر آپ کو آثار ہیبت و سوء ظن بنفسہ کا زیادہ غلبہ ہوا کرے تو یہ سوچا کیجیے کہ بس بریں نسیند
کہ ہم ہر حالت میں ناقص اور عاصی ہیں تو خدا تعالے کے یہاں جس طرح کاملین کی نجات ہوگی اسی طرح
پر ناقصین کی بھی ہوگی اگر صدر نشین نہ ہوں گے تو صف نعال ہی میں جگہ مل رہیگی اگر اولیت نہ ہوگی تو
جوتیاں لگنے کے بعد ہی سہی۔ بس یہ سمجھکر اللّٰھم اغفرلی کی کثرت کرنی چاہیے (نوٹ۔ یہ ایک خط کی عبارت ہے)

(۲۳) قبض کے غلبہ کے وقت اکسیر ہدایت ترجمہ کیمیائے سعادت میں یا تلاثین ترجمہ اربعین میں کتاب
الرجاء یعنی خدا کی رحمت کی امید کا مضمون بار بار دیکھنا چاہیے

(۲۴) مذموم حالت دو ہیں ایک معصیت دوسری غفلت۔ رہا غلبہ جوش وخروش) اور شوق یہ
حالت عارضہ میں سے ہے اس کا فقدان سالک کو مضر نہیں ورنہ یہ کیفیت بعینہ قائم و دائم رہ سکتی
ہے حجابات کا آپ کو شبہ ہوگیا ہے وہ محض وہم ہے اور کچھ نہیں اپنے کام میں سہولت اور راحت سے
لگے رہیے پریشانی سے البتہ قلب ضعیف ہوجاتا ہے جس میں مضر ہونیکا احتمال ہے (یہ ایک خط کی عبارت ہے

(۲۵) نہ آپ مریض نہ علاج کے محتاج البتہ فن کے نہ جاننے سے (اپنی) صحت کی خبر نہیں۔ سو یہ بھی کوئی غم
کی بات نہیں (یہ بھی ایک خط کی عبارت ہے ۱۲)

(۲۶) اس کے اسباب (یعنی قبض کے) مختلف ہیں اور معالجات بھی مختلف اگر آپ سے کوئی معصیت
نہیں ہوئی اور غیر جنس لوگوں سے اختلاط بھی نہیں ہوا تو اس کا سبب امتحان ہے توکل اور صبر سے کام
لیجیے اور استغفار کیجیے اور میرے مواعظ (یعنی حضرت والا کے ۱۲) و تربیۃ السالک دیکھیے کہ رحمت حق
متوجہ ہو۔ (یہ بھی ایک خط کی عبارت ہے ۱۲)

(۲۷) جتنے کام اختیار میں ہیں کئے جائیں اور جو امر غیر اختیاری پیش آوے اس میں ذرا جنبش نہ کریں نہ
تجویز کریں بس خدا کے سپرد کرکے خاموش رہیں۔

(۲۸) وسوسہ کوئی پریشانی کی چیز نہیں۔ پریشانی سے قلب ضعیف ہوجاتا ہے جس سے وسوسوں کا ہجوم ہوجاتا
ہے مجرب بے پروائی اور بے التفاتی کے اور کوئی تدبیر نہیں بلکہ بہتر ہے کہ اس پر خوش ہو اس سے قلب کو قوت
ہوتی ہے اور وساوس کو قبول نہیں کرتا بہت جلد قطع ہوجاتے ہیں اور حقیقت میں جب اس میں گناہ
نہیں تو پھر پریشانی کیوں ہو۔ گو طبعی حزن و غم مذموم نہیں بلکہ یہ ایمان کی علامت ہے لیکن عقلاً بے فکری کا

بہر حال غالب رکھنا چاہیئے تاکہ وہ حزن طبعی مضمحل ہو جائے اور موجب پریشانی نہ ہو۔

(۲۹) اس کا (یعنی تخیلات فاسدہ کا) تو سہل علاج یہ ہے کہ جب ایسے تخیلات کا ہجوم ہو اپنے قصد و اختیار سے کسی نیک خیال کی طرف فوراً متوجہ ہو جانا اور متوجہ رہنا چاہیئے اس کے بعد بھی اگر تخیلات باقی رہیں یا نئے آویں ان کا رہنا یا آنا یقیناً غیر اختیاری ہے کیونکہ مختلف قسم کے دو خیال ایک وقت میں اختیاراً جمع نہیں ہو سکتے بس اشتباہ رفع ہو گیا اور بالاختیار اچھے خیال کی طرف توجہ کرنے میں ذہول ہو جاوے تو جب تنبہ ہو ذہول کا تدارک تو استغفار سے اور پھر اسی تدبیر [illegible] سے کام لیا جاوے یہ طریق عمل اسقدر سہل ہے کہ اس سے سہل کوئی چیز ہی نہیں بس اسکو دستور العمل [illegible] ہو جانا چاہیئے

(۳۰) سالک کو خطرات منکرہ کی بنا پر اپنے کو مردود نہ سمجھنا چاہیئے کیونکہ اول خطرات کو تو شیطان قلب میں ڈالتا ہے لہذا اس کا (یعنی سالک کا) کیا قصور بلکہ اس کو جو ناگواری کی وجہ سے اذیت ہوتی ہے اس کا اس کو اجر ملیگا۔

(۳۱) غالب عادۃ الٰہیہ یہی ہے کہ بعد وصول تمام خطرات فنا ہو جاتے ہیں اور اگر مقتضائے اسباب و مصالح خاصہ پھر بھی فنا نہ ہوں تب بھی کچھ غم نہ کرے کیونکہ خطرات غیر اختیاریہ پر مطلق مواخذہ نہیں۔

(۳۲) قلب کی سختی [illegible] اس طرح کی واقع ہوتی ہے کہ [illegible] اچھے برے [illegible] کا ورود ہونا رہتا ہے کسی کو اس مطالبہ کا حق نہیں کہ میرے قلب میں اچھے ہی اچھے [illegible] برے خیالات بالکل آویں ہی نہیں۔

(۳۳) خطرات داخل قلب میں واقع نہیں ہوتے بلکہ حوالی قلب میں رہتے ہیں اور جو چیز داخل [illegible] متوہم ہوتی ہے وہ خطرات نہیں ہوتے بلکہ ان کا اثر اور عکس [illegible] داخل قلب میں واقع ہونے والی چیز تو صرف عقیدہ [illegible] کچھ بھی نہیں۔

(۳۴) شیطان [illegible] قلب میں وسوسے ڈالتا ہے [illegible] ایمان [illegible]

(۳۵) حضرت والا سالک کے لئے اس مراقبہ کا [illegible]

[illegible]

حسب بشارت انا عند ظن عبدی بی [illegible]

(۳۶) خطرات [illegible]

(۳۷) خطرات [illegible]

Marfat.com

نہ حد وثنا نہ بقائے نہ ان کے مقتضاء پر عمل کی نوبت آنے دیجائے اور بجائے مغموم ہونیکے خطرات کو علامت ایمان سمجھ کر (جیسا نمبر ۳۶ سے ظاہر ہے) اسپر مطمئن اور مسرور رہے کہ بحمد اللہ میرے عقائد تو صحیح ہیں اور دستور العمل مرقومہ نمبر ۲۹ کو معمول بناکر بیفکری اور اطمینان کے ساتھ اپنے کو ذکر وطاعت اور ضروریات دینیہ ودنیویہ میں بلا لحاظ دلچسپی وعدم دلچسپی مشغول رکھا جائے بلکہ (جیسا نمبر ۳ میں تجویز کیا گیا ہے ۱۲) امور مباح کا بھی قدرے شغل رکھا جائے کہ وہ بھی دافع ہو جاتے ہیں خطرات منکرہ کا۔

(۳۸) کبھی خطرات کا سبب لطافت طبع اور ذکاوت حس ہوتی ہے کبھی عوارض طبیہ کبھی رذائل نفسیہ کبھی تصرفات شیطانیہ کبھی معاصی اور کبھی حق تعالے کی جانب سے طالب کا امتحان ہوتا ہے اور کبھی ان اسباب میں سے ایک سے زائد اسباب بھی جمع ہو جاتے ہیں اس صورت میں جب سبب کی تشخیص نہ ہو سکے تو سب معالجات کو جمع کر لیا جائے لیکن ہر صورت میں علاوہ معالجات خاصہ کے سب کا مشترک علاج یہی ہے کہ التفات نہ کرے اور نہ خوض نکرے نہ خطرات میں نہ ان کے اسباب میں۔

(۳۹) وساوس سے ایک گونہ ظلمت طبعی ہوتی ہے مگر یہ تاریکی مانع قطع مسافت نہیں جبکہ وسائط صحیح ہوں چنانچہ ریل کبھی تاریکی میں بھی چلتی ہے اسی طرح کہ اسکی کھڑکیاں بند ہوتی ہیں ریل میں ڈرائیور کا صاحب نور ہونا کافی ہوتا ہے اور ریل کا لائن پر ہونا۔

(۴۰) ان سب مذکورہ بالا معالجوں کی شرط نفع یہ ہے کہ ان معالجوں کو معالجہ سمجھکر اور دفع خطرات کی نیت سے ہرگز نہ کیا جائے بلکہ مستقل اعمال مفیدہ سمجھکر اختیار کیا جائے اور نتیجہ خاص یعنی اندفاع خطرات کا بھی انتظار نہ کیا جائے بلکہ بجائے انتظار اندفاع خطرات کے اپنی طرف سے اسپر بالکل آمادہ رہا جائے کہ اگر ساری عمر بھی خطرات سے نجات نہ ملے تب بھی کچھ پرواہ نہیں جو کام ہمکو بتایا گیا ہے بس وہ ہم کر رہے ہیں اس سے زیادہ کے ہم مکلف ہی نہیں اور ہر حال میں اس امر واقعی اور عقیدہ واجبہ کا استحضار رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی۔ حاکم ہونے کی بناء پر تو ان کو اپنی مخلوق کے اندر ہر قسم کے تصرفات کرنے کا پورا حق اور کامل اختیار حاصل ہے وہ اپنے بندوں کے اندر جو چاہیں تصرف فرمائیں کسیکو مجال چون وچرا نہیں اور حکیم ہونے کی بناء پر بندہ کو ان کے ہر تصرف کے متعلق اجمالاً یہ اعتقاد رکھ کر بالکل مطمئن رہنا چاہیے کہ یہ تصرف میرے حق میں سراسر حکمت ہے گو اس کی تفصیلی حکمتیں معلوم نہ ہوں اھ

تمت الخلاصہ

Marfat.com

نوٹ

اس مختصر مگر جامع مانع خلاصہ کو اصل رسالہ یعنی الغبیطہ فی الھیبہ کا عطر کہنا زیبا ہے اس کی خاصیت و خصوصیت اور نافعیت و اہمیت کی بنا پر حضرت صاحب سوانح ہذا نے اسکا ایک نہایت لطیف نام بھی تجویز فرمادیا ہے جو زیب عنوان ہے یعنی "طیب الطیبہ لشبیب الرہبہ" وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کا ہر مسئلہ تعلیمات نبویہ علی صاحبہا السلام والتحیہ ہی سے مستفاد ہے جنکی تدوین زیادہ تر حدیث طیبہ میں ہوئی۔ اور مجموعہ ہذا سالکین محزونین کے لئے جن کو حالت قبض وہیبت نے سخت [illegible] غمزدہ کر رکھا ہو مثل خوشبو کے فرحت بخش اور نشاط انگیز ہے۔ نیز چونکہ اس کے اجزا [illegible] اتفاق سے چالیس ہے اور یہ گویا اہل ابتلا کے مجروح قلوب کے لئے ایک مرہم ہے [illegible] چالیس اجزا ہے لہذا اس کا ایک نہایت موزوں لقب بھی تجویز فرمادیا ہے یعنی "الاربعین [illegible]" چنانچہ یہ لقب بھی زیب عنوان کر دیا گیا ہے۔ حسب ارشاد حضرت والا اس خلاصہ [illegible] اختصار کو بہت زیادہ ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ مبتلائے پریشانی بسہولت [illegible] رکھکر منتفع ہو سکے اور کثرت مضامین سے خلجان میں نہ پڑ جاسکے۔

حضرت والا نے اس مجموعہ کی غایت نافعیت کی بنا پر اس کی قبول [illegible]
ایسا فرمایا کیونکہ سوانح ہذا کی تکمیل و اشاعت میں تو ابھی بہت دیر ہے۔ [illegible]
اس کو مقبول و نافع اور ہر طرح [illegible]
محزونین و مجروحین کے لئے [illegible]
[illegible]
[illegible] وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ [illegible] اجمعین۔

الانتباہ لرفع الاشتباہ

اس کراسۂ حاضرہ مسمّٰی بہ "الغیبۃ فی الھیبۃ" میں جتنے مضامین حضرت والا کی تحریرات و تقریرات سے نقل کئے گئے ہیں وہ گو حضرت والا کی مجتہدانہ تحقیقات ہیں جیسا کہ اس فن میں مصلح کے لئے اجتہاد شرط ہے لیکن یہ نہ سمجھا جائے کہ حضرت والا اس اجتہاد میں متفرد ہیں بلکہ متقدمین ائمۂ فن کے اجتہادات بھی حضرت والا کی ان تحقیقات اجتہادیہ کی تائید میں مصرح ہیں چنانچہ امام قشیریؒ متوفی سنہ ۴۶۵ھ کا کلام تینوں مقاصد یعنی بیانِ واقعات و بیانِ حکمت و بیانِ معالجات کے متعلق بطور نمونہ کے نقل کیا جاتا ہے وھو ھذا۔

لزومِ ابتلاء عادۃً واعلم ان فی ھذہ الحالۃ قلّما یخلو المرید فی اوان خلوتہ فی ابتداء ارادتہ من الوساوس۔

حکمت ابتلاء وھذا من الامتحانات التی تستقبل المریدین۔

اشتداد و ابتلاء واعلم انہ یکون للمریدین علی الخصوص بلایا من ھذا الباب وذالک انھم اذا خلوا فی مواضع ذکرھم او کانوا فی مجالس سماع او غیر ذلک یھجس فی نفوسھم ویخطر ببالھم اشیاء منکرۃ یتحققون ان اللہ سبحانہ منزہ عن ذلک ولیس یعتریھم شبھۃ فی ان ذلک باطل ولکن یدوم ذلک فیشتد تاذیھم بہ حتی یبلغ ذلک حدا یکون اصعب شتم واقبح قول واشنع خاطر بحیث لا یمکن المرید اجراء ذلک علی اللسان وابداؤہ لاحد وھذا اشد شیٔ یقع لھم۔

علاج ابتلاء فالواجب عند ھذا ترک مبالاتھم بتلک الخواطر واستدامۃ الذکر والابتھال الی اللہ عزوجل باستدفاع ذلک وتلک الخواطر لیست من وساوس الشیطان وانما ھی من ھواجس النفس فاذا قابلھا العبد بترک المبالاۃ بھا ینقطع ذلک عنہ اھ۔ ختم ہوئی عبارت قشیریہ کی گو اختصار و بسط کا تفاوت ہو جس کا مبنیٰ تفاوتِ اذہان مخاطبین پر متکلم کی نظر ہے اور خلف کے اجتہاد کا توافق سلف کے اجتہاد کے ساتھ مسلّم دلیل ہے اس کی صحت و مقبولیت کی۔ وللہ الحمد۔

Marfat.com

معذرت

چونکہ "الغیبہ فی الہیبہ" کا موضوع بہت مہتم بالشان تھا اور اُس کے متعلق بہت سے مباحث قابل تحقیق تھے جیسا کہ ناظرین کو مطالعہ سے بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا اس لیے اضطراراً تطویل ہو گئی اور باوجود کوشش اختصار اختصار نہ ہو سکا حالانکہ حضرت والا ہر موقع پر بار بار سخت تاکید فرماتے رہے بلکہ بہت سے مضامین مفیدہ کو جن کا موضوع اصلی سے بے تکلف تعلق نہ تھا حذف بھی کرا دیا۔ لیکن پھر بھی تطویل ہو ہی گئی اور کیوں نہ ہوتی جبکہ حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر ہو بہو بلکہ برعایت الفاظ یوں کہا جائے کہ مو بمو صادق آ رہا تھا ؎

شرح شکن زلف خم اندر خم جاناں   کوتہ نتواں کرد کہ ایں قصہ دراز است

بہرحال اس سلسلہ میں بفضلہ تعالیٰ بہت سے حقائق و دقائق طریق معرض تحریر میں آ گئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

اس عجالۂ نافعہ کی نافعیت و اہمیت کا اسی امر سے اندازہ فرما لیا جائے کہ اسکے مرتب ہو جانے کے بعد خود حضرت والا نے نہایت مسرت کے ساتھ فرمایا کہ الحمد للہ یہ رسالہ اس موضوع میں بے نظیر [illegible] نیز اسکی مستقل اشاعت کی تمنا کا بھی اظہار فرمایا۔ اور واقعی چونکہ یہ عجالہ بحمد اللہ تعالیٰ جامع [illegible] دُرود خطرات و وساوس کے متعلق تحقیقات نادرہ و نکات دقیقہ نیز معالجات [illegible] ہے اور اس موضوع کے سارے پہلوؤں کو حاوی اس لئے اگر یہ مستقلاً بھی شائع ہو جائے تو اہل [illegible] طریق کے لئے جنھیں اکثر ایسے احوال پیش آتے رہتے ہیں اور بالخصوص مبتلایان خطرات و وساوس کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ ایک نہایت ہی کارآمد اور حرز جان بنانے کے قابل چیز ہو گی۔

چنانچہ اسکے غایت درجہ نافع ہونے کا خود احقر کو بھی ذاتی تجربہ ہو چکا ہے [illegible] سے اسکے دوران تحریر [illegible]

حضرت والا نے [illegible] حسن اتفاق پر محمول فرمایا [illegible]

گو [illegible] حضرت والا [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

بدامت برکاتہم کے ارشاد فرمودہ دو معالجات یعنی مراقبۂ حسن ظن باللہ اور استحضار صحت اعتقادِ عقلی نے تو اکسیر کا کام کیا اور یہ دونوں معالجے گویا تریاق ثابت ہوئے فالحمد للہ حمداً کثیراً۔ اللہ تعالیٰ بہ برکت حضرت صاحب سوانح استقامت بخشے اور ہمیشہ راہ مستقیم پر ثابت قدم رکھے آمین ثم آمین۔ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ وَسَدِّدْنِیْ اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ اِیْمَانًا لَا یَرْتَدُّ وَیَقِیْنًا لَیْسَ بَعْدَہٗ کُفْرٌ وَّرَحْمَۃً اَنَالُ بِھَا شَرَفَ کَرَامَتِکَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشَّکِّ فِی الْحَقِّ بَعْدَ الْیَقِیْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ یَوْمِ الدِّیْنِ اٰمِیْنَ ثُمَّ اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

یہ ادنیٰ نمونہ ہے حضرت والا کے ارشاداتِ حقہ کی نافعیت اور برکت کا اللہ تعالیٰ سایۂ عاطفت کو باآں فیوض و برکات روز افزوں مسلمانوں کے سروں پر مدتِ مدید تک بعافیت تمام سلامت باکرامت رکھے آمین ثم آمین یا رب العالمین۔

اسی عجالہ کے دورانِ تحریر میں الحمد للہ یہ برکت بھی ظاہر ہوئی کہ اس احقر ناکارہ کو حضرت مولانا شاہ فضل رحمان صاحب گنج مرادآبادی قدس اللہ سرہٗ کی زیارتِ منامی کا شرف حاصل ہوا جس میں احقر نے بحضور شاہ صاحب عرض کیا کہ مجھے وساوس شیطانیہ کی بہت کثرت رہتی ہے دعا فرمائیے کہ ایمان کامل نصیب ہو فرمایا کہ تمہارا پیر تو بڑا بھاری شیخ ہے تم تو مولوی اشرف علی کے مرید ہو پھر وساوس سے کیوں مشوش ہو فرمایا کہ ریل کبھی تاریکی میں بھی چلتی ہے اس طرح کہ اس کی کھڑکیاں بند ہوتی ہیں اھ۔

اس خواب کی تعبیر ظاہر ہے اس میں ریل کی جو مثال ہے اس کی حضرت والا نے احقر کے عریضہ پر جس میں یہ خواب پیش کیا گیا تھا خواب کی عبارت کے ختم پر منقولۂ ذیل توضیح تحریر فرمائی "یعنی وساوس سے ایک گونہ ظلمتِ طبعی ہوتی ہے مگر ہر تاریکی مانع قطع مسافت نہیں جبکہ وسائط صحیح ہوں چنانچہ ڈرائیور کا صاحبِ نور ہونا کافی ہوتا ہے اور ریل کا لین پر ہونا۔ انتہی کلامہ بالفاظہ۔ حضرت والا کی یہ توضیح بھی خطرات کے متعلق ایک مستقل تحقیق لطیف ہے اور مستعملاً قابلِ استحضار۔ فقط

Marfat.com

شکرِ نعمتِ اختتام
و
دُعائے رحمتِ ربّ الانام

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ محض اس کے فضل و کرم سے حضرت والا کی خاص الخاص حالتِ باطنیہ رفیعہ یعنی غلبۂ ہیبت کا مفصل بیان ببرکتِ دعوات و توجہات و اصلاحات و ہدایاتِ حضرت والا اس نااہل و نابلد کے ہاتھوں بہمہ وجوہ سرانجام پاکر اختتام کو پہونچا اور اس کے ساتھ ہی باب شرف بیعت و استفاضۂ باطنی بھی بفضلہ تعالیٰ ختم ہو گیا۔ اور خلاف توقع بحسن و خوبی ختم ہوا یہانتک کہ خود صاحبِ واقعات مندرجۂ باب ہذا یعنی حضرت والا نے بعد ملاحظہ بنایت شفقت تحسین اس نااہل و ناکارہ کو مخاطب فرماکر فرمایا کہ آپ نے تو ماشاء اللہ ان حالات کو اس طرح لکھا ہے جیسے آپ ہر موقع پر میرے ساتھ ساتھ رہے ہوں۔ فالحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ وما توفیقی الا باللہ۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس ناکارہ آوارہ کو بھی اچھے ٹھکانے لگائے اور انعام [illegible] نیز اس کے لکھنے میں جو ظاہری و باطنی فروگذاشتیں اس احقر سے ہوئی ہیں ان کو اپنے فضل [illegible] معاف فرماکر اس کو شرف قبولیت بخشے اور طالبین و سالکین کے لئے موجب خیر [illegible] اور اس بداعمال و بداحوال کے لئے کفارۂ سیئات و ذریعۂ نجات فرمائے آمین ثم آمین یارب [illegible] بحرمت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

تمت الرسالۃ المسماۃ بالغیبۃ فی الہیبۃ [illegible]
فالحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات۔

الحاق متضمن طریقۂ اشاعۃ مستقلہ "الغیبۃ" [illegible]

اگر اس عجالۂ نافعہ مسمّٰی بہ الغیبۃ فی الہیبۃ کی [illegible]
بھی کیا یا کتاب [illegible]
چاہیں تو ان کی سہولت کے [illegible]
ابتداء کتاب [illegible] بعنوان الغیبۃ فی الہیبۃ [illegible]
ذیل [illegible] عبارت [illegible]

اس سرخی کے بعد کی عبارت جو اس طرح شروع ہوتی ہے "غرض بعد ترک تعلق مدرسی الخ" بس وہی عبارت ابتداء ہے۔

انتہاء۔ رسالہ کے ختم پر ایک عربی عبارت ہے جو ان الفاظ پر ختم ہوتی ہے "بنعمتہ تتم الصالحات" بس وہی انتہاء ہے لیکن اس عربی عبارت میں سے صرف یہ الفاظ نہ لکھے جائیں "مع باب البیعۃ والاستفاضۃ"

پیشانی اور اسکی ہیئت۔ جس مضمون کی ابتداء اور انتہاء ابھی عرض کی گئی ہے اس کے اوپر بہ ہیئت ذیل یہ پیشانی لکھ دی جائے۔

رسالہ الغیبۃ فی الھیبۃ

(ملتقط از اشرف السوانح یعنی سوانح عمری حضرت اقدس حکیم الامۃ مجدد الملۃ اشرف العلماء افضل الفضلاء قطب الاقطاب شیخ المشائخ واقف اسرار خفی و جلی حافظ قاری حاجی مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی حنفی چشتی امدادی مدت فیوضہم العالی)

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا

تمہید رسالہ

(اس تمہید کے قبل اشرف السوانح میں حضرت صاحب سوانح کی خلوت گزینی اور انس مع اللہ کے حالات مبارکہ کا سلسلہ اوپر سے چلا آرہا ہے۔ عبارت مابعد اسی سے مرتبط ہے)

غرض بعد ترکِ تعلقِ مدرسی (یہاں سے ختم رسالہ تک جس کا پتہ اشرف السوانح کی سرخی "الحاق متضمن طریقۂ اشاعۃ الخ کے تحت میں بہ عنوان انتہاء بتلایا گیا ہے نقل کرتے چلے جائیں ۱۲)

اطلاع مُفید

الحمد للہ "اشرف السوانح کے حصۂ اوّل" کے مطالعہ سے تو ناظرین کرام اچھی طرح مستفیض و محظوظ ہو چکے اب انشاء اللہ تعالیٰ اس کا حصۂ دوم بھی عنقریب شائع ہو کر ہدیۂ ناظرین ہوگا۔ اُسکے اندر جو مضامین ہوں گے اُنکی فہرست اور اُسکے متعلق ضروری اطلاع اس حصۂ اول کے شروع ہی میں فہرست مضامین کے ختم پر ملاحظہ سے گذر چکی ہے مکرر ملاحظہ فرما لیا جائے اور دعا کیجائے کہ اللہ تعالیٰ "حصۂ دوم" کی بھی مع الخیر جلد تکمیل و اشاعت فرمادے ع ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔ فقط

احقر مؤلف

Marfat.com